# علم اور دین

## تحفہ منورین:

یہ تحفہ عام تحفوں سے مختلف ہے کیونکہ عام تحفوں میں تحفہ پیش کرنے اور وصول کرنے والے کی پسند کا خیال رکھا جاتا ہے، اس کی چند اقسام ہیں۔ اگر حلق سے گزرنے والی چیز ذائقہ دار ہو، بصارت سے گزرنے والی خوبصورت، سماعت میں ترنم لحن انگیز ہو تو وہ پسند کی جاتی ہے۔ ماں باپ اور حکومتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک کی توجہ بچوں کی خواہش پسندی کی طرف ہوتی ہے۔ حکومت کی توجہ عوام کی خوشنودی کی طرف ہوتی ہے اور ان کے چاہنے والے بہت ہیں۔ ان کا فلسفہ ابلیس کو جاتا ہے۔ دوسرے گروہ میں بچوں اور عوام کی مصلحت دیرینہ ہوتی ہے۔ ان کے فلسفہ کی برگشت اتباع اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ لیکن میں جو تحفہ میں پیش کر رہا ہوں وہ ہمارے معاشرے کے لیے ناپسندیدہ ہے۔ یہ تحفہ مہدائین کیلئے سمع خراشی کے ساتھ دل خراش بھی ہوگا کیونکہ لقمہ حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے 'الحق مرٌ'

جس عنوان کو میں نے چھوا ہے وہ مجھ سے اجنبی اور نامحرم ہے۔ منورین لوگوں کو روشنائی دینے والوں کو کہتے ہیں جو نور سے مراد علم لیتے ہیں۔ علم سے مراد چاہے سائنسی لیں یا دینی کہہ کر صرف ونحو کو کہیں، دونوں مجھ سے نامحرم ہیں۔

دوسرا اگر شرف الدین کا نام دیکھا تو مزید کڑواہٹ محسوس کریں گے کیونکہ اس وقت میری کتابوں کا حشر فرقوں کے حوالے سے پڑھنے اور نہ پڑھنے والی کتابوں کے اصول شناخت جیسا ہے۔ جہاں کتاب کھولنے کے بعد اگر علیہ السلام دیکھا تو سنی فوراً کراہت کے ساتھ کتاب رکھ دیتے ہیں بعض بدزبانی بھی کرتے ہیں اور اگر رضی اللہ عنہ دیکھا تو شیعہ اول و دوم پر لعنت کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جبکہ تیسری شناخت شرف الدین رکھی ہے۔ یہ آج کی بات نہیں بلکہ اس وقت کی بات ہے جب راقم نے اپنی کتاب تفسیر سیاسی قیام امام حسین لکھی اور اسے ملک کے جید عمائدین علماء کے خدمت میں بظاہر تقدیم مقابلہ مضمون نویسی کے عنوان سے پیش کیا تھا کہ اس ذریعہ استبصار رائے کروں۔ کیونکہ یہ عنوان اب تک متنازع فیہ بنا ہوا تھا کہ نواسہ رسول، فرزند بتول نور چشم مہاجرین وانصار مبراء از نقائص وفضول حسین بن علی کس مقصد کے لئے کون سے اہداف لے کر نکلے تھے۔ دشمنان سینہ کوبان نے ابھی تک اس کو شور شرابہ کی چھاؤں میں یرغمال بنا رکھا ہے۔

جہاں تک دین سے واسطہ رکھنے والے علوم یعنی علم قرآن وسنت عملی رسول اللہ، عقائد و تاریخ اسلام، سیاست واقتصادیات اجتماعیات اسلام کے سمندر رمانند ہونے کی وجہ سے ان کا احاطہ کرنا ہر کسی کیلئے ناممکن ہے چہ جائیکہ اس علم کے حصول کے مقدمات سے نہ گزرنے والے کے لئے بہت سی مشکلات ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مجھے پہلے بیٹھ کر تحقیقات کر کے آخری نتیجے پر پہنچنے کے بعد لکھنا چاہیے جیسے جناب غلام شبیر قادیانی کا کہنا ہے لیکن میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ میں پتھر نہیں ہوں۔

منورین سے ہماری مراد دونوں دانشمند گروہ ہیں جہاں ایک نے ہمیں ترقی وتمدن کے نام سے انگریزی بولنے، رشوت ستائی کرپشن اور علم کی پوجا کرنے اور مغرب کی غلامی، مسلمانوں کی استحقاری استعماری طاقتوں کی خدمت گزاری سکھائی ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ نے مذہب کے نام سے علوم صرف ونحو، فلسفہ، منطق، عزاداری کے نام کی جھوٹی کہانیاں عبادت کے نام سے صوفیوں کی شطحات اور شبینہ تراویح، لمبی اذانیں، میلاد کے نام سے اونٹوں کی مہار، عزاء کے نام سے جھولے، گھوڑے کی تعظیم سکھائی ہیں، لیکن جو اس وقت دونوں کا اتفاقی کلمہ جس میں کسی کو بھی اعتراض نہیں وہ ملک کا تاریک مستقبل ہے کہ کچھ پتہ نہیں کل کیا ہوگا۔

لیکن منورین کو صرف اسلامی ممالک یا بعض ممالک میں جدید وسائل زندگی کا فقدان نظر آتا ہے۔ وہ یہاں عوام کی ترقی وخوشحالی کی بات کرتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ قائد کا ساتھ دیں تا کہ وہ ایک ایک کو ہاتھ سے پکڑ کر انہیں الحادیوں کی دہلیز پر آسانی سے پہنچائیں اس طرح سے ہونے والی ترقی میں یہ لوگ منور ہیں۔

جس طرح حوزات کے فارغ التحصیل اپنی ٹھونسی گئی قصہ کہانیوں کو بلا دلیل و منطق ایک حجت قاطعہ گردانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں۔ حالانکہ کسی بھی انسان یا انبیاء کا قول و فعل کسی دوسرے انسان پر حجت نہیں ہوتا ہے۔ نساء ۱۶۵ انبیاء کرام، آئمہ، اصحاب، اسلاف کے قول و فعل اور تقلید کی بات کرتے ہیں، ان پر بھروسہ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس طرح مغرب کی من و عن تقلید کی بات کرتے ہیں اس کے لئے بھی دلیل چاہیے۔ بہر حال منورین کی اس کلمہ سے یہ مراد ہے کہ ہم تاریکی میں بات کرنے والے نہیں، ہم معمیٰ، لغز گوئی، کند ذہن اور سیاہ نظریات کے حامل نہیں ہیں۔ اس حوالے سے جب تک اس علم کی تعریف اس کی قدر و قیمت، غرض و غایت و حصول واضح نہ ہوں، دونوں میں سے کون سا علم منور اور کون سا تاریک و گمراہ ہے، اس میں اس وقت تک تمیز کرنا ممکن نہیں۔

بعض روشن خیال، علمی حلیے سے ایمان دار نظر آنے دوسروں کے ساتھ اسلام و قرآن و محمدؐ کا مذاق اڑاتے ہوئے طنزاً کہتے ہیں کہ قرآن میں بجلی، پنکھا، فریج، ایٹم بم، کمپیوٹر اور موبائل کا علم کہاں ہے؟ دوسرا وہ روشن خیال گروہ ہے جو ملحدوں کو اسلام کے خلاف بولنے لکھنے اور یہاں قبضہ کرنے کے مواقع فراہم کرنے کیلئے خرافات کو عام کر رہے ہیں، ان کے ترانے گا رہے ہیں جیسا کہ صالح خرافات میانوالی ایسا کرتے آئے ہیں۔

روشن خیالوں نے مغرب سے متصل ہونے اور انکے چشمہ علوم سے پیاس بجھانے اور خود کو علوم صرف و نحو کو علم دین کے نام سے متعارف کرانے والوں سے امتیاز برتنے کی خاطر اپنے دانشمندوں کے لئے ایک اضافی کلمہ اختراع کیا ہے۔ چنانچہ وہ نسل جوان کو وسعت قلبی، سعہ صدری کی سیکولرزم کی تلقین کرتے ہیں اور امام خمینی و محترم خامنہ ای کی تاسی کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر جہاد کی بات کرتے ہیں تو فلسطین و کشمیر و افغانستان سے اوپر نہیں جاتے کیونکہ بدر و احد و خندق اور فتح مکہ ان کے لئے پرانی ہوگئی ہیں۔ وہ قرآن و سنت رسولؐ سے استناد کی جگہ اقبال کے اشعار اور محمد علی جناح کی تقاریر سے استناد کرتے ہیں اور امت محمدؐ کی جگہ امت اقبال و جناح سے تعارف کرواتے ہیں لہٰذا اس حوالے سے یہ لوگ درحقیقت منورین غرب ہیں، انہیں منورین اسلام نہیں کہہ سکتے۔

## ۲۔ تمہید

**الحمد لله المنعم على عباده بما هداهم اليه من الايمان،والمتمّم احسانهُ بما أقام لهم من جلي البرهان،الذي حمد نفسه بما أنزل من القرآن،ليكون بشيراً ونذيراً،وداعيآالى الله باذنه وسراجاً منيراَ،وهادياً الى ما ارتضبي لهم من دينه،وسلطاناً أوضع تبييه،ودليلاً على وحدانيته،ومرشداً الى معرفة عزته وجبروته،ومفصحاً عن صفات جلاله،وعلو شأنه،وعظيم سلطانه،وحجةَ لرسوله الذي أرسله به،وعلماً على صدقه،وبينة على انه امينه على وحيه،وصادع بأمره.**

**فما أشرفه،من كتاب يتضمن صدق متحمله،ورسالةِ تشتمل على تصحيح قول مؤديها،بين فيه سبحانه ان حجته كافيةهاديةُ. لا يحتاج مع وضوحها الى بينة تعدوها،أو حجة تتلوها،وأن الذهاب عنها كالذهاب عن الضروريات،والشک في المشاهدات.ولذلک قال عز ذكره:﴿﴾(انعام۷).وقال عزوجل:﴿﴾(حجر ۱۴.۱۵)**

**فله الشكر على جزيل احسانه،وعظم مننهِ،والصلاة على سيدنا محمد المصطفى وآله وسلم.**

# علم اوردین ﴿۴﴾ (۱۵جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

**ومن أهم ما يجب على أهل الدين كشفه،وأولى ما يلزم بحثهُ،ما كان لأصل دينهم قواماً،ولقاعدة توحيدهم عماداً ونظاماً،وعلى صدق نبيهم ﷺ برهاناً،ولمعجزته ثبتاً وحجة،لا سيما والجهل ممدود الرواق،شديد النفاق،مستولٍ على الآفاق،والعلم الى عفاءٍ ودُروسٍ،وعلى خفاء وطموس،وأهله في جفوة الزمن البهيم يقاسون من عبوسه لقاء الأسد الشئيم،حتى صار ما يكابدونه قاطعاً عن الواجب من سلوک مناهجه.والأخذِ في سبُله.**

حمد وستائش اس ذات پاک کیلئے لائق وسزاوار ہے جس نے انسانوں کو اپنی کتاب سے روشناس کیا ہے جس نے انسان کو نادان سے دانا بنایا ﴿ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ (علق ۵) حمد وستائش اس ذات کیلئے جس نے علم سکھانے کے بعد بیان سکھایا ہے ﴿ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾ (رحمٰن ۴)، حمد وستائش اس ذات کیلئے سزاوار ہے جس نے تعلیم بیان کے بعد تحریر کی اہمیت سے روشناس کیا۔ ﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴾ (قلم ۱) حمد اس ذات کے لئے جس نے ہمیں حمد، ہر نعمت محمد کے حکم سے دی ہے وقل الحمد اللہ رب العالمین حمد وثناء اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنی حمد پر اجر وثواب عنایت کیا، حمد اس ذات کے لئے ہے جس نے حمد کو موجب زیادہ نعمت گردانا ابراہیم ۷ اس کی نعمت میں اضافہ کرتا ہے حمد اس کی ذات کے لئے جو ہمیں ضیق وتنگ شکم سے وسیع وعریض دنیا میں لایا۔ ﴿ وَاللهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاتَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ (نحل ۷۸) جاہل تھے عالم بنایا۔ ﴿ وَلَوْلافَضْلُ اللهِ عَلَيْکَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوکَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَکَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنزَلَ اللهُ عَلَيْکَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْکَ عَظِيمًا ﴾ (نساء ۱۱۳)

حمد وستائش ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اپنی کتابوں کی ترکیب وتنظیم کی مطابقت میں اپنی مخلوقات سے صاحبان علم وقدرت کے سامنے مقابلہ بمثل تحدی پیش کیا ﴿ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴾ (واقعہ ۵۹) ﴿ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ (٦٨) أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (٦٩) لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلاتَشْكُرُونَ (٧٠) أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ (٧١) أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴾ (واقعہ ۶۸-۷۲)

سلام ودرود اس ہستی ملکوتی کے لئے جو تعلیم کتاب وحکمت کے لئے مبعوث ہوئی اور اس کے امین ومامون تھے۔ سلام ان کی آل اور یاران باوفاء کے لیے جنہوں نے فراز ونشیب سختی اور تنگی میں استقامت دکھائی اور دیگر سکونی حالات میں متغیر نہیں ہوئے۔

حمد وستائش خالق متعال، رازق بغیر حساب اور اس کی دیگر نعمتوں کے شکرانے کے ساتھ حاضر صفحات کی تنظیم وترتیب کی ضرورت کو وضاحت کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عرصہ دراز سے یہ سنتے آئے ہیں کہ علم نور ہے۔ یہ انسان کو روشنی دیتا ہے اس نور کو دیار ظلمت سے یہاں نقل کرنے والوں نے اس ملک میں کلمہ طیبہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ سے منور ملک کی آبادی کو ویران یا قبرستان، گھروں کو بیابان بنایا، ملک کے ذخائر اور دولت کو دیار غیر منتقل کیا۔ یہاں ادنیٰ سے فرد جیسے چوکیدار، چپڑاسی کو حرام خوری کی تعلیم وتربیت دی۔ علم کے بہتے ہوئے دریاؤں کے سیلاب میں ایمانداری کو غرق کر کے نور افشانی کے کارخانے معطل کیئے۔ خانہ وآشیانہ تاریک ہوگئے۔ اس سانحہ عظیم میں روح پھونکنے والے پڑھے لکھے طبقات کی زبانی دین اسلام کا مسخرہ استہزاء کرتے سنا کہ دین کی ضرورت ختم ہوگئی ہے۔ خاص کر گزشتہ انتخابات میں اوپر سے نچلی سطح تک کہتے سنا کہ دین سے لاتعلقی اختیار کرو، دین کو یہاں سے نکالو، دین کے نام پر ووٹ نہیں لے سکتے جیسے کلمات سننے میں آئے۔ کہتے ہیں کلمہ نہ آنے سے، سورہ حمد نہ آنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ دوسری طرف گلوکاروں، بے حجاب رقاصاؤں کا انتخاب میں حصہ لینے جیسے اقدامات نے ثابت کیا کہ جو بات ۱۷۹۹ء میں یورپ میں چلی تھی یہ فضاء اب یہاں چلنی شروع ہوگئی ہے جبکہ دین کے مروجین اور داعیوں نے ترویج دین چھوڑ کر سیکولروں لادینوں سے الحاق واتحاد کرلیا ہے۔

## علم اور دین ﴿۵﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

میں یہاں حضور باری تعالیٰ میں حمد وستائش کیلئے اپنے کہے گئے فقرات کی جگہ امام حسینؑ کے وہ کلمات پیش کرتا ہوں جو آپ نے شب عاشور لشکر اعدا کے محاصرے کی رات میں فرمائے: اے اللہ! جب میں کسی مصیبت و آزمائش میں مبتلا ہوا تو اسے تیری درگاہ میں پیش کیا تو تو نے اسے رفع فرمایا ہے آج اگر تو نے اپنی نصرت والطاف کی عنایت کو روک دیا تو میں تیرا ناشکرا نہیں ہونگا۔ کیونکہ جب بھی میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوا تو اس پر صبر کرنے کے صلے میں تو نے میرے لیے ایک اور دروازہ کھولا، میرا ذہن کھولا میرے لئے بہترین عمل کی رہنمائی کی کہ میں آئندہ کیا کروں۔ ساتھ ہی ذخائر کتب میں ان کتابوں کی طرف رہنمائی کی جن کے بارے میں میرے وہم وخیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ مطالب ان کتابوں میں ہونگے۔

میں اعصاب شکن تہمات اور اپنے گھر میں غربت کے لمحات میں بھی تالیفات کو جاری اس لئے رکھتا ہوں کہ میرے سامنے اسوہ نبی کریمؐ کی ذات ہے جنہوں نے جنگ احد میں مار کھانے، جسم اطہر زخموں سے چور ہونے کے بعد بھی باوفا یاران کو جمع کر کے دوبارہ مشرکین فاتحین کا پیچھا کیا کہ کہیں یہ لوگ مدینہ کو تاراج کرنے تو نہیں جا رہے۔ ہم نے بھی بہت سے زخم کھائے ہیں۔ تہمت والزام تراشی سے، دوستوں، بچوں اور عزیزوں کو چھینا گیا، اندرون خانہ محصور کیا گیا۔ اس حوالے سے احتمال قوی ہے کہ یہ لوگ میرے مرنے کے بعد ایک وسیع پیمانے پر میرے خلاف مہم چلائیں گے۔ اس لیے اللہ کے وعدہ نصرت سے امید رکھتے ہوئے اس آیت کریمہ تمنا میں ولانخوش ایماوانتم مسلمون کی صحت کے لئے لکھ رہا ہوں کہ شاید یہ صفحات کسی نہ کسی انصاف پسند انسان کے ہاتھ تک پہنچ جائیں۔

حاضر کتاب ان دانشوران کے نام ایک تحفہ ناچیز ہے جو اپنے زعم میں حامل نور وانوار ہیں لیکن ان کے اردگرد جاری لوڈ شیڈنگ سے ہر آئے دن تاریکیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان گھروں میں سے ایک اس غریب کا گھر بھی ہے جو گھنٹوں میں نہیں بلکہ عرصہ بیس سال سے لوڈ شیڈنگ کا منظر پیش کر رہا ہے۔ اگر ان کی یہ دانش نور افشان ہوتی تو ہم میدان اقتصاد، تعلیم اور سیاست وثقافت میں بدترین دور سے نہیں گزرتے۔ ثروت پسندی کی خواہش میں رشوت ستانی اور استحصال کی طغیان وسرکشی کے طوفان نے ہمیں غرق کر رکھا ہے، اگر دانش نور ہوتا تو کرپشن کے ظالمانہ اصول ان کے دلوں کو سیاہ نہ کرتے۔ اگر لوگوں کے پاس موجود علم ودانش نور ہوتا تو اس کے حامل ومدعی ہونے والوں کے علم وایمان اور دین واخلاق میں نظر آتا۔ جس علم کو انہوں نے جس ماخذ ومنبع سے لیا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کو موجود موہوم سمجھتے ہیں، اس علم کو ضد دین کہتے ہیں۔

### قرآن اور میری کتابیں:

مجھے شکایت ہے کہ میری کتابوں کے خریدنے اور پڑھنے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ عمائدین علماء دانشوران نے انہیں پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے، جبکہ میں نے ان کتابوں کو لکھنے کیلئے بہت زحمات اٹھائی ہیں۔ ان کتابوں کو لکھنے کے لئے بہت سی کتابیں خرید کر جمع کی ہیں۔ میرا مقصد صرف خدمتِ دین ہی تھا میں واویلا اس لئے کرتا ہوں کہ وہ افراد مشکلات ومصائب کے عادی نہیں، انہیں پتہ نہیں کہ اس دنیا کا ایک نام عالم حسود ہے۔ یہ دنیا کے مفادات کا میدان جنگ ہے۔ شاید یہ کتابیں کسی کے مفادات سے ٹکراتی ہوں اور کسی کے خود ساختہ عقائد سے متصادم ہوں۔

یہ رویہ بہت سوں کے ساتھ ہوا ہوگا، بعض کے ساتھ ان کی زندگی میں ہوتا ہے اور بعض کے ساتھ مرنے کے بعد ہوتا ہے۔ چند سال کا فرق ہے آقائے باقر الصدر مفکر ومبتکر نظریات اقتصادی، اجتماعی وسیاسی اور عقیدتی واسلامی کی کتابیں اب کہاں ہیں؟ اسی طرح مطہری کی کتابیں آج ناپید ہیں۔ انقلاب اسلامی حکومت علمائی کے زیر سایہ سب سے زیادہ حکومتی سطح پر نشر ہونے والی کتابوں میں اسلام کو سیکولرزم کے روپ میں تلاش کرنے والے مریض، اسلام کو خرافاتی

# علم اور دین ﴿۶﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

شکل میں، خوابی شکل پیش کرنے والی دستغیب کی کتابیں نشر ہوئیں۔ آج ان کی کتابوں سے بھی چڑ کھاتے ہیں چاہے یہ باقر الصدر کی ہوں یا کاشف الغطاء یا مطہری یا شرف الدین کی ہوں، ان کتابوں کے مواد میں، بعض کی اسناد، بعض کی تفسیر اور بعض کی تشریح میں غلطی کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ جو انسان بہت ہی احتیاط اور تحقیق سے کتاب لکھتے ہیں ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ ایسے حالات میں پذیرائی کی توقع کرنا عبث و بے کار ہے۔ کوئی کتاب سب کے لئے موجب تسلی و تسکین ہو، یہ ممکن نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے عقیلہ قریش زینب نے فرمایا تھا کہ نیکوکاروں کے جگر کو چبانے والوں سے کسی رحم کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے دین اسلام کا درد نہ رکھنے والوں سے کسی اچھے عمل کی امید نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں کہ جنہوں نے ہزار بہانوں اور حیلے تراشنے کے ذریعے ہر قسم کے اشتبہات سے پاک کتاب، معصوم و عاصم رب جلیل کو کنارے پر لگایا ہے۔

کس طریقے اور کس ماہرانہ ابلیسی انداز میں اس کتاب اللہ کو پس پشت پھینکا گیا ہے۔ مفسر قرآن اور قرآن فہمی میں ڈاکٹری کے دعویدار کہتے ہیں کہ قرآن میں ہر خشک و تر موجود ہے، تمام علوم و فنون اس میں موجود ہیں، آئین حیات ہے لیکن یہ گونگا ہے بات نہیں کرتا اس کے الفاظ معمہ ہیں۔ یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں کہ وہ اسے سمجھے بلکہ اسے اجازت بھی نہیں ہے کہ اسے سمجھ سکے۔ اگر کسی نے قرآن کے الفاظ کے معنی بیان کرنے کی کوشش کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں اس کتاب کو صرف اہل بیت جانتے ہیں جس گھر میں یہ نازل ہوا ہے یہ قرآن تو دوسروں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اصل قرآن جو علی نے لکھا وہ امام زمان کے پاس ہے وہ لائیں گے اور اس قرآن پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ جس معاشرے میں اللہ کی کتاب کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے وہاں آپ اپنی کتابوں کے بارے میں کیوں واویلا کرتے ہو۔ آیت ماخر اذاحتدیتم

حضرت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا تھا ﴿إِنْ كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (مائدہ ۱۱۶) اے اللہ اگر میں نے کچھ کہا تھا تو تو جانتا ہے، تو سر و خفی کا مالک ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کچھ کہوں اور تو نہ جانے۔ میں بھی تیری درگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ہے تیری کتاب قرآن کو اٹھانے کی بات کی اور تیرے رسولؐ کی رسالت کو اٹھانے کے لئے بات کی ہے جس طرح مولائے امیر المومنین نے فرمایا خطبہ ۱۳۱ اس سلسلہ میں جو مصیبتیں، چہ مہ گوئیاں اور جو تحقیق میں نے سنی اور دیکھی ہے تو ان سب سے واقف و آگاہ ہے۔ میں ان سب کو نہیں جانتا ہوں، کس کس نے میری کردار کشی کی ہے لیکن اگر تیری مرضی اسی میں ہے کہ میں ان کو بخش دوں تو تو مالک ہے اور اگر یہ لوگ اس تہمت کی سزا کے مستحق ہیں تو بھی تو خود مالک ہے تعذب من تشاء۔

دین سے خرافتوں کو دور کرنے پر ہمیں اندرون خانہ محصور کیا گیا۔ یہاں سے اپنی مظلومیت سے زیادہ دین پر گزرنے والے مظالم پر اپنی آنکھوں سے آنسو ٹپکانے کی بجائے قلم کی آنکھ سے قطرات چھوڑنے کی غرض سے یہ صفحات قرطاس پر لائے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں یہ واضح کرنا ہے کہ دین نہ علم کو رد کرتا ہے اور نہ علم دین کو رد کرتا ہے۔ دین نہ حصول علم کی دعوت دیتا ہے جس طرح غذا کھانے پانی پینے از دواج کی دعوت دیتا ہے۔ یہ چیزیں انسان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں۔ یہ دعوت اجتماع نہیں ہے جس طرح جسم غذا کا محتاج ہے، روح علم کی محتاج ہے۔ دین انسانوں کے تماثلات، غریزہ جات کو کنٹرول، تبدیل کرنے کے لیے آیا ہے۔ علم کی دعوت سیلاب کو لینے کی دعوت جیسی ہے۔ یہ جو فضائل مناقب حصول علم کے لیے معین کیے ہیں وہ پہلے باطنیہ اور بعد میں تنصروں نے دین دھونے یعنی دین سے دور کرنے کے لیے جعل کی ہیں۔ یہ جن آیات سے استناد کرتے ہیں وہ آیات متشابہات ہیں۔ آیات متشابہات سے منافقین استدلال کرتے ہیں۔ روایات سند و متن مخدوش سے استدلال کرتے ہیں۔ ان باتوں سے دوسرے ادیان کے نمائندوں نے بددیانتی سے دین اسلام پر الزام لگایا ہے۔

## علم اور دین ﴿۷﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

تبلیغ وارشاد کے حوالے سے اپنے دین اور عزت وغیرت وناموس سے دفاع کے دو ہی ذرائع معقول ومشروع ہیں۔ گرچہ بڑھتی ہوئی ترقی وتمدن اور جدت پسندی نے اس میں کئی دوسری چیزوں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ غرض دو چیزیں بیان وتحریر کا ذریعہ ہیں، بعض کو اللہ نے دونوں دی ہیں اور بعض کو ایک سے نوازا ہے۔ بعض کو ناقص ومحتاج ونیازمند رکھا ہے۔ میں اپنی جگہ اللہ کے فضل وکرم سے لکنت زبانی تو نہیں رکھتا، اللہ نے زبان صاف دی ہے اور سینے میں کھانسی بھی نہیں تھی لیکن تنہا خطابت سیکھنا ہی کافی نہیں تھا بلکہ اس کی اور بھی کئی شرائط تھیں جو مافیہ کی پسند ہیں جبکہ یہ مافیہ اس وقت غالیوں اور نصیریوں کا داعی اور حامی ہے۔ لہٰذا ان کے عقائد ونظریات وافکار پر تقریر کرنا ضروری ہے جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کو پسند نہیں کرتے بلکہ تھوڑی سی آمیزش کی بھی اجازت نہیں دیتے ہیں لہٰذا تنہا وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو پوری فضاء کو غلو کی غلاظتوں سے آلودہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سلطان وقت کے جیالوں کی نظر بھی ان پر ناظر رہتی ہے۔ بلتستان میں جہاں بھٹو ازم اور آغا خانی ازم رکھنے والے ہمیں پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب ہم یہاں پہنچے تو اردو زبان سے عدم وابستگی کی وجہ سے ایک نئی معذوریت پیش آئی لیکن تحریر میں اس نقص کو بعض برادران کے توسط سے کم کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

غرض یہ مسائل درپیش تھے لیکن حقیقت سمجھنے کے خواہش مند افراد کے لئے یہ مسائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہاں پاکستان کے منورین حوزاتی ومغربی دنیا بھر کے دیگر دانشوران سے مختلف ہیں جو کتابیں خرید کر پڑھنے کے ناجائز کی حد تک قائل ہیں۔ لہٰذا کتاب کو بھی دیگر متاع کی مانند تشہیر کی ضرورت رہتی ہے، مختلف ذرائع سے اس کی تشہیر کرتے ہیں مثلاً:

۱۔ کسی بڑی شخصیت کے توسط سے تقریب رونمائی کرواتے اور ان کی زبان سے حاضرین سے درخواست کرتے کہ وہ معقول قیمت دے کر خریدیں۔ ہمیں یہ عمل مکروہ لگتا تھا، اس لئے کبھی نہیں کیا۔

۲۔ کتاب کی تشہیر کے لئے کسی بڑے سرمایہ دار سے کہا جاتا ہے کہ چند کتابیں خرید کر اپنے مرحومین کے نام سے تقسیم سے کریں، ہم نے یہ بھی کہنا پسند نہیں کیا۔

۳۔ جو بھی کتاب لینے کی خواہش ظاہر کرے اسے بطور تحفہ پیش کریں، یہ بھی نہیں کیا۔

۴۔ خاص دوست احباب کو مفت دیں جو حد یہ کر کے لوگوں میں تشہیر کریں یہ بھی نہیں کیا۔ مفت دیں یا حوصلہ افزائی کے لئے خریدیں یہ بھی نہ ہونے کے برابر تھے ان میں سے بعض گزر چکے ہیں اور بعض موجود ہیں جنہوں نے بھی قیمت کو غیر متوازن قرار دیا۔ اللہ انہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

۵۔ بعض دوست احباب کتب خریدتے تھے لیکن پڑھتے نہیں تھے اس لئے ہم نے کتب کو مہنگا کیا کیونکہ ہمارا مقصد کتاب بیچنا نہیں تھا، پیغام پہنچانا تھا۔

۶۔ بعض کتابیں خریدتے تھے وہ کتاب پڑھے بغیر صرف فہرست سے موضوع نکال کر لوگوں کو دکھاتے تھے جس سے لوگ ہم پر تنقید اور کھینچائی کرتے تھے۔

۷۔ جب سے ہماری تحقیقات کا دائرہ ان کے خود ساختہ عقائد تک پہنچا جو بلا دلیل و برہان حتیٰ تنکے کے برابر تکیہ نہ رکھنے والے ہیں تو انہوں نے ہماری کتابیں پڑھنے پر کلی طور پر قدغن لگائی۔

اللہ نے ہمیں کتابیں لکھنے کی توفیق تو عنایت کی لیکن انہیں پڑھنے والے نہیں ملے یقیناً یہ بات میرے مخالفین کے لئے بڑی حوصلہ افزائی کا باعث اور کامیابی ہے۔ ان کو کاوشیں ضائع نہیں ہوتیں کہ جب کتابیں پڑھنے والے ہی نہیں تو کتابیں لکھنے کا کیا فائدہ سوائے وقت کے ضیاع کے بلکہ ان کا مشورہ ہے اس کی جگہ پر کوئی اور کام شروع کرتے یا آخری عمر میں آرام کرتے اور دعا ونماز میں مشغول ہو جاتے تو زیادہ بہتر تھا۔

قارئین کرام دین اسلام ایک جامع وکامل نظام حیات ہے جس طرح انسان کے جسم کے اعضاء و جوارح میں سے ہر ایک کے وظائف معین

علم اور دین ﴿۸﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

ہیں جس طرح کسی عضو کے مفلوج ہونے کے بعد دوسرا عضو پہلے کا کام نہیں اٹھا سکتا اسی طرح نظام عبادت قرآن وسنت میں معین ہیں۔ قرآن میں اللہ سبحانہ نے دین کے لیے، انسانوں کے ذمہ واجبات لگائے ہیں۔ مستحبات، نفلیات صوفیوں کے باطنیوں کے دین روکنے کی دیوار ہیں۔ اذکار اوراد لقلقہ لسانی صوفیوں کا اضافہ ہے۔ تبلیغ دین بیان سے ہوتی ہے جو بیان سے محروم ہے ایک قلم تھا جس سے بعد میں روکا گیا ہے تو کیا دین کی تبلیغ روک دینی چاہیے۔ اس نکتے نے مجھے اپنی کتابوں کے محتواء پر سوچنے پر مجبور کیا ہے۔ قلم دو خوبیوں کا حامل ہے ایک دور دراز تک بغیر توقف سفر کرتا ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ کچھ حد تک مصنف کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

حاضر صفحات میں یہ دیکھنے اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو دین مسلمانوں کے پاس ہے وہ ضد علم نہیں، جو علم مسلمانوں کے پاس ہے وہ دین ہے وہ دین کو مسترد نہیں کرتا ہے۔

حاضر کتاب کی ترکیب وتنظیم کی ضرورت کا احساس آج سے پندرہ سال قبل اس وقت ہوا تھا جب یہاں مغرب کے فضلات خوروں نے دین ودیانت سے متعلق شعائر کو تاریکی میں ہاتھ پھیلانے والوں نے جہل ونادانی اور قعر جہالت میں دنیا ومافیہا سے بے خبر اندھے بہروں کی بات گردانا شروع کیا۔ ہم گرچہ علم ومعرفت کے سمندروں میں غواصی کرنے والے نہیں تھے لیکن غیرت دینی میں نامحرموں کی چہ مہ گوئیاں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا دین ووطن وناموس کو فروخت کرکے دانش پڑھنے والوں کے طنز وطعنوں کا جواب تیار کرنے کی غرض سے سو دو سو صفحات ترتیب دیئے تھے جنہیں ہمارے بچوں نے کمپیوٹر پر کھیل کی وجہ سے گم کر دیا۔ ہم ہمت ہار کر بیٹھ گئے تھے لیکن جب ملحدانہ زندگی کو پسند کرنے والے نے اپنے دامن میں کتے اٹھا کر اس وطن اسلامی کو اتاترک کے نظریات پر چلانے کا دعویٰ کیا۔ کلمہ اسلامی کو منہا کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے، فاحشات کا برملا اظہار کرنا شروع کیا اور اس اسلام دشمنی کے لیے کئی بلین روپے خرچ کرنے کی منظوری دی۔ تو جہاں بعد میں ہر اسلام دشمن کو نیست ونابود کرنے کی قدرت رکھنے والے رب العزت نے اسے چک شہزاد میں اپنے قصر عاد وثمود مانند محل میں بھی ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا وہاں اس کے اقدامات پر غیرت دینی نے عدم برداشت کا واویلا کرنے پر مجبور کیا۔ یہ عدم برداشت کا واویلا اس وقت ہوا جب میری اکثر اولاد ہم سے اور دین دونوں سے بغاوت اور لاتعلقی جیسی برات کا اعلان کر چکی تھی لیکن بعض احباب نے کھلے چہرے سے اپنی خدمات کو پیش کیا نیز احباب نے اپنی قوت لا یموت سے ہمیں حوصلہ بخشا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

حقیقت اور واقعیت میں مجھے ان صفحات کو سطور میں لانے کی توفیق رب جلیل نے عطا فرمائی جیسا کہ سورہ مبارکہ فاطر میں آیا ہے یہ توفیق اللہ کسی لائق وتوفیق والے کو ہی بخشتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ کتابوں کی طرح اس کتاب کو پڑھنے کے قابل بنانے میں ہماری معاونت ہمارے برادران باوفا جناب خادم حسین، محمد علی نقوی، محمد تیمور، اور ناصر شاہ صاحب کی توسط سے ہوگی میں نے اس مسودے کو ان کے پاس امانت الٰہی کی نیت سے چھوڑ کر بیت جو قبلہ مسلمین ہے، کی طرف جا رہا ہوں۔ ان برادران سے التماس ہے میں چاہے واپس پہنچ جاؤں یا وہیں لقا اللہ سے پیوست ہو جاؤں جس صورت میں ممکن ہو اس مسودے کو لائق قرات بنا کر قارئین کے لئے پیش کریں وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت والیہ نصیر.

علی شرف الدین

شوال العظیم ۱۴۳۴

# علم و دین میں جنگ

یہ جنگ بھی تاریخ میں گزرنے والی قدیم اور جاری جنگوں سے مختلف نہیں جو سوالات دیگر جنگوں میں آئے ہیں یہاں بھی آئے گے۔ سب سے پہلے دونوں کا واضح تعارف ہونا ضروری ہے۔

۱۔ علم کسے کہتے ہیں اس کی کیا تعریف ہے۔

۲۔ علم کے مترادفات کیا ہیں۔

۳۔ علم کسی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے کائنات کی ہر چیز کا ایک گھرانہ ہوتا ہے۔ نباتات کا گھرانہ ہوتا ہے حیوانات کا گھرانہ ہوتا ہے، انسانوں کے گھرانے ہوتے ہیں۔ خود علوم کے گھرانے ہوتے ہیں لہذا علم کا بھی گھرانہ ہوگا۔ علم جنس ہے تو اس کی انواع کیا ہیں؟ اگر نوع ہے تو اس کی جنس کیا ہے؟

۴۔ علم کہاں ہوتا ہے، اس کے جغرافیائی حدود کیا ہیں۔

۵۔ علم اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے۔

۶۔ علم کی نشانیاں علامتیں کیا ہیں؟

۷۔ علم کی تاریخ پیدائش محل تربیت و پرورش کہاں ہے؟

۸۔ علم کے ثمرات کیا ہیں؟

۹۔ علم اور دین میں رشتہ کیا ہے، علم دین سے کیا مانگتا ہے، دین نے علم کو کیا جواب دینا ہے؟

۱۰۔ دین کی کیا تعریف ہے؟

۱۲۔ دین کا خالق کون ہے؟

۱۳۔ دین کیا کہتا ہے؟

۱۴۔ دین کی جغرافیائی حدود کیا ہے؟

۱۵۔ کیا دین نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے؟

۱۶۔ دین میں سچ اور جھوٹ کا کیا تناسب ہے؟

۱۷۔ علم میں سچ اور جھوٹ کا کیا تناسب ہے؟

جب تک ان سوالات کے جواب کافی نہیں ملیں گے تب تک کوئی ثالثی نہیں کر سکتا ہے۔ اب آتے ہیں سب سے پہلے علم کی تعریف کرتے ہیں۔

جب سے ہماری نسل یورپ گئی اور وہاں قائم درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی تو انہوں نے ہر جگہ عقائد کو مسمار متزلزل، بوسیدہ وفرسودہ کرنے کی بلا وقفہ جنگ کا آغاز کیا ہے۔ انہوں نے مومنین کو مسحور کرنے کیلئے جو شعار چمک دمک، سماعت بصارت دلکش و دلفریب استعمال کیے ہیں وہ کلمہ ''علم'' ہے۔ انہوں نے اس کلمہ سے بہت سوں کو اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے علم حاصل کرو تمہاری تمام مشکلات و مصائب خود بخود حل ہو جائیں گے، گویا یہ دین کا بہتر بدل ہے۔ اگر مغرب جیسی ترقی چاہتے ہو تو اس کی راہ میں دین کو حائل نہ رکھو گویا وہ اجمالاً یا مفصلاً دونوں حالتوں میں دین کو مردود چیز گردانتے ہیں اس

علم اور دین ﴿۱۰﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

بلا امان جملے سے مسلمان چند گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ [عقیدہ تا ص ۱۵]

کیا علم دین کی ضد ہے یعنی جہاں علم کا راج ہے وہاں دین کا راج نہیں چل سکتا کیونکہ ان دونوں میں آپس میں تناقض ہے یا کم سے کم تضاد ضرور پایا جاتا ہے [سقوط علمانیہ ص ۱۱۹] بعض مغرب نواز سیکولروں کا کہنا ہے انسان اب بالغ و عاقل ہو چکا ہے اب وہ دینی احکامات یا کاہنوں کی نصیحتوں کا محتاج نہیں رہا۔ ابتداء میں یہ ضال و گمراہ تھا، وہم و خیال کی زندگی گزار رہا تھا لیکن اب وہ راشد و عاقل ہو چکا ہے، اب اس کے لیے دینی سرپرستی سے آزاد ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ ان کا کہنا ہے نئی تمدن و ترقی و نئی ٹیکنولوجی انسان کو اس راستے پر گامزن کرتی ہے تا کہ یہ خود عاقل ہو جائے۔

کتاب الکذوبۃ الیساریۃ الاسلامی ص ۷ مارکسین کا کہنا ہے کہ یہ کائنات اپنی تفسیر خود کرتی ہے۔ کائنات کے حوالے سے کہاں سے، کب سے، کس نے جیسے مفروضات بنانے کی ضرورت نہیں کہ جن کے تحت انسان یہ کہہ کہ کسی غیبی طاقت ماوراء طبیعت نے کائنات کو بنایا ہے اسے تخلیق کیا ہے اس فکر کے حاملین کے بقول دین ترقی و تمدن کی راہ پر عقبہ کئود مانع ہے یہ ایک قسم کی افیون جیسا مواد مخدر ہے، جو لوگوں کو پستی کی طرف لے جاتا ہے جو مزدور بے چارے کو صبر و قناعت کی تلقین کرتا ہے، اجر و ثواب کی بات کرتا ہے، جنت و آخرت کے وعدے دیتا ہے۔ دین اقطاعی سرمایہ داری کا حلیف و شریک ہے۔ دین امراء کو سند شرعی دیتا ہے جبکہ فقیر کو قید و بند کی ہتھکڑیوں میں باندھ دیتا ہے جس سے اس کا چھٹکارا پانا ممکن نہیں ہوتا۔

علامہ جواد مغنیہ اپنی کتاب النبوۃ العمل میں ص ۵ پر لکھتے ہیں زکی نجیب محمود نے ایمان بالغیب رکھنے والوں کو ان کی اصطلاح کے مطابق ستا خیز رویوں جیسے تند و تیز لہجے میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو ماورائے مادہ سے منسوب ہے وہ وھم و خیال و اساطیر ہیں جب یہ ثابت ہو گیا میتا میز کی باتیں بے ھودہ و فرسودہ اور فارغ و خارج از اعتماد ہیں تو ہم کیوں ان کی کتابوں کو رکھیں جیسا کہ میتا میزیوں نے پرانے زمانے میں لکھا ہے یا تو ان کو آگ لگا دیں یا پھر دریاؤں میں پھینک دیں تعجب کی بات ہے ہمارے درمیان کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہمارا قیام اندر سے ہونا چاہیے یا ماضی کی طرف جانا چاہیے، ان کو مغرب سے چڑ ہے۔

[صراع مع الملاحدہ ص ۲۳۵ پر لکھتے ہیں۔] جامعہ امریکہ اور بیروت سے صادر بیان میں آیا ہے مشرق والوں کی مصیبت ان کا دین ہے۔ کارل مارکس نے کہا ہے دین افیون شعوب ہے۔ صادق عظم نے اپنی کتاب نقدی فکر دینی میں اپنے سے پہلے ملحدین کی تاسی و پیروی کرتے ہوئے لکھا ہے علم اور دین میں تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے، اس نے دین کی وضاحت اسلام سے کی ہے صاحب صراع مع الماحدہ ص ۲۲۹ پر صادق عظم سے نقل کرتے ہیں۔

اس وقت ہمیں یہاں اسلام کا سامنا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صادق عظم کہتا ہے بادی النظر میں آتا ہے دین کا ہماری زندگی کے عمق سے رشتہ ہے اور ہماری فکر و نفس کے وجود میں اس کا اثر ہے حالانکہ یہ درحقیقت علم و معرفت علمی کے روح و قلب و قالب سے متعارض و متصادم ہے۔ علم دین سے نبرد آزما ہے اور جلد ہی علم دین پر غالب آئے گا، جس طرح دین سے ماخوذ عقل پر علم غالب آیا ہے یورپ میں ۲۵۰ سال علم و دین میں جنگ چلی ہے کہتے ہیں ہمارے اذہان میں داخل یہ حقیقت نہیں چھپنی چاہیے کہ یورپ میں ۲۵۰ سال جنگ و جدال کے بعد علم عقل دین پر غالب آیا اور اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے بعد علم تیسری دنیا یعنی ترقی پذیر ممالک میں دین کے ساتھ برسرپیکار ہے جس میں عرب ممالک بھی شامل ہیں۔ یہ جنگ درحقیقت مخفی طور پر لڑی جا رہی ہے جس کے آثار ابھی سب کے لئے ظاہر نہیں ہوئے لیکن یہ وقفے وقفے سے ضرور نمایاں ہونگے۔

## علم و دین میں جنگ۔

## علم اور دین «۱۱» (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

علم اور دین کی اس جنگ میں جیت کس کی ہوگی؟ یہاں پہلے ایک وضاحت کی ضرورت ہے وہ یہ کہ علم اور دین کے واضح معنی و مفہوم اور سادہ عام فہم زبان میں علم کسے کہتے ہیں؟ دین کسے کہتے ہیں؟ ماہرین لغات اور اصطلحات علم کے معنی وسائل لیتے ہیں وسائل سے آگاہی وسائل کی قدرت، وسائل کی دریافت، جن کے اپنے پاس مکان وزمان کے تقاضوں کے تحت وسائل موجود ہوں۔ اس سلسلے میں جن کے وسائل کم یاب یا نایاب ہوں، بقول ان کے وہ ان معنوں میں نہیں جیتیں گے۔ وسائل بھی دو قسم کے ہیں ایک تجربہ شدہ وسائل دوسرا فیل شدہ ناکام وسائل ہوئے تو ہار ہوگی۔ اگر وسائل پیدا کرنے والا علم غلط ہوگا، کاغذی فارمولا مثلاً لکڑی کی بندوق ہو یا اسلحہ بنانے کا اگر فارمولا ہی غلط ہوگا تو ہارنا یقینی ہوگا۔

اما دین غایت مقصود هدف منزل یعنی اطاعت اللہ اور رسول ہے اس کو انجام دینے اس کو سمجھنے کے وسائل بھی زیادہ ہیں ایک مصادر دین، دوسرا استعمال کرنے والے علماء ہیں، تیسرا انجام دینے والے اعمال ہیں۔

علم اصابہ الواقع اصابہ الحقیقہ ہے۔ جب کوئی حقیقت تک پہنچتا ہے تو کہتا ہے مجھے علم ہوا ہے میں عالم ہوں حقیقت تک پہنچا ہوں۔

دین اذعان ہے، اعتقاد ہے، تسلیم ہے، انقیاد ہے، یہ تسلیم بہ اذعان بہ انقیاد اپنی جگہ مراتب و درجات رکھتا ہے۔

دین اوامر و نواہی اللہ سبحانہ ہے لیکن ہر انسان یہ نہیں جانتا ہے کہ اللہ کے کیا اوامر اور کیا نواہی ہیں۔ اللہ کے اوامر و نواہی جاننے والوں کو دین شناس کہتے ہیں۔ دین شناس کون ہے؟ سب سے پہلے جس شخص کو دین کا علم ہوا ہے وہ کون ہے؟ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے دین کو کہاں سے سیکھا، کہیں سے بھی نہیں سیکھا۔ علم سیکھنے کے دو ہی طریقے ہیں کسی عالم سے تلمذہ کریں یا کسی عالم کی کتب کو پڑھیں۔ آپ نے چالیس سال تک یہ دونوں نہیں دیکھے۔ آیت ما کنت ماقدری الکتاب اس نے کیا کہا؟ کیا وحی الہی مجھے وضی ہوئی ہے؟ انزل جبرئیل، کیا جبرئیل مجھ پر نازل ہوا ہے۔ جب آپ نے پھر کہا محمد سے دین لینے کا واحد ذریعہ وحی ہے، دوسرا واسطہ ہے ہی نہیں، ابھی تک کسی نے دعویٰ نہیں کیا ہے۔ دین عادی انسان بھی لے سکتا ہے تو معلوم دین کس سے لیتا ہے، یہ ہر شخص خود زحمت کر کے حاصل کرتا ہے۔ بہت سے علوم محققین کی اپنی زحمت و کاوش ہیں بطور مثال علم جغرافیہ۔

دین علم سے متصادم ہے۔ کیوں کون، کہاں سے یہ کہتا ہے؟ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

۱۔ اللہ نے بارش آسمان سے برسائی ہے حالانکہ آسمان میں کوئی دریا نہیں، نہ آسمان کوئی خاص علاقہ ہے۔ دریا سے بخارات اوپر جاتے ہیں جن سے بادل بنتے ہیں پھر بارش کی شکل میں برستے ہیں۔

۲۔ رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے حالانکہ آج تک کوئی رزق آسمان سے نہیں آیا ہے یہ زمین سے اگتا ہے۔

۳۔ رعد و برق کی جو آواز سنتے ہیں جو چمک دیکھتے ہیں، کہاں سے آتی ہے؟ دو فرشتے گرجتے ہیں۔ یا یہ علی کی آواز ہے؟

۴۔ زمین بیل کے سینگ پر کھڑی ہے، یا مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے؟ زلزلہ ان کے ملنے سے ہوتا ہے، حالانکہ زمین تو ہموار ہے۔

۵۔ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ کس نے کہا؟ علماء نے کہا ہے، کہاں سے کہا ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے۔ یہ حدیث کہاں ہے جواب صحاح ستہ کتب اربعہ میں ہے۔ نئی تحقیقات دین سے متصادم ہیں، دین کو رد کرتی ہیں۔ نئی تحقیقات احادیث کو رد کرتی ہیں کیونکہ دین پہلے ہے احادیث دین سے دوسو پچاس سال چھوٹی ہیں۔ آپ کو دین میں کوئی الٰہی تصادم والی چیز نہیں ملے گی۔ دین قرآن ہے، قرآن علم پر قائم ہے۔ دین علم پر قائم کریں، علم کی طرف دعوت نہیں دیتے ہیں یہ بات غلط اور فاحش ہے۔

## علم اور دین۔

علم والوں نے دین کے خلاف مختلف اور متعدد مواقع پر بلکہ دیگر مذاہب کی طرف سے بھی کئی دفعات لگا کر دین والوں کو گھٹنوں پر بٹھایا۔ یہاں تک کہ ان سے جواب طلب کرنے کا موقع ہی نہیں لیا ہے۔ جس طرح استعماری طاقتیں پسماندہ یا ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ ایسا کرتی ہیں جہاں وہ جھوٹے مقدمات، جھوٹے گواہان اور گواہ سلطانی بھی بنا کر ایسا کرتے ہیں۔ علم والوں نے بہت سی کامیابیاں سرد جنگ یا ثقافتی جنگ یا اقتصادی جنگ وغیرہ کے ذریعے حاصل کی ہیں۔ پہلے ان کی دفعات دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ واضح کروں کہ علم والے خود چند گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں، ان کی نشاندہی ہونی چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلے دین سے انکار کرنے والوں کا کہنا ہے جو ہم نے نہیں دیکھا اس کو کیسے مانیں۔

۲۔ جب سے انسانوں نے دنیا کو دیکھا ہے وہ ایک حالت دائمی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں ختم ہوتے ہیں۔ دنیا کی سنت ہی ایسی ہے۔

۳۔ دنیا میں جو چیزیں اپنی منزل کی تبدیلی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں اس کو قانون تصور کہتے ہیں۔ بعض اس کو اللہ کہتے ہیں۔

۴۔ دنیا کی ہر چیز اپنے اندر اپنا خدا رکھتی ہے۔ جو گزشتہ سامان کے ساتھ بڑھتا ہے۔ یہ ایک دائمی اصول ہے۔ دین یا دنیا سے مربوط کوئی بھی چیز ہو، وہیں دبا دیں۔

۵۔ دین قرون وسطیٰ کی کہانی ہے۔ عصر معاصر کے مسائل کا حل اس میں نہیں ہے۔

۶۔ دین کو روکنے کے لیے کیا کیا تدابیر اپنائی ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے حکمت عملیاں مرتب کی ہیں۔ پہلے مرحلے میں دین کے مرکز اور چیدہ چیدہ شخصیات کو سب وشتم، گالی دو لوگوں کی نظروں میں مشکوک مخدوش، مطعون کم سے کم متنازعہ شخصیات بناؤ۔ اس طرح سے گروہ بندی، ضرب وشتم، سب وشتم کو ایک ثقافت بناؤ۔

مامون وابراہیم بن محلاتی، قصص العرب ابراہیم شمس الدین ج ۱ ص ۱۱۴ مامون وضع البرامکہ قصص شمس الدین ج ۱ ص ۱۲۶

دین داعی علم نہیں کیونکہ علم انسان کے زندگی سے متعلق ہے۔ جتنا علم میں اضافہ ہوگا انسان بہتر آسان تر زندگی گزار سکے گا۔ بہتر اچھی زندگی گزارنے کی کاوشیوں سے اسے روکیں گے تو وہ رکے گا نہیں۔ یہ انسان کی طبیعت کا تقاضا ہے۔ یہ ایک پہاڑ کے اوپر سے گرتے ہوئے آبشار یا بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے جس کو روک نہیں سکتے ہیں۔

علم اور دین ﴿۱۳﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

بعض افراد کو یہ شبہ ہے قرآن کریم نے جن آیات میں دعوت علم دی وہ اس لیے نہیں کہ علم با فضیلت چیز ہے بلکہ اس لیے دی ہے یہ دین جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اللہ کی اطاعت اس کی الوھیت کا تقاضا ہے۔ یہ اس کی الوہیت، خالقیت، مالکیت اور رزاقیت کا تقاضا ہے۔ یہ کائنات ذرہ سے اور چیونٹیوں کے انڈے سے لے کر نباتات تک اور پھر پہاڑ، ستارے، سورج سب اُسی کی تخلیق اور سب اسی کے مطیع ہیں۔ اس سلسلے میں ''قل انظروا لم تری فانظر فی السماء'' والی ساری آیات انسان کی توجہ، خالق اکبر کی طرف موڑنے کا حکم لئے ہوئے ہیں۔

جن لوگوں اور علماء نے علم اور دین میں وحدت تعاطی کیا ہے تو انہوں نے:۔

۱۔ مغرب کے پروپیگنڈہ سے مرعوب ہو کر احساس کمتری سے اپنے دین کا دفاع کیا ہے۔

۲۔ یا مشنری سکولوں کی دعوت کو پذیرائی دینے کے لیے کیا ہے۔

۳۔ یا مغرب سے پڑھ کر آنے والوں کی شرمندگی یا ہچکچاہٹ کو کم کرنے کے لیے کیا ہے۔ چنانچہ مغرب سے پڑھ کر آنے والے صرف ان علماء کی بات سنتے ہیں جو دین و سائنس میں جنگ بتانے والوں کی بات سنتے ہیں۔

۴۔ انہیں اشتباہ ہے کہ دین کا مصدر قرآن کے علاوہ حدیث بھی ہے۔ بلکہ علماء سلف کے اقوال بھی ہیں۔ درحقیقت حدیث، اصحاب اتباع اسلاف کے اقوال کو بھی کہتے ہیں۔ اگر وہ دین کے مصادر کو صرف جان لیتے تو ایسی باتیں نہیں کرتے۔

---

علوم میں تفاخر کرنے والے علماء کا کہنا ہے کہ علوم کی کوئی حد و حصر نہیں ہیں۔ تمام علوم پر احاطے کا بھی امکان نہیں۔ تمام علوم یکساں درجہ بھی نہیں رکھتے۔ وہ کونسا معیار یا کسوٹی ہوگی جس کی بنیاد پر انہیں تولا یا ناپا جائے۔ جو علم کسوٹی پر پورا اترتا ہو وہ علم لائق قابل فخر ہوگا۔ اس سلسلے میں بعض کا کہنا ہے نبی کریم سے مروی روایت میں کسی علم کو دوسرے علم پر برتری نہیں دی گئی ہے۔ لہذا اشرافت فضیلت میں تمام علوم یکساں ہیں علم بذات خود بنفسہ فضیلت کا حامل ہے لہذا ایک علم کو دیگر علوم پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ ان کے قول کو بھی بعض نے رد کیا ہے۔ یہ بات درست نہیں، آپ کہتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوق ہونے کی وجہ سے اشرف علوم، اشرف اللغات ہونا ہے۔ اسی وجہ سے حیوان انسان سے کمتر درجے کا ہے۔ لہذا اس بنیاد پر انسانی علوم کا حامل حیوان اور حشرات کے حامل علوم سے افضل ہوگا۔ چنانچہ دنیا میں لوگ اطباء کا جو احترام اور تعظیم کرتے ہیں وہ دیگر علوم کے حامل والوں کی نہیں کرتے۔ جبکہ علماء اسلام کا کہنا ہے تمام علوم سے افضل اور بہتر علم، علم دین ہے۔ علم دین کو جو مقام حاصل ہے وہ دیگر علوم والوں کے حاملان کو حاصل نہیں ہے۔ لہذٰا مسلمین حاملان دین کو انبیاء کے برابر سمجھتے ہیں بلکہ بعض تو خود دین سے بھی علماء کو افضل سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے علماء ہیں تو دین ہے۔ لہذا کسی کی بھی توہین کرنے والوں کے مقابلے میں توہین علماء کرنے والے زیادہ قابل مذمت ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے علوم دین تو کئی طرح کے ہیں، علوم دین میں سب سے زیادہ افضل علم کون سا ہے تو کہتے ہیں عربی ہے۔ اس کے بغیر آپ دین کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لیے تو ہماری درسگاہوں میں علوم عربیہ

کو اہمیت دی جاتی ہے۔تو ان کے مقابلے میں بعض حضرات کا کہنا ہے ایسا علم دین جو سب سے افضل و برتر ہے جس پر ہمارے سلف صالح نے عمر گزاری ہے، عرق ریزی کی ہے وہ علم الحدیث ہے۔علم حدیث اتنا آسان نہیں ہے۔اس کی بہت سی شاخیں ہیں، ضعیف حدیث، رجال حدیث، جرح حدیث، سماع حدیث، اجر و ثواب حدیث، جمع حدیث، کل دین حدیث پر قائم ہے۔تو سوال پیش آتا ہے خود حدیث کس پر موقوف کرتا ہے؟ وہ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔تاریخ حدیث، اس کی ولادت کب ہوئی ہے؟

تفسیر علماء المسلمین بتقدمھم فی العلوم الکونیہ والانسانیہ علی حرفھم الگربین بعلماء بسم ہم علماء المسلمین و ما کانو مسلمین۔ مسلمانوں کا یہ افتخار اپنے آباؤ اجداد مشرکین کے افتخار جیسا ہے۔اللہ نے ان کے رد میں قرآن کریم میں سورہ التکاثر نازل کی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں یہ لوگ کن کن علماء کا نام لیتے ہیں۔لیکن ان کے ناموں کا ذکر کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مسلمان عالم کس کو کہتے ہیں۔بطور مثال اگر کوئی طبیب امراض انسانی یا دوائی امراض کو آپ علماء قانون یا علماء ہندسہ یا علماء ذرہ یا علماء فلکیات میں شمار کریں کیا یہ شمار درست ہوگا؟ اگر کسی بیطار کو عالم اجتماع و سیاست کہیں گے تو کیا یہ درست ہوگا؟ جن شخصیات کو آپ علماء مسلمین کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، وہ اسلام نہیں جانتے تھے انہوں نے اسلام کو نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ انہوں نے علم فلسفہ، طبیعات یونان پڑھا تھا یا علم فلک پڑھا تھا۔یا کوئی اور علم قرآن کریم سے ناواقف علم اصول، فقہ علم البلاغہ، علم معانی بیان کرنے والے کو یا علم الشعر جاننے والے کو عالم اسلام کہیں گے۔ بلکہ یہ لوگ خود اپنے فرقے کا تعارف کرتے تھے علوم اسلامی میں جن علوم کو شامل دیکھایا گیا ہے وہ علوم یہ ہیں۔

۱۔علوم عربیہ صرف ونحو معانی بیان بدیع

۲۔علوم شعر عروض قافیہ

۳۔علوم عقلی جس میں علم منطق علم کلام علم تصوف علم ریاست کو پیش کرتے ہیں۔

۴۔علوم نقلی میں علوم قرآن، جمع قرآن، قرآت قرآن، ناسخ منسوخ، عام وخاص قرآن تاریخ قرآن، احکام قرآن کا ذکر کرتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی شاخیں ہیں۔

۵۔علم حدیث، حفظ حدیث، تدوین حدیث، تاریخ حدیث، حدیث رجال، حدیث جرح وتعدیل حدیث

۶۔علوم فقہ اس میں اجتہاد تقلید مصادر فقہ۔

۷۔علم تاریخ غزوات، سیرت نبی کریم، سیرت راشدین، خلفاء بنی امیہ، خلفاء بنی عباس ان کے بارے میں معلومات کتاب الجد ید علوم تالیف سیعد صدیق خان متوفی ۱۳۰۳ق ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ان علوم جدید میں جن شخصیات نے اس بارے میں روشنی ڈالی ہے اور نیز شخصیات کی نشاندہی کی ہے وہ عبدالرزاق نوفل ہے۔آپ نے ایک کتاب بنام المسلموں وعلم الحدیث کے نام سے لکھی ہے۔

## علم ضد دین ہے:

علم اور دین ﴿۱۵﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

[صراع مع الملاحدہ ص ۲۱] ڈاکٹر صادق جلال عظم افتراء اور مغالطات سے بھرے کلمات میں کہتا ہے کہ علم منافی ومناقض دین ہے۔یہی جلال عظم کی کتاب کا محور ومرکز ہے۔

۱۔صادق عظم اور ان کے اسلاف الحادیوں کے نزدیک دین مولود جہل ونادانی ہے کیونکہ حوادث وتغیرات کو ان کے اسباب وعلل حقیقی کی طرف نسبت دینے سے انسان انجان وناواقف تھا۔رعد وبرق اور زلزلہ وسیلاب وطوفان وغیرہ کے اسباب وعوامل سے ناآشنائی کی وجہ سے تصور دین گھڑا گیا ہے جبکہ آج ان سب کے اسباب وعوامل کشف ہو چکے ہیں۔

۲۔بعض دوسروں نے دین کو سرمایہ داروں کی پیداوار قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ سرمایہ داروں نے مزدوروں کو خیانت وچوری اور مخالفت وغیرہ سے باز رکھنے کیلئے دین گھڑا ہے، وہ اسے اسباب موضوعی اور خیالی کی طرف نسبت دیتے تھے۔

۳۔بعض دیگران نے دین کو نادار ومحروم طبقات کی پیداوار گردانا ہے کہ انہوں نے اپنی تسلی وتشفی کیلئے دین گھڑا ہے۔اسی طرح اس کی بہت سی وجوہات بتائی گئی ہیں لیکن ان سب کی برگشت اس پر ہے کہ دین کا سلسلہ کسی ماوراء حقیقت سے جوڑا نہیں جاسکتا۔دین بعض جگہوں پر بہت پہلے سے ظاہر ہو چکا تھا،بعض جگہ حال ہی میں ظاہر ہوا اور یہاں مشرق میں ابھی تک یہی چل رہا ہے بلکہ یہ ہواؤں میں گھومتا ہوا غبار ہے۔

۴۔کیا واقعی علم ودین میں تناقض ہے؟علم ودین میں تناقض کو ثابت کرنے کیلئے انہوں نے پہلے علم کے معنی کو محصور کرنے کی کوشش کی ہے کہ علم وہ معارف اور معلومات ہیں جو وسائل تجربی اور تطبیقات سے حاصل ہوتی ہیں۔اس مدعا پر کہ علم تنہا محسوسات اور اس کے وسائل سے حاصل شدہ کو کہتے ہیں۔اس مفروضے کے تحت انہوں نے یہ نتائج ترتیب دیئے ہیں جیسا کہ:۔

۱۔انسان اپنے پاس موجود وسائل علمی حقائق کو کشف کرتے ہیں،اسے یقین ہوتا ہے کہ مشاہدات ومدرکات اور حسی تجربات سے حاصل شدہ چیزیں حقیقت ہیں جبکہ باقی سب وہمیات ہیں۔اس تناظر میں وہ دین کو رد کرنا چاہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے دین پر اعتماد نہیں کرسکتے بلکہ علم اور وسائل علمی پر اعتماد کرنا چاہیے۔یہاں ملحدین بدزبانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دین خرافات واوہام ہے۔یہ لوگوں کے ذہن کی گھڑی ہوئی چیز ہے،اس نے لوگوں کے اختلافات یا مصلحتوں سے جنم لیا ہے۔یہاں ان لوگوں نے ایک مغالطہ پیش کیا کہ عقل ودین میں تناقض ہے اور وہ اسے ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

## علم اور دین میں تضاد:

مجلّہ فکر اسلامی عدد ۹ ص ۱۱۱ مغرب میں اساس وبنیاد علم تضاد بین جسم وروح کے نظریے پر قائم ہے جو انہیں یونان سے ورثے میں ملا ہے۔یہ فکر گزشتہ زمانے کے ساتھ یہودیت ونصرانیت سے ممزوج ہوگئی اور آخر میں سیاست اور عام لوگوں میں تضاد کا باعث بنی۔دوسری طرف سے عقل اور مذہب جس نے دین کی جگہ لے لی تھی، میں بھی تضاد قائم ہوگیا۔یہاں سے سیاستمداران میں تضاد آیا،آخر میں کلیسا نے مذہب کا دفاع کرنا شروع کیا۔یہاں سے سیاست دانوں اور کلیسا میں تضاد وتصادم اور ٹکراؤ شروع ہوگیا۔آخر میں عقلانیت،کانٹ وڈیکارٹ نیروتوئی اور مذہب واخلاق میں تضاد شروع ہو گیا اور آخر کار عقلانیت ومعنویت نے مذہب کو چھٹی دے دی۔اس طرح مذہب کی شکست کے نام پر دین کا انکار کیا گیا یوں میدان میں واحد و یکتا علم شہسوار رہ گیا۔یہاں سے انقلاب صنعت نے مادیت کا نیا لشکر تیار کیا۔نئے نظریات کو فروغ دینے کیلئے نئے مدارس ودرسگاہیں بنائی گئیں۔تمام درسگاہوں کی توجہات حقوق پر مرکوز کی اور حقوق کی بنیاد اجتماعیات،اقتصادیات اور جمہوریت وآزادی کی بنیاد پر قائم ہوئیں۔جس کی نتیجے میں دین کو تعین حقوق سے بے دخل اور اجنبی قرار دے دیا

گیا۔
اب انسانی حقوق کیلئے بھی انتخابات کے ذریعے تعین کرنا شروع کیا گیا بلکہ حقوق کو جمہوریت میں قید کرنے لگے۔ آخر میں سب کی برگشت انسان بنا۔ بغیر کسی معیار کسوٹی کے کلیسا عقلانیت کے خلاف ہوا اور اس کے نتیجے میں عقلانیت نے کلیسا کو نشانہ بنایا۔ یہاں سے عقل وعلم دونوں ضدِ دین قرار پائے۔ یورپ کی عقلانیت اور علم نے تنہا کلیسا کو نہیں بلکہ ہر قسم کے ماورائے محسوسات سے انکار کرتے ہوئے تمام ادیان پر حملہ کیا جس میں اسلام کو بھی شامل کرلیا گیا۔ ان کی نظر میں اسلام کو استثنٰی کرنے کی کوئی منطق نہیں بنتی، دوسری طرف ان کی دین کو شدت سے رد کرنے کی ضد میں بہت سے علماء ودانشوران اسلامی نے عقل کے خلاف کتابیں لکھنا شروع کیں۔ ان میں جو قابل ذکر شخصیات سامنے آئیں جیسے نوبختی مولف الرد علی المنطقی، غزالی مولف تہافت فلسفہ ابن حرم امام جو خوارزمی تاج الدین شافعی، ابن تیمیہ صاحب کتاب الرد علی عقائد الفلاسفہ، ابن قیم جورسہ صاحب مفتاح اسعادہ اشاعرہ، ظاہریہ اخباریں وھابین شامل ہیں۔
علم اور دین میں تناقض وتضاد ہے یہ منورین کا دعویٰ ہے۔ علم اور دین میں کس قسم کا رشتہ ہے اس کو جاننے کیلئے ہمیں ان چیزوں کے درمیان قائم رشتوں کو بھی بیان کرنا ہوگا۔
وہ کونسا علم ہے جس سے انسان دین سے آزاد ہو جائے اور وہ دین کی جگہ لے لے اور اس کے اندر اطمینان وسکون پیدا کرے اور سعادت کی زندگی بخش دے۔ آیا وہ یہ علم ہے جس علم کے ساتھ انسان مسخر ہوگیا ہے۔ وہ آلات وسائل کا تابع ہوگیا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشینریوں کے اندر پس رہا ہے اور اس کے عواطف وجذبات شعور کو دبا اور پیس رہے ہیں یا وہ علم فلسفہ ہے جو انسان کی رہنمائی کرے کہ غریزہ ہی انسان کا بنیادی مصدر ہے وہی اس کی غرض وغایت ہے، فطرت اس کا جریمہ ہے۔ خاندانی نظام اس کے ساتھ دھوکا ہے، دین قوموں کو پلانے والی افیون ہے، حیات مادہ ہے۔ بے دینوں کے اس فلسفے کے تحت اللہ مر چکا ہے اور انسان نے اپنا خالق خود پیدا کیا ہے۔ موت انسان کی حیات کا آخر ہے، اب انسان کو اپنے علاوہ دیگر انسانوں کو اپنے پاؤں تلے کچلنا چاہیے تاکہ وہ اس دنیا کی لذات وخواہشات سے موت آنے سے پہلے فائدہ اٹھا سکے۔ اخلاق نامی کوئی چیز نہیں، یہ وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، انسان دائم تطور وترقی ہے اور زندگی صرف یہی دنیا ہے۔

## رشتہ علم ودین:

کتاب فلسفہ دین ص ۳۸ پر رشتہ علم ودین کے بارے میں مفکران ودانشوران کے نظریات کو جمع کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:
۱۔ علم ودین ایک دوسرے کے مخالف ومقابل ہیں، ہر ایک کا میدان جدا ہے، ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں جس سے یہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوں جیسے انسان عالم اور پتھر جیسی دو الگ ریاستیں حکومتیں ہیں جو دو الگ موجودات ہیں۔ لہٰذا ان کا آپس میں ہر قسم کا تعارض اور تضاد وتناقص پایا جاتا ہے۔
۲۔ انسان بیک وقت علم اور دین دونوں کو جمع کرسکتا ہے یعنی وہ حامل علم اور حامل دین بھی ہوسکتا ہے۔
۳۔ علم معاون ومددگار دین ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے مکتشفین اور علماء کا نام لیا جاتا ہے۔ نظم کائنات کی وجوہات، ضرورت اور علت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے۔
۴۔ علم ضد دین ہے کیونکہ علم کہتا ہے جو چیز حس انسان میں نہیں آتی ہے وہ وجود نہیں رکھتی۔ لہٰذا دین یعنی ماورائے مادہ کسی ہستی کا ہونا علم نے کشف نہیں کیا۔
۵۔ دین علم کی طرف دعوت دیتا ہے۔

علم اور دین ﴿۱۷﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

تحدید کی چار بنیادیں ہیں۔

۱۔قرآن وسنت۔

۲۔عقل

۳۔کلمات علماء

۴۔اخضاع الموضوع۔

مجلّہ جدید ص ۱۲۹ کامل ہاشمی:

کہتے ہیں انسان کے تمام تصرفات اور سرگرمیوں کی عمارت اعتقاد پر کھڑی ہے۔یہ عمارت اپنی جگہ اس فکر ''یانبغی ان یکون'' جس چیز کا وجود ضروری ہے یا اس چیز کا وجود غیر ضروری ہے اس میں تمیز کر کے ضروری وجود کے بارے میں قائم ہونے والے اذعان کو اعتقاد کہتے ہیں۔جتنی کثرت سے اس کے وجود کے بارے میں ''ینبغی'' زیادہ ہو وہ محکم استوار پائدار عقیدہ ہوگا۔اس کے بعد اگلا مرحلہ ''ماینبغی ان یعمل ومالاینغی العمل'' کون سے کام کرنا چاہییں اور کون سے نہیں کرنے چاہییں میں تمیز کرنے چاہیے۔یہی وہ عمل ہے جو دیگر اقوام وملل سے مقابلہ، سابقہ، مظاہرہ مفاخرہ کر سکتا ہے۔یہاں تک معتقدات کی بات ہے اس کا مصدر منبع اور پشت پناہ دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔عقل خالص۔

۲۔نقل معتبر وموثق

عصر حاضر کی جدیدیتِ مغرب اور اس کے گماشتوں کا کہنا ہے کہ آپ لوگ ابھی تک قرون وسطیٰ کی زندگی گزار رہے ہیں۔جس طرح ۱۷۹۹ء میں یورپ والے ظلمت کو چیر کر اور دور تاریکی کو پیچھے چھوڑ کر عصر نورانیت میں داخل ہوئے، تم بھی اس طرح اس ظلمت کو دور کرو۔لیکن ہمارا سوال ہے کہ ان کے نورانی ہونے کا کیا معیار ہے؟ کیا جس طرح وہ ظلمتوں کی تاریکیوں میں سرگرداں تھے، ہم بھی ظلمت وتاریکی میں تھے؟ نیز انہوں نے نورانیت کہاں اور کس جگہ پھیلائی تھی۔

## الدین:

الدین کتاب فلسفہ قرآنیہ عقاد ص ۷ دین لوازم، ضروری، ذاتی واجتماعات بشر ہے۔دین کسی خاص معاشرے یا علاقے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تمام عالم کی ضرورت ہے۔حاجتیں پیدا ہونے سے پہلے اور بعد میں دونوں صورتوں میں دین کی ضرورت ہے۔

**ادیان زندہ جہان:**

دینی حوالے سے ایسا امتیازی انسان تاریخ بشر میں کوئی قوم یا قبیلہ نظر نہیں آتا جو کسی قسم کا دین نہ رکھتا ہو۔یہاں تک کہ دنیا کے گوشہ وکنار میں بسنے والے بھی ماوراء مادہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔

کلمہ دین، نصرانیت، یہودیت، بودایت اور اسلام، غرض ماوراء غیب ہر قسم کی گرائش کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن ایک دین کا اصل اور دوسرا دین سے تمیز کریں وہ کونسا معیار ہے؟

گرائش ایمان وتدین خود انسان کی تخلیق کے ساتھ پیدا ہوئی ہے جو آہستہ آہستہ اس کے اندر سے نمودار ہوتی ہے۔ وہ اس کے اندر خود خالق انسان نے پیدا کی ہے۔ لہٰذا انسان رشد حاصل کرنے کے ساتھ اس خالق کو تلاش کرنا شروع کرتا ہے، جبکہ معاشرے میں الحاد انسانوں نے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان کے اندر ماحول، اجتماع اور معلم ومربی کے ذریعے داخل ہوا ہے۔ مذہب کو ان امور میں داخل کرنے اور خارج کرنے والوں پر ہمیں حیرت ہے۔ مذہبی امور کو الیکشن کمیشن سے دور رکھنے کی ہدایت دینے اور اس کی مخالفت پر ہونے والا ردعمل کیا معنی رکھتا ہے؟ مذہبی جماعتوں کی جانب سے اسے ایک قرارداد کی صورت میں ایک اچھا عمل قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جانب بائیں بازو کی جماعت مثلاً وحدت مسلین کا مذہب کی بنیاد پر الیکشن لڑنے جبکہ انہی کا دائیں بازو کی جماعتوں سے فرقہ وارانہ انتشار اور ممنعت کو انتشار یا سازش کی نظر سے دیکھنے سے قاصر ہیں۔ یہ عمل باطنیہ کے طرز عمل کی پرانی روش ہے۔ جو افراد ملک کو دہشت گردوں سے دور رکھنے کے نام سے دین اسلام کو فرقوں کے جرائم کے پس پردہ معاشرے سے خارج کرنے نظر آتے ہیں یہ وہی عمل ہے اور یہ اصل دہشت گردوں سے زیادہ خطرناک دہشت گرد ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ اقلیت کی لفظ اچھا نہیں لگتا جیسا کہ ہمدرد فاونڈیشن کے کسی مقرر نے کہا تھا کہ مذہب کی بنیاد پر کسی کو اقلیت کہنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر آپ کو امریکا میں امریکیوں، برطانیہ میں برماوالوں کو اور دیگر مغربی ملکوں میں مسلمانوں کو اقلیتیں کہنا اچھا لگتا ہے تو ان کو اقلیت قرار دلوائیں۔

قوامیس ومعاجم لغت میں دین کیلئے بہت سے معانی بیان ہوئے ہیں۔ اس کے معانی میں غلبہ، عزت، سلطنت، حکم، اطاعت، عبادت، عادت، سیرت، توحید، ملت وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ اگر کلمہ دین کے موارد اور استعمال کو دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل صورتوں میں سامنے آتے ہیں۔:

۱۔ متعدی بنفسہ مفعول آتا ہے فیقول دانہ بدنید یہاں قہر وغلبہ کے معنی دیتا ہے۔

۲۔ اگر کلمہ دین حرف لام کے ذریعہ مفعول یعنی اسم آلہ کی طرف تعدی کرے تو خضوع واطاعت کے معنی میں آتا ہے۔

۳۔ کبھی متعدی بہ آتا ہے تو یہاں کسی چیز کے التزام وتعبد کے معنی میں آتا ہے ان موارد واستعمال کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نحوبین بخوبی اخذ کرسکتے ہیں کہ یہ کلمہ رابطہ میں دو طرفہ متفاوت در منزلت ومقام میں آتا ہے۔ خاص کر عقائد واعمال میں آتا ہے جہاں ایک طرف قوی کو ضعیف پر عائد کیا جاتا ہے۔

دین وشریعت، خمیرہ انسان کا جزء لاینفک رہا ہے اسے نہ دبا سکتے ہیں نہ ختم کرسکتے ہیں۔ دین ایک حقیقت ہے اس کا واضح ثبوت تاریخ بشریت میں دینداروں سے جنگ بلا امان لڑنے والوں کا دین کا لبادہ لپیٹنے کے بعد آخر میں انہی دینی ٹھیکداروں سے تعاون کی درخواست کرنا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ بادشاہ روم قسطنطنین نے مسیحیوں کو آوارہ اور غاروں میں روپوش ہونے پر مجبور کیا اور بعد میں انہیں معافی دینے کا اعلان کرکے دوبارہ بلایا۔ ان سے اپنے اقتدار کی کرسی کی دوبارہ مرمت کروائی۔ تاریوں نے عراق اور ایران میں دین سے جو سلوک کیا، سب کے سامنے تھا لیکن بعد میں انہی کے سامنے خاضع ہونا پڑا۔ یورپ میں کلیسا کو بے دخل کیا گیا لیکن دوبارہ انہی دینی ٹھیکداروں سے مدد لی، استعمارگری کا کام انہی مسیحیوں سے کرایا گیا۔ ہمارے ملک میں افغان جنگ دین کے ٹھیکداروں کی مدد سے لڑی گئی پھر ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

## اسلام داعی علم ہے:

رغم انف دشمنان اسلام ' اسلام تو داعی علم ہے، اسلام کا علم کی مخالفت کرنا تو دور کی بات ہے، قرآن اور سنت نبیؐ میں علم اور حصول علم کی کس حد تک تاکید ہے یہ ملاحظہ کریں۔

**علم اوردین ﴿۱۹﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)**

## قرآن میں علم:

اساس ومنبع وسرچشمہ اسلام قرآن کریم ہے۔ دیکھیں اس میں علم کا کیا مقام ومرتبہ ہے، کیا اسلام ضد علم ہے یا داعی علم ہے؟ آئیں دیکھتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں کلمہ علم اوراس کی مشتقات ۸۶۵ بار آئے ہیں یہ سب سے زیادہ اور جامع کلمہ ہے جو قرآن میں تکرار ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن فروع علم پر کتنا اور کہاں تک اعتماد کرتا ہے۔

۲۔ مترادفات ومتقاربات، علم معرفت ہدایت، فقہ، فکر، عقل، تدبر، تذکر، نظریہ، نظریہ بصیرہ کے مترادفات کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

۳۔ علم اسماء صفات، حتی کہ حق سبحانی، عالم علام اور علیم ہے۔

۴۔ علم کو پہلے مرحلہ میں مختص اللہ گردانا گیا ہے۔ ملک ۲۶ یس ۷۹ شوریٰ ۱۲

۵۔ علم کی نعمت، خلق کے وجود کے بعد دوسرے مرحلے میں آئی ہے رحمٰن ۱۔۴

۶۔ شناخت و پہچان آدم، علم بتایا ہے بقرہ ۳۱۔۳۳

۷۔ اول نزول قرآن علم سے ہوا ہے سورہ اقراء ۱۔۵

۸۔ صفات اکرام خلق علم ہے انفطار ۱۔۲ نساء ۱۱۳ بقرہ ۲۴۷

۹۔ لفظ عالم ۱۳ بار تکرار ہوا ہے تمام جگہ یہ لفظ صرف اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوا ہے۔

۱۰۔ علام چار دفعہ آیا ہے وہ بھی صرف اللہ کے لئے۔

۱۱۔ لفظ یعلم ۳۲ بار تکرار ہوا ہے یہ بھی صرف اللہ کیلئے آیا ہے فصلت ۱۲

۱۲۔ علما نکرہ ۲۲ بار آیا ہے یہ بھی اللہ کے لئے مختص ہے۔

۱۳۔ اعلم نکرہ کے ساتھ ۱۰۸ بار آیا ہے۔

اسلام کے دونوں ستون عقائد وشریعت علم پر قائم ہیں۔ عقائد ایمان باللہ، ایمان بانبیاء، ایمان بالملائکہ اور ایمان باآخرت پر قائم ہے۔ ایمان بماوراء پر قائم ہے ایمان بماوراء مادہ یہ ایمان علم کی سواری پر سوار ہے۔

مادہ پرست یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان ماورائے مادہ، تخرص یا تخمینہ واندازہ ہے کیونکہ یہ ایمان، دلائل وبراہین سے ماخوذ اور استنباط کیا گیا ہوتا ہے جس طرح کسی چیز کے جزء کو اس کے کل کے مساوی گردانا غلط سمجھا جاتا ہے، جزو کے نصف کو صحیح گردانا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک عدد کا تہائی تین، اور چوتھائی ایک جبکہ چار اس کا مساوی تقسیم ہوتا ہے، یہ وہ دلیل قطعی ہے جسے کوئی رد نہیں کرسکتا۔ ایمان باللہ یعنی ماوراء مادہ، اس مادہ کا خالق موجود ہے۔ اس پر دلائل کثیرہ قاطعہ اور ابحاث وافر موجود ہیں جو آگے بیان کریں گے۔ اگر اس دلیل کو تسلیم نہیں کریں گے تو انسان کو اپنے بہت سے ذخائر علوم ومعارف سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ کتاب اراء ذرین ص ۲ علماء مادین نے کسی وجود کے اعتراف کی مقیاس کو حواس خمسہ کی حدود تک محدود کیا ہے، جو حواس خمسہ میں نہیں آتیں وہ انکے نزدیک موجود نہیں ان کا یہ مقیاس انتہائی غلط ہے مثلاً سورج اور چاند کے درمیان قوت جاذبہ کس کی حس کے اندر آتا ہے؟ بجلی کی تار میں روشنی کس حس میں آتی ہے، دریاؤں میں مدوجزر پیدا کرنے والے عوامل کس حس میں آتے ہیں، خود اپنی شخصیت کو دیکھیں جو خصائص آپ کے اندر پائے جاتے ہیں جیسے صفات محبت، بغض، شجاعت، رحمت، مروت، عاقل ہونا، تدبر وتفکر، جلب منفعت ودفع ضرر وفساد اگر یہ چیزیں آپ کا جزء نہیں ہیں تو انہیں حس میں نہیں آنا

چاہیے یا کہہ دیں کہ میرے پاس عقل ورحمت وشفقت کا وجود ہی نہیں ہے اگر ہے تو کس حس نے انہیں درک کیا ہے؟

## علم اور دین: [کتاب عقیدتنا ص ۳۸]

تعریف علم ''عبارة عن حضوره المعلوم لدی العالم اما حضورا بالمباشر او بغیر'' اس تعریف میں تمام اقسام کے علوم کو شامل ہونا چاہیئے۔ حضوری ہوں یا حصولی۔ کیونکہ معلوم حضوری حاضر بنفسہ ہے اور معلوم بالعلم حصولی معلوم بالعرض ہے، نفس کے پاس بوساطت علم حاضر ہے۔

## علم ضد دین ہے نہ کہ دین ضد علم ہے:

اگر یورپ میں ہونے والی علمی تحقیقات کے نتیجے میں کلیسا ضد علم قرار پایا یا نصرانیت کلیسا نے علم کے ساتھ ضد کا کردار اداء کیا تو یہ یورپ والوں تک محدود ہے ۔لہذا ان کی کتاب مقدس اناجیل مشوک النسب میں مندرجات دین کو رد کریں۔ لیکن جو دین مسلمانوں کے پاس ہے اس کا مصدر قرآن کریم ہے جو خود دنیا کو تحدی کر رہا ہے۔

دین نیا بیعہ ومناھج ص ۸۹ دین منزلت میں متفاوت دو طرف کے رابطہ کا نام ہے۔ جہاں ایک طرف قوی ضعیف پر کچھ عقائد افکار واعمال عائد کرتا ہے کہ انہیں انجام دیں۔ اس مفہوم میں اگر دین کی طرف سے قوی کو نسبت دی گئی تو غلبہ قہر استعلاء تسلط کس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؟ اس وقت یہ کلمہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔ یہاں کسی حرف سے مدد نہیں لیتا ہے۔

اگر دین کی پستی یا ضعیف کی طرف نسبت دی گئی ہے تو یہ خضوع، اطاعت وعبادت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو لام سے تعدی ہوتا ہے ملتزم بہ کے لئے ب سے تعدی ہوتا ہے۔ پس دین میں معنی حکومت اور غلبہ وقہر ایک طرف سے ہوتا ہے، نیچے والے کو نسبت دیتے وقت اطاعت وعبادت محکومیت اس کے علاوہ ملت اور عادت سیرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ شخص متدین کی خاطر میں انطباع ہوتا ہے۔

بے شرم منورین اپنے مسلمان ہونے کا شناختی کارڈ رکھنے والے پڑھے لکھے اور اعلیٰ اسناد تعلیم کا دعویٰ کرنے والے کبھی کہتے ہیں کہ تعلیم کی سند ہونی چاہیے۔ سند کے غلط یا جعلی ہونے سے کیا ہوتا ہے ایسے سوالات نہیں کرنے چاہییں۔ الیکشن لڑنے کیلئے فرشتے نہیں آئیں گے۔ انصاف تو کریں اگر فرشتے نہیں آسکتے ہیں تو ان کے متبادل اداکار، قوال، رقاص اور گانے والے تو آسکتے ہیں۔

مذہب کے نام سے ووٹ لینا جرم ہوگا یہ اقدام اپنی جگہ اچھا فیصلہ ہے کیونکہ اس ملک کو برباد و ویران اور املاک کو نقصان پہنچانا انہی فرقوں کا کیا دھرا ہے جو مذہب کے نام سے ووٹ لیتے ہیں لیکن سیاسی پارٹیوں کے نام سے بھی ووٹ نہیں لے سکتے ہیں۔ ہماری چھٹی حس کہتی ہے انہیں فرقے کا نام تک برداشت نہیں بلکہ کہیں آگے جا کر اسلام کا نام لینا بھی جرم ہو جائے گا لیکن بعد میں عسکری قیادت کے بیان سے واضح ہو گیا کہ فرقے نہیں تھے بلکہ اسلام ہی مراد ہے اگر فرقوں سے نفرت ہے تو اسلام کی وجہ سے ہے۔

ہم چونکہ اللہ کے فضل وکرم سے عنایت کردہ چشم بصارت کے علاوہ اس کی عنایت کردہ عقل اور وحی القرآن کے انوار قدسی سے مستفیض ہیں لہذا ہم حقائق کے اس طرف تک دیکھتے ہیں جہاں ملحدین کو دھند نظر آتی ہے لہذا وہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ اس کے آگے کیا چیز ہے؟ کوئی کہتا ہے اس کا آخر نظر نہیں آتا، کوئی کہتا ہے آخر نظر آتا ہے لیکن ایک اندازہ ہے کہ یہ اچانک وجود میں آیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کوئی مائع، گیس نظر آتی ہے جس میں کائنات بننے کی صلاحیت ہے لیکن نور وحی ہمیں بتاتی ہے کہ کائنات کے ظاہر و باطن پر نظر دوڑائیں۔ لہٰذا ہم ان تکوینیات علوم کو بھی چشم حقیقت سے دیکھیں گے، عنادی اور جاہلانہ فیصلہ نہیں کریں گے۔ دیکھیں گے کہ ان علوم نے کیا یہ کہا ہے کہ دین نہیں ہے یا خالق نہیں ہے۔

# ۴۔علم کی تعریف اوراس کی اقسام

علم کی تعریف میں علماء کے اقوال مضطرب ہیں۔فیلسوف کندی نے اپنے رسائل میں تعریف علم میں کہا ہے **العلم وجدان الاشیاء بحقا ئقھا** یعنی وجدان کا اشیاء کے حقائق کو پانا ہے،ابوالحسن عابدی نے **الاحاطه با الشی علی ما ھو علیه** کہا،افلاطون نے کہا ہے **العلم با نه الظن المصحوب باالبرھان**،شیرازی نے علم کے چندین معنی بیان کئے ہیں **انه حالت بھا تتمیر الاشیاء عند العقل ثانھا انه نسبه بین العالم و المعلوم انه صورۃ الموجود للثن المجردعی امادہ کثرۃ** تعریف علم اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ علم کی ایک جامع وکلی تعریف حسب اصطلاح علماء مناطقہ جامع افراد مانع اغیار ممکن نہیں ہے۔جس طرح وجود کی تعریف ممکن نہیں ہے اس کی بنیادی وجہ علم بھی وجود جیسی بدیہات میں سے ہے۔عالم درک کرتا ہے کہ وہ عالم ہے اور جاہل درک کرتا ہے کہ وہ جاہل ہے اور میں نادان ان پڑھ درس ناخواندہ ہوں لیکن درمیان میں بعض ایسے جاہل ونادان بھی ہیں جو جاہل و نادان ہوتے ہوئے دعوائے علم ودانش کرتے ہیں'اس کو جہل مرکب یا تجاہل کہتے ہیں۔

کلمہ علم پہلے ہرقسم کی معارف کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن دور جدید میں یہ کلمہ صرف علم سائنس کے لئے مختص ہوگیا ہے۔جسے سابق زمانے میں علم جاہلیت کہتے تھے جس میں علم زمین شناسی ،فلکیات ،ریاضیات ،ہندسہ،طب وزراعت سازی وغیرہ آتے ہیں یہاں تک کہ ایٹم سازی بھی علم سائنس میں شامل ہوتا ہے۔

اللہ نے معلم ومربی کل بشر کو چندین آیات قرآن میں امی کہا ہے اور واضح کلمات میں کہا ہے''ما کنت تدری مالکتاب ولاایمان''۔قرآن کریم نے جہالت کے حوالے سے ایک نئے کلمہ کا بھی تعارف کروایا ہے، یہ شکل نہ پہلے متعارف تھی نہ کسی قوم وملت ودرسگاہ میں ابھی تک متعارف ہوئی ہے، وہ کلمہ جاہلیت ہے ۔

## علم دین:

دین اسلام کی شناخت کے لئے وضع شدہ علم کو''فقہ'' کہتے ہیں۔یعنی گہرائی ،عمق اور دقت وباریک بینی سے سمجھنا لہٰذا قرآن میں کلمہ تفقہ استعمال ہوا ہے۔فقہ کواپنی جگہ دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں فقہ اکبر حسب تصریح علماء دین اسلام کے اعتقادی حصے کو کہتے ہیں۔دوسرے حصہ کو فقہ اصغر کہتے ہیں فقہ اصغر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔فقہ مستدل یعنی ہر درپیش مسئلہ کو قرآن اور سنت سے مستند کرنے کو کہتے ہیں،اس کو علم فقہ کہتے ہیں جہاں فقیہ مسئلہ کو دلیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۲۔اصول فقہ جہاں دلیل کی دلالت پر بحث کرتے ہیں،اس کلمہ سے یہ مطلب ثابت ہوتا ہے یا نہیں،یعنی خود دلیل کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

۳۔علم الحدیث چونکہ فقہ کا اکثر وبیشتر حصہ سنت رسولؐ سے مستند ہے اور سنت رسولؐ میں بے تحاشا اضافہ جعلیات شامل ہوئی ہیں جہاں علماء احادیث دیکھتے ہیں کونسی حدیث حجت ہے اور کونسی حجت نہیں نیز حجت کی کسوٹی پر بحث کرتے ہیں۔

۴۔علم رجال احادیث صحیح اور غیر صحیح کی پہچان میں اپنی جگہ ان راویان کی شناخت پر موقوف ہے لہٰذا یہ علم ان راویوں کی سوانح حیات کو پیش کرتا ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں کیسے مشہور تھے کیسی شہرت رکھتے تھے۔

۵۔نقد رجال ممکن ہے کہ سوانح حیات لکھنے والے علماء نے کہیں با قاعدگی میں غلطیاں کی ہوں۔ان پر ناقدانہ بحث کرنے والوں کو ناقدین یا اصحاب جرح وتعدیل کہتے ہیں۔

**تعریف علم ومعرفۃ**: کتاب نظریہ المعرفہ فی الاسلام تالیف دکتور جعفر عباسی ]

اس کتاب میں لکھتے ہیں بعض علماء و مفکرین کا کہنا ہے معرفت کا مفہوم بدیہی ہے، بدیہیات تنہا محتاج تعریف نہیں بلکہ ان کی تعریف ناممکن ہے کیونکہ ہر چیز کی شناخت معرفہ سابقہ سے کرتے ہیں تو خود معرفت کی تعریف کے لئے بھی پہلے معرفت کا ہونا ضروری ہے۔اس طرح سے یہ ایک تحصیل حاصل ہوجاتا ہے۔پھر صاحب کتاب لکھتے ہیں کسی چیز کی معرفت حواس یا معاون وسائل حواس سے ہوتی ہے معرفت سے مراد ادراک، اشیاء کے حوالے سے تصور اشیاء ہے۔قدما نے اس کی بہت سی تعریفیں کی ہیں مثلاً کسی چیز کی معرفت حواس کے ذریعے درک کرنا، بعض نے معرفت کا معنی علم سے کیا ہے چاہے وہ تصور ہو یا تعریف کی صورت میں۔معرفت اور علم کے درمیان فرق اس طرح سے کرتے ہیں کہ دائرہ معرفت علم سے وسیع تر ہے، معرفت میں علمی وغیر علمی سب آتے ہیں۔اس صدی کے ایک نامور دانشمند علامہ محمد رضا مظفر اپنی کتاب المنطق میں لکھتے ہیں عرف عام میں تعارفات کی چندین نوعیت چلتی ہیں۔

ا۔ایک کلمہ کے عوض میں، دوسرا کلمہ استعمال کرنے سے تعارف واضح ہوتا ہے جیسے کسی سے یاسمین کے بارے میں پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ ایک خوشبو دار پھول ہے۔کبھی یورینیم کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتے ہیں ایک عنصر کا نام ہے۔کبھی عناصر کے توسط سے مرکب بنائے جاتے ہیں یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ملنے سے پانی بنتا ہے، کسی چیز کی کبھی حقیقت بتائی جاتی ہے مثلاً انسان کیا ہے تو کہتے ہیں کہ حیوان ناطق ہے، اور اگر کسی لفظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں ہوتا تو تعریف کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

کتاب مصدر معرفت ص ۳۷ پر ابوعلی فارسی صاحب مقائس الغۃ سے نقل کرتے ہیں کہ علم تین حروف ع ل م پر مشتمل ہے۔اس کلمہ کی ایک ہی اصل ہے یعنی کسی کے اثر کو کہتے ہیں، اسی تناظر میں جنگوں میں بلند ہونے والے پرچموں کو علم کہتے ہیں۔ پہاڑ کو علم کہتے ہیں، جوھری نے کہا ہے عربوں کے نزدیک کسی چیز کی تعریف کی کئی اقسام ہیں ایک خود اس چیز کو قریب میں لا کر دکھاتے ہیں جیسے کلمہ قلم کے ساتھ استاد قلم دکھائیں کبھی اس چیز کی ضد کے ذریعے تعریف کرتے ہیں اور کبھی اس کا ایک مصداق بیان کرتے ہیں۔

معرف سے کیا مراد ہے لکھتے ہیں ھدف از تعریف رفع ابہام از معرف ہوتا ہے۔اگر کسی چیز کے گرد ابہام واجمال نہ ہو تو اس کی تعریف کی بھی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔علم انہی چیزوں میں سے ہے جس کے معنی مبہم و مجمل نہیں ہیں۔کلمہ علم لغت میں بمعنی شعور، اثر، علامت اور راستوں میں منصوب نشانیوں کے معنوں میں آیا ہے۔کہتے ہیں یہاں راستوں کے نشانات جو منصوب ہیں انہیں علم کہتے ہیں۔قاضی عبدالجبار نے علم کی تعریف میں کہا ہے **یا مہ المعنی الذی یقتضی سکون نفس العالم الا ماتناولہ فلیس من العلم فی شئی مالم یطمئن الیہ المر ویعقدہ اخونی** الصفاء نے کہا ہے **ھو صدر المعلوم فی نفس العالم** صاحب معجم فلسفی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ ص ۹۹ پر کہا ہے **علم ھو الادراک مطلقا تصورا کان او تصدیق علم مرادف معرفہ** ہے۔

کہتے ہیں یہاں اس کی تعریف جنس وفصل سے کرتے ہیں۔دوسری قسم کلمہ تام وناقص سے کرتے ہیں، کبھی اسکی ضد سے کرتے ہیں اس حوالے سے اگر علم کی تعریف اپنی ضد سے کریں گے تو علم کی ضد جہل ہوگا۔

**تعریف علم**: [کتاب نظریہ المعرفہ محمد مکی عاملی ص ۱۷]

علم مذموم کتاب مدخل تفسیر الموضوعی تالیف عبدالستار فتح اللہ ص ۲۱۸ علم بطور مطلق ممدوح نہیں بلکہ مذموم بھی ہیں۔ جیسا کہ وہ علوم ضرر جو جلب شرور مفاسد کے علوم یا دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت حاصل کرنے والے علوم ہیں۔ جن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ علوم سحر و شعبدہ بازی بقرہ ۱۰۲ طہ ۶۹۔

۲۔ علم وکالت، قوانین مستند جھوٹ سازی، کفر والحادی قوانین کی دفعات لے کر وکالت کرنے کا عمل شرک و جہالت ہے اور یہ سفاحت پر مبنی ہے۔ نحل ۱۱۶ ۔۱۱۷ روم ۶۔ ۷ علم صحیح کو عمل حرام کے لیے استعمال کرنے والا علم بھی حرام ہوگا۔

الهدف من کل التعریف: رفع الابہام فی المعرف ھدف و غایت تعریف معرف سے ابہام کو رفع کرنا ہے اور رفع ابہام اپنی جگہ چند ذرائع سے ممکن ہے:

**تعریف علم**: [مجلّہ رسالت القران عدد عاشر ص ۱۶۹]

القلم (العلم) اشیاء کا حقیقی ادراک۔ کسی چیز کی حقیقت کو درک کرنے کو کہتے ہیں یہ اپنی جگہ چند اقسام کے ہیں:

۱۔ کسی چیز کی ذات کو درک کریں۔

۲۔ کسی چیز کے بارے میں حکم۔

۳۔ کسی چیز کیلئے دوسری چیز کے ہونے اور نہ ہونے کے حکم کو درک کرنا۔

پہلے معنی کیلئے علم متعدی بمفعول واحد ہوتا ہے، دوسری صورت میں دو مفعول کی طرف برگشت کرتا ہے۔ اسی طرح علم کو ایک اور حوالے سے بھی تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ علم نظری۔

۲۔ علم عملی۔

علم اپنی جگہ ایک قسم کا معجزہ بھی ہے جیسا کہ ابتداء اکتشافات میں جہاں پہلی بار کسی نے کسی دور رہنے والے کی بات کو سنایا، اسے کوئی بات پہلی بار سنائی گئی ہے۔ یا دور رہنے والے شخص کو دیکھا تو فی زمانہ اسے ایک قسم کا معجزہ کہا جاتا ہے لیکن خرق عادات علم معجزات انبیاء میں ہے۔

۱۔ علم کے معجزات کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ معجزات علماء کو متوجہ کرتے ہیں۔ علماء سے خطاب ہے، معجزہ متوقف بعلم ہے اور علم کے ذرائع وسائل ہوتے ہیں لیکن انبیاء کے معجزات بغیر وسائل و ذرائع کے انجام پاتے ہیں۔

۲۔ معجزہ ایک معین عمل ہے جو کسی حال میں محصور ہوتا ہے، وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جبکہ علم ایسا نہیں ہے۔

۳۔ علم کی تعلیم ہر شخص کو دی جا سکتی ہے جبکہ انبیاء کا معجزہ دوسرے کو تعلیم نہیں دیا جا سکتا۔

۴۔ معجزہ خاص شخصیات سے مخصوص ہے جبکہ علم سب کے لئے ہے۔

۵۔ معجزہ ایک خاص مدت کیلئے جبکہ علم ہمہ وقت کے لئے ہے۔

۶۔ مشتقات علم۔

قرآن میں عدد وشمارہ عاشر ص ۱۷۱، جہل انسان کی ذات سے وابستہ ہے۔ وہ شکم مادر سے جاہل نکلا ہے وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا بعد میں اللہ نے عنایت کیا ہے۔ تمام علوم جس قسم کے بھی ہوں ان کا مصدر اللہ ہے چاہے انسان کے بچے نے اپنے حواس خمسہ سے درک کیا ہو یا کسی نبی، عالم نے سکھایا ہو دونوں کی برگشت اللہ کی طرف ہی ہے۔

انسان جاہل پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ جب دنیا میں اس کا وجود طاقت وقدرت کے ذریعے لایا جاتا ہے تو اس کے حواس خمسہ میں سماعت وبصارت یا لمس کوئی بھی صحیح طرح سے کام نہیں کر رہا ہوتا۔ آہستہ آہستہ اس کے حواس کام کرنا شروع کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس میں آگاہی آنا شروع ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ انسان تو جاہل پیدا ہوا ہے اس کو علم کس نے سکھایا ہے؟ ملحدین کہتے ہیں کہ طبیعت نے بطور صدفہ سکھایا ہے، لیکن یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صدفہ کا فائل کون ہے اور اسے کس نے پیدا کیا ہے، اس کا وہ جواب نہیں دیتے، جبکہ مواحدین کہتے ہیں کہ یہ علم اللہ نے انسان کو سکھایا ہے۔

کتاب ضوابط المعرفت میدانی ص ۱۲۳ پر لکھتے ہیں "العلم ادراک الشئی او المعنی علی ما ھو علیہ فی الوقع ھو ما یسمی باسم العلم بمعنی علم" کسی چیز یا معنی کے ادراک کرنے کو کہتے ہیں۔ اس چیز یا معنی کو حقیقت خارجی اور واقعیت میں علم کہتے ہیں۔ یہ صورت اپنی جگہ کئی صورت رکھتی ہے یعنی علم اپنی جگہ مراتب ودرجات رکھتا ہے:

۱۔ جس چیز کو درک کیا گیا ہے وہ واقعیت کے عین مطابق ہے، تشکیک وتردید ناپذیر ادراک ہے، اسے دلیل قاطع سے حاصل کیا گیا ہے، علم جو مطابق واقع ہوا اور جس کے نقیض کا احتمال نہ ہو، اس نوع کے علم کو علم یقین کہتے ہیں۔ کبھی اس کو ایمان وتسلیم اعتراف بھی کہتے ہیں۔

۲۔ جس چیز کا درک حاصل ہوا ہے وہ حقیقت کے عین مطابق ہے لیکن یہ یقین کسی دلیل وبراہین کے توسط وتعاون سے نہیں ہوا ہے اس کو اعتقاد کہتے ہیں۔

۳۔ جہاں مطابقت واقع ہونے پر جزم رکھتا ہے لیکن اس کے نقیض کا بھی احتمال رکھتا ہے تو طرف جازم کو اعتقاد اور طرف احتمال کو ظن کہتے ہیں۔

۴۔ جہاں دونوں طرف احتمال مساوی ہوں تو اسے شک کہتے ہیں۔

علم وہ چیز ہے جو انسان اپنی زندگی کے تمام دورانیہ ابتدائی ادوار سے روح نکلتے وقت تک جاری رکھتا ہے جبکہ بعض نے اس کی مخالفت کی ہے کیونکہ بعض اوقات علم محض بول بنیان حذف معلومات بھی ہوتی ہیں بعض نے علم کی تعریف اور حد بندی کو ناممکن گردانا ہے۔ ان کا کہنا ہے علم کے بھی مثل موجود ہیں۔ جب کوئی چیز واضح واقعات کے درجے پر پہنچتی ہے تو اس وقت اس کی تعریف ناممکن ہو جاتی ہے۔

علم کتاب مصادر المعرفہ تالیف عبدالرحمٰن بن زید زبیدی ص ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ علم اور معرفت، علماء کے نزدیک ایک حد تک مترادف ہیں۔ تاہم ابوالحسن فارسی متوفی ۱۳۹۵ھ اپنی کتاب معجم مقائیس الغت میں لکھتے ہیں کہ اس کے دو اصل ہیں۔ ایک کسی چیز کا تابع ہونے کو کہتے ہیں، اس سے گھوڑے کی گردن کے بال کو عرف کہتے ہیں کیونکہ بال کے بعد گردن ہے جبکہ بعض، بعض کے پیچھے ہیں۔ پھر علم کے بارے میں لکھتے ہیں اس کی ایک اصل ہے کسی چیز کے اثر کو کہتے ہیں جسے وہ دوسروں سے الگ کرتے ہیں۔ علم علامت، نشانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے رایہ علم کو کہتے ہیں۔ علم جبل پہاڑ کو بھی کہتے ہیں، علم کے بہت سے مستقات ہوتے ہیں جہاں یہ اللہ اور عام انسانوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ راغب اصفہانی نے کہا علم قرآن میں دو معنوں میں آیا ہے انفال ۶۰ میں آیا ہے۔ اصطلاح میں بعض نے علم کی تعریف کی ہے جبکہ بعض نے اس کی تعریف کو ناممکن گردانا ہے۔

## اسلام ضد علم نہیں ہے:

علم کتاب اسلام والحیات تالیف محمد یوسف موسیٰ ص ۵۹ پر ’’اسلام کا رشتہ علم‘‘ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ حقیقت اور واقفیت تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام نے علم ومعرفت کے لئے تمام دروازے اور وسیلے بروئے کار لائے ہیں۔ تاریخ کوئی ایسی مثال پیش نہیں کرتی جہاں حصول علم میں جو توجہ اسلام نے دی ہے کسی اور نے دی ہو۔ دین اسلام کی ابتداء اور بعثت خاتم انبیاء سے ہوئی ہے۔ بعثت کا آغاز کلمہ اقراء باسم ربک سے ہوا ہے۔ وسائل وذرائع علم ومعرفت علماء علم وتربیت کے نزدیک دو ہی ہیں حواس خمسہ کی انفتاح اور ظواہر کون پر اعمال فکر ونظر ہے آسمان وزمین اور ان کے درمیان قرآن کریم کی تمام آیات انہی دو وسیلوں پر ترکیز مرکوز کرتے آئے ہیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ تمام طاقت وقدرت اور توجہات کو بروئے کار لائیں تاکہ علم و مالا تعلم حاصل کریں۔ چنانچہ سورہ زمر میں فرمایا ہے ھل یستوی الذین الدین لایعلمون، طہ میں ارشاد ہوہے ربی زدنی علما اور سورہ ذاریات میں وفی الارض آیات للموقنین فی العلم میں یہ علم حاصل کرنے میں کوتاہی برتنے والوں کو سورہ انفعال میں شر دواب کہا ہے۔ ان شر دواب سورہ اعراف میں ولقد ذرنا جہنم علم حاصل نہ کرنے والوں کو جہنمی کہا گیا ہے۔

ہمیشہ اسلام اور مفاہیم اسلامی کو ان نظریات وفرضیات باطلہ پر غلبہ رہا ہے اور رہے گا جنہیں کبھی علم کہہ کر پیش کرتے ہیں اور ان کے ذریعے دین کو وہم وزعم و گمان وخیال کہہ کر رد کرتے ہیں۔ اس سے دین کی حقانیت کو ذ نہیں پہنچے گی کیونکہ قرآن نے بانگ دہل صراحتاً محکماً بیان فرمایا ہے کہ میدان استدلال ومجادلہ میں غلبہ ہمیشہ دین اسلام ہی کو حاصل رہے گا۔ اگرچہ تسلحات کے میدان جنگ میں وقتی طور پر کمی سے باطل کو غلبہ مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مفاہیم اجتہادی کی تصحیح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے بعض علماء نے مختلف ادوار میں استنباط کر کے کہا ہے کہ اس کی تصحیح سے دین کو نقصان نہیں ہوگا۔ اگر علم نے اپنے مختلف نظریات کو ثابت کرنا چاہا تو اس سے دین کو کوئی نقصان نہیں۔ علماء کی غلطیوں کی اصلاح سے دین رجعت نہیں کرتا، شکست نہیں کھاتا، علم اتنا کہہ سکتا ہے کہ مجتہدین نے خطاء کی تھی۔ لیکن اسلام دین حق کے طور پر باقی رہے گا اور اس دین کے آگے پیچھے سے باطل کے پہنچنے، مداخلت اور حملوں کے باوجود استدلال میں باطل کبھی بھی اس پر غلبہ حاصل نہیں کر پائے گا۔ دین علماء کی غلطی، جرائم اور اشتباہات کو اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھائے گا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مسلمان اس وقت ایک بڑے خطرے میں گر پڑے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ وہ جنگ ہے جس کا سامنا لوگوں کو فکری طور پر گمراہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ سیکولروں کی طرف سے، مکر وفریب کے وسائل، حقائق کو توڑ موڑ کر کے پیش کرنے، اور غلط اسناد، رشوت اور مال کے ساتھ اسلام پیش کرنے والوں، عسکری ولشکری طاقت وقدرت کے ذریعے، تعلیمی مراکز اور درسگاہوں میں اس فکری جنگ کی وجہ سے اسلام کو مزاحمت کا سامنا ہے۔

[علمانیہ تالیف انوار الجندی ص ۱۰۲] تصور ومظاہر دین تمام بشریت میں پائے جاتے ہیں، جس کی تائید وتوثیق ان علماء وفلاسفہ غرب کے نظریات سے ملتی ہے۔

۱۔ بلوتارک: یہ پہلی صدی میلادی میں تھا جس نے کہا ممکن ہے کوئی قریہ، کوئی گاؤں یا شہر یا ملک بغیر بادشاہ کے یا بلا دولت ومال یا بلا ادب ہو، لیکن کوئی شہر ایسا نہیں دیکھا گیا جہاں کوئی معبد عبادت گاہ نہ ہو اور عبادت گزار نہ ہوں ایسا کہیں نہیں ملے گا۔

۲۔ ماکس مولر کہتا ہے دین ایک قسم کی قوت نفس ہے۔ یہ نفس انسانی کی خاصیت وامتیازات میں سے ہے، بشر اس قوت وقدرت کی تاثیر یا اسماء اور رموز مختلف ومتعددہ سے اسرار ورموز پیچیدہ تک پہنچتا ہے۔ فکری پرستش فطرت بشر میں سے ہے جو پہلے سے اس میں ودیعت تھی۔

۳۔علماء اجتماع کے نزدیک دین ان اہم قواعد واساس میں سے ہے جن پر عمارت اجتماع بشری قائم ہے۔تاریخ میں کوئی قوم یا گروہ ایسا نہیں ملتا جنہوں نے بغیر دین کے زندگی گزاری ہو۔

۴۔سوندر بلوم نے اپنی کتاب میں مختصر تاریخ ادیان میں لکھا ہے کہ کوئی قوم وقبیلہ ایسا نہیں ملا جس کے پاس مقدس مراسم نہ ہوں یا وہ کسی موجود اعلیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو، جن لوگوں نے کسی ایسے معاشرے کی خبر دی ہے تو وہ مستند نہیں تھے۔

۵۔اوسنت رینان کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی ملک معاشرے میں ہر چیز نیست ونابود اور فنا ہو جائے ہر وہ چیز جسے ہم دوست رکھتے ہیں یا اسے لذت وعیش دنیا سمجھتے ہیں اور ممکن ہے کہ آزادی، عقل اور علم صفت سب تباہ و برباد ہو جائیں لیکن دین ختم نہیں ہوگا بلکہ وہ باقی رہے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فکر بطلان دین یا اس کی رجعت کا نعرہ باطل ہے۔

۶۔فرید جورجی لکھتے ہیں دین فلسفہ نہیں، فقہ نہیں، علم نہیں بلکہ یہ ایک جھکاؤ اور میل روحانی ہے جو انسان کو پستی اور اسارت، مادہ پرستی سے چھٹکارہ اور انسانیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کو فطرت کہتے ہیں۔

## علم:

علم ضد دین نہیں ہے، علم کے چار بیٹے تصور کرتے ہیں جن میں وھم۔شک۔ظن اور یقین ہیں۔ان چاروں میں سے تین بیٹے نا اہل اور نا قابل اعتماد ہیں۔ عقل ان پر بھروسہ نہ کرنے اور صرف یقین پر بھروسہ کرنے کا کہتی ہے۔ اسی طرح دین کی ماں کے بھی چار بیٹے ہیں۔

۱۔دین وھمی وخیالی ۲۔دین صادق وحقیقی لیکن منحرف وگمراہ جیسے یہود ونصاریٰ ومجوس۔

۳۔دین منحرف از اسلام جیسے فرقے ومذاہب اسلام ۴۔دین اسلام

تکامل فی الاسلام ج ا ص ۲۲ دین اسلام دیگر ادیان سماوی سے یہ امتیاز رکھتا ہے کہ اسلام میں جو کچھ عقائد وتشریعات ہیں وہ مخالف ومتصادم عقل نہیں بلکہ مطابق وموافق عقل ہیں۔قرآن کریم کی کثیر آیات میں عقل سے کام لینے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ بہتر کی تلاش کرتے ہیں اور بہتر کی اتباع کرتے ہیں۔دین اسلام تمام شیطانی وسوسوں اور برے اعمال سے پاک ذہنیت کا داعی ہے۔

دین اسلام دین تفکر وتعمق وتدبر، دین منطق و برہان واستدلال اور دور از شک وتردد دین ہے۔علماء فلاسفہ یونان نے عقل کو ایک جوہر مثقل منفصل از مادہ گردانا ہے جو کہ خود تصور عقل کے خلاف ہے۔عقل نابغ از ذات ہے ذات جدا نہیں ہے۔لیکن کبھی بعض صاحب عقل بھی دیوانے اور احمقانہ اعمال انجام دینے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس سے زیادہ تعجب کی بات عقل فطری وطبیعی کو چھوڑ کر عقل منفصل پر کام کرتے ہیں جیسے سربراہان مملکت جو کہ کسی قسم کا دین ودیانت نہیں رکھتے، دین کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن گرجے میں جا کر خاضع ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے سربراہان جو منہ سے کلمہ اللہ نہیں نکالتے لیکن سیہون وغیرہ جا کر چادر چڑھاتے ہیں، اسی طرح لاہور والے داتا دربار کے سامنے خاضع ہو جاتے ہیں۔

## دین سے جنگ:

انہوں نے اپنے گمان میں فکر دینی کو رد کیا ہے، ایمان باللہ کو بنیاد سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ہم یہاں یہ واضح کریں گے کہ حقیقت میں دین کسی علم کی قسم نہیں ہے بلکہ دین ذریعہ وحی سے لیا گیا ہے۔جو چیز وحی کے راستے سے آئی ہے یہ وہ یقین ہے۔حقائق علمی کتنے ذرائع سے حاصل ہوتا ہے، مدارک ومصادر علم کتنے

ہیں؟ جو چیز قوت سماعت سے حاصل ہوئی تو جو قوت سماعت سے محروم انسان ہے کہہ سکتا ہے کہ ہم نے سنا نہیں، ہم نہیں مانتے ہیں۔ جو چیز بصارت سے دیکھی جائے تو نابینا کہہ سکتا ہے ہم نے دیکھا نہیں ہے اس لئے دین حواس خمسہ سے حاصل شدہ علم نہیں ہے دین وحی سے حاصل کیا ہوا ہے، وہ انسانی کاوش سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دین اور علم میں مقابلہ موازنہ نہیں ہے بلکہ حصول علم کے طریقہ میں اختلاف ہے، وہ علم جو دین لایا ہے اور وہ علم جو انسان نے کسب کیا ہے ان میں مقابلہ ہے۔ جیسے بصارت سے حاصل معارف مرئیات ہوتی ہیں، سماعت سے حاصل معارف سمعیات اصوات ہوتی ہیں، ذائقہ سے حاصل ذوقیات ہوتی ہیں یہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا جو علم مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علم جو عقل وحی سے حاصل کرتی ہے ایک جیسا نہیں کیونکہ یہ حس سے حاصل علم نہیں ہے۔ وسائل سے حاصل علم بھی اللہ نے بندوں کو عنایت کیے ہیں بندہ انہیں استعمال کرتا ہے۔

لیکن دونوں کی برگشت اللہ کی طرف ہوتی ہے اس بارے میں انسان اللہ کے حضور میں جوابدہ ہے لہذا سورہ اسراء کی آیت ۳۶ میں آیا ہے یعنی کان آنکھ دل ہر ایک سے سوال ہوگا۔ ان ذرائع سے حاصل شدہ علم کو علوم انسانی کہیں گے، ان حقائق تک علم نے رسائی کی ہے وہ علم جو طریقہ وحی سے آیا ہے اسے دین لایا ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے بندوں کیلئے عنایت ہے۔ دوسرا علم وحی کے ذریعہ آیا ہے جو علوم غیبی ہے جو حواس کے ذریعہ نہیں ہے عقل ان چیزوں کو درک نہیں کرتی۔

لہذا ہماری ذمہ داری ہے کہ تلاش حق و حقیقت کرتے وقت اور کسی مسئلہ کو تحریر و ثبت کرتے وقت ہمیں واضح علم ہونا چاہیے کہ یہ جو معارف ہم تک پہنچے ہیں یہ انسانی ذرائع سے پہنچے ہیں یا وحی کے ذریعے سے۔ دین اور علم میں جہاں جہاں تضاد نظر آتا ہے وہ تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ جس چیز کی علم کی طرف نسبت دی جاتی ہے یعنی علم کہتا ہے حالانکہ علم اس مسئلہ میں قطعی آخری مرحلہ پر نہیں پہنچا ہے اس نے حقیقت کی شکل اختیار نہیں کی اس پر ابھی بھی بحث و تحقیق جاری ہے ابھی اسے محکم دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں گرچہ علماء مادین اس کو ایک حقیقت مسلمہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۲۔ جس چیز کی دین کی طرف نسبت دی جاتی ہے وہ درحقیقت اس نص آیت میں بیان ہوئی ہے جسے حقیقت پر مبنی کہتے ہیں۔

۳۔ جو چیز اس نے آیت و روایت سے سمجھی ہے اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے اس نص میں یہ بات نہیں تھی لیکن اس نے دین سے غلط نسبت دی ہے۔ اس نے اپنے تصور کو دین کی طرف نسبت دی ہے جیسے سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے یہ بات غلط تھی۔

جب نصرانیوں نے بعض باتیں دین کے بارے میں سنیں جو علم سے متصادم اور عقل کے خلاف تھیں۔ انہوں نے اس مخالفت سے جان چھڑانے کے لئے کہا ہے کہ دین عقل کے سامنے خاضع نہیں ہوتا۔ علماء نصاریٰ نے اپنی ملت پر واضح کیا کہ اپنی عقل کے چراغ کو بجھا دو اور اپنے عقیدہ کو محکم کرو اور اپنی آنکھیں بند کرلو۔ اس طرح علماء کلیسا نے دین میں غور و فکر و نظر پر پابندی لگائی یہاں تک وہ چیزیں جو کائنات سے متعلق ہیں اور عوام کو دین کے نام سے پیش کی گئی چیزوں کے سامنے تسلیم ہونے کو ضروری اور ناگزیر گردانا ہے جیسا کہ اقنوم ثلاثہ یعنی تین چیزوں سے مل کر خدا کے مرکب ہونے کو ایک حقیقت نا قابل نقاش بتا یا حالانکہ عقل اس مسئلہ کو کلی طور پر رد کرتی ہے، نفس اسے تسلیم نہیں کرتا جہاں عقل معطل ہوگی وہاں کس بنیاد پر تسلیم کریں گے۔ جب اسلام آیا تو اس نے ان کی اقنوم ثلاثہ کے مقابلے میں وحدانیت خالص کا اعلان کیا۔ دوسری طرف عقل علمی نے اس کی تصدیق کی ہے اسلام نے مخالفین کے ساتھ عقل و علم دونوں سے مناظرہ کیا عقل کو ایک سند کے طور پر تسلیم کیا۔ دین اسلام نے حقائق پر تحقیق کے دروازے کھولے، ان کے سامنے وسائل و ذرائع رکھے ہیں جیسے کہ یونس ۱۰۱ میں عنکبوت ۲۰ ذاریات ۲۰۔ ۲۱ انبیاء ۳۲ مومنون ۹۱ اور طور ۳۵ میں آیا ہے۔ اہداف علم دین اور اہداف علوم دنیوی میں واضح فرق ہے۔ اہداف علم دین قرآن اور سنت میں بیان ہوئے ہیں اگر ان اہداف و غایات سے انحراف کر کے علماء سیاسی و سماجی اداکاری کریں گے تو ان کی قدر و قیمت بھی انہی اداکاروں جیسی ہی

ہوگی۔ اہداف وغایات علوم دین اور عالم دین وہی ہیں جو انبیاء کے تھے۔ چنانچہ کتاب الحیاۃ تالیف حکیمان ج ۲ ص ۲۵۵ پر انبیاء کے غرض وغایات بیان ہوئے ہیں۔ حدید ۲۵ انبیاء ۳۷ نحل ۹۰ نساء ۱۳۵ انعام ۱۵۲ مائدہ ۲۲۔

تقابل:

کتاب معجم مصطلحات المنطق تالیف سید جعفر حسین ص ۹۳ پر آیا ہے تقابل دو چیزوں کے درمیانی رشتہ کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل میں ہوتا ہے۔ اس تقابل کی چار قسمیں بتائی ہیں:

۱۔ تقابل سلب والایجاب جیسے شعور ولاشعور، وجود ولا وجود، ممکن وناممکن۔

۲۔ تقابل تضایف جیسے ابوت وبنوت

۳۔ تقابل ضدین جیسے اسود وابیض (سیاہ وسفید)

۴۔ تقابل عدم وملکہ جیسے اندھا بینائی کیلئے، تقابل علم وجہل میں سلب وایجاب ہے۔

## جہل جہالت:

مصدر جہل ہے کتاب نظریہ المعرفہ فی الاسلام جعفر عباسی ص ۲۲۴ پر آیا ہے آیات قرآن کریم فرمودات رسولؐ، ارشادات ائمہ طاہرین اور اقوال حکماء و مفکرین سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اور یقین واطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ مرض جہل انسانیت کو لگنے والی وہ بیماری ہے جس کے لگنے کے بعد وہ بحیثیت انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کا عمودی اور فقری ستون، زمین کے وجود کو بھی ہو جاتا ہے جہالت وہ پہلا ٹکراؤ ہے جو انسانیت کو گرانے کیلئے اس پر عملی طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ پہلا انحطاطی گڑھا ہے جس میں وہ گر رہے ہیں۔ جہالت وہ بری سوچ ہے جو انسان کو ارتکاب جرائم وموبقات کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس کی عقل وشعور کے ادراک کو روک دیتی ہے۔ اس کے میلان ور جحانات کو لگام ڈالتی ہے۔ جہالت منبع ومصدر تمام جرائم وموبقات ہے اس سے جاہل انسان ہر قسم کی انسانی قدر وقیمت سے محروم ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم اور احادیث وروایات میں اس کی شدت سے مزمت آئی ہے۔

ان تمام قیل وقال اور اختلافات کا حل اس میں ہے کہ انسان اپنے اور اس دنیا کے بارے میں ایک عجیب تصور اپنائے۔ چنانچہ اگر کسی انسان کا مبادی تصور یہ ہو، جاثیہ ۲۴ حی الا حیاتنا الدنیا وما یھلکنا الا الدھر تو اس صورت میں سب سے افضل علم وہ ہے جو اس انسان کی دنیوی زندگی کی ضروریات ولوازمات کو پورا کرتا ہو۔ اگر وہ ترقی پذیر ملک میں رہتا ہو وہ چوری ڈاکہ اور رشوت وغیرہ سے اپنے ہدف کو حاصل کرتا ہے اپنے اس بڑے مقصد کو پانے کے لیے وہ جو معلومات جمع کرتا ہے انہیں اس کا علم کہا جاتا ہے، اور اگر وہ ترقی یافتہ ملک کا باشندہ ہو تو پھر اس کی طرف سے ڈرون حملہ، بمباری کر کے مسلمان نشین علاقوں کو ویران و برباد اور استعمار گری کرنے کو علم کہتے ہیں۔

دانش کے معنی جاننا اور فہم وفراست کے ہیں۔ دانش یعنی عقل ودانائی، سمجھ، علم وفضیلت حکمت ہے جبکہ دانشمند عالم وفاضل اور عقلمند وہوشیار کو کہتے ہیں۔ کثیر آیات وروایات فضائل علم کے بارے میں وارد ہیں جن کی نقل وتکرار کی یہاں ضرورت نہیں تاہم اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ یہ تمام روایات رسولؐ اللہ سے مروی نہیں بلکہ ان کا کثیر حصہ علماء وحکماء کے اپنے اقوال ہیں جنہیں نبی کریمؐ سے نسبت دی گئی ہے، اس میں احمقوں کی حسن نیت کے ساتھ ساتھ مفاد پرستوں کی بری نیت کے عنصر بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اس میں افراط وتفریط غث وسمین سب شامل ہیں۔ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں جہاں اس کا ایک پہلو

## علم اور دین ﴿۲۹﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

خاص الٰہی ہے اس میں انسان اور ادیان پورے کے پورے محتاج بیان الٰہی ہیں وہ از خود ایک کلمہ بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ ایسی عبادات بھی ہیں جو بعض فرقوں کی طرف سے بدعت حسنہ کے نام سے وجود رکھتی ہیں یہ سب فرقہ حروفیہ کی اختراع ہیں۔ جہاں تک دنیا سے متعلق امور کا تعلق ہے تو ان میں انسان کو از خود تگ ودو کرنی ہے، یہ دین وشریعت کی ذمہ داری میں نہیں آتا۔

جاہلیت یعنی حکم عقل وحکم شریعت کو مسترد کرنا، نظام لاقانونیت کو چلانا، دین کو بغیر کسی دلیل ومنطق کے اپنانا یا مسترد کرنا ہے۔

علم کی تعریف اور فضائل ومراتب ودرجات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں بعض نے مطلق علم درک وادراک کو کہا ہے چاہے اس میں تصور خالی ہو یا بمعہ تصدیق واذعان بھی ہو۔ اذعان میں یقین وجزم ہو یا ظن وگمان ہو یہاں تک توہمات وتخیلات اور دلیل وبراہین سے عاری معلومات یا حکایت تقالید سے حاصل معلومات کو بھی علم کہتے ہیں۔ علم حضوری علم ملکہ کو علم کہتے ہیں یا علم حصولی بھی علم ہے۔ آیا تمام علوم اپنی فضیلت میں یکساں درجہ رکھتے ہیں، ان کی غرض وغایت' ضروریات وغیر ضروریات' دنیویات واخراویات' دینیات ودینویات سب ایک جیسی ہیں یا درجات ومراتب ان کے فضائل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے اشرف علوم شرف اہداف سے کسب کرتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں فضائل علم بیان ہوئے ہیں وہ علم ہو بہو علم نہیں بلکہ اُن سے علوم خاصہ مراد ہیں معلومہ لاجلہ کی قدر وقیمت سے فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔

### اشرف علوم:

۱۔ علم کی شناخت، شرف اور فضیلت، شرف ذات سے مربوط ہے۔ یعنی انسان جس ذات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے اس کے بارے میں عالم ہونا چاہتا ہے وہ کتنی شرافت کی حامل ہے۔ اس حوالے سے بہترین علم معرفت اللہ ہے۔ اوّل العلم یعنی جو علم سب سے پہلے انسان کو حاصل کرنا ہے وہ علم بذات خود انسان ہے کیونکہ سب سے پہلے درک ہونے والا علم خود انسان ہے۔ انسان کے پاس حس میں آنے والا سب سے نزدیک معلوم علم انسان ہے۔ انسان کو شناخت کرنے کا علم بنفس خود اپنی جگہ اظہر واجلی علم ہونے کے باجود مشکل ترین وپیچیدہ ترین ہے۔ چنانچہ کسی ماہر انسان شناس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا الانسان ذلک المجھول چنانچہ جب سب اظہرہ واجل علم کا یہ حشر ہو تو اس سے بعید چیزوں کے علم کا اندازہ خود کر سکتے ہیں۔

۲۔ محض کتاب کے علم کا ہونا کافی نہیں بلکہ اس کو سمجھنے والے انسان کا ہونا ضروری ہے بطور مثال میرے ذاتی کتابخانہ میں ایک کروڑ مالیت کی کتابیں ہیں لیکن میں نے بمشکل دس لاکھ مالیت کی کتب سے استفادہ کیا ہوگا، باقی معلوم نہیں آگے یہ کتب کہاں پہنچیں گی۔

۳۔ اللہ فرماتا ہے اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور قلم درخت بن جائیں پھر بھی کلمات الٰہی کی تفسیر پوری نہیں ہوگی۔

۴۔ علم، اللہ کی طرف سے تنظیم وترتیب سے نازل ہوا ہے الاتنزلہ بقدر معلوم۔

۵۔ تنہا علم کا ہونا کافی نہیں بلکہ اس کی اور شرائط بھی ہیں مثلاً ایٹم پر تحقیق کا علم۔ اگر نبی کریمؐ اس علم پر بات کرتے تو کوئی اُس وقت سمجھ نہیں سکتا تھا مثلاً اگر کہتے کہ ذرات کو شگاف کریں تو کیسے کرتے؟ وہ گھٹلی پیش کر کے ذرات بنا سکتے تھے لیکن ذرے کو شگاف نہیں کر سکتے کیونکہ وہ یہ وسائل نہیں رکھتے تھے۔

اس کے برعکس اگر جہالت کا تحلیل وتجزیہ کریں تو یہ انسان کے مراحل طبیعی میں پہلے مرحلہ میں آتی ہے۔ انسان جاہل کی یوں مذمت نہیں کرتے کہ تم کیوں جاہل ہو کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے میں جاہل ہی پیدا ہوا تھا۔ اللہ نے اسے جاہل ہی پیدا کیا تھا۔ آپ یہ سوال ہم سے کرنے کے بجائے خود اللہ سے کریں، اے اللہ تو نے اس کو کیوں جاہل پیدا کیا تھا؟ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے وکنتم فی بطون اماھاتکم لا تعلمون شیاء۔

لیکن جاہل کی یوں مذمت کرسکتے ہیں کہ تم نے علم حاصل کیوں نہیں کیا تو یہاں یہ شخص مختلف جوابات دے سکتا ہے:
۱۔کبھی اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر لیتا ہے، یہاں یہ شخص بدترین عقاب وعتاب کا نشانہ بنتا ہے۔
۲۔کبھی وہ اس کا ذمہ دار والدین کو ٹھہراتا ہے کہ انہوں نے اسے پڑھنے نہیں دیا۔
۳۔کبھی ملک کے محکمہ تعلیم کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔
۴۔کبھی ملک کے سرمایہ داروں کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

لیکن جہاں وہ اس کا سبب علماء اور دانشمندان کو ٹھہراتا ہے تو وہاں علماء ودانشوران کو چھپنے کے لئے کہیں جگہ نہیں ملتی' کیونکہ علماء اور دانشوران کی ذمہ داری ہے وہ ملک سے جہالت کا خاتمہ کریں، جاہلوں کو عالم ودانش مند بنائیں۔علم کو اللہ نے آب باراں یا عام پانی سے تشبیہ دی ہے چونکہ پانی فراواں میسر ہے لیکن رائیگاں ہوتا ہے علم بھی پانی کی طرح رائیگان ہوتا ہے۔علم جو پانی کی طرح انسانی بنیادی ضرورت ہے جسے حاصل کرنا ہر انسان کی ضرورت ہے بد قسمتی سے اس وقت علم ہی سب سے مہنگی متاع بنا دیا گیا ہے۔لہذا مناسب ہوگا جہالت اور جاہلیت کے درمیان فرق کو بھی واضح کریں۔جہاں تک جہالت کی بات ہے تو ممکن ہے کوئی ملک رفتہ رفتہ جہالت سے بالکل رہائی حاصل کرلے یا نصف یا اسی فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہوجائیں۔علم انسان کو حضارت تمدن کے ذرائع اور وسائل سے آراستہ کرسکتا ہے لیکن یہ علم عدالت وانصاف نہیں دے سکتا۔چنانچہ صدر اسلام سے لے کر اولین دوصدی تک کی زندگی کو سامنے رکھیں جہاں علم نہیں تھا لیکن عدالت وانصاف اور امن وسکون تھا یہاں جہالت کے ساتھ جاہلیت کا معنی بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

**العلم و الجهل الكون والارض ص ۵**

**العلم هو معرفه الامور اعلىٰ الصورة الصحبيه عن الطريق البحث** عالم کسی بھی موجود چیز کی تفاصیل سے آشنا ہوتا ہے، وہ کسی نظام پر عمل پیرا ہوتا ہے، سب سے پہلے وہ یہ طے کرتا ہے اس موجود کی خلقت کی کوئی غایت ضروری ہے یا نہیں، یہ سمجھنے والا عالم جانا جاتا ہے۔کسی بھی عضو کی ذمہ داری کیا ہے، اس سے عضو کی غرض وغایت کا پتہ چلتا ہے۔اس وقت اس کو پتہ چلتا ہے کہ آنکھ کا کیا کردار ہے؟ جب ان علل واعراض سے واقف ہوجاتا ہے کہ

**الجهل هو معرفه الامور اعلىٰ الصورة غير الصحيه وافته الدنيا من الجهل الذى يجرم بقضايا على الناس الحقائق وهى باطله**

یہ کیوں ہے یہ اس لئے ہے کہ جاہل اپنے استنتاج کی بنیاد ہمیشہ ظن ووہم یا غلط تصورات پر قائم کرتا ہے۔الحاد اور کفر باللہ جہل کے بدترین نتائج ہیں کیونکہ یہ نتائج علم سے متناقص ہیں، عقل وفکر سے متعارض اور حقیقت وواقعیت کے خلاف ہیں۔مثلاً ملحد یہ سوچتا ہے کہ کائنات کا موجودہ نظم ونسق کسی علیم وقدیر کی منشا کے تحت نہیں ہے۔

**علم اور دین** [کتاب اخطار غزوی الفکری علی العالم اسلامی ص ۱۱۱ تالیف دکتور صابر]

یورپ ۱۳۰۰ سے ۱۵۰۰ میلادی تک قرون وسطیٰ کی تاریکیوں سے اپنا سر اٹھا کر اپنی پسماندگی دُور کرنے کیلئے یونانی ورومی آثار کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہی علوم اسلامیہ جو انہیں اندلس قرطبہ سے ملے، انہوں نے ان کو انسان بنایا ہے۔انہوں نے اس بارے میں سوچنا شروع کیا لیکن یہ لوگ علماء احبار پرستوں کے تابع تھے۔حرکت علمی میں یورپ آزاد نہیں تھا بلکہ کلیسا اس کی نگرانی کررہا تھا جس نے علم کو انتہائی نگہداشت میں رکھا ہوا تھا لہذا کسی قسم کی ایجادات نہیں ہورہی تھیں یا نہ ہونے کے برابر تھیں۔حصول علم میں مشغول افراد آزاد نہیں تھے کہ وہ آزادانہ افکار ونظریات قائم کریں بلکہ وہ مجبور تھے کہ پرانے نظریات پر قائم رہیں۔کلیسا ان پر ہمیشہ نظریں رکھتا تھا کہ وہ کس قسم کے افکار رکھتے ہیں بلکہ بعض مواقع پر وہ ہر قسم کے ایسے علم ودروس کے مخالف ہوتے تھے جو کلیسا کے نظریات سے

موافقت نہ رکھتے ہوں۔ یورپ تمدن وحضارت علمی اسلامیہ سے گیارہویں صدی سے متعارف ہوا تھا۔

## علم اور دین میں تناقض:

ہمیں علم ودین کے ربط ورشتے کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔آیا علم عین دین ہے یا دین عین علم ہے؟ جیسا کہ انسان وبشر میں کلی مطابقت الفعل بالفعل والی ہے۔

۲۔علم اور دین دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کتاب اور پتھر کی مانند ہیں۔

۳۔دین علم کی طرف دعوت دیتا ہے لیکن علم دین کی طرف دعوت نہیں دیتا۔

۴۔علم دین کو مسترد کرتا ہے کہتا ہے، کہ میرے ہوتے ہوئے دین کی ضرورت نہیں۔

علم اور دین کے رشتے کو بیان کرنے کے لئے علم کی تعریف ہونا ضروری ہے، نیز علم کے مصادر وماخذ کا تعین کرنا ضروری ہے۔علم انسان کے اندر کہاں سے اور کن ذرائع سے جمع ہوتا ہے۔ پھر دیکھنا ہوگا علم کس چیز سے اتفاق کرتا ہے اور کس چیز سے اختلاف کرتا ہے۔

۱۔علم اور دین میں تناقص پایا جاتا ہے۔

۲۔علم اور دین میں تضاد پایا جاتا ہے۔

۳۔ہر علم دین کورد کرتا ہے لہٰذا علم ضد دین ہے۔

۴۔دین اسلام کس علم کی ضد میں ہے حساب ہندسہ، فیزکس کے علوم، علم ہندسہ، معماری، طب معماری علم دواسازی یا علم جغرافیائی۔

۵۔کیا علوم تجربیات جیسے فیزکس، کیمیاء، ستارہ شناسی، علم زمین شناسی، علم الحیوان اور علم الحشرات سب ضد دین ہیں؟ کیا علوم عقلیات دین کی ضد ہیں؟

۶۔کیا علم انسان شناسی ضد دین ہے؟

۷۔دین علم کی ضد ہے جیسا کہ روشن خیالوں کا پروپیگنڈا ہے کہ اہل دین ہمیں علم پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

۸۔کیا ہر دین، علم کی ضد میں ہے چاہے جس نام سے بھی ہو؟

۹۔کیا دین اسلام ضد علم ہے؟

۱۰۔کیا اسلام کے اصول دین علم کی ضد ہیں؟

۱۱۔کیا اسلام کے فروع دین علم کی ضد ہیں؟

۱۲۔کیا تاریخ اسلام ضد علم ہے؟

۱۳۔کیا نفس دین ضد علم ہے؟

۱۴۔علم اور دین میں تضاد وتفاوت ذاتی ہے یا عارضی وثانوی ہے؟

۱۵۔اگر اسلام ضد علم ہوتا تو مسلمان کبھی علم حاصل نہ کرتے۔

۱۷۔قرآن ضد علم ہے؟

۱۸۔کیا نبی اسلام حضرت محمدؐ ضد علم تھے؟ یا اصحاب خلفاء یا بعد میں آنے والے بنی امیہ وبنی عباس ضد علم تھے؟

علم اور دین ﴿۳۲﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

اگلے مرحلہ میں دین کا بھی تعارف کرنا ہوگا یہ کون سا دین ہے جو علم کے خلاف ہے یا جنگ کرتا ہے، اس میں دین یہود و مجوس اور نصرانیت ہے یا دین اسلام ہے۔

ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کی وضاحت کریں اس کا تجزیہ و تحلیل کریں کیونکہ انہوں نے یہ پروپیگنڈا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے گھڑا ہے کہ دین اسلام اس علم کے خلاف ہے جو انسان کو ترقی کی شاہرہ پر گامزن کرتا ہے ہم یہاں اس پروپیگنڈے کی وضاحت کریں گے' تا کہ ہماری عوام اس دھوکے میں نہ آئے۔

ہاں ایک فرقہ جو خود کو وارث علم سے تعارف کراتا ہے انہیں تعلمیہ کہتے ہیں، ہاں یہ فرقہ دین کو نہیں مانتا۔ وہ ضد دین ہے لیکن ضد علم نہیں بلکہ اپنے فرقے کو علوم کے داعی متعارف کرتے ہیں لیکن علم دین سے وہ خائف رہتے ہیں اس سے چڑتے ہیں۔ وہ علم کی سہولیات سے استفادہ کرنے کے لیے علم حاصل کرتے ہیں۔ یہ دین کا علم حاصل کرنے والوں کو دین کا علم پڑھنے نہیں دیتے، اگر پڑھیں تو سخت پاداش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عقل اور علم ضد دین ہیں کواشف زیوف ص ۱۷ علامہ میدانی لکھتے ہیں الحادیوں نے امارت دین کو منہدم کرنے اور شرائع الٰہی سے انکار کرنے کے لئے دو دعوے کیے ہیں۔ ان کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ عقل و دین میں تناقض پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عقل میزان ہے کہ حق کو حق درک کرے اور باطل کو باطل درک کرے، یہ خصوصیت عقل ہے۔ عقل کہتی ہے دین کو چھوڑیں اور اس پر اعتماد نہ کریں۔ ان کا کہنا ہے دین خرافات و اوہام ہے اصل میں یہ لوگوں کی گھڑی ہوئی چیزیں ہیں جنہوں نے لوگوں کے اختلافات سے یا لوگوں کے مصالح سے جنم لیا ہے لیکن گزشتہ زمانے کے بعد یہ اس نظریہ سے ہٹ گئے اور عقل کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔

ہمارے ملک پاکستان جس میں ۹۵ فیصد مسلمان آباد ہیں لیکن یہاں پر راج کرنے والے سیکولروں کا کہنا ہے کہ نئے علوم دین و شریعت کو مسترد کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے پیش کردہ علوم کو دیکھنا ہے کہ وہ کونسے علوم ہیں جو دین کو مسترد کرتے ہیں۔ مغرب والوں نے اپنے علوم کو تین حصوں میں پیش کیا ہے۔

۱۔ علوم تکوینیات جس میں ملکیت جغرافیات، تاریخ تکوینیات، علم الحیوان، علم الحشرات وطیور و انسان آتے ہیں۔

۲۔ علم نظمیات دنیا کے گوشہ و کنار، اقصی مشرق سے اقصیٰ مغرب، اقصیٰ شمال سے اقصیٰ جنوب کو جوڑنے اور ان سب سے وصل کرنے کے علوم شامل ہیں۔

۳۔ تعلقات و روابط انسان پر مبنی علوم یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے تعلقات و روابط ہونے چاہئیں۔

## علوم اور دین:

علم سے مراد وہ تمام علوم ہیں جو انقلاب فرانس کے بعد اکتشاف (تحقیق جدید) ہوئے ہیں جن میں علوم کونیات، فلکیات، علم الحیوان، علم ایٹم سازی، علم الانسان، طب کے شعبے، علم التاریخ مراد ہیں۔ آیا یہ علوم دین کو مسترد کرتے ہیں، دین کو بے بنیاد اور وہم و خیال اساطیر قدیم قرار دیتے ہیں یا ان علوم کے کشفیات کے بعد انسان دین سے بے نیاز ہو جاتا ہے یا یہ تمام علوم قرآن و سنت نبیؐ کے خلاف ہیں۔

۱۔ کیا علم کل ادیان کی ضد ہے؟

۲۔ علم ضد ادیان خود ساختہ ہے جیسے بوزی، سکھ، بدھ مت وغیرہ

۳۔ علم ضد ادیان منحرف و ضالہ ہے۔

۴۔ علم کے ہوتے ہوئے دین کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

۵۔ یہ تمام علوم قرآن وسنت میں موجود ہیں، مغرب والوں نے ہم سے چرائے ہیں۔
ہم پہلے اس مفروضے سے شروع کرتے ہیں یہ جو بعض علماء ودانشوران عجمیوں کا اصرار ہے کہ قرآن وسنت میں تمام علوم وسائنس موجود ہیں بطور مثال اسلام نے علم طب کے کشفیات ۱۴سو سال پہلے بتائے ہیں۔ اس نظریہ کے حامل یا تو باطل پرست، مفاد پرست اور جاہ طلب ہیں یا بے وقوف ہیں اور مغربیوں کے گماشتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بے بنیاد اقوال وکلمات کے ذریعے دین میں تشکیک ڈالی ہے کیونکہ کتب آسمانی تورات وانجیل وزبور وقرآن مفروضات ریاضیات وفلکیات کے اسباق پر مشتمل نہیں ہیں اور نہ ہی انبیاء الٰہی اسکی تدریس کے لئے آئے ہیں کیونکہ یہ علوم غیر محدود ہیں۔ غیر محدود کو کسی محدود میں محدود نہیں کر سکتے ہیں۔ المختصر یہ انبیاء کی ذمہ داری نہیں ہے۔

## دین اللہ کا پیغام:

اللہ کا دین جسے اللہ نے انبیاء کے ذریعے بشر کیلئے بھیجا ہے اس میں بنیادی عقائد اور تنظیم حیات انسانی کے بنیادی اور ناگزیر اصول درج ہیں۔ بشر اپنی زندگی کو سعادتوں سے ہم کنار کرنے اور شقاوتوں اور بدبختیوں سے دور رکھنے کیلئے ایک اصول زندگی کا نیاز مند ہے کیونکہ اس کی ساخت میں غرائز ومیلانات میں تزاحم وتصادم ہے۔ انسان کو اللہ نے آزاد وخود مختار بنایا ہے، یہ انسان اپنی رغبت اور خواہشات، کسب دولت وقبض ذخائر دنیا غیر محدود رکھتا ہے، اس انسان کے کسب مال ومنال، جاہ ومقام اقتدار وتسلط اشباع غرائز جنسیات کو توازن وتعادل میں رکھنے کیلئے وہ خود ایک قانون حدید صارم کا نیاز مند ہے۔ ایسا قانون بنانے والے کتنی ہی اعلیٰ وارفع انعام یافتہ درسگاہوں کے فارغ التحصیل، سالہا سال کے تجربات رکھنے والے ذہین وفطین کیوں نہ ہوں، وضع نہیں کر سکتے۔ ان کے بنائے ہوئے قانون کا بطور اجتماعی تضارب وتصادم، بغض وعدوات، سودخوری ومفاد پرستی سے مبرا ہونا ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ جس قانون ساز اسمبلی میں پڑھائی کی یا تو شرط ہی نہ ہو یا جس کے لیے جعلی اسناد کافی ہوں وہاں انسان کی فلاح کے لیے ایسا قانون بنانا کیسے ممکن ہوگا؟ تو قانون اپنی ساخت یا تصویب میں اکثریت کا ہو یا اتفاق سے ہوتا ہے یہ ماوراء خلوت میں ایسی تطبیق عملی نیاز ایمان ذات رقیب وعتید رکھتا ہے جو سر وخفی نہان و پنہان سے واقف ہو۔ نیز عاصی متمرد دین اور سرکشوں کیلئے اس کے حضور میں انکار کی گنجائش نہیں جہاں قضاوت کا فیصلہ خود انسان کے ضمیر کو دیا گیا ہو اور یہ اقرء کتابک کفی نفسک الیوم جیسا ہے۔

## علم دین کی دلیل ہے: [تکامل فی الاسلام ج ۳ ص ۱۰]

حضرت علی نے فرمایا **بالعلم یعرف اللہ و یوحد** علم بہترین وسیلہ ہے۔ اللہ کی مخلوقات میں دقائق اور خصوصیات جاننے کا ذریعہ ہے علم مخلوقات کا ایک دوسرے سے رابطہ واضح کرتا ہے۔ عالم جماد ونبات وحیوان کے ایک دوسرے سے رشتے کو بیان کرتا ہے، علم عظیم روشن وتابناک فلکی نظام سے آشنائی کرتا ہے، علم اس فلک شناس انسان جس کا دل گناہ وجرائم سے قصی نہیں ہوا، اس کی آنکھوں سے اللہ کے حضور اللہ کی تقدیس اور خشوع میں اشک باران کراتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے اس کائنات میں کتنی باریک ودقیق مبادلات ہیں، نئے قوانین ہیں، اس فلکی نظام کو دیکھ کر ہنری بریکسون اللہ کی وحدانیت پر ایمان لایا جب اس نے ذرہ میں موجود دقیق نظام کا مشاہدہ کیا اور حیرت انگیز قوانین کو دیکھا۔ یہ جو ذرہ ہے اس کے سقر اور حجم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک کروڑ ذرّوں کو کروی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھیں تو ان کی لمبائی صرف ایک ملی میٹر ہوگی۔ اس کائنات میں جو نظام ہے وہ کسی ڈاکٹر کے باطن میں موجود فسق وفجور سے آلودہ نہیں، وہ اللہ کی عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، وہ دیکھتا ہے اللہ نے اس انسانی دماغ میں کیا چیز رکھی ہے۔ اس دماغ میں دو کروڑ

رگیں موجود ہیں جو ایک دوسرے سے دقیق انداز ے میں ملی ہوئی ہیں اگر ان میں سے ایک میں کوئی خلل آ گیا تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک ایسا نظام سائنس دانوں کے لیے حیران کن ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اجرام سماوی کو کیسے ترتیب دیا ہے۔

مثلاً اجرام سماوی میں ہماری زمین کو سورج سے کتنا اور چاند کو زمین سے کتنا دور رکھا ہے اس نظام کے بارے میں اللہ فرماتا ہے **فلا اقسم بمواقع نجوم وانہ لا قسم لو تعلمون عظیم** واقعہ ۷۵۔۷۶ اگر زمین اور سورج کے درمیان موجودہ فاصلہ دگنا ہو جاتا تو اس زمین کی حرارت جو ہمیں سورج سے ملتی ہے وہ ایک چوتھائی کم ہو جاتی اور زمین کی حرکت کی سرعت اپنے گرد نصف پر گر جاتی۔ اس طریقہ سے سردی کا موسم موجودہ حال کی بنسبت دگنا ہو جاتا اور کائنات جم جاتی اور زمین پر جتنی ذی حیات یہاں موجود ہیں ان کیلئے اس زمین پر سکونت ناممکن ہو جاتی، اگر زمین اور سورج میں موجودہ فاصلہ نصف ہو جائے تو زمین پر موجودہ حرارت دگنا ہو جاتی جس سے حرکت زمین میں تیزی آ جاتی اور یہاں چار فصلوں کی مدت کم ہو جاتی اور زمین میں جہاں پانی ہے وہ بخارات بن جاتا، شدت حرارت سے زندگی گزارنا ناممکن ہو جاتا۔ کیونکہ وہ سورج سے قریب ہو جاتی اگر اللہ نے اس زمین کے اوپر ایک گیس کا پردہ نہ لگایا ہوتا جو ۸۰۰ کلوگرام ہے تو جتنے پتھر یہاں موجود ہیں وہ سب بہت جلد ختم ہو جاتے یہ پتھر ۵۰ کلومیٹر فی سیکنڈ فاصلہ طے کرتے ہوئے زمین سے ٹکراتے تو یہاں کسی کے لیے بھی زندگی ممکن نہ ہوتی، اسی گیس کا دبیز پردہ زمین کا سپر ہے۔ زمین کو سورج کی تپش وحرارت سے بچانے کے لئے بھی اس پردے کا بڑا کردار ہے تاکہ یہاں انسان، نباتات وحیوانات ایک محفوظ زندگی گزار سکیں۔

اسی طرح پانی اور بخارات کا دریاؤں سے دیگر سمتوں کی طرف نقل کرنے کے لیے اگر یہ غلاف نہ ہوتا تو ہر طرف خشک سالی آ جاتی۔ اگر ہماری زمین کا حجم چاند کے برابر ہوتا یعنی موجودہ حجم کا ایک چوتھائی تو اس میں جاذبہ زمین کی سطح پر ختم ہو جاتی اور پھر اس میں پانی اور ہوا جذب نہیں ہو سکتی تھی اور اس پر پانی ٹک نہیں سکتا تھا۔ اس وقت قوت جذب موجودہ قوت جاذبہ کا چھٹا حصہ ہوتی اور درجہ حرارت اتنا بلند ہو جاتا کہ زندگی یہاں مشکل ہو جاتی، اگر زمین کا حجم جو اس وقت ہے اس سے دگنا ہو جائے تو اس پر سطح زمین اس کے چار برابر ہوتی تو اس وقت جو زمین کی قوت جاذبہ ہے دوگنا ہو جاتی۔ اس کی قوت کا جو دباؤ ہے وہ ایک کلوگرام سے گر کر ایک گرام رہ جاتا۔ اگر زمین اپنے حجم میں سورج کے برابر ہو جاتی تو قوت جاذبہ اس پر ۱۵۰ گنا زیادہ ہو جاتی۔

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ فطرت میں ۸۸ عناصر ہیں اور یہ تقسیم بغیر کسی نظام وترتیب کے پیدا ہوئی ہے اور یہ عناصر اپنے وجود اور ترتیب میں اچانک وجود میں آئے ہیں تو ماہرین علوم ریاضی کو چاہیے کہ تحقیق کریں کہ یہ صدفہ اپنی جگہ کیسے وجود میں آیا اور یہ احتمال بھی دیکھنا چاہیے کہ اس صدفہ کے احتمالی درجات کتنے ہیں؟ ممکن ہے جہاں عناصر خمسہ ایک مادہ کے وجود کے لئے چاہئیں۔ علم کائنات کے بارے میں انسان مومن کو اللہ کے حضور میں رکوع کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کے حضور میں خاضع ہو جائیں۔ اور تقاضا کرتا ہے کہ وہ آنکھوں سے اس درگاہ میں اشک ریزی کریں اور اس ذات سے محبت کریں اور اس کی تسبیح کریں۔

## جہل اصول: [محاضرہ ص ۱۹۶]

امام صادق نے فرمایا **الجھل صورت کبت فی بنی آدم اقبالھا ظلمة ادبارھا نور** جہل ایک ایسی چیز ہے جو بنی آدم کی اندر پائی جاتی ہے۔ جہالت کا عروج تاریکی کی مانند ہے اور انسان جہالت میں منقلب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کئی سالوں کے افعال کے بعد انسان خود محسوس کرتا ہے کہ وہ ان سرزد افعال میں کچھ میں جاہل رہا ہے وہ انہیں معیوب سمجھتا ہے اور جب ان کو دوسروں کے اندر دیکھتا ہے تو انہیں ناپسند بھی کرتا

## علم اور دین ﴿۳۵﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

ہے اور خود کو اس بارے میں عالم جانتا ہے امام علی نے فرمایا کہ علم تین قسم کا ہوتا ہے فقہ ادیان کے لئے ،طب ابدان کے لئے اور نحو لسان کے لئے ہے۔

علم خاصہ سے مراد علم دین ہے لیکن علم دین سے مراد کونسا علم ہے؟ علم نحو،علوم عربیہ،علم منطق وفلسفہ مراد ہے یا علم عقائد واصول معارف یا علم بفرائض واجبات مراد ہے یا یہ علم اخلاق حمیدہ ورذیلہ ہے یا علم بنظم اجتماعات واقتصادیات وسیاسیات ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے نبی کریمؐ نے فرمایا علم کے تین درجات ہیں جن میں علم بعقائد،علم بفرائض واجبات اور علم اخلاق حمیدہ ورذیلہ شامل ہیں۔

الحیاۃ ج۲ص۲۸۴

أ..العالم بلا عمل يزداد من الله بعدا:

١ .النبیؐ من ازداد فی العلم رشدا فلم يزدد فی الدنيا زهدا لم يزدد من الله الا بعدا.

٢ .النبیؐ فيما رواه الامام اميرالمومنين:من ازداد علما ولم يزدد هدى لم يزدد من الله الا بعدا.

٣.الالمام سجادؑ مکتوب فی الانجیل :لا تطلبوا علم ما لا تعلمون ولما تعلموا بما علمتم ،فان العلم اذالم يعمل به لم يزدد صاحبها الا كفر ولم ميزدد من الله الا بعدا

ب..العالم بلا عمل يهون عليالناس:

١ .الامام علیؑ لو ان حملة العلم حملوه يحقه لا حبهم الله وملائكته واهل طاعته من خلقه ولكنهم حملوه لطلب الدنيا فمقتهم الله وهانوا على الناس.

ج...العلم بلا عملاشد الناس ندامة وعذابا

١ ..النبیؐان اهل النار ليتاذون من ريح العالم التارک لعلمه وان اشد اهل النار ندامة وحسرة رجل دعا عبدا الى الله فاستجاب له وقبل منه،فاطاع الله فادخله الضنه وادخل الداعی النار بتركه علمه واتباعه الهوىٰ.

٢ .الامام الصادقؑ اشد الناس عذابا عالم لا ينتفع من علمهٍ بشی.

د...العالم بلا عمل سفيه:

١ .الامام صادقؑ العلماء همتهم الرعايه والسفها همتهم الرواية

ە.العالم بلا عمل جاهل

١.النبیؐ ان العلم يهتف بالعمل فان اجابه والا رتحل عنه.

٢ .الامام على لا تجعلوا علمكم جهلا ويقينكم شكا اذا علميم فاعملوا واذا تيقنتم فاقدموا.

٣.الامام على كفى بالعلم جهلا ان ينافى علمه عمله.

۴.الامام صادقمن لم يصدق فعله قوله فليس بعالم

و.العالم بلا عمل اسوا حالا من الجاهل:

۱ .الامام علیؑ فان العالم العامل بغیر علمه کالجاهل الجائر الذی لا یستبق من جهله بل الحجه علیه اعظم والحسرۃ له الزم وهو عند الله الوم

ز .العالم بلا اعمل وسوء اثره

۱ .الامام علی انما زهد الناس فی طلب العلم کنذة ما یرون من قلة من عمل بما علم

ح...الدعوة بلا عمل فاشلة:

۱ .النبیؐ یا اباذر! مثل الذی یدعو بغیر عمل کمثل الذی یرمی بغیر وتر.

۲ .الامام صادقؑ ان العالم اذا لم یعمل بعلمه زلت موعظته عن القولب کما یزل المطر عن الصفا.

ط.خطباء الامه غیر العاملین:

۱ .النبیؐ رایت لیله اسری بی الی السماء قوما تقرض شفاههم بمقاریض من نار ثم ترمی فقلت یا جبرئیل !من هولاء ؟فقال خطباء امتک یامرو الناس بالبر وینسون وهم یتلون الکتاب افلا یعقلون.

ی.ثعالب الامة

۱ .الامام سجادؑ زرارة بن اوفی قال دخلت علی بن الحسین فقال یا زرارة الناس فی زماننا علی ست طبقات اسد و ذنب و تعلب و کلب و خنزیر و شاة واما النعلب فهولا الذین یاکلون بادیانهم ولا یکون فی قلوبهم ما یصفون بالسنتهم.

یا...مثل العالم لا یعمل بعلمه:

۱ .النبیؐ مثل الذی یعلم الخیر ولا یعمل به مثل السراج یضی للناس و یحترق نفسه.

۲ .الامام علی علم بلا عمل کشجر بلا ثمر.

وفی ذلک المعنی جاء قوله تعالیٰ مثل الذین حملو توراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا.

۱ .النبیؐ لا قول الا یعمل.

۲ .الامام علیؑ فلعن الله السفها لرکوب المعاصی والحملاء لترک التناهی.

۳ .الامام علیؑ وانهوا غیر المنکر وتناهوا عنه فانما امرتم بالنهی بعد التناهی.

ہم یہاں مثال فارسی پدرم سلطان بودنہیں کہیں گے کہ طب کے ماہر علم رازی کندی، کیمیاء کے جابر بن حیان، بیرونی وابوحیان ہمارے تھے، ابن الہیثم، ابن رشد، ابن خلدون، فارابی اورابن سیناء وطوسی ہمارے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے ایسے رویوں کی مذمت کی ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہیں گے کہ پہلے ہم آگے تھے لیکن تم پیچھے تھے، اگرآگے ہوگئے ہوتو ہمارے توسط سے ہوئے ہو۔ ہم یہ بھی نہیں کہیں گے ہمارے علم کا منبع علی اور جعفر صادق سے ملتا ہے۔ آپ کیوں الرجک ہیں؟ کہ علی نے جہاں سے لیا ہے اس کا ذکر نہ کریں۔ ہم بھی یہ نہیں کہتے کہ تمام علوم ذرہ سے لے کر کہکشاں تک، کیڑے مکوڑوں سے لے کر ہاتھی تک کا علم قرآن میں ہے، سینہ علی میں ہے۔ قرآن ومحمدؐ نے انسان کو نظام حیات دیا ہے۔۔

## اہداف تعلیم وتعلم:

علم اور دین ﴿۳۷﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

حصول علم کے اہداف و معرفت، اس کی ثقافت اور اصول روحانی، فکری، عقیدتی، اجتماعی، علاقائی اور آفاقی ہیں لیکن یہ سب اس وقت ممکن ہے جب علم و معرفت ایک صالح نظام کے تحت ہوں اور جب ہر ایماندار انسان امن و عافیت کے سایہ میں ہو۔ ممکن ہے یہاں کوئی طالب علم یہ اشکال اٹھائے کہ نافع علم اور نافع معرفت تک رسائی کے لئے کسی نظام کا سایہ فگن ہونا کیوں ضروری ہے؟ عادلانہ نظام کے قیام کے لئے علم کی ضرورت ہے تاہم یہ اپنی جگہ دور اور محال ہے۔

اسلام یتحدی ص ۱۹ عصر جدید کو عصر الحاد بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دور میں الحاد کو وسیع پیمانے پر پھیلانا شروع کیا گیا ہے۔ اس وقت کا الحاد، الحاد محض نہیں بلکہ ان کا طریقہ کار منہج، دراست الحاد ہے جو تطور و تمدن کے بعد پہنچا ہے۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین باطل ہے اسلام یتحدی ص ۲۵ پر لکھتے ہیں پچھلی صدی میں ہونے والے تطور علمی نے تمام اساطیر انسانی چاہے وہ جس چیز سے متعلق ہوں، بتوں سے متعلق ہوں یا دین سے یا مادی کائنات اور ستاروں سے متعلق ہوں، سب کو منفجر کیا ہے۔ یہاں ھکلی کہتے ہیں کہ نئے علمی انکشافات نے دین کے حقائق سے پردہ ہٹایا ہے اس کتاب کے ص ۲۵ پر فرانس کے فیلسوف اوجیت جومت لکھتے ہیں فکر انسانی تین ادوار میں تقسیم ہوتی ہے:

۱۔ مرحلہ لاہوتی وہ دور ہے جس میں تمام واقعات کو الہ کے نام سے تفسیر کیا گیا ہے۔

۲۔ میٹافیزا اس میں انسان نے حوادث کو عناصر خارجہ سے تفسیر کیا ہے۔

۳۔ رحلہ وصفیہ حوادث جو عناصر خاصعہ قوانین سے تفسیر کیا ہے۔

ہم یہاں علم کے بارے میں گھڑے گئے قصائد و ترانے نقل نہیں کریں گے جس طرح بعض علماء سیکولروں کو خوش کرنے اور اپنی روشن خیالی اور وسعت صدری ثابت کرنے کیلئے آیات متشابہات اور خود ساختہ روایات سے استناد کرتے ہیں، کہ ان آیات و روایات میں کوئی قید و تخصیص نہیں۔ علم کی یہ فضیلت صرف عقائد، احکام، اخلاق، حقائق کی تفسیر یا قرآن کے دقائق حاصل کرنے کے لئے مختص نہیں بلکہ علم کی اس فضیلت میں خوردبین سے دیکھی جانے والی انتہائی باریک ترین اشیاء جیسے جراثیم سے لے کر ایٹم بم سازی، علم زہر سازی، انسانوں کو مارنے والے خودکش علوم تک سب شامل ہیں۔ دنیا میں علم کے تین مصادر ہیں حواس خمسہ ظاہری ہے جسے مغرب والے علوم تجربات کہتے ہیں لیکن اس میں نئے وسائل و ذرائع سے حاصل محسوسات بھی آتے ہیں ان علوم میں چند صدیوں سے یورپ میں حیرت انگیز پیش رفت ہوئی ہے، علوم تجربیات کا سہرا مغرب کو جاتا ہے۔

زندگی سے متعلق علوم جیسے تجرباتی علوم طبیعت فیزیکس، کیمسٹری اور فلکیات وغیرہ وہ علوم ہیں جو اسلام آنے سے پہلے یونان اور مصر کی قوموں کے پاس کم و بیش موجود تھے البتہ ایک عرصے سے مغرب والے اس بارے میں بہت آگے نکل گئے ہیں اور یونان و مصریوں کو قرون وسطیٰ والوں کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان علوم میں وحی کی ضرورت نہیں لہٰذا قرآن کریم میں عامۃ الناس کو ان علوم کے بارے میں توجہ نہ کرنے کی کوئی ملامت و مذمت نہیں آئی۔ اس حوالے سے ہم افلا تعقلون نہیں دیکھتے۔ تاہم یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ علم صرف کسی چیز کی تہہ اور حقیقت تک پہنچنے کا نام نہیں بلکہ علم کے بعد اگلا مرحلہ میں اس ذمہ داری اور علمی تقاضوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔ قرآن و سنت میں علم کو انسان کا مقصود و مطلوب قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کی قدر و منزلت اس کے حصول کی غرض و غایت سے مربوط کی گئی ہے۔

منورین اور عصریین اور ترقی پسندوں نے اپنے قلم و بیان سے دین اسلام کو اس کے میدان عمل سے خارج کیا ہے، انہوں نے مسلمان نسل جدید کو اغواء بلا تاوان کرتے ہوئے کہا کہ علم اور دین میں تضاد و تصادم پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ مادہ کے علاوہ کسی چیز کے ہونے سے صراحتاً انکار کرتے ہیں، ملحدین کا یہ انکار

ایک قسم کی دہشت گردی اور اعمال طاقت وقدرت ہے۔ اس کی مثال اس طرح سے دی جاسکتی ہے ایک ڈاکٹر یہ دعویٰ کرے اقتصاد و معاشیات کوئی علم نہیں کیونکہ دونوں کا موضوع الگ ہے۔ مادین کا میدان تحقیق خود مادہ ہے، اس مادہ میں کتنے عناصر پائے جاتے ہیں اور کونسے عناصر پائے جاتے ہیں یہ ان کا موضوع ہے جب کہ دین کا موضوع یہ ہے کہ یہ عناصر کس کے پیدا کردہ ہیں۔

ڈاکٹر یہ بحث کرتا ہے اس بیماری میں کونسے جراثیم در آئے ہیں اور اس کا خاتمہ کس چیز سے ہوگا لیکن یہ کیوں پیدا ہوئے، کس نے پیدا کیے یہ مادین کا موضوع بحث نہیں ہے مادبین مادہ کے اوپر دیکھتے ہیں کہ کیا کیا چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ مادہ کی مملکت میں سیر کرتے ہیں تخصص کرتے ہیں جبکہ خود کو احکامات الٰہی کا پابند سمجھنے والے انسان ماورائے مادہ دیکھتے ہیں یہ مادہ کہاں سے اور کس نے پیدا کیا ہے؟ نیز ملحدین کا کہنا ہے تنہا دین نہیں بلکہ اخلاق، عدل وخیر، رحمت و مساوات ایثار ومحبت ,اور حق حریت سب خرافات اور کھوکھلے ہیں بلکہ یہ سب وقت اور حالات کی پیداوار ہیں اور علم آنے کے بعد ان کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

## علم ضروری:

جس طرح مادی زندگی کے لئے کچھ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے بعض مستحب، مستحسن اور بعض اضافی، فالتو اور عیاشی متصور ہوتی ہیں اسی طرح روحانی و معنوی زندگی کیلئے بھی درجہ بندی ہے۔ روح کی غذا علم ہے اور علم بھی بعض ضروری بعض مستحسن اور بعض فالتو ہیں بطور مثال انسان کے لئے ہمہ وقت ضروری اور ناگزیر علم کونسا ہے جب یہ واضح ہو جائے تو انسان کو اس علم کو پہلی فرصت میں حاصل کرنا ضروری ہے۔ ضروریات کے حصول کے بعد مستحسنات کی نوبت آتی ہے پھر تعایش یعنی فالتو علوم کی نوبت آتی ہے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ علمی ضروریات میں سے مجھے پہلے کونسا علم حاصل کرنا ہے۔

## ذرائع تعلیم:

آپ کے پاس ایک علم ہے، دوسرا علم تک رسائی ہے۔ اس کے مصادر تجزیہ، عقل اور وحی ہیں، عالم علم انہی مصادر سے اخراج کرتے ہیں انہیں مفکرین نوابغ بشر، فلاسفہ اور انبیاء کہتے ہیں۔ ذریعہ تعلیم کیلئے تین ذرائع کا بتایا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی چلے جائیں لیکن نقل ہونے والے علوم کو جنہوں نے سیکھنا ہے ان میں راسخ ہو جائیں اس طرح علم ان کے وجود کا حصہ بن جائے۔ علم صرف غزالی کا ہی نہ رہے، علم صرف مجتہدین کے رسالہ عملیہ تک محدود ہو کر نہ رہ جائے اور مسائل کا حل دیکھنے کے لئے خود بھی غور وفکر اور تردد کی عادت رہے۔ علم کی عادت یوں ہو کہ گھر میں، کھیت، گاڑی، بستر ہر جگہ ساتھ ہو جائے۔ اس قسم کے علم و تعلیم کا داعی سقراط تھا جو کہتا تھا کہ ہم اپنے شاگردوں کو علم نہیں سکھاتے کیونکہ ہمارے پاس ہر علم نہیں ہے، ہم ان کے اندر علم کی سرشت اور علم کی خواہش کو ابھارتے ہیں۔ بہر حال ہم سکھاتے وقت بچوں کے ساتھ سختی کرنے یا بچوں کو ہمیشہ خوش وخرم رکھنے کیلئے مٹھائیاں، گڑیاں اور دوسروں پر چھوڑنے، نیز سمجھنے کے بجائے رٹہ لگانے کے قائل نہیں ہیں۔ نئے فلسفہ تعلیم دین کا موضوع بحث اور گفتگو باقی رہے گی اسے ہم اس کے اہلیان کے لئے چھوڑتے ہیں، اس میں مکھی نکالنے سے گریز کرتے ہیں۔ تاکہ مزید بدنامی کا باعث نہ بن جائیں، لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ شرف الدین اب تو نقل تمرد والی الجبر بھی کرنے لگے ہیں۔

علم کو صرف انگریزی زبان میں ہی سکھایا جاتا ہے۔ روشن خیالوں کے نزدیک آپ باقی زبانوں میں یہ علم سیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ ایک فکر ابلیسی وشیطانی ہے۔ جدید انگریز نے ہمارے خطے سے جاتے وقت یہ فکر اپنے ملازم سرسید احمد خان کے ذریعے دی تھی۔ ان کے مرنے کے بعد حرام خوری کے خواہشمند ہر ایک نے سرسید کی طرح بننے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ جس کو آج کل علماء منہج التعلیم کہتے ہیں یہ مناھج تعلیم کے حوالے سے کہتے ہیں:۔

علم اور دین ﴿۳۹﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

ا۔ اپنے علوم ونظریات کو دوسروں تک پہنچانے کے بنیادی طور پر تین ذرائع ووسائل نظر آتے ہیں:

ا۔ بیان زبانی ۲۔ تصنیف وتالیف ۳۔ اشارات وانعکاسات ٹیلی ویژن، ڈرامے، فلم وغیرہ۔ واضح رہے مغرب نے اس نہج کو حسن نیت، خدمت اور فروغ علم کی خاطر نہیں اپنایا بلکہ اسے اپنے منافقانہ چہرے کے نقاب کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لیکن خود ان ذرائع کے بھی بہتر اور مدارج کے لحاظ سے اقسام وانواع بتاتے ہیں، یہاں تک کہ منہج تعلیم میں بہتری وبرتری لائیں، یہ اپنی جگہ مستحسن ہے۔ لیکن انہوں نے دوسرے علاقوں کو اپنے مستعمرات میں تبدیل کرنے اور ان کے عقائد ونظریات وافکار کو ان کے اذہان سے خالی کرنے اور الحادی نظریات کو جاگزین کرنے اور آخر میں انہیں اپنا غلام بنانے، اپنی قید وبند میں اسیر کرنے، ان کی خود مختاری وعزت نفس کو ختم کرنے اور ان کو غلامی کے احساس کو افتخار سمجھنے کی تعلیم دی۔ ان سے انتساب کو شرافت مندی سمجھنے کے طریقہ تعلیم کو مناھج تعلیم کہتے ہیں، اس کے لئے تعین کردہ مراحل ومراتب کو تعلیم کہتے ہیں اس کیلئے انہوں نے مدارج طے کئے ہیں۔

ا۔ پہلے مرحلے میں یہاں کے دین کو نصاب میں شامل رکھیں۔

۲۔ اپنی زبان کو ضروری نصاب میں شامل کریں۔

۳۔ علاقائی زبان کی تحریک چلائیں۔

۴۔ رفتہ رفتہ اسلامی تاریخ کو نکال کر اپنی تاریخ کو نصاب میں ڈالیں۔

۵۔ ہر فرقے کے پیرومرشد کو نصاب میں شامل کریں۔

۶۔ یہاں کی زبان کو رفتہ رفتہ ختم کریں، یہاں تک کہ تعلیم جنسیات کو بھی نصاب میں شامل کریں، اسی طرح پولیو کو بھی نصاب میں رکھیں۔

۷۔ ان طالب علموں کو اسکالرشپ دیں۔

پڑھا لکھا دانشور بنانے کے نام سے انہیں اپنے دین سے کیسے منحرف کریں؟ انہیں کیسے کافر ملحد بنائیں۔ انہیں کیسے اپنا گرویدہ اور اسلام سے بدظن بنانا ہے یہ ان اغراض واہداف کو بھی منہج تعلیم کہتے ہیں۔ کسی بھی علم کی قدر وقیمت اس کے اغراض وغایات سے ہوتی ہے کیونکہ بغیر غرض وغایت عمل کو فعلِ عبث کہتے ہیں۔ فعل عبثِ عاقل انسان سے صادر نہیں ہوتا بلکہ اسے مجنون اور احمقوں کا فعل کہا جاتا ہے لہٰذا بے مقصد، بغیر تعین اہداف یا خسیس اہداف سے حاصل علوم کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی، جس طرح علم حاصل کرنے کے بعد اس علم پر عمل نہ کرنے والوں کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب ''الحیاۃ'' تالیف برادران حکیمان ج ۲ ص ۲۸۴ پر وارد روایات نوٹ کریں۔ اسی طرح حوزات ومدارس میں نصاب پڑھ کر آنے والوں کے علم کی کوئی قدر نہیں کیونکہ اس کا مقصد غایت نہیں نیز وہ علم جو اپنے دین وملت کو گروہوں میں تقسیم کرنے کیلئے پڑھتے ہیں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ چنانچہ قدیم زمانے کے عمائدین علماء سے لے کر عصر حاضر کی درسگاہوں میں حصول علم کرنے والوں کے درجات ومراتب میں آسمان وزمین کا فرق بتایا جاتا ہے۔ استحصالی، استعماری حکومتیں اپنے مستعمرات میں عسکری یا سیاسی مزاحمتوں کے اقدامات سے خود کو نہیں بچا سکتیں نہ وہ اسلام کے شیدائوں، اسلام کے مجاہدوں، اسلام کے گرویدوں، اسلام کے مخلصوں کے علاوہ حس وضمیر ووجدان استقلال کے لئے قربانی دینے والوں کا راستہ روک سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے ضروری اور ناگزیر تھا کہ اس ملت اسلام سے نفاق برتنے والے، استقلالی آزادی فروشوں پر گزارہ کرنے والے افراد کو علم کے ذریعے سے اسلام کا راستے روکنے کیلئے گرویدہ بنائیں۔ مسلمانوں کے گھروں سے ہی ان کے بچوں کو اسلام دشمنی کی تربیت دیں۔ ملک کی پیداوار کو کم کریں، دوسروں کی پیداوار کو بازاروں میں لانے والی اقتصادی تربیت دیں، اقتدار اعلیٰ اسلامی کے منصب پر الحاد پسند افراد کو تربیت دیں۔ علم کے نام سے دوسروں کی بولی سیکھنے والے مدارس کی بنیاد

ڈالیں، حصول علم کو مہنگا بنانے کے لئے سرمایہ داروں کو رغبت دلائیں۔ اس علم کو بے حرج بلکہ ضروری اور ناگزیر گردانننے کے لئے وسعت صدری رکھنے والے قرآن اور سنت سیرت محمدؐ تاریخ درخشان اسلام سے ناواقف علماء کی تائید حاصل کریں اور سیاسی پر چمداروں کے بیانات کے ذریعے تنہا انہی کو اسلام کا ترجمان بنائیں۔

علم مسلمانوں کے ہاں دو شقوں پر مشتمل ہے یعنی شق شرعی اور دوسرا شق کائناتی ہے۔ قرآن کریم جو مسلمانوں کا آئین حیات ہے، اس نے دونوں شقوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔ شق شرعی سے مراد ایمان بذات باری تعالیٰ، ایمان بہ کتب وانبیاء ایمان بہ رسالت محمدؐ ایمان بہ آخرت ایمان بہ مادہ ایمان بہ غیب دیگر جس کی طرف قرآن نے دعوت دی ہے اور علم بہ وظائف مسلمین عبادات معاملات اور ان کے مصادر اولیٰ قرآن وسنت محمدؐ اور تاریخ اسلام مراد ہے۔ دوسرا علم بہ کائنات سے مراد ہر وہ چیز مراد ہے جو مناظر و مدارک حواس انسان ہے۔ ملحدین و کافرین کو اللہ سبحانہ کی طرف متوجہ کرنے اور قانع کرنے نیز خود مسلمانوں کے علم میں اضافے کی خاطر اس علم کے حصول کی طرف دعوت دی ہے۔ لہٰذا علم عنصر تکوینی انسان ہونے کے علاوہ سر تکریم انسان بھی علم میں ہے۔ زبان بعثت خاتم انبیاء اور آپ کے بعد دور خلفاء میں زیادہ تر توجہ عنایت علم اولیٰ کی طرف رہتی تھی بلکہ علم کائنات کے نام سے کوئی خاص دروس نہیں ہوتے تھے۔ لیکن علم شریعت میں نصاب درقرآن کریم کے علاوہ نبی کریم کی سیرت طیبہ تھی اور مسلمین اصحاب رسول اللہ ہوتے تھے اور ان علوم کو نیک انسانوں پر چھوڑے ہوئے تھے۔ چونکہ کسب معاش میں انسان زیادہ پریشان نہیں تھے لہٰذا علم کے مفہوم طویل عرصہ تک اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتے رہے، یہاں تک ۱۷۰۰۔۱۸۰۰ میں فرانس میں علم صنعت آیا پھر علم کا مفہوم بہ شریعت یا علم عقلیات سے نکل کر علم تجربیات تک محدود ہو گیا۔

## علم باقی ہے:

روح انسان اور جسم کی مثال اس طرح ہے کہ جس طرح اگر پانی چند دن کے لئے نہ ملے تو جان جانے کا خطرہ رہتا ہے اور اس طرح اگر روح کو علم نہ ملے تو روح مرجاتی ہے۔ روح کے مرنے کی نشانی یہ ہے کہ انسان استقلال آزادی اور خودمختاری کھو بیٹھتے ہیں۔ علم سیکھنے کے کثیر ذرائع ہیں۔ سب سے پہلا ذریعہ الفاظ وکلمات ہیں جو اپنے علاقے کے زبان میں سکھایا جاتا ہے۔ علم اگر آفاقی اور ہمہ گان ہو تو اس میں موجود تمام سہولتیں، بلاتفریق سب کے لئے یکساں ہونی چاہئیں۔ یہاں سے وہ تمام عناصر جن میں رائج تفرقاتی عناصر اور جرائم ہیں، ان کے خلاف مزاحمت کرنا ضروری ہے مثلاً سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں کا فرق، ظلم، ناجائز اور کھلی بغاوت پر مبنی ہے اور معاشرے پر اس کے برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

۲۔ تعلیم کو صوبائی زبان میں سکھانے کی تحریک کے پس پردہ عوامل اس ملک سے بغاوتی پیش خیمہ ہیں۔

۳۔ علم کو انگریزی زبان میں سکھانے کے مزموم عزائم کا انکشاف ہونا ضروری ہے۔

۴۔ غیر سرکاری سکولوں کی مزاحمت اور حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

۵۔ وڈیروں کی سرپرستی نہیں ہونی چاہیے۔

## طریقہ تعلیم وتعلم: ص ۸۳۷

۱۔ طریقہ فلسفی یعنی ربط بین اسباب والمیات جیسا کہ سورہ انبیاء ۱۶۔۲۲۔

۲۔ طبیعی حج ۵۔۷

۳۔ اجتماعی، ایک انسان کا دوسرے انسان سے ارتباط

# ۵۔مصادر علم ومعرفت

## مصادر علم ومعارف:

مصادر جمع مصدر ہے اور مصدر کسی بھی چیز کی جائے خروج ورجوع کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کتاب شرح الامثلہ میں جائے بازگشت گلہ وگوسفند کو مصدر کہا ہے۔ کتب صرف میں یہ بحث کرتے ہیں اصل افعال مصدر کی طرف رجوع کرتا ہے یہ فعل مصدر سے نکلتا ہے۔ یہاں سے علوم ومعارف کی پہلی جگہ جہاں سے یہ نکلتی ہیں اس کو مصادر کہا ہے، اسی طرح بعض افراد نے وسائل، بعض نے اصول اور بعض دیگر نے منابع وماخذ کہا ہے۔ ہماری اس بحث کا محور یہ ہے کہ معارف بشر کتنے ہیں اور کونسے حقائق ہیں جن کی طرف علم بشر برگشت کرتے ہیں۔ جدید علوم کے حامل داعیوں، علماء، مفکرین ملل ونحل عالم اس باب میں اختلاف نظر رکھتے ہیں کہ مصادر ومعارف بشر کی برگشت کہاں جاتی ہے، بعض نے اسے حواس خمسہ اور اس کے وسائل تک محدود کیا ہے۔ وہ اس کے علاوہ کسی اور مصدر وماخذ کو نہیں مانتے کہ اس کی طرف نظر دوڑائیں، ملحدین قدیم وجدید کی یہی منطق ہے۔ اسی طرح دوسرا گروہ جن کے نزدیک عقل تنہا مصدر وماخذ علوم ومعرفت ہے یہ فلاسفہ قدیم وعقلیون جدید کی منطق ہے۔

۳۔ بعض نے محسوسات کے ساتھ معقولات کو بھی مصادر علم ومعرفت میں شمار کیا ہے۔

۴۔ اہل ادیان سماوی نے وحی کو مصادر معرفت گردانا ہے۔

۵۔ عرفاء نے الہام کو بھی مصادر میں گردانا ہے۔ آئیں یہاں ہر ایک کے بارے میں دیکھتے ہیں:

مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۱۲۔۱۳۔۱۳۹۴ص ۱۴۲ از مطہری میں آیا ہے، مادہ کی برگشت دو ہی ہیں:

ا۔ تجربہ ومشاہدہ عینی ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اور قیاس آرائی اور استدلال واستنتاج ہے۔

## مذہب حسی: [عقید تناص ۹۳]

مذاہب حسی کے نزدیک انسان کے پاس موجود تمام معارف علم وآگاہی کی برگشت تجربہ ہے۔ تجربہ کے سوا کچھ نہیں، تجربہ ہے جس سے انسان معارف سیکھتا ہے۔ تجربہ کے علاوہ معارف یقینی تک پہنچنے کا کوئی راستہ طریقہ وسیلہ نہیں ہے۔ ان کا اس بارے میں کہنا ہے کہ انسان جب اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے پاس کسی قسم کا علم ومعرفت نہیں ہوتا، اس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس کے باہر کیا کیا موجود ہے؟ لیکن وہ اس سے تعلق ٹکراؤ ہونے کی صورت میں اس کے بارے میں معلومات کو کسب کرتا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی ماں کا پستان کہاں ہے؟ جب ماں اس کی زبان پر رکھتی ہے، تو اس کے پاس پہلی معرفت آجاتی ہے اور وہ اس سے تکرار کے ساتھ پیتا رہتا ہے پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا معاش یہی دودھ ہے۔

اسی طرح آگ کی خصوصیات کو نہیں جانتا ہے جب ہاتھ بڑھاتا ہے، ہاتھ میں لیتا ہے تو جل جاتا ہے اس وقت وہ ہاتھ کھینچتا ہے، اس طرح سے وہ آگ کی خصوصیات کو محسوس کرتا ہے اس کے بعد اسے پتہ چلتا ہے آگ جلاتی ہے۔ اس طرح اس کے تجربات بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک اس کے پاس مختلف انواع معرفت یومیہ تجربات کے حوالے سے بڑھتے جاتے ہیں۔ لہذا اس کے پاس اسکے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے، اس کے پاس عقل نامی کوئی چیز ہے نہ اس کے پاس ماورائے طبیعت نامی کوئی چیز ہے۔ وہ سب اس کے لئے لغو ہیں کیونکہ اس کا میدان تجربہ ہے اس کا مصدر معرفت صرف اور صرف حس ہے۔ ان فکر حسی والوں کے پاس مادہ ہی ہے جو اول پیدا ہوا ہے اس کے بعد فکر وجود میں آئی ہے۔

اسی بحث میں ص ۸۶ پر لکھتے ہیں، حواس خمسہ ہیں، جو ہمیں معرفت سے نوازتے ہیں۔ انسان کے ذہن میں کوئی چیز نہیں سوائے وہ چیزیں جو اس کے حواس کے ذریعہ سے اس تک پہنچی ہیں، وہ اس کے ذہن کو گردش دیتی ہیں اور اس میں وہ تصرف کرتا ہے۔ یوں کہیں تصرفات جو ہماری ملکیت میں ہیں، ہمارے اختیار و تصرف میں ہیں، وہ دو طریقوں سے ہمارے اندر جمع ہوئے ہیں:

۱۔ اعضائے حواس جو بیرونی موجودات سے ٹکراو تصادم و تصادف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی باہر موجود حقائق کے تصادم سے ہمارے اندر جمع ہوتے ہیں۔

۲۔ جو احساسات ہمارے ذہن میں جمع ہوتے ہیں وہ خود ان کو آپس میں جوڑتے اور ترکیب دیتے ہیں، کھولتے ہیں کبھی خصوصیات کو ہٹاتے ہیں اس کو ہٹا کر ایک عمومیت پیدا کرتے ہیں، اعضائے کا حواس نقل معلومات میں کردار ادا کرتے ہیں۔ اعضائے حواس عقل بشری کے لئے باہر سے معلومات کو فراہم کرتے ہیں، باہر جو چیزیں ہیں ان کی معلومات ہمارے پاس جمع کرنے کے لئے حواس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں یہی وجہ ہے جو انسان ان تمام حواس سے محروم ہے وہ ہر قسم کی معرفت سے بھی محروم ہے۔ اس کو دنیا والوں کا بھی پتہ نہیں، سفید و سیاہ کا فرق پتہ نہیں ہے۔ اعضاء عالم سے جس طرح موتی جمع کرتے ہیں ایک سیلک میں حواس بھی معلومات کو جمع کرتے ہیں، تغیرات و تبدلات کو جمع کرتے ہیں اور وہ ذہن کو خام مواد فراہم کرتے ہیں۔ جس شخص کے اعضاء سالم نہیں ہوتے اسے باہر ہونے والی معلومات کا علم بھی نہیں ہوتا۔

**مبتکر نظریہ حسیہ**: [کتاب نظریۃ المعرفۃ تالیف آیت اللہ سبحانی نے ص ۱۰۶]

نظریہ حسیہ کا مبتکر جون لوگ انگریز متوفی ۱۷۰۴ کو بتایا جاتا ہے تاہم بعض نے ایک فرانسیسی بیکون متوفی ۱۶۲۶ کو اس نظریہ کا بانی قرار دیا ہے کیونکہ بیکون افلاطون و ارسطو کے نظریات کے سخت مخالف تھا۔ ان کے برعکس وہ دیموقریس کے نظریات کا حامی تھا۔ جون لوگ نے بھی بیکوں کے نظریہ کو ہی اپنایا اور حسیات کو معرفت کی اساس گردانا ہے۔ مادیین کا یہ نظریہ ہے کہ تجربات سے براہین اور براہین سے یقین بنتا ہے۔ یقین کا اصول بدیہات ہیں اور ان بدیہات کی چھ اقسام ہیں جن میں اولیاء، شاھدات، تجربات، متواترات، حدسیات اور فطریات شامل ہیں۔

**عقل:**

دوسرا مصادر علوم و معارف عقل ہے، تجربہ کے بعد عقل کی نوبت آتی ہے۔ یہ فکر اسلامی اور غیر اسلامی دونوں علماء پر مشتمل ہے۔

## ۲۔ عقل:

تعریف العقل کتاب ادب الدنیا والدین ص ۲۰ با العقل تعرف حقائق لامور و یفصل بین الحسنات والسیئات حدیا آغاز ظہور عقل سے تکالیف شرعی شروع ہوتی ہیں، عقل ہی سے انسان حیوان سے تمیز پاتا ہے۔ اگر عقل پوری ہوگئی تو اسے عاقل کہتے ہیں لیکن عقل اور اس کی صفات میں مفکرین علماء شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ العقل دین کا اصل ہے عقل سے تکالیف شرعیہ واجب ہوتی ہیں۔ عقل سے ہی مخلوقات میں الفت پیدا ہوتی ہے جب کہ ہر ایک کی امید و آرزوئیں مختلف ہوتی ہیں۔ دین کا ایک حصہ خالص عقل سے ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسرے حصے کی عقل تائید کرتی ہے۔ جسے عقل جائز گردانتی ہے، شرع بھی اسے جائز گردانتی ہے۔ تعریف عقل میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو جوھر لطیف کہا ہے اس سے حقائق میں فرق معلوم کیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ کہاں ہے بعض نے کہا ہے، دماغ ہے کیونکہ دماغ محل حسن ہے، بعض نے اسکی جگہ قلب بتایا ہے چونکہ حیات بدن قلب سے لیتا ہے۔

علم اور دین ﴿۴۳﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

ممکن ہے یہ کلمہ مصدر عقل، یعقل عاقل سے ہو لیکن علماء اس کو مسترد کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں یہ کلمہ اس صیغہ میں نہیں آیا ہے۔ یہ فلسفہ میں استعمال ہوا ہے، جبکہ فلسفہ کی پیدائش یا اس کا مھد یونان ہے۔ لہٰذا کلمہ عقل، فلسفہ سے لیا گیا ہے عقل فلسفہ میں وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

عقل انسان کے اندر ایک قسم کا عرض ہے۔

۱۔ عقل انسان میں ایک سریان ہے جیسے بھوک، علم، شجاعت، رحم دل، قساوت وغیرہ۔

۲۔ عقل مفارق از مادہ خود اپنی جگہ ایک مستقل موجود ہے جو اپنی جگہ آپ قائم رہتا ہے۔ بعض نے عقل کو ایک غریزہ کہا ہے اور بعض نے نور کہا ہے۔ علوم اولین میں عقل کی بھی دو اقسام بتائی گئی ہیں۔ ایک عقل بطور ملکہ کا ہونا ہے اور دوسرا وہ علم جو ضروریات واستعداد اور قوت اکتساب جیسے نظریات سے منسلک ہے جس کی طرف بقرہ آیت ۷۵ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

علماء نے عقل کی دو اقسام بتائی ہیں، عقل مطبوع اور عقل کسبی۔ جہاں جہاں تعقل نہ کرنے والوں کی مذمت آئی ہے، وہ عقل مطبوع کی اتباع نہ کرنے والے پر آتی ہے۔ عقل مصادر معرفت وعلم میں مرکزی یا اولی حیثیت رکھتی ہے۔ ابن فارس نے کہا عقل مادہ ع ق ل سے ایک ہی اصل ہے، وہ کسی چیز کی جس وقید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عقل جس ومنع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ عقال بعیر سے بنایا ہے جو اسے بھاگنے سے روکتا ہے۔ اسے انسان کے اندر موجود اس خاصیت کو کہا گیا ہے جو اسے ہلاکت یا قباحتوں سے روکتی ہے۔ اسی سے انسان حیوان سے تمیز پاتا ہے۔

**عقل اساس دین ہے:**

اساس دین عقل پر قائم ہے، واجبات اور ذمہ داری عقل کی بنیاد پر قائم ہیں، اللہ کو عقل سے پہچانا جاتا ہے، اللہ تک رسائی عقل سے ہوتی ہے، عاقل اللہ سے قریب ہے۔ انسان عاقل کی ذرہ برابر نیکی مجتہدین سے زیادہ بہتر ہے۔ انسان کی قوام وبقاء عقل سے ہے، جہالت میں کی گئی ہزار سال عبادت سے بہتر ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا انسان کی قوام عقل سے ہے، جس کے پاس عقل نہیں اس کے پاس دین نہیں ہے۔ عقل مسلمانوں کا خیمہ ہے، ہر چیز کی ایک آلت سامان ہے، مومنین کی آلت سامان عقل ہے۔ ہر چیز کی ایک سواری ہے انسان کی سواری عقل ہے، ہر چیز کی ایک غرض وغایت ہے عبادت کی غایت عقل ہے۔ ہر قوم کی ایک رائے چوپان ہے عبادت گزاروں کا راعی عقل ہے۔ ہر تجارت کی ایک متاع ہے، مجتہدین کی متاع عقل ہے۔ عقل کی خرابی، آخرت کی خرابی ہے۔ ہر سفر میں ایک خیمہ چاہیے جس میں انسان پناہ لے سکے اسی طرح مسلمانوں کا خیمہ عقل ہے۔

**دین اسلام میں عقل کی حیثیت:** [اصول محاضرات تالیف کمال ہاشمی ص ۳۲۸]

امام موسیٰ کاظم نے ہشام سے کہا جس نے تین چیزیں اپنے اوپر مسلط کیں، اپنی خواہشات کی عقل کے خلاف معاونت کی، جس نے اپنی فکر کے نور کو تاریک کیا، زیادہ امیدیں رکھ کر حکمتوں کو محو کیا، بے ہودہ باتوں سے نور عبرت کو بجھایا، شہوات نفس میں ڈوبا رہا یہ وہ ہیں جنہوں نے عقل کی بربادی اور انہدام کے لئے خواہشات کی معاونت کی ہے۔ جس نے اپنی عقل کو نابود کیا اس نے اپنے دین ودنیا دونوں کو نابود کیا ہے۔ عقل ودین کا فقدان سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اگر کسی انسان میں نیکی کی ایک ہی خصلت پوری ہو تو باقی اس کے لئے معاف ہو جاتی ہیں اور باقی کے فقدان سے کچھ نہیں ہوتا۔ عقل کے فقدان کے بعد بخشش نہیں ہے، دین کے فقدان کے بعد امن کا خاتمہ ہے، پھر زندگی کو امن گوارہ نہیں ہے۔

**انسان عقل وشہوت کے درمیان:**

حضرت علی نے فرمایا عقل لشکر رحمان اور خواہشات لشکر شیطان ہیں۔ نفس ان دونوں کے درمیان کھنچتا ہے، جو بھی ایک انسان پر غالب آئے گا تو دوسرا ختم

ہوگا، اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض خلائق جاہل ہیں، اللہ جاہل کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو افضل مخلوق سے محروم کیا ہے حیاء اور دین عقل کے ساتھ ہیں۔

## عقلیت اسلامی:

کتاب عقیدتنا تالیف عبدالہ نعمہ ص ۹۱ عقل کے ایک دلیل محکم وقاطع ہونے کیلئے علماء نے جو تفسیر وتوجیہ پیش کی ہے، وہ یہ ہے جو معلومات ہم رکھتے ہیں ان کی دو نوعیت ہیں:

۱۔ مدرکات ضروریہ، جیسے بطور بدہی عقل درک کرتی ہے۔ ابتدائی مرحلہ میں اس کے ادراک میں اس کے تصور سے زیادہ کسی چیز کی نیاز نہیں ہوتی ہے، نہ اس کی تحلیل وتجزیہ کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اقامہ دلیل کی۔ ہمارے مصارف ضروری بدہی جن کو نفس انسانی بذات خود درک کرتا ہے یہ ذہن سے باہر کسی اور دلیل کے نیازمند نہیں ہوتے ہیں جیسے:

۱۔ اجتماع نقیض محال ہے۔

۲۔ کوئی حادثہ بدون سبب ودلیل وجود میں نہیں آتا ہے۔

۳۔ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

۴۔ ایک، دو کا آدھا ہوتا ہے۔

۵۔ مثلث غیر مربع ہوتی ہے وغیرہ۔

۲۔ وہ مدرکات وتصورات نظریہ جو ذہن استنباط واستنتاج کے ذریعے حاصل کرتا ہے، ان مدرکات کے وجود خارجی موجود ہونے اور اس پر اعتقاد قائم کرنے کیلئے اس تصور کے علاوہ باہر سے کسی اور استناد دلیل کا نیازمند رہتا ہے۔

۱۔ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

۲۔ چاند کی روشنی سورج سے مستعار ہے۔

۳۔ پانی منجمد ہونے کے بعد دو صفت اپنے لئے کسب کرتا ہے۔ کثافت جمی اور صفت وزنی، یہ مصارف اپنے ثبوت کیلئے مدرکات ضروریہ اولین کے نیازمند ہیں۔

## دین وعقل:

دین اور عقل میں کس قسم کا رشتہ پایا جاتا ہے مجلّہ توحید عدد ۶۷ ص ۶۲ میں دین وعقل کے عنوان کے حوالے سے ایک مقالہ آیت اللہ جعفر سبحانی نے تحریر کیا ہے۔ آپ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ دین وعقل کے رشتے کے بارے میں تین مفروضے پائے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت عیسیٰ مسیح کا لایا ہوا دین تسلسل ادیان سماوی ہے، اللہ نے آپ پر دین نازل کیا تھا۔ مسیحوں کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، ہماری رسائی دین عیسیٰ تک قرآن کے ذریعے ہے۔ قرآن دین مسیحؑ اور دین محمدؐ میں کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔ لانفرق بعضہم بعضاً

۲۔ موجودہ دین مسیحؑ آپ کے رفع کے تین سو سال بعد ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ دین شعور، احساسات، تمایلات، خواہشات اور رہبانیت پر مبنی ہے۔ اس دین کا عقل سے کوئی رشتہ نہیں بلکہ یہ ضد عقل ہے۔ ان کا کہنا ہے عقل اور قلب کا راستہ جدا ہے، عقل سے عقیدہ تلثیث کا ادراک کرنا ممکن نہیں۔ فہم تثلیث تنہا قلب سے ہی ممکن ہے لہٰذا تثلیث کی تشریح وتوضیح افہام وتفہیم عقلی طریقے سے اور استدلال وبراہین سے ممکن نہیں کیونکہ احساسات شعور وجذابیات قلبی دوسروں

تک منتقل ہونا ممکن نہیں ہیں۔

۳۔تیسرا مفروضہ یعنی دین سے مراد اسلام ہے، دین اسلام جس کی ترجمانی قرآن کرتا ہے وہ اثبات وجود باری تعالیٰ،ضرورت وجود صانع ،توحید صانع اور صفات صانع سب کے سب دلائل وبراہین پرمبنی ہیں۔

۱۔دلیل آسمان وزمین سے استدلال کرتے ہیں **افی الله شک فاطر السموات** ۔

۲۔دلیل فقروحاجت مخلوق **انتم الفقراء الی الله**۔

۳۔مفروضہ ریاضی سے **ام خلقو من غیر شیء ام هم خالقون**۔

## قیمت انسان عقل سے ہے:

انسان اپنے وجود میں جمادات، نباتات اور حیوانات کی خصوصیات اور امتیازات میں ان کے برابر ہے۔خاصیت جمادی میں وزن، جسامت، خاصیت حیوانی میں حساسیات میں ان کے برابر ہے لیکن انسان کو سابق تین قسم کی مخلوقات سے جو چیز ممتاز ومختار بناتی ہے وہ عقل ہے۔جب بھی مخلوق میں کوئی چیز اضافی یا زیادہ ہو اور پیچیدہ ہو تو سمجھ لیں اس کی مقصودیت دیگر سے مختلف ہے۔مثلاً ایک گاڑی ہے جس کا انجن ہوتا ہے وہ زمین پر چار پہیوں پر چلتی ہے، اسے چلانے کیلئے ان پڑھ بھی کافی ہے اس کے لئے کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔لیکن اس کے برعکس دوسری گاڑی ہے جس کیلئے باقاعدہ اعلیٰ سطح کی تعلیم دی جاتی ہے، کیونکہ اس گاڑی کو زمین پر نہیں بلکہ ہوا میں چلانا ہوتا ہے، جیسے ہوائی جہاز۔اسی طرح جہاز سے آگے ایک اور سواری ہے جس کا نظام مزید پیچیدہ ہے اس پر سوار ہو کر تنہا ہوا میں سفر نہیں کرنا بلکہ خلا میں سفر کرنا ہے۔

**عقل کی تعداد:** دنیا میں عقل کی بھی تقسیم بندی ہے:

عقلاء عالم نے عقل کی بہت سی اقسام بتائی ہیں

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔عقل برقی جیسے کمپیوٹر وغیرہ | ۲۔عقل منفصل | ۳۔عقل غربی |
| ۴۔عقل غربی استعمار گری | ۵۔عقل مسلم | ۶۔عقل مسیحی |
| ۷۔عقل عورت یعنی تسخیر شوہر | ۸۔عقل اقتصادی | ۹۔عقل مذہبی |
| ۱۰۔عقل حوزوی یعنی دنیا ومافیہا سے غافل | ۱۱۔عقل طبیعی | ۱۲۔عقل اکتسابی |
| ۱۳۔عقل منعصل یعنی بیوی کی ہر چیز میں مداخلت | ۱۴۔عقل انفرادی | ۱۵۔عقل اجتماعی |
| ۱۶۔عقل روشن خیالی | ۱۷۔عقل انسانی | |

عقل مطبوع جسے آپ عقل ریاضی بدیہی کہہ سکتے ہیں جو طفل ممیز، ان پڑھ دیہاتی عورتوں سے لے کر صاحبان اختراعات واکتشافات نوابغ تک یکساں پائی جاتی ہے، باقی کتنی ہے، جسے انسان عقل مطبوع اور پڑھائی تجربات سے ملا کر مصروف مشغول ہوتا ہے۔اس میں وہ الگ اور دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے بلکہ ایک قسم کا تضاد بھی کہا جا سکتا ہے جسے عقل مسلم رحم وکرم شفقت پر مبنی ہے۔عقل غربی استعمار گر، دوسروں کی آبادیوں کو ویران وخاکستر بناتا ہے، مجرم وبے قصور دونوں کو مارتا ہے جیسے ایک قساوی عقل ہے۔اس بارے میں ایک مثال عورت کی عقل کی دی جا سکتی ہے۔عورت، عورت کو جانتی ہے کہ وہ آزاد ہے جبکہ مرد

جانتے ہیں کہ یہ آزادی ان کیلئے مخصوص ہے، یہ دونوں ہی عقل کو استعمال کرتے ہیں۔

ہمارے پاس معلومات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔وہ معلومات ہیں جو عقل بداہت سے درک کرتی ہے جس کو مدرکات بدیہیہ قبلیہ کہتے ہیں ان کو درک کرنے کے لئے تصور سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس کو تحلیل دلائل و برہان سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، دوسرے الفاظ میں کہیں گے کہ جو معارف نفس کے اندر جمع ہیں، ان کو درک کرنے کے لئے جو چیز باہر حقیقت ہے، اس کو درک کرنے کیلئے کسی اقامہ دلیل کی محتاج نہیں۔اس کے ثواب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً ان مدرکات میں یہ ہے ایک چیز موجود بھی ہو، معدوم بھی ہو یہ ایک ہی وقت میں ممکن نہیں لہذا اس کے لئے دلیل لانے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ہر حادثہ یا واقعہ جو رونما ہوتا ہے بغیر سبب نہیں ہوتا۔

۳۔کل جزء سے بڑا ہے۔

۴۔ایک دو کا آدھا ہے۔

۵۔مثلث غیر مربع شکل کو کہتے ہیں۔

۲۔وہ مدرکات وہ معارف جو اپنی جگہ نظری ہیں، یعنی محتاج فکر و نظر ہیں ان کو کسب کرنے کیلئے عقل کو استنباط و استنتاج کرنا پڑتا ہے، کہ یہ حقیقتاً واقعتاً موجود بھی ہیں۔جزم کرنے کیلئے، اطمینان کے لئے دلیل کا اقامہ کرنا پڑتا ہے۔دیکھا ہے، تجربہ ہوا ہے، امتحان ہوا ہے، تنہا ان پر ایمان کافی نہیں بلکہ ذہن کو گردش دینے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔چاند کی روشنی سورج سے لی گئی ہے، پانی منجمد ہوتا ہے تو اس میں کثافت حجم اور قلت وزن آجاتا ہے۔

۳۔جسم، حرارت سے لمبا ہوتا ہے اور برودت یعنی ٹھنڈک سے اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ایسے قضایا بھی ہیں جن کے ہونے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دلائل نہیں ہیں۔

اس نظریہ کے لئے ہمارے پاس دو مصادر ہیں۔ایک اعضائے حواس ہے جن میں سمع، لمس، شمس ذوق آتا ہے، دوسرا فطرت غریضوی ہے جو ہمارے اندر پنہاں ہے، یہ ہمیں تصورات دیتی ہے اس کیلئے فطرت غریضی ہے۔اس میں حواس کا کوئی کردار نہیں، بلکہ یہ نفس کے اندر سے پھوٹتی ہے جیسے احسان حسن ہے، ظلم تغیان ہے، خیر، جمال، حق، عدل کرامت وغیرہ یہ معنی تجریدی ہیں جو اعضائے حواس کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتے۔امام اینکہ فطرت بذات خود ایک مصدر ہے درک و معارف کیلئے اس کے کیا دلائل ہیں اس حوالے سے کہتے ہیں اس کے دلائل اور بعض معانی جو آپ کے اندر ہیں، جو قانون حس کے خاضع نہیں اس کے اندر نہیں آتے ہیں یہ نفس کی بات ہے۔یہاں سے انہوں نے حس کے علاوہ ایک اور مصدر کی ضرورت کو اپنایا ہے۔

**عقل و علم**: [تکامل فی السلام ج ۱ ص ۳۲]

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس وقت مبعوث بہ رسالت ہوئے اُس وقت دین مجموعۂ تقالید و رسومات فاسدہ پر مشتمل تھا جو کسی دلیل و برہان سے استناد نہیں تھا۔وہاں عقل ہر قسم کے تفکر تدبر و تعمق سوال و اعتراض سے معذور تھی۔انسانوں پر حاکم قائدین جن کا تعلق چاہے کرہ ارض کے کسی بھی گوشہ و کنار سے کیوں نہ ہو ان کا حکم یہی رہا کہ عقل کے چراغ کو بجھا دو بمثل ''اطفی مصباح عقلک واعتقد وانت اعمیٰ'' حالانکہ عقل ہر اندھی کورانہ

اذعان تقلید اور غافل گیر نظریات کی پیروی سے منع کرتی ہے۔ عقل دعوت فکر و نظر اقامہ دلیل و برہان کی دعوت دیتی ہے۔ کیا یہ صدائے بلند نہیں کہ جس کے پاس عقل نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ جس کے پاس آیات متکرر صارخہ بیداری عقل بلند ہوا افلا تعقلون افلا تتدبرون یتفکرون تنظرون علم و جہل مساوی نہیں اور عالم و جاہل برابر نہیں، جاہل کو نگے اور بہرے جیسے ہیں علم عالم مثل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون فیم کافرون کو جاھل کیا ینعق سے تعبیر کیا ص ۱۳۸ امام صادق سے مروی من کان عاقلا کان له الدين و من كان له الدين دخل الجنة ليس بين الايمان و الكفر الاقلة العصل میزان عقاب و ثواب عقل ہے۔

علوم و معارف اسلام ہے، جس طرح دین کلیسا نے علوم کو رد کیا تھا یہاں کے مغرب نوازوں نے خود کو علوم اسلامی کا داعی قرار دے کر دین اسلام کو دین مسیح جیسا بنا کر پیش کیا، پھر کہنے لگے اسلام بھی علم کو رد کرتا ہے۔ ادیان سب ایک جیسے ہیں، یہ ایک قسم کا قیاس مع الفارق ہے کتاب تکامل فی الاسلام ج ا ص ۱۴۱ میں آیا ہے۔ کلیسا نے ان علماء کو قتل کیا تھا سیر فیوس ۱۵۴۳ اور جور۔۔۔۔۔۔ ان دونوں کے قتل کی وجہ سے یورپ میں یہ تاثر قائم ہوا کہ علم ضد دین ہے اور دین ضد علم ہے اس وجہ سے یہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ یہاں سے انہوں نے یہ فکر قائم کی ہے ویجب ان یتحول الاخلاص الدین من خدمة الہ غیر معروف الی خدمة الانسانیہ اس تصور کے بعد دین کا تصور خدمت انسان ہو گیا۔ جو کہ موجب تقسیم بندی ہے اس دین میں شامل ہو جائیں جو باعث وحدت ہے۔

واضح رہے خود عقل بھی افراط و تفریط کا شکار ہو گئی عقل کے بارے میں ادیان سماوی میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء نصاریٰ کا کہنا ہے عقل دین کے سامنے خاضع ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس عقل کو لگام دینے کیلئے علماء نصاریٰ نے دین کو خرافات میں تبدیل کیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ دوسری طرف مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ عقل اللہ کی طرف سے باطنی حجت ہے، مقیاس صحت و سقم اشیاء وسیلہ درک و فہم قرآن و سنت ہے۔ عقل اللہ کی طرف سے تیسری حجت ہے۔ انبیاء اور کتب آسمانی خاص کر قرآن کریم صاحبان عقل سے خطاب کرتا ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے عقل حجت باطنی ہے۔ عقل ہی کے ذریعے اللہ کی عبادت ہوتی ہے، سعادت دارین عقل سے ہی حاصل ہوتی ہے، عقل ہی سے تمیز حسن و قبح کرتے ہیں۔ عقل ہی سے وجود صانع متعال خالق کائنات ثابت ہوتا ہے، عقل سے صداقت و حقانیت انبیاء ثابت ہوتی ہے، عقل ہی سے قرآن مافوق کلام بشر ہونا ثابت ہوا ہے۔ دین اسلام، اثبات باری تعالیٰ، صادقیت نبوت حضرت محمدؐ کے بعد شریعت کی حاکمیت آتی ہے، اس طرح شریعت کا بول بالا ہوتا ہے۔ دین اسلام میں ممکن ہے بہت سی شقیں عقلاء کی سمجھ میں نہ آئیں لیکن اسلام کے عقائد و فروعات میں کوئی ایسی شق نہیں ملے گی جو عقل سے متصادم ہو۔

جس طرح ارباب کلیسا نے خود عقل کو لگام دے کر اپنے سامنے خاضع و سرنگوں تسلیم کروایا ہے، یہی کام آج کل کے مسلمان اپنی قیادت کیلئے کر رہے ہیں، جو ان کی قیادت کے سامنے خاضع ہوتا ہے، اسے عاقل و مفکر پیش کرتے ہیں اور جو انکی قیادت کی ہدایات کو من و عن قبول نہیں کرتا اس کے لئے سخت و دردناک سزا ہے۔ یہ مقام کسی خاص قیادت تک محدود نہیں مثلاً قائداعظم محمد علی جناح، عسکری قیادت، عدالت کی قیادت، سیاسی قیادت، پارٹی قیادت اور مذہبی قیادت ہر ایک اس نعمت ضرب سازی کے لطف سے محفوظ ہیں، اسی وجہ سے ملک ہر آئے دن سرنگوں ہو رہا ہے۔

لوگوں کو قیادت و رہبران کے سامنے خاضع کر کے تازیانے مذمت لگاتے ہوئے کہتے ہیں تم کیوں عقل کی رٹ لگاتے ہو؟ ہر جگہ عقل استعمال نہیں ہوتی ہے، رہبر بھی کوئی چیز ہے۔ جبکہ عاقل کہتا ہے یہ جو تم کہتے ہو کہ رہبر، عقل سے ہٹ کر کوئی چیز ہے، یہ کس نے کہا ہے؟ اللہ نے کہا ہے یا رسول اللہ نے کہا ہے یا

علم اور دین ﴿۴۸﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

تمہاری عقل نے کہا ہے؟ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ رہبر کوئی چیز نہیں ہے، یہاں رہبر کا مقام رسول اللہ سے بھی مافوق ہے۔ رسول اللہ دو حالتوں میں سے ای پر ہوتے تھے کبھی تو خود اپنے فیصلے سے دست بردار ہو کر لوگوں کے فیصلے پر عمل کرتے تھے تو کبھی آپ کے فیصلے کی تائید و توثیق وحی سے ہوتی تھی۔ لیکن یہاں کے رہبر نہ خود اپنے کسی من مانے فیصلے سے دست بردار ہوتے ہیں اور نہ ہی وحی کے ذریعے ان کے فیصلے کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

فلسفیوں نے عقل کی دو قسمیں بتائی ہیں:

عقل ''مفارق از مادہ جوھر'' جسے عقل فعال کہتے ہیں، یہ ایک موجود ازلی اور فنا ناپذیر عقل ہے۔ اسی سے علم کون و فساد کی کئی صورتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس عقل سے عقل انسانی معرفت حاصل کرتی ہے۔ جب عقل انسان اس عقل سے تعلق میں شدت اختیار کرتی ہے، تو وہ قدسیت اختیار کرتی ہے۔ اس عقل فعال کے مافوق بعض اور عقل بھی ہوتی ہیں جنہیں عقول عشرہ کہتے ہیں۔ نصوص اسلامی میں اس عقل کے بارے میں کچھ نہ پانے کے بعد فلاسفہ۔۔۔۔اس عقل کو بھی اسلام میں جگہ دینے کی خاطر اس کو لباس شرعی پہنایا گیا ہے۔ اسکو کبھی روح الامین، کبھی روح قدس اور کبھی شدید القوی کا نام دیا جاتا ہے اور اس کے جائے قرار کو ملا اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کتب روایات میں روایت بھی نقل کی گئی ہیں جبکہ علماء نے اس عقل کو مسترد کیا ہے۔

عقلیون:

یورپ میں انحطاط کے آخری دور اور بیداری کے ابتدائی دور میں کچھ ایسے مفکرین منظر عام پر آئے جو بعد میں عقلیون کے نام سے معروف ہوئے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اصحاب یقین ہیں۔ ان میں سرفہرست انیہ ڈیکارٹ کا نام لیتے ہیں یہ۔۔۔۔ کے آخر میں پیدا ہوئے اور سترہویں دوسری نصف میں سوید میں وفات پائی۔ اس نے حصول یقین کے لئے خود کو پہلا شک قرار دیا۔ آخر میں کہا کسی چیز کے وجود میں مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ موجود ہے۔ لیکن مجھے اتنا یقین آتا ہے کہ میں تمسک کر رہا ہوں لہٰذا میں موجود ہوں اس لئے کوئی اور بھی موجود ہو سکتا ہے۔

صاحب مصادر معرفت اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں یونان میں قبل از میلاد مسیح چھ سو سال قبل رسالت آسمانی کا کوئی ذکر نہیں تھا، یہاں بت پرستوں کا راج تھا، اعتقادات کثیرہ متنوعہ متشتہ میں عوام الناس اور فلاسفہ یکساں تھے۔ فلاسفہ ان اعتقادات کے مصادر و ماخذ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، گرچہ وہ ان کو اپنے تمسخر کا نشانہ ضرور بناتے تھے، کہتے تھے یہ کہانیاں، کہاوتیں اور اساطیر اولین ہیں چنانچہ سادہ انسان نے بافی کی ہے بعض کا خیال ہے یہ اعتقادات وحی اور فکری بشری سے مردود عقائد تھے گزشتہ زمانے نے ان پر پردہ ڈالا ہے۔ ج؛ بت سومرائی نے دیانت یونان کے بارے میں لکھا ہے کہ یونان میں دیانت پانچ مراحل سے گزری ہے:

۱۔ دیانت سماوی

۲۔ دیانت بشری اسطوری، فلسفہ یا ممزوج بہ دیگر دیانات۔

۳۔ یہودیت

۴۔ نصرانیت

۵۔ اس کے بعد دور عقل آیا ہے اس کا آغاز ۳۹۹ سال قبل میلاد سقراط ۳۴۷ افلاطون سے ہوتا ہے۔

انہوں نے اعلیٰ درجہ معرفت، عقل کو دی، افلاطون نے سوخہ الہ کو واجب قرار دیا اور کہا یہ عقل کے بغیر ناممکن ہے۔ رفع عیسیٰ کے بعد نصرانیت، یہود کے مظالم کا نشانہ بنی۔ اس تسلسل میں بولیس اثینا یونان میں پہنچا۔ بولیس پروردہ یہودی تھا پھر یہ خود مسیحی ہو گیا، پھر مسیحیت کا داعی بنا۔ کلیسا اس نے بنائے ہیں۔ موسوعۃ

میسرہ عربیہ میں آیا ہے کہ بولیس کے ۲۴۰ میں نصرانیت میں داخل ہونے کے بعد اسے ماننے والوں کی تعداد میں روز افزون اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ انقلاب صنعت برپا ہوا۔ انقلاب صنعت سے پہلے لوگ مسیحیت کو دین آسمانی، دین وحی سمجھتے اور خود کو تنہا تابع وحی گردانتے تھے۔ اس دور میں فلاسفہ یونان اس نتیجے پر پہنچے کہ دین وفلسفہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہ انسان کی استطاعت اختیار میں ہے کہ وہ فلسفہ کو انتخاب کریں یا دین کو یا دوسرے الفاظ میں عقل کی راہ کو اپنائیں یا نقل کی پیروی کریں۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے جن کا کہنا ہے عقل ونقل یا عقل وحی دونوں کی برگشت اللہ ہے۔ محال ہے کہ یہ دونوں آپس میں متضاد ومتعارض ہوں۔ عقل وحی سے ہدایت رہنمائی لیتی ہے، عقل وحی کی شناخت کرتی ہے، جبکہ وحی عقل کو ضیاء وصیقل کرتی ہے۔ یہاں سے دونوں گروہوں کے راستہ الگ ہو گئے:

## انقلاب فرانس سے پہلے:

عقل کی تمجید اور عقل کی رسائی چلتی تھی، حقائق درک کرنے کا واحد ذریعہ عقل کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ عقل ودین میں تضاد کی تحریک شروع ہوئی پھر منورین فتنہ عقل میں مبتلا ہوئے اور عقل کی آراء ونظریات کے لئے عصمت کے قائل ہوئے۔ عقل کو ہر قسم کی خطاء ولغزش سے معصوم گردانتے لگے، یہاں تک انہوں نے فلاسفہ مفکرین کے آراء ونظریات، غلطیوں سب پر مہر حجت، عصمت لگائی یا لوگوں کی خواہشات تمیلات اس وقت کے منورین ان غلطیوں کو احکام عقلی اور صحیح گردانتے تھے۔ یہ ایک مسلمات عقلی ہے، یہ فتنہ عقل پرستی فلاسفہ کی آراء پر، انجماد پر جاری رہا۔ یہاں سے یورپ میں مذہب عقلی چلا، اس دور کو عقلانیت کہا گیا یا مذہب عقلانی کہا گیا۔ عقل سے فریفتہ اور آراء فلاسفہ سے وابستہ لوگوں نے کائنات کے تمام مسائل کو اور دین وغیبیات سب کو عقل پر چلایا، چاہے یہ نظریات صحیح ہوں یا غلط۔

فرانس مغربی یورپ کا ایک ملک ہے جس کا مذہب رومن کیتھولک اور دو فیصد پروٹسٹنٹ ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اختتام پر اقتصادی بدحالی نے انقلاب کی شکل اختیار کرلی۔

## کشف علمی غرب نے عقائد کلیسا کو بہادیا:

کلیسا کو بے دخل کرنے کے عکسی نتائج میں تاریخ بشری کا یہ صفحہ بہت درشت اور تابناک صفحہ ہے جس سے موافق ومخالف دونوں واقف وآگاہ ہیں، لیکن تاریخ کے اس مقطع سے ہمیں کیا دروس وعبرت ملتے ہیں، وہ ہمارے لئے اہمیت کے حامل ہیں، یہاں چند نکات قابل ذکر ہیں:

۱۔ دین کا جو تصور کلیسا نے عوام کو دیا وہ جہالت پر مبنی تھا، عند التحقیق وہ علم کے سیلاب میں بہہ گیا۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو ہر جگہ نافذ العمل ہے جہاں کہیں ایسا ہو وہاں انقلاب کو روک نہیں سکتے، جہاں کہیں ایسے انقلاب کے آنے کے حالات پیدا ہوں، اس کے تلفات نقصانات متوقع ہوں تو دوسروں کو قبل از وقت سوچنا چاہیے کہیں ان کا بھی ایسا حشر نہ ہوجائے۔ انہیں اپنے دینی تصورات پر غور کرنا چاہیے کہیں ان کے پاس اللہ کا تصور کلیسا کے تصور جیسا تو نہیں ہے۔

## انقلاب فرانس: [کوشف زیوف ص ٦٠]

یہودیوں کے کید ومکر کے قہرمانوں نے انقلاب فرانس کو جو وہاں کے عوام کی کوششوں سے جہاں پہنچا تھا، اسے اپنے حق میں چلانے کیلئے سوچا۔ کیونکہ فرانس کی عوام مزاجی طور پر جلدی متاثر ہونے والی عوام تھی، چنانچہ یہودیوں نے پہلے مرحلہ میں اس انقلاب کو قائم کرنے کیلئے کوشش کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ فرانس میں ۱۷۸۹ کو یہ انقلاب کامیاب ہوا تو اس کا پھل یہودیوں نے چھینا۔ یہودی ہمیشہ اقوام وملل کی زحمتوں اور بہائے گئے خون کا پھل خود وصول

کرتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ باہر کے غوغا سے بہت دور رہتے ہوئے اپنے عزائم مکروفریب کی غرض وغایت کو ہمیشہ چھپا کر رکھتے ہیں۔ یہاں بھی یہودیوں نے اس انقلاب کے لئے تین شعار بنائے:

۱۔ آزادی ۲۔ مساوات ۳۔ برادری

ان تین اصولوں کی بنیاد رکھنے والے گروہ کا نام نورانین تھا، انہوں نے یہودی سرمایہ داروں کے عالمی سطح کے سرمایہ داروں سے بھاری بھرکم سود اس مقصد کے لئے استعمال کیے۔

نہضت علمی یورپ میں ۱۳۰۰ تا ۱۵۰۰ کے دور میں پہنچا۔ اسلامی غزوی فکری اسیلینا اندلس کے راستے پہنچا یورپ کے علوم کے تشنہ حصول علم کے لئے اندلس جاتے تھے یورپ ۱۳۰۰ تا ۱۵۰۰ تک وہاں قائم حرکت انسانوں سے وابستہ تھی یہاں تک ۱۷۰۰ میلادی میں تحقیقات علوم طبیعی شروع ہوئیں ۱۶۰۰ میلادی حرکت علمی علوم طبیعیات فیزیکی شروع ہوئی جس کے قائد زبلستی لافواز یہ وایض فرادای تھے ریاضیات یں سیر اسحاق بنوتن فاجنتر۔۔۔سلھارس علوم طبیعی دلتن مارکوئی ولیدج اس دوران علمی قرون وسطیٰ کے کلیسائی پابندیوں سے رہائی حاصل کیا۔

یورپ قرون وسطیٰ سے دور علمی میں کب منتقل ہوا اس کا درست تعین کرنا مشکل ہے چونکہ جو نظریات وعقائد قرون وسطیٰ میں رائج تھے اس کا ایک کا بڑا حصہ نہضت علمی کے بعد بھی رہا ہے نام کہتے ہیں سقوط قسطنطانیہ ۱۴۵۳ سے ہوا ہے جب قسطنطانیہ سے بہت سے علمی یونانی اپنے ساتھ مخطوطات قیمتی لے کر گئے تھے۔ یورپ میں کلیسا عقائد امور دین کے علاوہ نظام تکوینیات بھی تو راو منحرفہ کے تحت تغیر کرتے تھے اور عقل کو پابند سلاسل کئے ہوئے تھے۔ موبقات فاحشہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم نے ان کے علماء کی مزورانہ حرکتوں کی شکایت اپنے عصر نزول میں بیان کیا تھا چنانچہ فساد دین کے علاوہ فساد کلیسا کے عمل کے خلاف ایک حرکت نہضت اصلاح دین، اصلاح کلیسا بھی نہضت علمی سے پہلے وجود میں آئی تھی۔

یہ باتیں اس صورت میں درست قرار پائیں گی جو دین انہوں نے کلیسا سے اخذ کیا ہے۔ چونکہ کلیسا نے علوم تکوینیات یا علوم کائنات کے بارے میں غلط بیانیاں کی ہیں۔ اور غلط تفاسیر کی ہیں اور ان کی جو غلطیاں ہیں انہیں دین سے منسوب کیا ہے۔ نہ جانتے ہوئے یا عملاً یہاں سے انھیں دین عقل اور علم سے متضاد نظر آیا۔

۳۔ یہود کی غلطیاں اور تحریفات وہ ہیں جو اسے اصول ادیان سے منحرف بناتی ہیں یعنی کتب آسمانی میں جو تحریفات کی گئی ہیں انہیں برداشت کرنا ہے۔

۴۔ دیگر ادیان جیسے مجوس ونصاریٰ نے ان ادیان سے غلطیوں کو چنا ہے۔

۵۔ خود بشر کی بنی ہوئی ہے۔ یعنی جتنے فرقے یہودی اور خود نصرانیوں اور مسلمانوں کے بنے ہیں، انہیں بنیاد بنا کر کہا ہے کہ دین غلط ہے۔ جبکہ دین کا ان سے رشتہ نہیں نہ ان کی تحریفات میں حصہ ہے۔

۶۔ نصوص دین میں مفسرین کی غلطیوں کو دین کی طرف نسبت دی گئی ہے، ان کے دین کی طرف نسبت دینے کی وجہ سے کہا کہ دین عقل وعلم کے خلاف ہے۔ یہ چیزیں دین یہود و نصاریٰ میں تھیں، اسلام میں ایسا نہیں تھا لیکن دشمنان اسلام نے اسے بھی دین پر تطبیق کیا ہے۔

## حریت:

ہم میں سے ہر ایک حریت یعنی آزادی کو درک کرتا ہے، ایسا کوئی نہیں جسے آزادی کی سمجھ نہیں آتی ہو، کوئی ایسا نہیں جس میں شوق آزادی نہ ہو۔ شوق ورغبت آزادی انسان کے نفس کے ساتھ خمیر شدہ ہے، وہ ہمیشہ اسے درک کرتا ہے، آزادی کی طرف شوق رکھتا ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اجمال وابہام نہیں رہتا۔

آزادی کو انسان نے اس وقت درک کیا جب انسان طبیعت کے دامن میں پل رہا تھا۔ جہاں چاہتا چلا جاتا، وہ غذا کھا رہا تھا، صبح وشام آنا جانا آزادی کے ساتھ ہوتا تھا۔ آزادی اس کیلئے کوئی بھاری بھر کم وزن نہیں تھا، تمام مصیبتوں کے باوجود مشکلات کے باوجود آزادی کو انسان آرام سے درک کرتا تھا۔

طویل عرصہ اور صدیاں گزر گئیں کہ انسان کی آزادی کو آرام سے درک کرتے ہوئے اس کی خوبی کو کسی نے اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ لیکن ان تمام وضاحت، بداہت وضرورت کے باوجود آزادی کی حقیقت اور حدود کیا ہیں، اس کا غیر غلامی سے کیسے فرق کریں؟ ہر ایک اپنے لیے دوسرے سے آزادی چاہتا ہے۔ ہر ایک کی آزادی دوسرے کی آزادی سے مختلف ہے۔

کتاب ''حریت الاعتقاد فی ضل الاسلام'' تالیف تیسر خمیس عمر ص ۳۱ میں لکھا ہے آزادی اقوام شرفاء کرما کی نشانی رہی ہے، اس آزادی کے سایہ میں استقرار اور امن وسکون، اطمینان کی زندگی گزارتے ہیں، ایسی آزادی کے سایہ میں انسان احساس مسولیت درک کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے اور اپنی حدود کا تعین کرتا ہے وہ اس حدود سے تجاوز نہیں کرتا، کسی کو اس حق کو چھیننے یا اس حق کو روکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آزادی کا حقیقی تصور یہی ہے لیکن جو آزادی اس وقت ہم تک پہنچی ہے اس آزادی میں اچھی امیدیں اور مصیبتیں دونوں ساتھ ہیں۔ جس میں یہ اگر آزاد مردوں کی آواز ہے تو دوسری طرف فرصت طلبان کے کینہ پروروں کا استفادہ بھی ہے۔ یہ آزادی جہاں انسان کو سعادت سے نوازتی ہے، بعض اوقات یہی آزادی انسان کی شقاوت وبدبختی کا سبب بھی بنتی ہے اس پر منافق اور برے عزائم کے انسان سوار ہوتے ہیں۔

اس آزادی کے منادی بزدل لوگ ہوتے ہیں۔ اس آزادی کو بنیاد بنا کر دین کے ستون کو منہدم کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں اس آزادی سے گریز کر کے ایک ایسی آزادی کی تلاش کرنی چاہیے جو قرآن وسنت کی حدود میں ہو، اس کے سانچے میں بنی ہو لیکن ہم پہلے آزادی کے لغوی معنی کی وضاحت کرنا چاہیں گے۔ کتب لغت عربی میں آزادی کی تعریف کبھی اس کے مقابل اس کی ضد سے کی جاتی ہے یعنی غلامی کی ضد آزادی ہے۔ آزاد انسان کسی قوم کے اشراف اور افاضل کو کہتے ہیں ہر چیز کے پرانے کو خمر الوجہ کہتے ہیں یعنی چہرہ پر نمایاں سرخی کو کہتے ہیں، حرہ کریمہ یعنی آزاد خواتین کو کہتے ہیں۔ آزاد خواتین یعنی ضد کنائز کو کہتے ہیں یہ کلمہ قرآن کریم میں سورہ آل عمران ۳۵ میں آیا ہے۔

کلمہ حُر نیک اخلاق کے لئے استعمال ہوتا تھا، شرافت مندوں کے لئے جن کا اخلاق سلوک صحیح ہو، یہ کلمہ قرآن کریم میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ جس پر کوئی حکم جاری نہ ہُوا ہو۔ الحر بالحر بقرہ ۱۷۸۔

۲۔ جو بری صفات کے حامل نہ ہوں، صفات مذمومہ نہ رکھتے ہوں، جیسے حرص طمع کنجوسی لالچ وغیرہ سے پاک ہوں۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے عبد شہوت ذلیل ہے، غلام سے عبد رق سے۔ حدیث میں شہوت پرست انسان کو غلاموں سے بدتر گردانا گیا ہے۔

آزادی مفہوم میں ہی اچھی ہے، قیمتی اخلاق کے حامل انسان کو آزاد انسان کہتے ہیں، وہ مرد جو خواہشات وشہوانیات کے پیچھے نہیں جاتے انہیں آزاد کہتے ہیں۔

## حریت اہل یونان کے پاس:

یونانیوں کے پاس حریت کے مختلف معنی ہیں، سقراط نے حریت کو انسان کا نیک انجام، صدق کہا ہے، یہ اسیر کے مقابل میں کہا ہے۔ سقراط نے کہا ہے بہتر اچھے کام کرنے، ضبط نفس رکھنے کو آزادی کہتے ہیں۔ ارسطو نے اختیار کو، جہاں عقل وارادہ چلتا ہو آزادی کہا ہے۔ یورپی مفکرین اور فلاسفہ، حریت کے بارے میں دو مدارس اور نظریات میں تقسیم ہوئے ہیں، ایک گروہ کا کہنا ہے آزادی یعنی قدرتمند انسان جو حق تصرف رکھتا ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے جہاں عقل

حاکم ہو۔ایک نے کہا ہے کہ جہاں انسان کا ارادہ چلتا ہو،اس فکر کے حامل جان انگریز لوگ اور اس کے تابع دار لوگ ہیں۔

**آزادی نفس:** آزادی نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال میں، خیر وشر میں تمیز کرتا ہے، کوئی بھی عمل وہ بنا سوچے سمجھے انجام نہیں دیتا۔

**اسلام میں آزادی:**

آزادی ادیان سماوی کا پھل ہے، آزادی یعنی صاحب اختیار اپنا فیصلہ خود کرتے ہیں۔لہٰذا اصحاب کہف کو آزاد مرد کہتے ہیں سورہ کہف آیت ۱۳ لیکن جو آزادی مسلمانوں کے زندگی میں اب داخل ہو چکی ہے یہ دھوکے کے راستے سے داخل کی گئی ہے۔یہاں تک مسلمان اس سے نفرت کرنے لگے، کیونکہ اس آزادی کے اندر برے عزائم رکھے ہوئے تھے، مسلمانوں میں وہ افراد جو مغرب زدہ تھے انہوں نے اسے مسلمانوں پر ٹھونسا ہے اور اسے قبول نہ کرنے والوں کو انہوں نے رجعت پسند کہا ہے۔

## عقائد عقلاء:

۱۔بعض عقلاء خالق متعال کے حضور میں خشوع وخضوع سے سجدہ ریز ہیں۔

۲۔بعض عقلاء انکار والحاد خالق متعال بجالاتے ہیں۔

۳۔بعض عقلاء اس مبداء آفرینش کو تسلیم کرتے ہوئے بتوں کے سامنے بھی خاضع ہوتے ہیں۔جیسے گاندھی ومن وموہن سنگھ وغیرہ۔

۴۔بعض عقلاء اللہ کے سواکائنات میں کچھ اور نہیں دیکھتے، جیسے بعض ملحدین صوفی۔

۵۔بعض عقلاء نے اپنے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دیکھی ہے جیسے ابن عربی نے کہا ہے۔۔۔۔۔

۶۔بعض عقلاء اپنی تمام تر بدبختی، فقر ومسکنت، سبّ وشتم اور زندان وشکنجہ کے باوجود یارب کہتے ہیں۔بعض عقلاء توحید کے ساتھ شرک کو بھی ثابت کرتے ہیں۔یہاں عقلاء عالم کے اس اختلاف کی کیا تفسیر کریں گے، اگر کریں تو وہ کس چیز سے ہوگی اور خود اس چیز کی صحت وسقم کی سند کہاں سے لیں گے؟ یہ سوالات غور طلب ہیں۔

۴۔بعض ان پڑھ عقلاء جیسے شاہ عباس صفوی، معتصم عباسی شامل ہیں جن کی مجلس میں میر داماد صدر متعالین ہوتے تھے۔

۵۔بعض عقلاء بادشاہوں کے وزیر تھے، جیسے ارسطو۔

## عقل مجور:

## عقلاء ملحدین: [تکامل فی الاسلام ج ا ص ۲۱]

ایک سوال جو اذہان میں گردش کرتا ہے کہ موحدین کا کہنا ہے وجود باری تعالی پر محکم متقن دلیل عقل ہے، لیکن مشاہدے میں آیا ہے بہت سے عقلاء بلکہ نوابغ عقلاء منکر اللہ ہیں۔وہ اللہ کی بجائے اصنام کی پرستش کرتے ہیں۔بعض علماء طب وریاضیات، منکر اللہ ہیں۔بہت سے سطحی افکار کے حامل طلباء اور علماء بھی خرافاتی عقائد رکھتے ہیں۔

مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۳۔۴ صادر از قم ایران ص ۳۴۹ پر کامل ہاشمی نے کتاب تکوین عقل العربی تالیف محمد عابد الجابری پر نقد لکھی ہے۔اس کتاب میں مؤلف نے تمام فرقہ رافضیہ کو عقل مہجور کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے رافضیہ کے فرقوں سوائے زیدیہ کے یہ کیسے کہتے ہیں کہ تمام معارف الٰہی

اضطراری ہیں۔یعنی خلق مضطر ومجبور ہے یہ تسلیم کریں۔فکر ونظر انسان کو علم کی طرف رہنمائی نہیں کرتے۔فکر ونظر سے اللہ کی عبادت و بندگی ممکن نہیں ہے۔ ناقد ہاشمی نے اس مقالہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ہاں فرقہ رافضیہ اسماعیلیہ وغیرہ اتباع غنوصیہ ہے، یہ درست ہے لیکن کاتب نے اثناعشریہ کو بھی اس میں شامل کرنے کو نا انصافی گردانا ہے۔اگر کوئی اس میں دقت وتحقیق کرنا چاہے کہ اثناعشری اس سے خارج ہیں جیسا کہ ہاشمی کہتا ہے کہ وہ بھی شامل ہیں۔لیکن جیسا کہ جابری کہتا ہے کہ یہ دوسری بات ہے وہ شامل نہیں۔

انبیاء، اساتذہ، اطفال عقل ہیں۔انسانوں کے اندر ودیعت شدہ عقل اطفال کی تعلیم وتربیت کے لئے اللہ نے انبیاء بھیجے ہیں۔چنانچہ امیرالمومنین فرماتے ہیں "بشرلھم وفائن العقول" اسی طرح کثیر آیات وروایات میں عقل کو ابھارنے کی دعوت دی گئی ہے۔

دوسرا مصدر عقل ہے۔گرچہ خود عقل کے مصادر کہاں ہیں؟ اس کے لیے بھی کہانیاں بنائی ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے عقل رشد فطرت کے ساتھ نکلتی ہے، محسوسات کے جمع کردہ تجمعات سے نکلتی ہے۔لیکن یہ تنہا پڑھائی پر متوقف نہیں، بلکہ بہت سے ان پڑھ انسان بھی عقلاء نکلے ہیں جیسے شاہ عباس صفوی، اکبر بادشاہ، سلطان ٹیپو وغیرہ۔لہٰذا قرآن نے دور جاہلیت کے ان پڑھوں کو عقل استعمال نہ کرنے کی مذمت کی ہے۔بڑی بڑی شخصیات، دانش پرست لوگ، علم کی پوجا کرنے والے، اعلیٰ اسناد کے حامل افراد جو نظام قرآن وسنت کو روکنے کیلئے کمربستہ ہوئے ہیں، انہیں قرآن نے جاہلیت اولیٰ کہا ہے۔اس علم کے فروغ واشاعت کا سہرا اور برگشت انبیاء کو جاتی ہے، یونان کو جاتی ہے۔جس کے ذریعہ مفروضات بناتے ہیں اور نتائج نکالتے ہیں۔اس کا آغاز یونان سے ہوتا ہے۔جو محسوسات اور حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، جو اس کو تیز تر دیکھتے ہیں اسے بڑا اور نزدیک دکھانے میں اہل مغرب پیش پیش ہیں۔

# ۶۔علم ودین میں تضاد کا تاریخی پس منظر

## طغیان کلیسا:

ا۔طغیان دینی سلطہ مطلقہ لیکن کسی قسم کے مصادر دینی سے عاری تھے۔ان کے پاس جو کچھ دین کے نام سے تھا، وہ کانفرنسوں کی قراردادیں تھیں چاہیے عقائد ہوں یا احکامات یا عبادات اور معاملات ہوں۔

کلیہ ربوبیت کلمہ بر عوام رکھتے تھے۔

۲۔صرارت پاپا

احتکار علم وفتویٰ اپنے لئے مخصوص تھا۔ان سے اختلاف کرنے والے علماء کو دردناک عذاب دیا جاتا ہے۔کلیسا والوں نے اپنے دین میں نئی معلومات بشری کو داخل کیا تھا، جنہیں اس وقت مسلمات سمجھا جاتا تھا۔یہی علوم بعد کی تحقیقات منظومہ میں تنافر وتضاد کا باعث بنے۔عقول میں انفجار کلیسا کے مظالم سے پیدا ہوا۔

مسیحوں کا دوسرا عقیدہ مصلوبیت مسیح ہے۔کتاب دراسات فی الادیان عبدالعزیز خلف ص ۲۵۶ پر آیا ہے کہ صلیب سخت لکڑی کے دار پر لٹکانے کو کہتے ہیں۔ یہودیوں اور حضاروی دونوں کا عقیدہ ہے حضرت مسیح نے تختہ دار پر ہی وفات پائی ہے لیکن وجہ مصلوبیت میں یہود اور نصاریٰ میں فرق ہے، یہود کہتے ہیں حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ کافر ہوگئے تھے لہٰذا وہ مستحق دار قرار پائے، یہودیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے جو تخت دار پر مرتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔لیکن نصاریٰ کا اعتقاد ہے، کہ مسیح دار پر لٹکائے گئے، تاکہ بشر پر فداء ہوجائیں اور بشر کے گناہوں کیلئے فدا ہوجائیں۔جو ان کے دادا آدم نے شجرہ ممنوعہ سے تناول کرکے کیا تھا

جس پر اللہ ان کے فرزندوں سے ناراض و غاضب ہو گیا۔ یہاں معافی کیلئے کسی واسطے کی ضرورت تھی، اس عذاب کو چکھنے کیلئے دوسروں سے منفرد ایک مخصوص شخص ہونا چاہیے جو گناہ و خطاء سے پاک ہو۔ اور اس خصوصیت کا حامل صرف ابن اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس تخیلاتی وجود سے بشری اور خاکی وجود میں آنے کے لئے حضرت عیسیٰ پہلے شکم مریم میں پہنچے، وہاں سے متولد ہوئے اور صلیب پر چڑھ گئے۔ اس طرح سے موت آئی اور آپ نوع بشر پر قربان ہو گئے۔ بقول ان کے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں اللہ ان تمام انسانوں سے راضی ہوا جن سے لے کر اب تک ناراض تھا۔

اس کی عدالت کا تقاضا تھا انھیں عذاب دیں اور ان پر رحم کریں، اس لئے اپنے بیٹے کو بھیجا یہ عذاب غیبی صلیب پر چڑھے اور احرار موت تک چکے۔ قصہ صلیب اس طرح بتایا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو تلاش کیا تاکہ انہیں قتل کر سکیں۔ مسیح کو ڈھونڈنے میں ان کی مدد جس شخص نے کی وہ مسیح کے ساتھوں میں سے تھا جس کا نام یہوذا لسحر تھا۔ جمعہ کی شب نماز کے ایک طویل وقفے کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ پھر انہیں دار کیساں کے پاس لے گئے جس نے سزا سنائی تھی۔ اس کے بعد دار والی رومانی لے گئے جس نے یہودیوں کے مطالبے پر انہیں گرفتار کیا تھا۔ حضرت مسیح کو جمعہ کے دن سہ پہر کو سولی پر چڑایا گیا اور جمعہ کی رات کو انہوں نے وفات پائی پھر صلیب سے اتار کر قبر میں اتارا گیا یہاں تک کہ ہفتہ کا دن گزر گیا۔ اتوار کی رات تک قبر میں رہے۔ جب اتوار کے دن قبر کشائی کی گئی تو قبر کو خالی پایا۔ کہتے ہیں چالیس دن ان کے ساتھ رہے اور پھر سے آسمان کی طرف بلند ہو گئے جو انہوں نے خود دیکھا۔

## طغیان وطغاۃ کلیسا:

کتاب مذاہب فکر یہ ج ا ص ۷۵ قرون وسطیٰ میں یورپ انتہائی جہالت، خرافات فرسودات کے دور میں تھا۔ قوموں کی جہالت و فرسودگی، خرافاتی زندگی کا سہرا حاکم وقت پر عائد ہوتا ہے۔ اس وقت یورپ پر حاکم کلیسا تھا جس نے اپنے لئے غیر محدود اختیارات گھڑ رکھے تھے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ پوپ اور کلیسا کے افکار و نظریات پر اظہار نظر کر سکے۔ ان کے نزدیک حق وہی ہے جو پوپ و کلیسا کہے، باطل وہی ہے جسے پوپ و کلیسا باطل قرار دے، حلال وہی ہے جسے پوپ و کلیسا حلال قرار دیں حرام وہی ہے جسے پوپ و کلیسا کہیں۔ شقی و بد بخت بد قسمت اور جہنمی وہ انسان ہے چاہے امور دینی ہو یا دنیوی جو ان کے مقررہ دائرے سے خروج کرے، وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ کلیسا نے اس وقت اپنی طغیان و سرکشی کے نفاذ کے لئے جو اقدامات ترتیب دیئے تھے وہ یہ ہیں:

۱۔ کلیسا کے مخالفین کو قعر طبقہ کے نام سے یاد کریں۔ اس سے مراد یہ تھی کہ یہ شخص فاسق و فاجر اور دین سے خارج ہونے کے علاوہ دردناک عذاب و سزا کا مستحق بھی ہے۔ اس لقب کے بعد اس کی جان، خون مال بہانا مباح ہو جاتا۔ اس طرح کلیسا لوگوں کے جان و مال، ناموس حتیٰ کہ حکومت سلاطین پر مسلط ہو گئے۔

ان کا یہ ماننا تھا کہ کلیسا ان پر راضی ہے جب تک کلیسا راضی نہ ہو اللہ کوئی چیز لوگوں کو نہیں دے سکتا، اللہ کا ارادہ کلیسا کی رضا پر موقوف ہے۔ اس کے تحت انہوں نے ہر چیز کو کلیسا سے مربوط کر دیا چاہے وہ دنیاوی امور ہوں یا دینی۔

۲۔ لوگوں کو علماء کلیسا کی ہر حوالے سے آنکھ بند کر کے اطاعت کرنے کا حکم تھا۔ لوگ آنکھ بند کر کے خاضعانہ، خاشعانہ بغیر کسی اعتراض و سوال کے کلیسا کی اطاعت کرنے پر مجبور تھے۔

۳۔ لوگ خود اللہ تک نہیں پہنچ سکتے بغیر کسی واسطہ کے، یعنی علماء کلیسا ہی لوگوں اور اللہ کے درمیان رابطہ ہیں۔

۴۔ کسی بھی شخص کو چاہے وہ کتنا ہی ذہین و فطین اور ہونہار کیوں نہ ہو، حق تفسیر کتاب مقدس نہیں، یہ حق خاص علماء کلیسا کا ہے۔

۵۔ مراسم عبادت میں کوئی بھی شخص جہاں کہیں جرم و جنایت گناہ کا ارتکاب کرے تو توبہ کرے۔ وہ توبہ تنہائی میں نہیں کرسکتا اسے چاہیے کہ وہ پادری کے سامنے جا کر اعتراف گناہ کرے، پادری ہی اپنے ہاتھ سے اس کے گناہ مٹائے گا۔

۶۔ ایجاد حکوک غفران، یعنی گناہ گار انسان اپنی آخرت کی مغفرت کے لئے غفران نامہ کلیسا سے حاصل کریں۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کا مال چھیننا شروع کیا۔ اس طرح امور دینی و دنیوی یا فکری سوچ سب کلیسا کے لئے مختص کی گئی تھی۔ اگر کوئی دین و دنیا کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا تو اپنی جائداد کا کچھ حصہ بطور تحفہ یا نقد مال کلیسا کو دینا پڑتا تھا گناہ گار انسان حکوک غفران خریدے گا اور اس کے لئے واسطہ کلیسا کو بنائے گا۔ اللہ تک رسائی ممکن نہیں جب تک علماء کلیسا کو واسطہ نہ بنائیں۔

۷۔ لوگوں پر ایک ایسا نظام مسلط کیا گیا تھا کہ جس کے تحت جن لوگوں کے پاس زمین نہیں تھی وہ کلیسا کی زمین میں بغیر اجرت کے کام کرتے۔ اگر اپنی زمین ہوتی تو اس کی آمدنی کا دسواں حصہ کلیسا کو دینا ہوتا تھا۔

۸۔ علماء کلیسا معاشرے میں اٹھنے والے ہر قسم کے فکر و نظریات پر سختی سے نظر رکھتے تھے۔ کسی کو کسی قسم کی کائنات کے بارے میں یا خلقت انسان کے بارے میں یا تاریخ کے بارے میں تحقیق کرنے کی اجازت نہیں تھی اور کسی کا یہ عمل کتاب مقدس کے خلاف بغاوت تصور ہوتا تھا۔ ہر قسم کی تحقیق کتاب مقدس کے خلاف بغاوت تصور ہوتی تھی۔ ایسا انسان مستحق قہر و عذاب قرار پاتا تھا۔

۹۔ کلیسا نے اپنے طور پر علم طب اور کونیات کے بارے میں اپنے خاص نظریات پیش کئے تھے اور پھر ان نظریات کو قدسیت بخشی تھی۔ ان کی مخالفت کو جرم گردانا گیا تھا۔ اگر اس کے بعد بھی کسی نے مخفی چھپ کر تحقیق کی تو وہ کافر و ملحد ہوگا، اسکا خون مباح ہوگا۔ اس طرح پاپ اور علمائے کلیسا اپنے علاقے کے سب سے بڑے جاگیردار بنتے گئے، صاحب عیش و نوش و اسراف بنے اور فسق و فجور کے مرتکب ہوئے، حتیٰ کہ ان کے مقابلے میں بادشاہان تک ذلیل و خوار تھے۔ جب ان حالات سے اصحاب فکر و نظر تنگ آگئے تو انہوں نے آہستہ آہستہ بغاوت شروع کی، یہاں اللہ نے ظالمین کو ظالمین سے لڑوایا ہے، کیونکہ یہ سنت کونیہ ہے۔

یہاں تک کہ خود کلیسا کا متوسط طبقہ یا نیچے والے بھی ان کے ظلم و جور سے تنگ آگئے تھے۔ مثلاً ''شہد شاہد منہا'' کا مصداق بن کر ویل دیوارثت نکلا اس نے لوگوں سے خطاب کر کے کہا، آپ جہاں کہیں ان فسادسہ، اساقفہ مردان کلیسا وابستگان کلیسا احبار علماء کی طرف نظر کریں چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے، بچے نابالغ ہوں انہیں دیکھ کر اپنی ناک کو بند کرو کیونکہ ان علماء سے بو اور گندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔ انہوں نے عقل کو بند کیا، روحانیت سے نکال دیا، اپنے شکم کو قبر بنایا ہے، جو چاہے کھاتے ہیں، پیتے ہیں۔ یہ لوگ شیطانی منتقس فسق و فجور لعنات ہیں، اور تمام محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

## کلیسا اور علم:

کتاب الکون والارض تالیف ابا عبدالمجید محرابی ص ۲۵ میں اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ اس وقت کلیسا لوگوں کی عقلوں پر مسلط تھا، ہر قسم کے علم و معرفت اور تحقیق کے مظاہروں پر پابندیاں تھیں، جو نصوص کتاب مقدس سے اختلاف رکھتے تھے۔ جب یورپ میں انقلاب علمی آیا تو اس وقت کے کلیسا نے بہت سے علماء کو سخت عذاب و تہدید کا نشانہ بنایا، بہت سوں کو موت کی سزا دی، بہت سوں کو جلایا۔ چنانچہ ان علماء میں اس وقت کے عالم محقق و مبتکر علم جدید خاص کر علم فلکیات اور ریاضی کے مبتکر تھے، وہ ابطالیا سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۵۶۴۔۱۶۴۲ کے دور میں انہوں نے ایک کتاب عالم ملکی کو برنیکس جو ۱۴۷۳۔۱۵۴۳ کے دور میں تھے، تائید کیا تھا۔ کو پرنیکس نے ''سورج مرکز ہے اور زمین اس کے گرد گردش کرتی ہے'' اس نظریہ کو مسترد کیا تھا کیونکہ بطلیوس یونانی کہتے تھے کہ سورج

زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا اور انہیں سزائے موت سنائی گئی۔ کلیسا کی اس سختی اور کینے کی وجہ سے کوپرنیکس کو اپنے نظریے سے رجوع کرنا پڑا۔ ان تمام سختیوں اور جاہلانہ روشوں کے باعث یورپ میں الحاد نے جنم لیا۔ تاہم بعد میں بیسویں صدی میں اس الحاد کا سہرا فقری کو جاتا ہے۔

کتب مقدسہ اناجیل اربعہ کی اسناد تسلسل علماء نصاریٰ دینے سے قاصر ہیں، جب ان کی اسناد حوارین سے دینے سے قاصر ہو جائیں گے تو یہ مامون ومحفوظ آزادی دس وتحریف نہیں ہوسکتا ہے ساتھ ہی طبیعت بشری کے تحت گزشتہ زمان سے ہی یہ نسیان یا اغراض دیگر کا شکار ہو سکتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے دین کی کتاب قرآن اور سنت ہے۔ قرآن اپنی جگہ خود مستندی ہے۔ جہاں تک پیغمبر کی بات ہے وہ گرچہ آمیزش غیر سے محفوظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، تاہم آغاز سے آج دن تک مسلمانوں کے پاس مخرج صحیح از غلط کا قانون موجود ہے، جیسے صحیح اور سقم کی اصطلاحات موجود ہیں۔

**نصرانیت:** [موسوعۃ میسرہ فی الادیان والمذاہب والاحزاب معاصرہ ج ۲ ص ۵۶۴]

دین نصاریٰ وہ دین ہے جو اللہ نے حضرت عیسیٰ پر نازل کیا ہے، یہ دین تکمیل وتتمیم تہذیب شریعت تورات ہے۔ اس میں توحید فضیلت تسامح کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن اس دین کو یہودیوں کی طرف سے شدید مزاحمت ومقاومت کا سامنا ہوا اور جلد ہی وہ اپنے اصولوں سے منحرف ہوئے اور اصول کھونے کے بعد یہودی تحریفی ہاتھ ان کی طرف بڑھے اور رفتہ رفتہ یہ اپنے مبانی اصول نصرانیت سے دور ہوتے گئے اور بت پرستی سے آلودہ ہوتے ہوئے شرک اور لغزو معمیٰ گوئی اس میں شامل ہوگئی۔ دین نصرانیت اپنی طویل تاریخ میں بہت سے مراحل وادوار سے گزرا ہے، یہ دین اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے دین سے نکل کر دین خرافاتی میں تبدیل ہو گیا۔ اس کو منحرف کرنے میں یہودیوں اور مشرکین کا کردار ہے۔ اس کے پہلے انحرافی دور کو مورخین کلیسا نے عصر رسولی کہا ہے، یہاں سے دور انحراف کا آغاز ہوا۔ حضرت عیسیٰ کے رفع کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں کو شدید اذیت وآزار تکالیف پہنچیں جس میں آپ کے حواریوں میں سے یعقوب بن ضبدی کو قتل کیا گیا، بطرس کو زندان کیا اور باقی مبلغین کو تعذیب کا نشانہ بنایا گیا اور ایک عجیب فتنہ اتباع مسیح والوں پر گزر گیا، یہاں تک یہ دعوت صفحہ ہستی سے مٹنے کی طرف چلی۔ اس دور پرآشوب میں شاول ترسوسی یہودی فریسی جو اپنے دور کا بہت بڑا پائے کا مفکر سمجھا جاتا تھا اور علماء یہود میں شمار ہوتا تھا، اس نے اعلان کیا کہ مسیحی جہاں جہاں ملیں، انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔ اس کو بعد میں بولس کہا گیا ہے۔ یہاں سے حوارین دیگر علاقوں میں منتشر ہوئے۔

**مسیحیت:** [کتاب قیم حضاریہ فی القرآن الکریم تالیف ڈاکٹر توفیق محمد سبع ص ۱۴]

مسیحیت یہودیت کی نقص وکمی کو پورا کرنے کیلئے آئی تھی۔ اُن کا مدعا ان کی خشکی میں رطوبت ڈالنا تھا۔ مسیحیت کی باتیں خوشگوار تھیں۔ ابتداء میں رہبانیت وجدان رقیق یا رقت قلبی، نرم دلی کا نمونہ اور صاف شعور کا مظہر تھی۔ لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ رہبانیت اس صفت سے نکل گئی۔ اب وہ قصہ دور غلیظ تند انسان بن گئی اور حیاتی زندگی سے نکل کر دیر کنائس میں چلی گئی۔ وہاں خشک زندگی گزاری قسوت وانف وقساوت کی زندگی گزاری یہاں تک کہ راہبان نے لباس پہننا چھوڑ دیا تھا، وہ اپنے لمبے بالوں سے اپنے جسم کو ڈھانپتے اور مثل حیوان ہاتھوں سے چلتے تھے۔ اکثر بیشتر درندوں کی غاروں یا کنوئیں، قبرستانوں میں زندگی گزارتے تھے۔ ان کا کھانا سبزی اور حشیش تھا۔

وہ نظافت وطہارت کو روح کے خلاف سمجھتے اور اپنے اعضاء کو دھونا گناہ سمجھتے تھے۔ سب سے زاہد اس انسان کو سمجھتے جو طہارت سے دور ہو نجاست میں غرق ہو، گندگی میں زیادہ غرق ہو، وہ ان کے نزدیک زیادہ عابد ہوتا تھا۔ راہب بازاروں میں گشت کرتے رہتے تھے، وہ ماؤں کی گود سے بچوں کو اغواء کرتے تاکہ

انہیں رہبانیت اور گندی زندگی کی تربیت دیں، نفس کو دبانے کی تربیت دیں اس سلسلے میں ہر قسم کی سختی و شدت کو اپناتے تھے۔ عورتوں کو رجز و نجس سمجھتے تھے، عورتوں سے دوری اور فرار اختیار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان سے بات کرنا اعمال کو حبط کرنے کے برابر سمجھتے تھے۔ ان حالات کے بارے میں ذرا آپ سوچیں کہ یورپ اس وقت کس حال میں تھا۔ ویلس کہتا ہے یورپ پر پانچویں صدی سے دسویں میلادی تک کا دور تاریک رات کا دور ہے، ان راتوں میں ان کی تاریکی ہر آئے دن بڑھتی تھی ہر ایک دن سیاہ کارنامے لے کر نکلتا تھا۔ اس وقت کی زندگی ایک وحشیانہ زندگی تھی یعنی بدامنی کی زندگی، اوٹ پٹانگ زندگی بلکہ قدیم دور کی زندگی سے بھی بدتر تھی۔

اس دور میں تمدن کے راستے مٹ چکے تھے، زوال اور نابودی ان کے دہانے پر آچکا تھا، خراب و بربادی ان کے سامنے تھی۔ کلیسا بہت بدترین حالات میں منحرف ہو چکا تھا۔ کلیسا نے کہانت کو اپنی معرفت کے لئے مختص کیا، قہر ارہاب تشدد کو علماء پر رواج دیا، علماء کو اپنے ملک سے بدر کیا مار پیٹ کی، انہیں قتل کیا انہیں سزائیں دینے کیلئے عدالتیں قائم کیں۔ آزادی رائے کو ان سے چھینا۔ اصول معارف رجعیت کو اپنایا جو کسی اور دین و مذہب میں نہیں تھا، یہاں سے علم و دین میں دشمنی کا آغاز شروع ہوا۔

[دراست مقارنہ تالیف مصطفیٰ حلمی ص ۱۶۴]

جس طرح دین یہود دین سماوی الٰہی سے نکل کر خالص سیاسی مذہب بن گیا تھا، نصرانیت بھی اس فارمولے سے یا اس خود ساختہ رحم شقاوت مساوات اخلاق کی آستین سے نکل گیا اور اس نے پورے عالم اسلام کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ ہم یہاں نصرانیوں کے اسلام پر مسلسل حملوں اور جنایات کا ذکر کریں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس پورے ادوار میں نصرانیت نے اسلام کو تباہ کرنے کیلئے کیا کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر حامد ربیع کہتے ہیں۔

## ۷۔ دین نصاریٰ کے مصادر

### ادیان گذشتہ اور ان کے مصادر:

دین یہود و نصاریٰ کے مشترک مصدر کو کتاب مقدس کہتے ہیں، کتاب مقدس کے بارے میں علامہ قرضاوی فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی شناخت قرآن کریم میں اس طرح کی گئی ہے:

۱۔ کفران نعمت والے

۲۔ اقرار کے بعد مکر جانے والے۔

۳۔ شریعت میں حیلہ بہانہ تراشی کرنے والے۔

۴۔ یہودی اپنے علاوہ کسی اور دین و ملت کو نہیں مانتے۔

**مصادر دینی نصاریٰ:**

مسیحی اپنی کتاب دینی کو کتاب مقدس کہتے ہیں۔ کتاب درسات فی الادیان تالیف خلوص ۱۳۴ میں آیا ہے کتاب مقدس دو عہد پر مشتمل ہے ایک عہد قدیم ہے اس سے مراد تورات اور اس کے ملحقات کہتے ہیں اور دوسرا عہد جدید ہے یہ ۲۷ کتابوں پر مشتمل ہے جس میں سرفہرست انجیل متی، مرقص، انجیل لوقا، انجیل یوحنا ہیں، اصل انجیل وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں سورہ مائدہ ۴۶ میں آیا ہے جس کی طرف حضرت عیسیٰ نے دعوت دی لیکن یہ انجیل اب مفقود ہے، ان کے

درمیان میں نہیں ہے۔ وہ ان چار اناجیل میں شامل نہیں ہے۔
علماء نصاریٰ ان اناجیل کی اسناد تسلسل دینے سے قاصر ہیں، جب ان کی اسناد حوارین سے دینے سے قاصر ہو جائیں گے تو یہ محفوظ و محصون نہیں ہو سکتی۔ طبیعت بشری کے تحت گزشتہ زمانے سے ہی یہ نسیان یا اغراض دیگر کا شکار ہوئی ہیں جبکہ مسلمانوں کے دین کی کتاب قرآن اور سنت ہے۔ قرآن اپنی جگہ خود متمدی ہے جہاں تک سنت پیغمبر کی بات ہے وہ گرچہ آمیزش غیر نسبت سے محفوظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے تاہم آغاز سے آج دن تک مسلمانوں کے پاس مخرج صحیح از غلط کا قانون موجود ہے جیسے صحیح اور سقم کی اصطلاحات ہیں۔ یورپ میں صنعتی انقلاب سے پہلے بہت سے ملا سفر ادیان نظریات نکلے جنہوں نے اپنے سامنے نظر میں آنے والی ہر چیز کی تفسیر و تحلیل کرنا شروع کی۔ خود انسان، حیوانات، تاریخ، نظام زندگی اور ان میں سرفہرست ادیان جو ان پر حاکم تھے چونکہ کلیسا اور اس کے ارباب پہلے سے علم و فلسفہ کے خلاف یا ان کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے متعلق افکار و نظریات سب کو ضد علم قرار دیا۔ اس کی دلیل میں انہوں نے کہا ہر وہ چیز جو حس کے تجربہ میں نہیں آتی وہ باطل ہے۔ یہاں سے بحث چھڑی کہ حقائق جاننے کے کتنے مصادر ہیں اور ان میں سے اہم مرکزی مصدر کہاں سے شروع ہوتے ہیں؟ یہاں سے انہوں نے دین کو ضد علم قرار دیا۔

**موجود اناجیل:**

کتاب درسات فی الادیان تالیف دکتور عبدالعزیز خلف ص ۱۳۸ میں آیا ہے موجود اناجیل میں تاریخ و سیرت مسیح کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ان اناجیل میں ولادت مسیح پھر ان کی سفری دعوتیں، مواعظ و نصیحت خطب و معجزات کا ذکر ہے، پھر خود مسیحیوں کے زعم کے مطابق دار سے ایمان کی طرف صعود بلندی کا ذکر ہے۔ ان اناجیل کے مضامین کا تذکرہ دو چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ دعوت توبہ و انابہ و عمل بشریعت موسیٰ۔

۲۔ تبشرہ و قرب قیامت مملکت اللہ ہے جس میں عدل و مساوات کے قیام کا ذکر ہے۔

## کتاب مقدس:

یوسف القرضاوی اپنی کتاب کیف نتعامل مع القرآن العظیم ص ۲۹ پر لکھتے ہیں علماء غرب کی تورات یا کتب عہد قدیم کے بارے میں تحقیق یہاں تک پہنچی ہے کہ کتاب تورات میں تحریف ہو چکی ہے، اس کتاب میں موجود نصوص کی حضرت موسیٰ کی طرف نسبت نہیں دی جا سکتی۔ یہاں تک کہ فیلسوف اسپنوزا یہودی نے آزاد خیال عہد قدیم پر شدید تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کی انبیاء کی طرف نسبت نہیں دی جا سکتی۔ خاص کر موجودہ تورات تو حضرت موسیٰ کی وفات کے کئی سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ بعض مغربی علماء متفکرین نے فتویٰ دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اس کتاب مقدس کو مدارس سے ہٹایا جائے، خاص کر عہد قدیم کے نسخہ کو کیونکہ اس میں ایسے مواد موجود ہیں جو امور زندگی اور آداب زندگی کے منافی ہیں۔ لیکن انجیل جو عیسیٰ پر نازل ہوئی وہ تو حضرت عیسیٰ کے رفع کے تھوڑے عرصے کے بعد ناپید ہو گئی تھی، اس کے کوئی آثار کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ جو کچھ اناجیل کے نام سے اس وقت موجود ہے وہ انہی افراد سے منسوب ہے جن کی تعداد چار بتائی جاتی ہے۔

متی، مرقس، لوقا اور یوحنا یہ چار اناجیل سے چنا گیا مواد ہے۔ اس کا پڑھنا حرام اور تلف کرنا واجب ہے، ان اناجیل کی تاریخ تالیف میں اختلاف ہے۔ جس طرح جس لغت میں یہ تالیف ہوئیں اس میں بھی اختلاف ہے پھر آخر اسے کس زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے؟ ان اناجیل کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو شک ہے کہ کیا یہ نسبت جن افراد کی طرف دی جاتی ہے درست ہے یا نہیں۔ شیخ رشید رضا نے مجلّہ المنار میں لکھا یہ چار اناجیل جس پر نصاریٰ اعتماد کرتے ہیں

یہ رفع عیسیٰ کے تین صدی بعد منظر عام پر آئی ہیں۔عبدالوحد داؤ د نے لکھا ہے یہ میلا د مسیح کی چوتھی صدی سے پہلے معروف نہیں تھیں۔
لیکن مسلمانوں کی کتاب قرآن پر اپنی نصوص آیات کے علاوہ ملت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کتاب ہر قسم کی تحریف زیادتی اور نقائص سے پاک کتاب ہے۔چنانچہ راقم نے اپنی کتاب ''اٹھو قرآن سے دفاع کرو'' میں علماء اسلام کے اقوال ونظریات بیان کیئے ہیں۔البتہ اس حقیقت کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں کہ فرق و مذاہب کے علماء نے اس کتاب کو آئین حیات قرار دینے اور سوچنے و سمجھنے کی کاوش سے باز رکھنے کے لئے مذموم ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں جس کی جھلک تفسیر تراجم اور حاشیوں میں نظر آتی ہے۔ترجمہ اور تفسیر میں دست خیانت، تغیر وتبدیل سے ایسی کہانیاں بنائی گئی ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف فرقوں کو قبول نہیں ہیں۔

## رہبانیت و دیرانیت:

تعذیب وتذلیل اور تحقیر وقتل کے نتیجہ میں مسیحیوں نے رہبانیت اور دہریت کو اپنے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔یہیں سے رہبانیت مسیحیت کا جزء دین بن گئی۔جس طرح بہت سی چیزیں جو فرقوں کی ایجاد کردہ ہیں لیکن مسلمان انہیں جزو دین میں شمار کرتے ہیں، ایسے ہی بعض چیزیں مذہب نصرانیت کا بعد میں جزء بن گئیں۔

## مذاہب وفرق نصاریٰ:

کتب فرق وادیان میں مسیحیوں کے انتشار وافتراق کو ۳۲۵ میلادی سے قبل بتاتے ہیں۔چنانچہ کتاب دراسات فی الادیان تالیف دکتور سعود بن عبدالعزیز الخلف اپنی کتاب کے ۲۱۲ پر لکھتے ہیں ۳۲۵ کو حالیہ ترکی کے شہر نیقہ جسے ازنیق بھی کہتے ہیں، ۳۱۳ کو امپراطور قسطنطنین نے نصاریٰ کے لئے آزادی اظہار عقائد کا اعلان کیا۔جس کے نتیجے میں روم میں ہر آئے دن ایک نئے عقیدے نے جنم لیا۔فرقہ دین سوز ہوتا ہے فرقے دین سے قریب نہیں بلکہ دین سے دور کھڑا کرتے ہیں۔کیونکہ فرقوں کی نیت کو چاہے آپ اسے حسن نیت پر منطبق کریں یا میلا د پرستی کہیں بہر حال فرقوں کے عزائم حکومتوں کے اشتراک عمل سے کفر والحاد پر مبنی ہوتے ہیں۔فرقوں میں تشدد ان میں دلیل و برہان کے فقدان کی وجہ سے ہوتا ہے۔وہ ہمیشہ تشدد کو دلیل کے بدلے میں استعمال کرتے ہیں۔
ہم نے سنہ ۲۰۰۰ سے پہلے کے سالوں میں دیکھا کہ ایک فرقے نے کتنی تنظیمیں بنائیں، حکومتوں کا منشور مفادات کی تقسیم ہوتی ہے، اسی سے فرقے بنتے ہیں۔اس تقسیم میں حکومتوں کی بقاء ہوتی ہے۔دین سے جنگ فرقوں اور حکومتوں کے اشتراک سے لڑی جاتی ہے۔دین انسانوں کی سرشت کا خمیر ہوتا ہے، اس لئے کبھی دب تو جاتا ہے لیکن ختم نہیں ہوتا۔دوسری طرف حکومتوں کی کمزوری عوام کی نیازمندی ہے۔لہٰذا تاریخ میں بارہا حکومتوں کو دین دار عوام نے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔
فرقے جب مظالم دیکھتے ہیں تو دین کی طرف برگشت کرتے ہیں، متحد ہو جاتے ہیں لیکن جب آزادی ملتی ہے تو سب اس کاروبار کو دوبارہ شروع کرتے ہیں، ہر گلی کوچے میں تنظیم بناتے ہیں۔لہٰذا ہمیشہ یاد رکھیں کہ اہل دین کیلئے سختی کے ادوار کبھی بھی آزادی کے ادوار سے اچھے نہیں رہے۔آزادی کے ادوار میں انسان بے لگام ہوتا ہے۔آزادی کے ادوار میں سارا کچرا دین پر پھینکتے ہیں، چنانچہ نصاریٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔جب بادشاہان روم نے انہیں اپنے مظالم کا نشانہ بنایا تو یہ روپوش ہو گئے لیکن جونہی آزادی ملی یہ دوبارہ سرگرم ہو گئے۔چنانچہ انہوں نے نئے سرے سے عقائد گھڑنے شروع کئے البتہ وہ عقائد بھی شرک رومی سے آمیزش والی مسیحیت پر مبنی تھے۔چنانچہ اس وقت نصاریٰ میں کلیسا سکندریہ کی طرف سے الوہیت مسیح کا اعلان ہوا اس کا حامی گروہ بولیسی

کے نظریہ پر تھے۔ جبکہ اسقف لیلین اریوس بھی اسکندریہ اسقف تھے۔ یہ بڑے پائے کے عالم متجر واعظ دل پذیر اور مثقف ومفسر کتب عہدین تھے۔ اس نے سابق الذکر عقیدہ کے برعکس کہا کہ اللہ واحد ازلی ہستی ہے جبکہ ابن نہ ازلی ہے اور نہ ابدی ہے بلکہ یہ ابن مولود از عدم ہے جس طرح دیگر خلائق نکلی ہیں۔ اریوس کے اس عقیدے میں بعض دیگر اساقف نے ساتھ دیا جن میں اسقف نیوقومیدیہ میسیحی اوسابیوس سرفہرست تھے۔ جب امپراطور قسطنین نے یہ صورت حال دیکھی کہ نصاریٰ دوبارہ اختلاف وانتشار کا شکار ہو رہے ہیں اور یہ ان کی حکومت کے لئے خطرے کا سبب بن سکتا ہے تو اس وقت اسقف اسکندریہ لکندروس نہ رومی امپراطور کو ایک اجتماع اساقف کرنے کی دعوت دی۔ جس میں اسقف اریونس کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا چنانچہ مجمع نے اریوس کو اسقف کے منصب سے برطرف کرنے کا کہا۔ اسقف اریوس سکندریہ کے عقائد درج ذیل تھے:

۱۔ مسیح اور ان کی ماں مریم دونوں اللہ ہیں۔

۲۔ مسیح اپنے آپ سے اس طرح منتقل ہو گئے جس طرح آگ سے شعلے نکلتے ہیں، اس انفصال سے اس آگ میں نقص نہیں آتا۔

۳۔ مسیح شکم مریم میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ پانی میزاب سے گزرنے کی حد تک رہے۔

۴۔ یہ تینوں اللہ ہیں، صالح، طالح اور درمیان والا معتدل ہے۔

۵۔ صرف مسیح اللہ ہے۔

قرارداد کی صورت میں مندرجہ ذیل اعتقاد کا اعلان کیا گیا جو ص ۲۷۵ حاشیہ میں ملاحظہ کریں۔ پھر لکھا کہ اللہ بشری جسد کی صورت میں انسانوں کی نجات کے لئے ظاہر ہوا ہے پھر مرنے کے بعد آسمان پر عروج کیا۔ نیز اریوس کو مردود وملعون قرار دینے اور اس کی کتابوں کو جلانے کا اعلان کیا گیا۔

مجمع قسطنطنیہ ۳۸۱م امپراطور تیودسیوس نے ۳۸۱ میں ایک اجتماع اساقف کی دعوت دی گئی جس میں کلیساوں میں جاری مختلف عقائد کی برسی کرنا تھا۔ ان عقائد میں سے ایک مقدونیوس کا عقیدہ تھا جس کا کہنا تھا روح القدس مخلوق ہے الہ نہیں، دوسری دعوت مابلیوس کی تھی جو سرے سے منکر اقالیم ثلاثہ تھا، تیسرا ابولینار بوس، یہ شام اور لاذقیہ کے اطراف کے اسقف تھے۔ انہوں نے مسیح میں کسی قسم کی بشریت ہونے سے انکار کیا۔ اس مجتمع میں ۱۵۰ اسقف نے شرکت کی، اس مجمع کے اختتام پر یہ اعلانیہ جاری ہوا کہ روح القدس ہی اللہ ہے، اس کے مخالفین کو ملعون ومردود قرار دیا جائے۔ یہ کانفرنس خود امپراطور کی طرف سے منعقد ہوئی تھی جس میں مسیح کی الوہیت ہی کا اعلان ہوا۔

مجمع خلیفہ رومیہ ۴۵۱م ص ۱۲۱۹ اس مجمع میں حضرت مسیح کی حیثیت کو موضوع بحث قرار دیا گیا چنانچہ اس کے اختتام پر یہ قرارداد پیش کی گئی کہ مسیح کی دو حیثیت ہیں جن میں ایک الہیہ وبشریہ، اختلاط وبلاتحول وبلا انقسا وانفصال ہے۔ اس قرارداد کا داعی اسقف غربی ہے جس نے اس کے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو ملعون ومطعون قرار دیا، اس کی اس قرارداد میں کنائش شرقی نے مخالفت کی، وہ لوگ اپنی مجمع انس پر قائم رہے۔

## یورپ والوں کی قرون وسطیٰ کے طلسمات سے رہائی: [کتاب اخطار الغزوی الفکری ص ۳۹]

یورپ قرون وسطیٰ کی ظالمانہ، وحشیانہ، تاریکانہ عقول کی پابند سلاسل کے دور سے گزر کر نہضت علمی کے دور میں داخل ہوا۔ ایک طویل عرصہ جنگ وجدال کے بعد کلیسا کا مستبدانہ، آمرانہ، جابرانہ حکمرانہ اور عامہ وخاصہ کا دور ختم ہوا جو علماء امراء کے علاوہ بادشاہان پر بھی جابرانہ حکومت کرتا تھا کلیسا کی تعذیبی تازیانہ تنہا کلیسا کی مخالفت پر نہیں بلکہ یہ اظہار رائے کرنے پر کلیسا نے چوتھے بادشاہ کی پاپ نے تذلیل کرتے ہوئے دیکھا۔ واقعہ یوں ہے کہ۔۔۔۔۔۔ سابغ کے اسقف کے تعین پر اختلاف پیدا ہوا جس پر بادشاہ کو توبہ کرنے کے لئے پاپ کے دروازے پر جانا پڑا۔ برف میں ننگے پاؤں کلیسا کے باہر حالت غفران کے

لئے انتظار کرنا پڑا، کتنے ہی علماء مبتکرین، علم کیمیا، فزکس کو تغذیب کا نشانہ بنایا گیا۔

**انقلاب صنعت وظہور استعمار گری ثقافہ الاسلام: موکب محمد علیان ص ۳۵۶**

یورپ میں انقلاب صنعت اور دین سے برأت جڑواں پیدائشی عمل ہے۔ یہاں سے ان لوگوں نے تنہا دین سے بیزاری کا اعلان نہیں کیا بلکہ عدل و انصاف، اقدار، مساوات، برادری، شرافت اور فضیلت سب سے عاری ہوگئے، کیونکہ اب ان کے اوپر کوئی رقیب ونگران نہیں رہا۔ ان کا مقصد زندگی صرف مال بنانا، تعیش کرنا ہے۔ بڑھتی ہوئی صنعت کے لئے بازار درکار تھے لہٰذا انھیں یورپ سے باہر کے بازاروں کی ضرورت پیدا ہوئی، اس لئے انہوں نے دست استعماری آستین سے نکالنا شروع کیا اور دنیا کو اپنے مستعمرات بنانے کیلئے نکلے، جس کی وجہ سے عالمی جنگیں شروع ہوئیں۔ پھر بڑھتے ہوئے اموال کو گردش میں رکھنے کیلئے باہر صنعت لگانے کی ضرورت پڑی۔ اپنی اس استعمار گری کو چھپا کر رکھنے کیلئے انہیں دوبارہ کلیسا سے رجوع کرنا پڑا، انہیں مطمئن کرنے کیلئے ان سے معاہدہ کرنا پڑا، انہیں استعمال کرنے کیلئے ان سے کہا آپ مسیحت کو کیوں یورپ تک محدود رکھنا چاہتے ہیں، آپ اس کو باہر نکالیں، تبلیغ کریں، ارشاد کریں۔ یہاں سے تبشیری جماعت وجود میں آئی جس کا مقصد یورپ سے باہر مسیحیت کو پھیلانا تھا یہاں سے نصرانیت کو یہودیوں کی اس سیرت کی پیروی و تاسی کرنی پڑی کہ کوئی مسلمان اس تضاد وتناقص مخالفت کی فضا میں مسیحی تو نہیں بن سکتے اس لیے انہیں ممکن حد تک کوشش کر کے ملحد، بے دین، بے غیرت اور غرب نواز دوست بنائیں، چنانچہ انہوں نے اپنے ان بُرے عزائم کو مخفی طور پر چلانے کیلئے تین چیزوں کو اپنایا:۔

۱۔ بیماریوں کے علاج معالجہ کو وسیلہ بنایا، چنانچہ ۱۴۲۴ کو قدس، استنبول، بغداد، مصر، لبنان میں مختلف کانفرنسیں منعقد کیں جن میں شرکاء نے علاج معالجہ کو پہلے مرحلے میں ترجیح دی۔

۲۔ انہوں نے علم جیسی شرافت وفضیلت کو اپنے خسیس استعماری عزائم کیلئے استعمال کیا۔

۳۔؟

جس وقت یورپ میں ترقی وتمدن کا دور شروع ہوا اسی دن سے عالم اسلام زوال، نیستی اور ضعف و ناتوانی کی طرف رواں دواں ہوا، ہر طرح کے جہل و جہالت عالم اسلام پر کھل گئے۔ جب مغرب والوں کی دعوت شدت اختیار کر گئی اور انہوں نے میدان تمدن میں سبقت حاصل کر لی تو مسلمانوں نے اپنے اندر پیدا ہونے والی ضعف وناتوانی کو دیکھا کہ ان کے پاس جو علم وتمدن تھا اس سے دوسرے مستفیض ہونے لگے جبکہ وہ خود ذلیل ہوئے۔ جس وقت استعمار نے اپنے افکار کو مسلمانوں کی طرف برگشت کیا تو اس وقت ایک نئی دعوت اسلامی معاشرے میں پیدا ہوئی۔ نئے چہرے اور نئی فکر کی یہ دعوت تین گروہوں پر مشتمل تھی۔

۱۔ قومیت کی بنیاد پر

۲۔ الحاد کا نعرہ بلند ہوا۔

۳۔ دین اور حکومت کو جدا کرنے کی دعوت شروع ہوئی۔

تبشیری:

مقدمہ جیش لشکر استعماری تھے، اس گروہ کا دین مسیحیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جس کلیسا کو انہوں نے کلیسا کے اندر محبوس کیا ہوا تھا انہیں فرسودہ اوہام پرست کہا۔ تصور دین کو کلی طور پر زندگی کے ہر شعبے سے بے دخل کیا۔ تورات وانجیل کو خیرات کیا۔ ایسی حکومتوں اور دین کے مصلح کے داعیوں سے کیا واسطہ تھا؟

لیکن انہوں نے مسلمانوں کو غفلت میں رکھنے کیلئے ایوب خمسہ کے فارمولہ پر عمل کرتے ہوئے ان کو استعمال کیا تھا۔
یورپ والوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ علم ضد دین ہے کیونکہ جو دین ان کے پاس تھا وہ مجموعہ اوہام واباطیل ہے، دیوان غزل کی طرح ہے اس دین کے خدماء شیاطین کی مانند ہیں جو رشوت خور ہیں جو بصیرت سے آری دین کی دعوت دیتے وقت عقل کو لگام ڈال کر رکھتے ہیں۔ جو دل کرے بولو، سناؤ، مومن یہ ہے، خالص مومن وہ ہے کی رٹ لگاؤ۔ لوگوں کو مجبور کرو کہ بغیر عقل، دلیل، تدبر اور برہان کے ایمان لائیں۔ وہ یہاں تک حق بجانب تھے لیکن مدعی علم، غور وفکر کرنے والوں، عماق سمندر وذرات وشکم رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ دین کلیسا کے علاوہ دنیا میں کوئی اور جوادیان ہیں وہ بھی اسی طرح سے ہیں یا اس سے مختلف ہیں۔

## شعار تبشیر نصاریٰ:

مسیحین نے عالم اسلام کو فتح کرنے کے لئے اسے جیش تبشیری کا نام دیا یعنی ہم آپ کو نجات دلانے اور خلاصی دینے کیلئے آرہے ہیں جبکہ ان کے اندر مسلمانوں کے خلاف حقد وکینہ، عداوت سے بھرے ہوئے جزبات تھے۔ ان کا شعار جھوٹ اور دھوکے پر مبنی تھا لیکن ان کا جھوٹ اس لئے کامیاب ہوتا ہے کہ ہم احمق اور نادان کم فہم ہیں۔ ہماری فکر عمق و گہرائی سے عاری وخالی ہوتی ہے ہم کہتے ہیں ہماری فکر وسوچ کا مآخذ محمد وآل محمد سے مآخوذ یا اصحاب رشد سے مآخوذ ہے لیکن فعل وعمل سے معلوم ہوتا ہے ہم فکر خوارج پر ہیں۔ جہاں یہود ونصاریٰ اپنے لوگوں کو نبی کی امانت کہہ کر تحفظ دیتے ہیں۔ وہاں ہم سب وشتم گولی وگالی دیتے ہیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ جس حسین نے لشکر اعداء سے فرمایا تھا: یغنی مع انفسکم اھلی مع احیاییکم اس حسین کیلئے لبیک یا حسین کہتے ہوئے دوسروں کو مارنے، دھمکانے، مرعوب کرنے کیلئے لبیک یا حسین کہتے ہیں۔
تبشیری کے بانی جیسا کہ کتاب مذاہب فکر یہ ج ا ص ۲۹۰ پر آیا ہے، مصنف گراں لکھتے ہیں اس فکر کا موجد ومبتکر بادشاہ لوبس تاسع تھا جو مدینہ منصورہ جنگ صلیبی میں شکست کے بعد اسیر ہوا تھا۔ یہ بارہ سو پچاس ۱۲۵۰ کو مصر میں اسیر ہوا پھر فدیہ دے کر رہا ہوا۔ تین سال ۱۲۵۴ تک مصر میں رہا اس نے واپس جا کر اس فکر کی بنیاد رکھی کہ مسیحیوں کو چاہیے کہ کسی مسلمان ملکوں فاضع کرتے ہیں۔ موسوعہ میسرہ
سرمایہ داری ایک نظام ہے جو کلیسا کی استبداد استحصال کے خاتمہ کے موقع پر اخطاعی خود لایا۔ ایک نظام کے بدلے کے طور پر وجود میں آیا ہے۔

## کلیسا استبدایت سے رضا کار بنے بے راضی:

جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا اور ان کی ایجادات کی فروخت کیلئے انہیں یورپ چھوٹا پڑا تو انہیں یورپ سے باہر بازار خریدنا ناگزیر ہوا تو انہوں نے دوبارہ کلیسا کی طرف رجوع کیا، انہیں آمادہ کیا کہ نصرانیت کو یورپ سے باہر پھیلائیں۔ اس کے بیرون یورپ بہت مواقع ہیں چنانچہ اس مفاھمت کے نتیجے میں تبشیر یہ وجود میں آئی ان کی حکومت نے ان کی پشت سے نگرانی کی۔ دین نصرانیت کی پہلے ہی سے جان نکلی ہوئی تھی انہوں نے رہبانیت کے چھتری میں عیاشی شروع کی اس طرح انہوں نے عیش ونوش کرنا شروع کی۔ یہ طریقہ کار رفتہ رفتہ مسلمان علماء میں سرایت کرنے لگا ہے۔ چنانچہ ۵ رجب المرجب ۱۶ مئی کو نشر ہونے والی خبر ایکسپریس کی ضمیمہ ص ۱۵ پر ہے کہ اس ملک کی ایک معروف شخصیت عالم دین جناب ساجد میر امیر جماعت اھل حدیث کی دی گئی وضاحتوں سے اندازہ ہوتا ہے اب مسلمانوں میں بھی یہی فکر کلیسا در آئی ہے۔ ان کے نزدیک دین، نوکری، ملازمت، باہر جانے کے پاسپورٹ اور ویزا کی حد تک ہے۔

**ثقافت غرب:** [حریت الاعتقاد ص ۵۶۴]

یورپ نے ایک طویل عرصہ جہل و نادانی، جمود و خاموشی میں گزر ا ہے، اس وقت معاشرے پر حاکم اقتدار دینی جماعت کو حاصل تھا۔ ان مذہبی حکمرانوں نے اپنی عدالتوں کے ذریعے زندانوں کو آباد کیا اس طرح معاشرے کو خوف زدہ کیا، خاص کر کے علماء کو۔ یہاں تک کہ اس خوفزدگی میں ضرب المثل بن گئی کہ اگر کسی کو جاہل ہونے کا طعنہ دینا ہوتا تو یہ کہتے تھے یہ شخص ہمیں قرون وسطیٰ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ جس وقت یورپ قرون وسطیٰ میں تھا، جہل و جہالت رکود و جمود اس پر چھایا ہوا تھا اس وقت مسلمان ترقی تمدن، نور علم سے مستفیذ تھے۔ علمی مراکز میں علماء مسلمان معاشرے پر غالب تھے، اجتماعی صورت بہت بلند درجہ پر تھی۔ علمائے یورپ مفکرین نے نظام قدیم کا خاتمہ کیا اس کے خلاف بغاوت کی اور دینی حکمرانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ کلیسا کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں کی اکثریت عالم اسلام کے مدارس سے متاثر انسان تھے۔

## مغرب کیسے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگیا: [مذاہب فکریہ ج ۱ ص ۱۷۰]

۱۔ مغرب میں جب نئی اسلحہ سازی شروع ہوئی تو مسلمان ان سے اسلحہ خرید کرا سے سیکھنے، چلانے نگہداری کیلئے انہی کی طرف راغب ہوئے۔

۲۔ کچھ افراد یہاں سے وہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے گئے، جب یہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے ہمیں علم کی بجائے اپنا فارمولا دیا کہ اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو ایک ہی نسخہ ہے کہ ہم اپنے رہن سہم آداب میں ان کی تقلید کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کچھ ثقافت وروایات کو بھی چھوڑ نا ہوگا۔ جیسا کہ عورتوں کی حجاب سے آزادی، آزاد مرد وعورت، منع طلاق، تعدد زوجات، تعلیم، خواتین کی نوکریاں، تمام مشرقی اور اسلامی عادات کو چھوڑ کر ہمیں مغربی ثقافت کو اختیار کرنا ہوگا۔ اٹھتے بیٹھتے سوری کہیں، علمی ٹیکنالوجی کو یہاں اردو میں ترجمہ کرنے کی بجائے گانے، فلموں، قصہ کہانیوں، موسیقی کا ترجمہ کریں، یہاں کی معلومات اُن کو دیں جبکہ ان کی معلومات کو ہو بہو نقل کرنے پر اکتفاء کیا۔

**اتباع کورانہ یہود از علماء کلیساء:**

یہود و نصاریٰ اپنے جاہلانہ، مغرضانہ، مفسدانہ احکامات کے ساتھ ساتویں صدی میلادی تک پہنچے۔ جس کی مذمت قرآن کریم کی سورہ تحدید کی آیت ۳۱ میں دیکھیں۔ اس وقت سے عصر نہضت تک وہ اس عمل میں کہاں تک پہنچے ہیں اس کے لئے اسفار لکھنے کی ضرورت ہے لیکن یہی صورت اس وقت کے علماء اسلام بڑی دھوم دھام سے بغیر کسی مزاحمت مذمت کے انجام دے رہے ہیں۔ اس پر کان دھرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہیں لیکن اللہ و رسول کی گستاخی کرنے والوں کی مذمت ضرور کرتے ہیں، بلکہ ان سے دفاع بھی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہمدردی بھی کرتے ہیں۔ لیکن حلال حرام، فلاں حلال گردانے والوں کے خلاف منہ کھولنے والوں کی خیر نہیں ہے۔

## دین نصاریٰ ضد علم وتحقق:

دین نصاریٰ یہودیوں کی ایجاد کردہ بدعات وخرافات، الحاد وشرک کے بدلے توحید وتجدید شریعت تورات کے باوجود مطعون ومعتوب علماء ومفکرین قرار پایا ہے اور کلیسا کو ایک کونے پر لگایا ہے۔ اس مدعی کی وضاحت اور ثبوت کیلئے ہمیں پہلے مرحلے میں دین نصرانیت کے پس منظر کو پڑھنا ہوگا۔

**قرآن نہیں تفسیر چاہیے:**

اخباری یا اہل حدیث نے قرآن کو ہر سطح ہر میدان میں پیچھے چھوڑنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اس کے لئے انہوں نے درج ذیل مراحل طے کئے ہیں:

۱۔قرآن کے نام سے غیر مربوط عنوانات پر بحث و تحقیق مثلاً حفظ کا طریقہ، ترنم موسیقات، تاریخ جمع قرآن، بحث ناسخ و منسوخ خاص و عام تحریف و عدم تحریف قیام ادارے وغیرہ ہیں تاکہ لوگوں کو مصروف رکھیں کہ ہم قرآن فہمی کے لئے سرگرم ہیں۔

قرآن نے ببانگ دھل صریح و اشگاف آیات کے ساتھ تحدی دیتے ہوئے اعلان کیا ہے وہ بیان واضح ہے، اس پر ایمان کے باوجود قرآن کو حدیث سے باندھا ہے، حدیث کو حدیث سازوں سے باندھا ہے۔ جتنی بھی کتب تفسیر روائی ہیں وہ ضعاف و مرسلات کا ذخیرہ ہیں۔ ان کے محتوات صریح آیات، محکم آیات سے متصادم ہیں پھر روایات کو مفسرین سے جوڑا ہے، تفسیر کو فرقوں سے جوڑا ہے۔ پھر کمال بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں قرآن نہیں تفسیر وہ بھی اپنے فرقے کی چاہیے۔ کیا ان کو مفکر قرآن کہہ سکتے ہیں؟

## عقائد نصاریٰ

دراسات فی الادیان الیہودیہ تالیف عبدالعزیز الخلف ص ۱۸۹ پر آیا ہے حضرت مسیح ایک صاف ستھرا پاک و پاکیزہ اور کفر و شرک، انحرافات کی آلودگیوں سے پاک دین لائے تھے جس میں کسی قسم کا ابہام و اجمال نہیں پایا جاتا تھا لیکن گزشتہ زمانے میں مسیحیوں نے دین مسیح کو منحرف اور شرک سے آلودہ کیا جو مسیح اور اس کے حواریان کے بعد داخل کیا گیا۔ یہ عمل حضرت مسیح کے رفع کے پانچ سو سال کے بعد سے شروع ہوا۔ مسیحیوں کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

تثلیث۔ صلب و فدا۔ محاسبہ الناس تثلیث سے مراد الہ واحد ابن روح القدس، یعنی اب ابن روح القدس مل کر لاہوت ہے یعنی جوہر میں واحد اور قدرت میں متساوی ہے اب بعض مخصوص اعمال ہیں اور بعض مخصوص ابن اور بعض مخصوص بہ روح القدس ہیں۔ لیکن علماء قیس نصاریٰ کہتے ہیں ثالوث ایک سر ہے جس کا سمجھنا اور درک کرنا مشکل ہے۔ اس تثلیث کو وہ اقنوم ثلاثہ بھی کہتے ہیں لیکن اس سے مراد جوہر ذات ہے۔ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اب ابن سے متحد ہو گیا یعنی اس نے جسد خاکی پہن لیا ہے۔

[کتاب قاموس ادیان تالیف حسین احمد]

۱۔مسیحین الوہیت واحد اقنوم سہ گانہ اب ابن روح قدس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ایمان بہ آخرت رکھتے ہیں۔

۳۔ایمان بہ صلیب رکھتے ہیں، اب صلیب شعار مسیحی ہے۔

۴۔خنزیر کا گوشت حلال سمجھتے ہیں۔

۵۔اقتصار بزوجہ واحدہ رکھتے ہیں' مسیحیت مسلمانوں میں اس طرح نفوذ و سرایت کر چکی ہے جس طرح نصرانیت میں یہودی افکار و نظریات سرایت کر چکے ہیں۔ انہوں نے اس دین کو اس کے صحیح عقائد سے منحرف کر کے شرک کے تالاب میں پھینکا ہے۔ اسی طرح نصرانیت نے مسلمانوں میں داخل ہو کر دین اسلام کی مسیحیت سے آمیزش کی ہے۔ دین اسلام کو مسیحیت سے آمیزش کرنے کی مہم چلانے والے یا اس کا بانی جیسا کہ کتب فرق و مذاہب ادیان میں آیا ہے وہ فرقہ نصیری کا بانی ہے، جس نے مسیحیت سے اسلام کو آمیزش کیا ہے۔ یعنی محمد بن نصیر بصری سے منسوب ہے۔ کتاب قاموس ادیان ص ۲۱۲ پر آیا ہے اس نے پہلے دعویٰ باب امام کیا، بعد میں خود دعویٰ نبوت، بعد میں الوہیت کا قائل ہوا۔ اس کے عقائد میں سے ہے کہ علی اللہ ہے، علی کی سکونت چاند میں ہے، علی نے محمد کو خلق کیا ہے، محمد نے سلمان فارسی کو خلق کیا ہے، پھر سلمان فارسی نے ائمہ خمسہ کو خلق کیا ہے یعنی مقداد کندی، ابوذر غفاری، عبداللہ بن رواحہ، مقداد کندی رب الناس خلق الناس موکل بالرعود ہے۔ ابوذر غفاری موکل سیارات و کواکب ہے۔ عبداللہ بن رواحہ موکل سر باج ہے۔ وقبض ارواح بشر عثمان بن مطعون

ہے۔ موکل امراض انسان ہے۔ قنبر بن کاوان نفخ روح دراجسام تعظیم خمر یہ ان کے پاس نور ہے واضح رہے کہ یہ ابوبکر، عمر، عثمان کے کفر کا معتقد تھا۔ اس کے بعد میں آنے والوں نے جس طرح یہودیوں نے انقلاب فرانس پر ڈاکہ ڈال کر اسے اپنے قبضے لیا تھا، اسی طرح نصیریوں نے قیام امام حسین پر ڈاکہ ڈال کر اسے مسیح مصلوب مسلمان بنایا ہے۔

## دین عیسیٰ: [مسیحیت تالیف شیخ علی خوینی ص ۵۱]

حضرت عیسیٰ جیسا کہ اناجیل سہ گانہ متی، مرقس، لوقا میں آیا ہے عیسیٰ خود کو فرزند انسان سمجھتے اور دیگر انبیاء کی مانند خود کو اللہ کا رسول سمجھتے تھے۔ خرافات افکار، بت پرستی جو دیانت موسیٰ میں شامل ہوئی تھی اس کے ازالہ یا پاک کرنے کے ذمہ دار سمجھتے تھے، حضرت عیسیٰ خود کو انسان اور اللہ کے نبی سمجھنے کے ساتھ کسی قسم کی مقام منزلیت شخصیت اور دوسروں سے برتری کے قائل نہیں تھے۔ سب کو درس برابری اور مساوات دیتے تھے۔ کوئی انسان دوسرے انسان پر امتیاز و برتری نہیں رکھتا حضرت عیسیٰ کی ولادت زندگی، دعائیں دوسرے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک یہاں تک یہودیت کے ظلم وستم کا نشانہ بننے کا ذکر اناجیل میں ملتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ والی صفات آج مسیحیت میں ناپید ہیں۔ آج خود عیسیٰ کو اللہ' فرزند اللہ' تین مل کر اللہ، امت پر انسانوں پر فدا، ایسے نامفہوم نامعقول تعلیمات بھی ان اناجیل میں ملتی ہیں۔ اس وقت مسیحی علماء کا اعتراف ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کی شریعت اور تعلیمات کو چھوڑا اور دین بت پرستان، عقائد فلاسفہ یونان، افلاطونی، جدید وفلاسفہ دیگر یونان کو دین عیسیٰ کے نام سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے دین عیسیٰ کو وہم وخیال کی عمارت قائم کی ہے۔ اس وقت مسیحی بت پرست ہیں۔ وہ خلقت کائنات، خلقت وجود میں یہودی افکار کے حامل ہیں یہاں تک کہ شاول بولس یہودی جس نے مسیحیت کو فلسفہ تجسم اللہ پیکر انسانی میں پیش کیا ہے۔ اس میں ہندوؤں کی گودائی تصلیس دوگانہ۔ انسانوں کو آدم کے گناہ کی بخشش کے لئے فدا اور نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ فکر رفتہ رفتہ انجیل یوحنا میں سرایت ہوئی اور اسے ایک عہد جدید کے نام سے پیش کیا گیا ہے۔ بولس جیسا کہ تاریخ میں آیا ہے یہودی تھا اور عالم افکار یہودی تھا، اس نے شاگردان عیسیٰ پر اثر ڈال کر انہیں گمراہ کیا ہے۔

## منتشر مسیحیوں کو متحد کرنے کی کوششیں:

مسیحیوں کے انتشار و پراگندگی، تفریق وتمزیق کو دوبارہ منظم کرنے، جمع کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً کانفرنسیں اور سمینار تشکیل دیئے گئے۔ سب سے پہلا اجتماع جو ۵۱ سے ۵۵ میلادی کے دور میں ہوا جہاں حوارین جمع ہوئے اسے مجمع اورشلیم کہتے ہیں جو یعقوب بن یوسف نجار کی قیادت میں ریاست میں قائم ہوا جو ۶۲ میلادی کو قتل ہوا۔

## عہد سنہری نصاریٰ:

مورخین کلیسا کا کہنا ہے جب امپراطور قسطنطین ۳۱۲ کو اقتدار کی کرسی پر بٹھایا گیا تو یہاں سے نصرانیت نئے دور میں داخل ہوئی جس میں کوشش کی گئی کہ سب نصاریٰ ایک عقیدہ پر جمع ہو جائیں، اس کو عصر مجامع یا عہد مناقشات بھی کہتے ہیں۔ قسطنطنین نے نصاریٰ کو جمع کر کے انہیں حکومت میں بہت سے مناصب دیئے اور ان کے لئے عام معافی کا اعلان کیا۔ ان کے لئے کنائس بنائے۔ کہتے ہیں سب سے پہلے ان کی ماں ہیلینہ نے صلیب مقدس کو ایجاد کیا یعنی جس تخت پر عیسیٰ کو سولی پر لگایا تھا اس کا نقشہ ایجاد کیا اور اسے اپنی حکومت کا شعار گردانا گیا لیکن ساتھ ہی اپنی پرانی بت پرستی کے شعار کے بھی حامل تھے۔ بہت سے مشرکین بت پرست دین نصاریٰ میں داخل ہوئے۔ بہت سے یونان کے فلسفی بھی اس میں داخل ہوئے جس کی وجہ سے بہت سے عقائد متضاد افکار و

نظریات کے ساتھ خود انجیل بھی ایک دوسرے سے متصادم اناجیل کے طور پر وجود میں آئیں۔ کہتے ہیں ۵۰ سے زائد انجیل وجود میں آئی تھیں۔ ہر ایک فرقہ کہتا تھا ہماری انجیل صحیح اور باقی غلط ہیں۔ ان تمام فاسد عقائد کی حامل اناجیل جو متضارب، متفرق متناقض نظریات رکھتی ہیں، ان میں جنم لینے والے عقائد درجہ ذیل ہیں:

۱۔ عیسیٰ مسیح اور ان کی ماں دونوں اللہ ہیں۔

۲۔ صرف مسیح اللہ ہیں۔

۳۔ الہ صالح، الہ طالح، الہ معتدل، اللہ ہیں۔

جب یہ اعلان ہوا تو یوس کلیسا اسکندریہ کے ایک بڑے فیلسوف نے بانگ دہل صراحت سے اس عقیدے کے خلاف آواز اٹھائی کہ عیسیٰ ازلی نہیں بلکہ وہ ایک مخلوق ہے، بیٹا اپنے باپ سے جوہر میں مساوی نہیں ہے۔ بہت سے نصاریٰ ان کے پیروکار ہو گئے۔ امپراطور شرقی ان کی اتباع میں آئے مصر' اسکندریہ' اسیوط' فلسطین' مقدونیہ' انطاکیہ' بابل سب نے ان کی تائید کی تاہم بطرس کے اسکندریہ کو یہ اقدامات پسند نہیں آئے تو اس نے غصہ میں اسے کلیسا سے نکال دیا اس پر اس نے اپنی حکومت کے دوام وبقاء کی خاطر ۳۲۵ کو ایک دوسرا مجمع کا اعلان کیا کہ سب کو یہاں ایک عقیدہ پر متحد کرے۔ اس میں ۲۰۴۸ شرکاء میں سے ۱۳۳۸ اسقف نے مسیح کی الوہیت کا اعلان کیا اور بادشاہ نے اسی کو قرارداد میں پیش کیا کہ عیسیٰ اللہ ہے اسی کو نافذ کریں گے۔ اس میں مندرجہ ذیل قرارداد کو پیش کیا گیا:

۱۔ اریوس جو توحید کا قائل تھا اس کو جلاوطن کیا جائے، اس کی کتابوں کو جلا دیں اور قانون نیقہ کو نافذ کیا جائے۔

۲۔ ۲۰ مادی قانون وضع کیے جن کے تحت کنیسا اور شہری نظم ونسق کو چلائیں گے۔

۳۔ صرف انجیل چلے گی جو متاع لوقا مرقس یوحنا ہے اور باقی انجیل کو خلاف عقیدہ گردان کے جلا دیا گیا۔

بادشاہ امپراطور نے اپنے ملک کو بچانے کیلئے ایک روم جدید تاسیس کیا جو بزنطیہ یونان کے قدیم شہر میں تھا۔ یہاں ایک کلیسا بنایا، اس کے لئے ایک بطریت معین کیا اور دارالخلافہ کو یہاں منتقل کیا۔ اور یہاں کے علاقہ میں رہنے والوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے امپراطور نے اریوس کے عقیدہ کو اپنایا اور ان سے اتفاق کیا۔ اس کے لئے ۳۳۴ کو اس نے ایک اور مجمع کا اعلان کیا اور اس میں اعلان کیا میں عقیدہ اریوس پر ہوں اور مجمع نیقہ کو معطل کیا۔ اریوس نے ان کے ماننے والے کو عام معافی دی۔ اسناسیوس کو لعن کیا اور ان کو جلاوطن کیا۔ تعلیم اریوس کو قسطنطنین کے حکم پر نافذ کیا، قسطنطنین نے ۳۳۷ کو اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کیا۔

قسطنطنین ثانی کو مغربی علاقے دیئے قسطنطیوس کو مشرق دیا، قسطانیوس کو شمالی افریقہ دیا اور ہر ایک نے اپنے علاقہ میں رائج مذہب کو اپنایا اور قسطنطیوس نے مذہب اریوس کو اپنایا جبکہ باقی دونے یونان اور مغرب میں اس کے خلاف چلتے رہے۔ امپراطور میں بعد میں قسطنطیوس کی وفات کے بعد پورے ملک شرق وغرب میں اریوس کے عقیدہ کو نافذ کیا ایک عرصہ نہیں گزرا امپراطور فلیودیس نے ۳۷۹ سے ۳۹۵ کے دور میں اریوس کے عقیدہ کو ملغا کیا اور اس عقیدہ والوں کو دردناک عذاب دیا اور دوبارہ اسنانیوس کے مذہب کو رواج دیا۔ اس دور میں اقالیم ثلاثہ اور لاحوت روح سب کو مسترد کیا تھا، یہاں سے دوبارہ ایک اور مجمع ۳۸۲ کو جمع قسطنطنیہ کے نام سے وجود میں آیا جس میں مذہب اریوس پر قائم عقائد والوں کو دردناک عذاب دیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ روح القدس ہی روح اللہ ہے، روح القدس ہی حیات ہے، وہ لاحوت سے ہے اور اس کے مخالفین کو دردناک عذاب دیا گیا۔

## ظہور پاپویہ:

امپراطور روم شرقی و غربی میں تقسیم ہونے کے بعد امپراطور غربی کمزور ہوا اور یہاں سے بادشاہ اور کلیسا میں جدائی آئی جبکہ روم شرقی میں قیصر اور پاپ میں علاقائی رسوخ تھا، یہاں سے اسقف روم قوی ہوا اور اس کی کرسی کو بڑا مقام ملا۔

## محاکم تفتیش کا قیام: [کتاب مذاہب فکریہ ج ۱ ص ۶۱]

محاکم تفتیشی کلیسا کے سیاہ صفحات میں سے ہے جو کلیسا نے علم و تحقیق کے خلاف ارتکاب کیئے۔ باپ کلیسا، جاہلوں اور نادانوں پر حاوی و غالب تھے لہٰذا انہوں نے علم و تحقیق آزادی فکر سے عداوت و دشمنی کو اپنایا اس خوف سے کہ ان کی تحقیقات ان کے دین و دیانت کو بہا کے نہ لے جائیں لہذا ان کی تلوار علم و تحقیق والوں کے سر پر منڈلاتی رہتی تھی۔ کہتے ہیں ۱۴۸۱-۱۴۹۹ کے اٹھارہ سال کے دوران دس ہزار دو سو بیس مفکرین کو زندہ جلایا گیا۔ ۶۸۰۰ کو گردن میں رسی ڈال کر مارا گیا، ستر ہزار تئیس افراد کو مختلف سزائیں دے کر قتل کیا گیا ان مقتولین صاحبان فکر و نظر میں سے چیدہ چیدہ افراد میں چند کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ گلیلیو جس نے زمین کا سورج کے گرد گردش کرنے کا نظریہ پیش کیا اور کہا آسمان میں سات ستاروں سے زیادہ کواکب پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ یوحنا کے سفر میں موجود نظریہ کے خلاف تھا اس لئے باعث عتاب کلیسا ٹھہرا۔ پاپ اربان نے گلیلیو کو جو ستر سال کی عمر کا تھا، اپنے گھٹنے پر بیٹھ کر اعتراف و اقرار جرم کرنے کا اعلان کرنے پر مجبور کیا کہ یہ جو بیان تحقیق میں نے پیش کیا تھا وہ فسق و فجور اور گناہ تھا۔

۲۔ یافون اس نے زمین کی تخلیق کے بارے میں جو کہ سفر موسیٰ میں آیا تھا، اس کے خلاف تھا، توبہ کرنے پر مجبور کیا گیا۔

۳۔ جورداتو برونویہ علم فلکیات کا ماہر تھا، اس کو کلیسا نے زندہ جلایا پھر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔

۴۔ دی لائیس نے کہا کہ قوس قزح اللہ اور بندے کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہ قوس اللہ کی جنگ نہیں ہے بلکہ سورج کی شعاعیں پانی کے قطرات پر پڑنے سے یہ عمل ہوتا ہے، اس کو زندان میں ڈالا، یہ وہاں مرگیا پھر وہاں جلا دیا گیا۔

۵۔ لیبوس نے پانی کے سرخ ہونے کے بارے میں تحلیل و تجزیہ کیا تھا وہ مجبور ہو گئے اور اپنے نظریے سے توبہ کی۔

۶۔ کوپرنیکس خود ان کے قبضے میں آنے سے پہلے مرگیا تو اس پر لعن کی اور اس کی کتابوں کو جلایا گیا۔

۷۔ نیوٹن جس نے زمین کی قوت جاذبہ کو دریافت کیا تھا اس پر الزام لگایا گیا کہ اس نے اللہ کی قوت کی بجائے مادہ کو قرار دیا ہے۔

۸۔ پلاج نے کہا کہ موت آدم سے پہلے بھی ہوتی تھی جبکہ کلیسا کا کہنا تھا موت پہلے نہیں ہوتی تھی یہ آدم کے گناہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس طرح سے علم و فکر و نظر و تحقیق کے خلاف بدترین سزاؤں کی وجہ سے یورپ میں حرکت علمی رک گئی، خاموشی چھا گئی، سکوت حاوی ہو گیا یہاں تک کہ یہ پندرویں صدی میں داخل ہوئے اور پھر منکرین اِدھر سے اُدھر سے اٹھنے لگے۔ جہالت کو لوگوں سے دور کرنے لگے، بیدار کرنے لگے۔

۹۔ مارٹن لوتھر نے ۱۴۸۳-۱۵۴۶ میں کلیسا کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا، انہوں نے تعلیمات کلیسا کو تاصمات شیطان کہا۔ حکوک غفران کو بے سند کہا۔ دل سے اس سے وحقارت کو فروغ دیا۔

۱۰۔ کالفن ۱۵۰۹-۱۵۶۴ اس نے عقل کو مصدر فہم و ادراک قرار دیا ہے۔

۱۱۔ یہودیوں کا فکر و فریب، ایثار اور فن ضد دین اور ضد اخلاق تھے۔ ان کی اہانت جسارت پورے یورپ کو لاحق گیر تھی۔

۱۲۔ یورپ والے بلاد اسلامیہ میں اپنی تجارت اور کاروبار وغیرہ کے لیے جاتے تھے وہاں سے علمی اور ثقافتی معلومات حاصل کرتے جس نے ان کی بھی آنکھیں کھولیں کہ وہ کتنی ذلالت فقر وفاقہ، جہل وجہالت میں غرق ہیں۔

یہاں ایک مقایسہ وموازنہ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یورپ والے اسلامی ملکوں سے واپسی پر علم وفکر کا تحفہ لے کر گئے تاکہ جہل ونادانی، فلسفہ و استبداد سے نجات پائیں لیکن ہمارے نوجوان جب یورپ گئے تو واپس آتے وقت ہمارے لئے عمرو بن لحی کی سیرت پر چلتے ہوئے بت جمود، لھو ولعب، کفر و الحاد، غلامی، نوکری، مغرب کی بیہودگی، اپنے دین میں فرسودگی کلیسا مانند علماء کی تقلید کا تحفہ لے کر آئے ہیں۔

## ۸۔ دین نصاریٰ کے عقائد

### عقائد نصرانیت:

### اقانیم جمع اقنوم ہے:

کتاب اظہار الحق ج ۳ ص ۲۱۷ کے حاشیے پر آیا ہے کہ یہ لفظ اصل میں یونانی ہے، جوھری نے کہا میرے خیال میں یہ رومی لفظ ہے۔ اقانیم سہ گانہ سے مراد یہ ہے کہ نصاریٰ کے پاس اللہ ابن اب روح القدس ہے۔ ان تینوں کے درمیانی رابطے کا نام لوغوس ہے۔ جبکہ حضرت مسیح نے صعود کرتے وقت کسی قسم کا واضح بیان نہیں دیا کہ میرے ابن ہونے کا تعلق اس اقنوم میں یہ ہے یا دونوں کامل کر رشتہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے پس یہ سمجھ لیں کہ میں ہی اللہ ہوں۔ اس کتاب کے ص ۱۵۷ پر آیا ہے ہمارا اور مسیحیوں کا اقانیم ثلاثہ کے درمیان اختلاف اس وقت تک ممکن ہے جب تک مسیحی کہیں گے کہ وحدت اور تثلیث دونوں حقیقت ہیں لیکن اگر مسیحی کہیں کہ تثلیث حقیقی ہے، وحدت اعتباری ہے اس وقت یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اس وقت یہ لوگ مشرک ہونگے، لیکن مسیحی کہتا ہے دونوں حقیقی ہیں۔ نظریہ تطور یہ رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اللہ ایک صاحب اقانیم ثلاثہ ہے۔ علم کا وجود اور حیات اس کی ذات سے زائد نہیں اور نہ الگ ہے۔ یہاں پر لاہوت اور ناموت میں اتحاد ہوا ہے۔

کتاب الدین والاسلام ج ۲ ص ۳۱۱ پر بحث اقانیم عنان بیان وقلم چھوڑے ہوئے ہیں۔ فقیہ غالی لکھتے ہیں کہ یہاں اقانیم مسیح کو سمجھنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے:۔

۱۔ وحدت حقیقی تعدد ثلاثی اور اعتباری ہے جیسا کہ ایک شئ بسیط اختلاف نظر والحیثیات لوازم آثار کے حوالے سے متعدد ہے جیسے حقیقت ہے وماھیت جو چیز ذہن سے باہر ہے وہ ایک حقیقت واحدہ ہے تعدد نہیں ہے لیکن اقانیم تین الگ الگ موجود خارجی رکھتا ہے۔ نصاریٰ کے فرقے کتاب اظہار الحق ج ۳ ص ۱۵۷ کتاب مقریزی میں آیا ہے ان کے زمانے میں نصاریٰ کے فرقے الملکائیہ نسطوریہ یعقوبیہ بونخاذعانیہ اور سرقومیہ وغیرہ تھے۔

### دین شریعت مذہب:

مذہب کی جمع مذاہب آتی ہے جو مادہ ذھاب سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ جانے کی سمت کو کہتے ہیں۔ عام محاورے میں مذہب انسان کے اس منتخب راستے کو کہتے ہیں جسے اس نے دین تک جانے کے لئے انتخاب کیا ہے، چاہے وہ راستہ صحیح ہو یا غلط۔ یہاں سے یہ واضح ہو جاتا ہے اختلاف مذاہب اختلاف مصادر ومفاہیم سے جنم لیتا ہے۔ جس کسی نے اپنے مذہب کے مصادر کو ایک فکر کے تحت انتخاب کیا ہے اسے مذہب فکری کہیں گے۔ جس کسی نے عقل کو بنیاد بنایا ہے اس کو مذہب عقلی کہتے ہیں، جس کسی نے دین کے مصادر سے تمسک کیا ہے اس کو مذاہب دینی کہتے ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ پراگندگی اور انتشار مذاہب

میں ہے۔
اسے سمجھنے کے لئے تھوڑا وقت درکار ہے۔ اس کی وجہ اس لئے نہیں ہے کہ مصادر دین اپنی جگہ معمات، گونگے یا غیر مفہوم ہیں جس طرح اقانیم مسیح ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بنیادی وجہ یہاں شیاطین کی کارکردگی مؤثر ہے۔ جہاں وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے چاروں اطراف سے حملہ آور ہوتے ہیں، یہاں اختلاف تحقیق کا نتیجہ نہیں بلکہ اندر سے کوئی عامل غیر دین مؤثر جیسے تاریخ چھپا رہے ہوتے ہیں بیان نہیں کر رہے ہیں۔ مذاہب اسلامی کی نشونما کو سمجھنے کے لئے چند حقائق کا ادراک ضروری ہے جس کے لئے ایک تمہید باندھنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ لفاظی کے تاریخی منظر میں مصروف رکھنے، اصل نکتہ پر بحث کرنے سے باز رکھنے کی سر توڑ کوششیں ہیں بطور مثال صوفی ازم ہے۔ اب تو صوفیوں نے دین کے تمام مبانی کو رخصت کر دیا ہے، وہ حضرت محمدؐ کی بھی اہانت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم محمدؐ سے آگے نکل گئے ہیں، ہم نے محمدؐ کو وہاں چھوڑا ہے جہاں وہ کہہ گئے کہ اللہ میرے جیسوں میں ہے۔ اس کے باوجود کہتے ہیں کہ صوفی صفہ سے لیا ہے، صف سے لیا ہے۔ حکمرانوں کی عیش نوش سے پیدا ہوا ہے۔ معتزلہ وہ ہیں جنہوں نے عقل کو مصدر کل شریعت بنا کر قرآن اور سنت دونوں کو رخصت کیا تھا، پھر فلسفہ تراشی کرنے میں لگے رہے ہیں۔
۲۔ معتزلہ عزل سے لیا گیا ہے، جنہوں نے عقل کو بیکار بنایا تھا۔
۳۔ اشعری

**شریعت:** شعراوی سورہ شعراء کی آیت ۱۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''سن لکم وبین ووضح''۔ شرع وشریعہ، طریقہ واضح کو کہتے ہیں۔ انسان دو چیز سے مرکب ہے مادہ وروح، اللہ سبحانہ نے مادی وجود کی بقاء کے لئے ہوا، پانی اور کھانے کا بندوبست کیا ہے۔ شریعت کی بقا کے لئے بھی کچھ عذا معین کی ہے۔ جس طرح جسم کی بقا ہوا، پانی اور کھانیمیں ہے اسی طرح روح کی بقا دین وشریعت کی توضیح میں ہے اللہ اس آیت میں فرماتے ہیں ''ان اقیموا الدین ولا تفرقو'' یہی شریعت مشرکین کے لئے گراں تھی۔ تمام انبیاء کی شریعت ایک ہے لہٰذا سب میں نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا گیا اور محرمات سے منع کیا ہے۔

## ۱۰۔ دین اسلام کے مصادر

دین اسلام کے چار مصادر بتائے جاتے ہیں جن میں عقل۔ قرآن کریم۔ سنت محمدؐ۔ اجماع ہیں۔ عقل، قرآن اور سنت عملی محمدؐ حجت ہیں اس میں کوئی جائے شک وتردید نہیں تاہم اجماع کا حجت ہونا موضوع نقاش ہے۔ اجماع کے دو تصور ہیں ایک اجماع، کل امت تمام کلمہ پڑھنے والوں کا ہے، یہ اپنی جگہ درست ہے۔ امت کا چودہ سو سال میں اس مسئلہ پر اتفاق نظر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل قرآن اور سنت محمدؐ سے استناد ہے یہ اپنی جگہ دلیل کاشف کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اجماع علماء کی کوئی حقیقت ہے، نہ حجت ہے۔ کیونکہ تمام علمائے اسلام کا کسی مسئلے پر اجماع سے مراد اپنے فرقے علماء کی رائے ہے یا یہ اپنے مدعیٰ عقائد کے لئے اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔

### امتیازات اسلام:

دین اسلام دیگر ادیان سماوی سے چند امتیازات رکھتا ہے جیسے:
۱۔ اس کے مصادر وماخذ اولیٰ جو ہر قسم کی تحریف ودست اندازی سے محفوظ ہیں ان کے فرقوں کے لیے ممکن ہے لیکن اس کی دلیل نہیں بنتی ہے جو دیگر ادیان کو

حاصل نہیں ہیں جیسے تورات انجیل کی تالیف وتصنیف میں کہتے ہیں اس میں انسانوں کا دخل ہے یہ بات خود ان پر واضح ہے۔

۲۔ دین اسلام کے اصول عقائد جس پر اس کی عمارت قائم ہے وہ گنگ معمہ لغز گوئی، طلسماتی غول گرائی، عنقائی، اقنومی نہیں جبکہ کتب عہدین ان کے اپنے دعویٰ کے مطابق ان کی اصل بھی عبرانی سریانی زبان میں جو عام عوام تو چھوڑیں تعلیم یافتہ کے لئے ممنوع ہیں۔ اس کو سمجھنا خاص افراد کیلئے مخصوص ہے جبکہ دین اسلام کا مصدر قرآن علماء دین کیلئے تنہا مخصوص نہیں بلکہ عام انسانوں کے لئے بھی اس کے دروازے کھلے ہیں مثلاً سب سے پہلا اعتقاد توحید سے شروع ہوتا ہے اس میں کسی نبیؑ، رسول، ملائکہ، اولیاء، شجر، حجر کی شرکت ممکن نہیں ہے۔

۳۔ دین اسلام برہانیت پر قائم ہے۔ یہاں اللہ نے اپنی الوہیت کو دلائل و براہین سے مسلح ومزین اور آراستہ کیا ہے۔ کہیں بھی کوئی بھی گوشہ صیغہ راز میں نہیں رکھا جبکہ مشرکین، تنوین ومثلثین عصر ۔۔۔۔ سے دلائل طلب کیے ہیں۔ قل ھاتو برہانکم۔

۴۔ عقلی ہے، یہاں ہر قسم کی تقلید، انجماد، انحطاط اعماء نہیں جہاں یہ کہا جاتا ہے اعتقاد وانت اعمی اغمض ۔۔۔۔ نہیں ہے۔

۵۔ ایمان بہ رسالت محمدؐ ہے، محمدؐ دعویٰ رسالت سے پہلے اپنے عشیرہ قبیلہ اہل شہر کے نزدیک صادق وامین کے القاب سے معروف تھے۔ قرآن میں آیا ہے یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہہ رہے ''لا یکذبونک'' اس لئے ساحر، شاعر کہنے لگے۔ آپ نے دعویٰ رسالت کے بعد ایک ایسی کتاب کو پیش کیا ہے جس میں کسی ایک طبقے یا گروہ نہیں بلکہ سب کو تحدی اور چیلنج کیا گیا ہے۔

۶۔ ایمان بہ آخرت کے لئے ایسے شواہد وقرائن پیش کیئے ہیں جو نا قابل انکار ہیں۔

**دین اسلام کا امتیاز:** [عقید تنا فی الخلق ونبوتہ والاخرۃ۔ تالیف شیخ عبداللہ نعمہ ص ۲۷۸]

دین اسلام کے دو عنوان ہیں:

۱۔ حضرت محمدؐ

۲۔ قرآن کریم

اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کیلئے حیات محمدؐ اور محتویٰ قرآن کو سمجھنا ضروری ہے جسے سمجھے بغیر اسلام کا سمجھنا ممکن نہیں لہٰذا ہر وہ شخص جو قرآن و محمدؐ سے ہٹ کر لفاظی کرتا ہے۔ وہ عالم وہم وخیال اور اساطیر وخرافاتی بات کرتا ہے۔ ان دونوں کے بغیر اسلام کا سمجھنا ناممکن ومحال ہے خود قرآن و محمدؐ ایک دوسرے کے بغیر لنگڑے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے ہم ان دونوں کے بارے میں واضح اور تابناک صفحات وسطور سامنے لائیں:

۱۔ محمدؐ جنہوں نے دعویٰ نبوت کیا ان کی زندگی، دوران طفولیت یا آغاز بلوغت سے لے کر چالیس سال تک ایک عام انسان کی طرح گزری ہے۔ پھر انہوں نے دعوت شروع کی، اس شخصیت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتے تھے اور کن چیزوں کی طرف میل و رُجحان رکھتے تھے۔

ان کی رسالت یعنی قرآن کا محتویٰ کیا ہے؟ جو پیغام انہوں نے لوگوں کو دیا اس کے مضامین میں کیا ہے؟ اور ان کی نوعیت کیا ہے؟ ان دونوں کو سمجھے بغیر اسلام کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ آیئے پہلے مرحلے میں ہم حضرت محمدؐ کی حیات کو دیکھتے ہیں:

۱۔ حضرت محمدؐ اگست ۵۷۰ میلادی کو مکہ میں عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کے والد عبداللہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے اس وقت وہ اپنی ماں کے شکم میں تھے۔ محمدؐ جس معاشرے میں پیدا ہوئے وہ معاشرہ اس وقت جاہل اور بت پرستوں کا معاشرہ تھا۔ جب محمدؐ نے اپنی عملی زندگی گزارنا شروع کی وہ انداز، اخلاق فاضلہ کے تصور اور اعلیٰ وارفع مستویٰ کے حامل تھے۔ آپ صدق وامانت، شریعت ونبالت، وفاء، صداقت، ہدایت، تواضع پختگی رائے،

علم اور دین ﴿۷۱﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

اندرونی توازن اور جوانی اور مردانگی کی کشمکش انحرافات انزوی گرائش سے مافوق تھے۔آپ کی یہ زندگی دوسرں کیلئے غیر عادی تھی۔ایک ایسی زندگی غیر حاملان رسالت کیلئے ناممکن دیکھی ہے۔ان کی محتاط، دانا زندگی سلوک و برتری کے لحاظ سے اپنے قوم میں نشان انگشت بنی ہوئی تھی۔جیسا کہ حجر اسود تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود اپنی جگہ پر رکھنے کیلئے قبیلہ پرست قریش جنگ وقتال سے نکالنے کیلئے صرف آپ کی ذات پر ہی متفق ہوئے اور سب نے کہا ''ھذ االامین فینا''۔اس وقت حضرت محمدؐ کی عمر ۳۵ سال تھی۔

۲۔بادشاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا آیا محمدؐ دعویٰ رسالت کرنے سے پہلے جھوٹے تھے یا لوگوں سے دھوکہ کرتے تھے تو ابوسفیان نے کہا ایسا نہیں ہے۔

۳۔جب محمدؐ نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو لوگوں سے کہا کہ میں اگر تم لوگوں کو خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے ہے جو تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کروگے تو لوگوں نے کہا آپ ہمارے پاس متہم نہیں ہیں۔ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔

۴۔آپ بعثت سے پہلے کے پورے عرصے میں امی تھے، نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے جس طرح مکہ کے عام انسان پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے آپ بھی ان میں شامل تھے۔آپ اپنے چچا ابوطالب کے مال مویشی چراتے تھے۔آپ نے فرمایا میں جب مبعوث ہوا تو اس وقت میں اپنے اہل خانہ کے مال مویشی اجیاد کے پہاڑوں پر چراتا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ آپ کئی بار اپنے چچا کے ساتھ تجارت پر نکلے، کئی بار خدیجہ کے مال سے تجارت کی۔اس تجارت میں دیانت وامانت داری کی بنیاد پر ہی خدیجہ نے آپ کو زوجیت کی پیشکش کی تھی۔

آپ نے پہلے دن ہی سے اپنی قوم میں رائج بت پرستی، اساطیر پسندی کو مسترد کیا۔آپ عبادت وبندگی کرتے تھے، معاشرے میں نظر آنے والے مناظر انحرافی اور عقائد سے تنگ و بیزار ہوکر خود کو غار حرا میں عبادت میں مشغول رکھتے تھے۔چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی غار میں رسالت سے نوازا اگرچہ اور بھی بہت سے لوگوں نے اس وثن پرستی واساطیر پسندی سے بیزاری کا اعلان کیا تھا لیکن وہ تردّد اور سرگردانی میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے۔محمدؐ کی بعثت سے پہلے شخصیت کا اندازہ اس خطبے سے بھی ہوتا ہے جو ابوطالب نے خدیجہ سے منگنی کے موقع پر فرمایا، محمدؐ کی شخصیت کا موازانہ قریش کے کسی بھی جوان سے نہیں ہوسکتا تھا۔شرف میں کوئی ان سے آگے نہیں لیکن مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔مال کی حیثیت سایے کی مانند ہے، مال کی حیثیت ایک عاریہ ہے جو واجب الارجاع ہے۔محمدؐ کی خواہش ہے کہ خدیجہ ان کی زوجیت کو قبول کریں۔

محمدؐ نے جس دعویٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دی، یہ دعویٰ بہت سے امتیازات خصوصیات کا حامل ہے۔یہ دعوت پہلے مرحلے میں عقل وروح سے مخاطب ہے۔یہ دعوت شعور وقلب کو متنبع کرتی ہے۔یہ دعوت ضمیر انسانی کو عقلیت وغنودگی سے بیدار کرتی ہے، یہ دعوت انسان کی حاجت وآرزو جسمانی وروحانی زندگی کو پورا کرنے کا دعویٰ کرتی ہے، اجتماعی اخلاقی بھی پورا کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے، یہ دعوت اپنی روح وجسم، اجتماع واخلاق میں ایک دوسرے کو تغیان سرکشی کی اجازت نہیں دیتی، آپ میں توازن قائم رکھتی ہے یہ دعوت آسان وسادہ ہے، یہ دعوت قابل فہم وتطبیق ہے۔اس میں کسی قسم کی پیچیدگی ابہام نہیں، یہ دعوت اپنے ساتھ نشان سبز رکھتی ہے تاکہ انسان کو سعادت وفصاحت خیر کی طرف راہنمائی کرے۔جب یہ دعوت اٹھی یا یہ دعوت بلند ہوئی تو انسان جاہل نے اس رسالت میں اپنی آرزوں کا ایک نیا افق دیکھا جو پہلے کسی سے نہیں سنا تھا۔اس دعوت میں عقل کو تحکیم قرار دیا گیا ہے۔ارادہ اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے، کسی قسم کے جبر وتشدد دباؤ کی نفی کی گئی ہے۔بقرہ ۲۵۶ کہف ۲۹ ہمیشہ دعوت تفکر تامل دیتی ہیں۔

قرآن کے حفظ مافی الصدور ہونے اور اس کی قرائت کی وجہ سے اس کی جاذبیت وکشش اور سحریت نے مومن وکافر دونوں کو مدہوش مسحور کیا ہے۔ اپنے ساحرانہ جاذبانہ بیان سے درشت صفت عمر بن خطاب کو دارارقم میں کھینچا ہے۔ ولید مخزومی و دیگر صنادید قریش کی نیندوں کو حرام کیا جو اپنے بستر سے اٹھ کر دیوار کے ساتھ تکیہ لگانے پر مجبور ہوئے لیکن انہیں آیات قرآن نے ''فزداداللہ مرضھم'' بتایا ہے، ان کے مرض میں اضافہ ہوا۔

[نباء العظیم تالیف دکتور عبداللہ دراز ص۲۰] قرآن وہ کتاب ہے جسے چھٹی صدی میلادی کو سرزمین مکہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے پیش کیا۔ اس کی استناد میں جو نقل تاریخ ہے وہ دنیا کی کسی بھی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

۲۔ محمدؐ نے کہاں اور کس سے اسے لیا ہے؟ بعض اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ خود محمدؐ کی ذہانت وفراست کی اختراع ہے۔

۲۔ کیا کسی مسیحی عجمی سے لیا ہے؟

۳۔ وحی سے لیا ہے، قرآن کریم میں آیا ہے یہ عمل محمدؐ نہیں بلکہ اس کتاب کے حوالے سے محمدؐ کی حیثیت ناقل کی ہے۔ محمدؐ نے جبرئیل سے اسے لیا ہے اس کی ساخت میں محمدؐ کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اس کی دلیل بھی خود اس کتاب میں سورہ اعراف ۲۰۳ یونس ۱۰ یوسف ۱۱۲ اعلی ۷۔۸ قیامت ۵۵ بقرہ ۹۶ مزمل ۳۷ ہے۔ ان میں صاحب یا خود کتاب نے واضح کیا ہے کہ یہ نہ محمدؐ کی ساخت ہے نہ کسی بشر کی بلکہ یہ وحی ہے۔

۴۔ کوئی بھی انسان اپنے مفاد کے خلاف کسی چیز کا اقرار کرے تو اس کے بعد کسی اور شاہد وگواہ کی نوبت نہیں رہتی۔ دنیا میں سیاسی، اجتماعی، ثقافتی عہدوں پر فائز انسان دولت خرچ کر کے کسی نامور مولف سے کتاب تصنیف کر کے اپنے سے منسوب کرتے ہیں تاکہ علمی فکری شخصیت بنا جاسکے۔ چنانچہ اکثر وبیشتر رسائل عملیہ فقہاء اسی قبیل سے ہیں لیکن دنیا میں کہیں بھی یہ نہیں دیکھا نہ سنا گیا کہ اعلیٰ وارفع مقام ومنصب کے حامل انسان اپنے ہاتھ میں موجود کتاب آئین ودستور حیات ودستاویزات مدعی منصب اس کتاب کو اپنی ہونے سے انکار کریں کہہ دیں یہ میری کتاب نہیں ہے۔ دنیا میں نامور اور نوابغ شعراء نے دوسرں کی فصاحت وبلاغت پر مبنی اشعار کلمات کی چوری کی ہے۔ اگر محمدؐ نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ یہ میری کتاب ہے تو بشر میں کون اس کو مسترد کرتا۔ لیکن محمدؐ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ محمدؐ ان نوابغ بشر اور اقتدار طلبان میں سے نہیں تھے کہ کرسی اقتدار تک پہنچنے کیلئے ہر قسم کے جھوٹ، افتراء، افعال محرمات اور جرائم کے ارتکاب کا پل بنا کر چلتے نہ ہی مصلحت کی خاطر جھوٹ بول سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ محمد علی جناح سے تقی عثمانی نے سوال کیا تھا جناح صاحب آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں اسلامی حکومت قائم کریں گے کیا ابھی آپ بھول گئے ہیں تو جناح صاحب نے جواب دیا، سیاسی وعدوں کی وفا نہیں ہوتی۔ (کس کتاب کا جملہ ہے؟)

**خصوصیات وامتیازات قرآن:** [مدخل علم دعوہ ص۱۴۴] قرآن کریم کی خصوصیات جو خود قرآن نے بیان کی ہے وہ یہ ہے:

۱۔ ربانی ہے، نازل کنندہ رب العالمین، لانے والے روح الامین، جس پر نازل کیا وہ محمدؐ امین ہیں، جس زبان میں نازل کیا وہ عربی ہے۔ شعراء ۱۹۲۔۱۹۶۔ اس کتاب کا انتساب واستناد خود رب العزت کو جاتا ہے یعنی اس کتاب کے الفاظ وکلمات، نزول وترتیب وحفظ میں کسی قسم کے غیر اللہ کا دخل نہیں۔ جیسا کہ سورہ واقعہ آیت ۷۵ میں بیان ہوا ہے۔

۲۔ ہر قسم کے نقص وعیب وبطلان اس کتاب کی طرف سرایت نہیں کرتے ہیں فصلت ۴۱۔۴۲ نحل ۸۹

قرآن نور ہے، قرآن نے خود کو بہت سی آیات میں نور کہا ہے انبیاء تغابن ۸ اعراف ۱۵۷ مائدہ ۱۶ قرآن انسان کو فطرت وعقل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس عمل کی وجہ سے سورہ نور کی آیت ۳۵ میں کہا ہے نور علی نور۔ اس کے خلاف میں اگر کچھ ہے تو سامنے لائیں۔ نور کی خصوصیت میں ہے کہ یہ خود اپنی جگہ واضح، روشن اور تابناک ہے، دوسروں کو روشنائی دیتا ہے، حقائق کو کشف کرتا ہے، باطل کو دور کرتا ہے۔ شبہات کو رفع کرتا ہے، سرگردانوں کو دلائل دیتا ہے، ہدایت

یافتوں کو مزید ہدایت دیتا ہے۔
۳۔واضح وروشن ہے۔اس کے عقائد اولیٰ ومبانی شریعت ہر قسم کی غموض وابہام سے پاک ہیں۔توحید اللہ سے لے کر نبوت ورسالت اور احکام شریعت سب میں صراحت بیانی ہی اصول ہے زمر ۲۸ مائدہ ۱۵۔۱۶ شعراء ۱۹۲۔۱۹۵ حج ۱۶ فرقان ۱
۱۔اعجاز بیان کرتا ہے۔قرآن مدعی کو پیش کرتے وقت وضاحت بیانی کے ساتھ دعوت ثقل دیتا ہے۔اس سے زیادہ بہتر بیان ہے تو سامنے لائیں۔
۲۔اعجاز اخباری جو خبریں مستقبل قریب یا بعید کے لئے قرآن نے دی ہیں ان کا مقابلہ کریں۔
۳۔مقابلہ علمی جو حقائق قرآن نے بیان کیے ہیں۔
۱۔کتاب ہدایت ہے بقرہ ۲
۲۔کتاب برھان ہے۔نساء ۱
۳۔کتاب نور ہدایت ہے مائدہ ۱۔۱۶
۴۔کتاب موعظہ ہے۔یونس ۵۷
۵۔کتاب بشارت ہے نحل ۸۹
۶۔کتاب امراض شرک وکفر کی دواء ہے اسراء ۸۲
۷۔بلاغت وسراعت ایجاد واعجاز والی کتاب۔زمر ۲۳۔
۸۔کتاب عزیز از شکست محکوم بطلان سے محفوظ ہے۔فصلت ۴۱۔۴۳
۹۔کتاب زوج وحیاۃ شوریٰ ۵۲
قرآن مصدر اول واقدس، کتاب مسلمین وخاتم کتب سماوی وشناخت دائمی نبوت محمد ہے۔یہی حجت قاطعہ علی الناس، قرآن دستور اتم مسلمین بلکہ عامہ بشریت ہے بلکہ قانون کل بشریت ہے، میسم کل قوانین ہے۔
۱۔تعرف قرآن خطبہ ۱۹۸
۲۔اسماء قرآن بروج ۲۱
۳۔کتاب ص ۲۹ ایک سو آیات میں اسے کتاب کہا گیا ہے۔
۴۔فرقان بقرہ ۵۳ انبیاء ۴۸
مجید ق ۱۲ الکریم واقعہ ۷۷ حکیم یس ۱۔۲ عظیم حجر ۸۷ العزیز فصلت ۴۱ المبین حجر ۱ المبارک انبیاء ۵ عربی یوسف ۲ غیر ذی عوج زمر ۲۸ بشیر فصلت ۲۔۳ نذیر کہف ۱۔۲

**قرآن کسی بشر کی ساخت نہیں ہے**:[الکون والانسان تالیف بسام دفسع ص ۹]
۱۔اگر قرآن کسی عربی انسان کی تصنیف وتالیف ہوتی تو عربوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ عربوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے، محمدؐ کی نہیں ہے۔
۲۔جس عربی نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ دعویٰ کرے گا کہ میری تالیف ہے اور یہ اعزاز جو اپنے لئے لوگوں کی طرف سے ملنا ہے اور وہ اس میں شہرت

فائقہ حاصل کریں گے، وہ ادھورا نہیں چھوڑیں گے۔ضائع نہیں کریں گے۔

۳۔اگر یہ کتاب کسی عجمی انسان کی بنائی ہوئی ہے تو عجمی عربوں کو چیلنج نہیں کر سکتے۔کیونکہ ایک عجمی کی عربی زبان میں لکھی گئی کتاب سے خود عربوں کو جو صاحب لغت وفصاحت سے آشنا ہیں ان کو چیلنج نہیں کرسکتی۔جبکہ قرآن میں عرب وغیر عرب دونوں کوتحدی کی گئی ہے۔

۴۔عرب اور عجم دونوں نزول قرآن سے پہلے ان علوم سے آشنا نہیں تھے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

۵۔کسی عرب اور عجم کیلئے ممکن نہیں ہوسکا قرآن کی تحدی کے بعد اس جیسی کوئی کتاب پیش کریں۔بقرہ ۲۳

۶۔قرآن ایک علمی موروث نہیں، قرآن نے اپنا دور، ماحول کی فکری ثقافت سے اخذ نہیں کیا اور ایک خاص معاشرے کی ثقافت کو نقل نہیں کیا بلکہ وہ زمان و مکان کے حوالہ سے تمام ادوار اور علاقہ سب پر احاطہ رکھتا ہے۔تمام زمان ومکان پر محیط ایک کتاب اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بشر کی ساخت نہیں بلکہ یہ خالق متعال کی کتاب ہے۔اس بات کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس قرآن میں بہت پرانے زمانے کے ساتھ اپنے عصر نزول کے علاوہ مستقبل بعید کا بھی بیان ہے، علم و معرفت کے ہر دور سے یہ کتاب بالاتر کتاب ہے اس کے باوجود اپنے اندر کوئی خطاء یا غلطی نہیں رکھتی۔اس میں کسی حقیقت سے انکار نہیں کیا ہے جو بھی اخبار، احکام اور قانون اس میں بیان ہوئے ہیں وہ حق پر مبنی ہیں، حق لا یتغیر ہیں۔زمانے، انسانی معاشرہ تبدیل ہوتا جائے لیکن قرآنی حقائق میں تغیر نہیں ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے جو ہر زمانہ اور اجتماع پر حاوی ہے چنانچہ اسراء ۱۰۵ میں آیا ہے قرآن ایک دینی تشریعی کتاب ہے، ایک دین اور ایک مکمل نظام ہے، اللہ کی شریعت، اللہ کا قانون ہے جو اس نے انسانی حیات کے لئے انتخاب کیا ہے۔اس کے باوجود اس کائنات کے اندر جتنی کائنات ہیں، ان کی مثال دی ہے۔ اس مثال سے یہ مراد نہیں کہ قوانین کونی سے بشر کو آگاہ کریں کیونکہ کائناتی قوانین کا کشف اللہ نے بشر کے حوالہ کیا ہے جیسا سورہ یونس ۱۰۱ میں آیا ہے عنکبوت ۲۰ اللہ نے اس کائنات کی چیزوں کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔عظمت خالق، قدرت خالق کو ثابت کرنے کیلئے کہ یہ کتاب کلام اللہ ہے، کلام بشر نہیں ہے، یہ سمجھانے کیلئے مثالیں بیان کی ہیں زمر ۲۷۔قرآن خالق کائنات کا کلام ہے لہٰذا اس کائنات کے بارے میں ایک خبیر، علیم دقائق وباریکی سے خبر دیتا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے اور اس کے لئے واضح ہے۔

۷۔علم کی ایک چھت ہوتی ہے جو اس کے علم کے صاحب سے متناسب ہوتی ہے لیکن علم قرآن کی کوئی چھت نظر نہیں آتی ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس علم کی کوئی حد نہیں ہے۔علماء ہمیشہ جدید چیزوں کو کشف کرتے ہیں۔علوم قرآن منحصر نہیں، اختتام پذیر نہیں ہیں۔

۸۔علمائے مسلمین متقدمین بہت سی آیات میں حیران وسرگردان رہ گئے۔ان کی سمجھ میں نہیں آیا مثلاً علماء عاجز ہوئے کہ لیل ونہار کا کیا کردار ہے، زمین کروی ہے، دریاوں کے درمیان خلیج ہے، زمین گردش کرتی ہے یہ ایسی خبریں ہیں جو بہت سی آیات میں بیان ہوئی ہیں جبکہ اُس زمانے کا انسانی علم ان اکتشافات تک نہیں پہنچا تھا۔اس زمانے میں یہ چیزیں منکشف نہیں ہوئی تھیں لہٰذا علماء حیران رہے ان کو پتہ نہیں چلا اور ان آیات کی تفسیر کرنے سے عاجز تھے۔آج علم کی بڑھتی ہوئی پیشرفت سے کشف ہوا ہے کہ ان آیات کی کیا تفسیر ہے لہٰذا یہ دلیل ہے کہ قرآن کسی ایک قوم کی وراثت علمی نہیں اور ان کی تحقیقات کا ثمر نہیں بلکہ یہ علم اللہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے۔

۹۔اللہ نے لوگوں کو وعدہ دیا ہے جو کچھ آیات میں کائنات کے بارے میں خبریں ہیں انسان خود ان کے بارے میں اکتشافات کریں گے خود انسان پر اس کی خلقت کے راز کھلیں گے اور کشف علمی میں ان کا ساتھ دیں گے جیسا کہ فصلت ۵۳ میں آیا ہے۔

## اخلاق توازن بین مادہ وروح:

بشر کو جن شقاوتوں بدبختیوں استحصال استثمار پسماندگی کا سامنا ہوا وہ تقدم اور پیشرفت علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کی محیر العقول تک پہنچنے کے بعد بغیر کسی وقفہ کے مزید خط تقدم پر رواں دواں ہے لیکن بشریت کی شقاوت بدبختی میں کمی کے آثار نہیں آئے بلکہ بڑھتے ہوئے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہیں کہ روح و مادے میں توازان کا فقدان ہے، قدرتمندوں کا ضعیفوں کمزوروں کے خانہ وآشیانہ پر شب خون، زمینی خودکش فضائی بمباری کے شعلے خاموش نہیں ہوئے ہیں۔ افطاعی فودا بیر سرمایہ دارانہ نظام اپنے ایمان کو جوم رہے ہیں ضعیف اور ناتواں انسانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ تودوں کی مانند گرا رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس سے آگے ان کے مصائب کی انتہاء کہاں تک پہنچے گی؟

فضیلت وبرتری شرافت وکرامت اس میں نہیں کہ آپ دوسروں پر مسلط ہو جائیں، اجتماعی شادیاں کروائیں، یتیم خانے بنائیں، شہداء خانے بنائیں اور ان کے اقتدار پر قابض ہو جائیں اور ان کی جانوں پر حکومت کریں بلکہ عظمت وبزرگی، شرافت، جواں مردی، شجاعت وشہامت اس میں ہے کہ اس مملکت مسلمان نشین سے الحادیوں اور مذاہب فاسدہ کی مسلط کردہ خرافاتوں سے ملت کو نجات دلائیں، ہر آئے دن یتیم خانے بنانے والے منصوبہ جات کا خاتمہ کریں، شہادت کے نام سے جان دینے کا سلسلہ ختم کریں، ملک میں کمیونیزم، مغربیزیم کے طریقہ احتجاج جلاؤ، توڑ پھوڑ کی مجرمانہ حرکتوں کو بند کریں، تاکہ انسان اپنے نفس پر غالب آجائے اور خود اپنے نفس کا حاکم بنے۔ نیز یہ بھی شرافت مندی کی دلیل نہیں کہ کسی کے کہنے پر یا اپنی کرسی کے سودے میں پورے ملک کے مجرموں کو معاف کریں۔ ان کو ظلم وغدر وخیانت دھوکہ وفریب وغیرہ سے روکنے کیلئے قیم واخلاق کا لجام لگائیں۔

جتنا کوئی انسانی معاشرہ مکارم اخلاق کا پابند ہوتا ہے اسی تناسب سے وہ لائق وتحسین ہوگا، تقدم وتمدن ہمیشہ مکارم اخلاق، قیام اخلاق پر قائم ودوام واثبات پذیر ہے۔ قوموں کے زوال ونابودی نیستی سب مکارم الاخلاق، قیام اخلاق کے عاری ہونے سے ہی ہوا ہے۔ سورہ انعام آیت ۶ سورہ یونس ۱۳ انبیاء ۱۱ حج ۴۲۔۴۵ غافر ۸۲۔۸۳

## نفاذ واجراء قرآن:

قرآن مسلمانوں کا اولین اصول ایمان ہے۔ چاہے یہ آئین زندگی ہو یا آئین تعلقات عامہ، نفس سازی خاندان ہو یا معاشرہ اور مملکت سازی سے متعلق ہو لیکن بدقسمتی سے حسب تعبیر خود قرآن کو پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا ہے لیکن مسلمان اس کتاب سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ اس وقت امت اسلامیہ دو حکومتوں سے دل برداشتہ ہو کر ناامیدی کے خواب دیکھ رہی ہے۔

ا۔ سعودی حکومت کے حوالے سے امت اسلامیہ کی بڑی جماعت کی توجہ ان کی طرف ہے، دوسرا ایران جن کی طرف شیعوں کی امیدیں وابستہ ہیں، ان دونوں کا کردار عالم اسلام نے دیکھا ہے۔

سعودی نظام حکومت کی طرف سے اپنے تحقیقات مراکز علمی میں قرآن پر حدیث کی حاکمیت قائم کرنے کی کوششیں جاری ہیں یہاں تک کہ وہ خود کو اہل حدیث سے تعارف کراتے ہیں تاکہ جتنی بھی مشکوک احادیث ہیں انہیں اپنی جگہ برقرار رکھیں۔ دوسری طرف حاجیوں کو سادہ، اچھی طباعت والے قرآن بطور تحفہ دینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے لیکن قرآن کے بیان علوم کے حوالے سے کوئی نئے باب کا افتتاح کیا ہو، دیکھنے میں نہیں آیا۔ آگے بھی کوئی امید نظر نہیں آتی ہے کہ آگے ایسا کوئی اقدام کریں گے۔

جہاں تک ایران سے امید رکھنے والی بات ہے جو تعداد کے حوالے سے بہت کم لیکن طاقت وقدرت میں کم نہیں، ان کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ حدیث کو ہی اوپر لائیں، قرآن سے انہیں بہت چڑ ہے، قرآن کے علم کو اگر لائیں تو غالیوں کی گھڑی گئی احادیث کو کہاں پھینکیں گے؟ تاہم قرآن سے سرسری وابستگی کا

مظاہرہ ان دونوں کی مجبوری ہے لہٰذا انہوں نے دار قرآن، قرآن فاؤنڈیشن، حفظ قرآن کا نیا طریقہ اختراع کیا ہے جو اشاروں کے ذریعے کشف آیات کا کام کریں، جس کے ذریعے بہت شور شرابہ چھوڑا' لیکن تیس سالہ انقلاب اسلامی میں تربیت نفس، سیاست و اقتصادیات کو قرآنی ہم آہنگی نہیں دے سکے، حتی کہ اپنے حوزے کے نصاب میں قرآن اور سنت کو شامل نہیں کر سکے۔

قرآن کو وراء ظہرہ چھوڑنے کے الزام میں دیئے گئے جوابات صارخہ میں آیت اللہ سبحانی نے اس خطے کے بلکہ بین الاقوامی اعلیٰ مناصب یافتہ ابوالحسن ندوی کے جواب میں جتنی دفعہ ''الھاکم التکاثر'' کی تلاوت کی ہے اور اس کے جواب میں ''کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون'' ہے۔ میں اس وقت ابوالحسن ندوی کا وکیل نہیں بن رہا اور نہ بنوں گا، اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ صرف عالم اسلام کی نہیں بلکہ بین الاقوامی علمی شخصیت ہیں۔ ایسا بندہ جسے تیسرے درجے میں بھی شمار کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ایسے انسان کی وکالت کرنا درست نہیں۔

۲۔ وہ اس وقت عالم برزخ میں عدالت ''لا عدالۃ بعدھا'' میں اپنے عزائم و نیات، اعمال کا اجر و ثواب یا سزاء کا فیصلہ سنتے ہونگے جب کوئی مقدمہ کسی عدالت میں جاری ہے تو اسے کسی اور عدالت میں نہیں اٹھا سکتے، جب تک قاضی کے بارے میں ممکنہ شکوک ثابت نہ کر سکیں یا اس میں شک وشبہات کا احتمال نہ ہو۔

۳۔ ہم نبی کریمؐ کی خلوت وجلوت بزم اور جنگ و امن میں ان کی نمائندگی کرنے، جنگوں میں پرچم دار اصحاب کرام، اہل بیت اطہار کو معصوم از خطاء نہیں سمجھتے تو انہیں کیسے سمجھیں؟ اگر انہوں نے شاہی مہمان بننے کا افتخار حاصل کیا ہے اور اپنے علمی مقام وحیثیت سے اس وقت کے جابر کو عزت بخشی ہے تو یہ قابل مذمت ہے۔

۴۔ یہاں اپنے خالص مذہبی مراسم سے آلودگیوں کے داغوں کی نشاندہی یا دھونے کی پاداش میں جس پر سعودی حمایت کا ٹھپہ لگایا گیا ہے تاکہ عوام سمجھ لیں میں شیعوں میں سے نہیں، چہ جائیکہ اس انسان سے دفاع کروں جو سعودی حکومت کا مداح ہو۔ اپنے اصلاحی صفحات کی سزا بھگتنے والا کیسے ان کا وکیل بن سکتا ہے؟ لیکن ان تمام وجوہات کی خاطر بھی خاموشی اختیار نہیں کر سکتا۔ آیت اللہ سبحانی نے شیعوں کی طرف سے قرآن کی خدمات کی ایک لمبی فہرست پیش کی ہے۔

۵۔ آیت اللہ سبحانی نے ابوالحسن ندوی کا ظالم و جابر شاہ کی تائید کو ایک جرم ناقابل توجیہ قرار دے کر اس کو ایک عمل مفسد گردانا ہے، ان کا کہنا ہے قرآن اور سنت کو مشعل راہ سمجھنے والے اس جرم کا دفاع نہیں کر سکتے ہیں۔ تاہم ہم اگر دوسری جانب نگاہ ڈالیں تو ان باتوں کی بھی مخالفت نہیں کرنی چاہیے جن کی خبریں ٹی وی پر نظر نہیں آ رہی ہیں۔ مثلاً انقلاب اسلامی کی مجلس شوریٰ کے عمید وفد پاکستان کے سرپرست آقائے حداد عادلی کا پرویز مشرف کی حمایت کرنا، سرزمین مقدس عراق کی فضاؤں میں امریکی جہازوں سے بمباری کے دوران سید عزیز حکیم کی واشنگٹن میں بش سے ملاقات، ان کے فرزند عمار حکیم کا شوکت عزیز و پرویز مشرف کا مہمان بننا وغیرہ۔

آیۃ اللہ سبحانی کو چاہیے کہ جس طرح انہوں نے امت اسلامی کی وحدت اسلامی کی منافقانہ نداء کے موقعہ پر تفرقہ و انتشار آمیز شقاوت کو منافقانہ، مجرمانہ حرکت قرار دیا ایسے ہی دار التقریب اسلام کے جوار سے پرانے بوسیدہ مسائل اختلافی پر لکھے گئے منشورات والوں کو بھی روکنا چاہیے تھا۔ آغائے سبحانی کو ابو الحسن ندوی کا مشکوک العقائد انسانوں جیسے فردوس، جمشید، سعدی اور حافظہ کے بارے انکشافات یا مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ انقلاب اسلامی کے بعد داتا

گنج، بے نظیر بھٹو اور سیہون شریف پر لگے مسلمین کے مال میں سے سونے کا دروازہ بنانے پر بھی آواز اٹھانی چاہیے۔ کیا انہیں اس آیت "لما تقولون مالا تفعلون" کا مصداق بننے کا ڈر نہیں لگتا؟

ہم یہاں آیت اللہ سبحانی کی صورت میں ابوالحسن ندوی کے خلاف لکھے گئے رسالہ متضادات جسے موسسہ فکر اسلامی نے نشر کیا ہے اس رسالہ کے ص ۹ پر النشاۃ القرآنیہ فی الجمہوریہ اسلامیہ میں لکھا ہے اور ان کی یہاں پر قرآن سے وابستگی کے مظاہر دیکھیں۔

۱۔ ایک معجم کامل شعبہ دائرہ المعارف قرآنی شروع کیا ہے جس میں قرآن سے متعلق تمام معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۲۔ قم اور تہران دونوں میں ذخائر کتب ومخطوعات قرآنی کے لئے دار القرآن کی بنیاد رکھی ہے۔

۳۔ موسسہ خاص قرآن کے نام سے بنائی ہے۔

۴۔ تعلیم قرآن کی اساس اور سریع ذرائع کے ابتکار عمل میں لائے جاتے ہیں۔

۵۔ حفظ قرآن سے متعلق نبی کریمؐ اور اہل بیت اطہار سے مروی تین سو احادیث پر مشتمل کتاب جعفر ہادی نے تالیف کی ہے۔ جسے موسسہ حفظ قرآن نے نشر کر کے رہبران قاہرہ اور دیگر بلاد اسلامیہ میں تقسیم کیا ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں ان تمام احادیث کو صاحب موسوعہ قرآنیہ نے ضعیف گردانا ہے۔ یہ اقدامات ھدیہ وتحفہ انقلاب اسلامی نہیں بن سکتے جس کے لئے مسلمان منتظر تھے اور اسلام اور موضوعات کی توقعات رکھے ہوئے تھے۔

۶۔ تفاسیر قرآن الاء الرحمٰن شیخ محمد بلاغی، المیزان سید محمد حسین طباطبائی، فرقان صادقی تقریب القرآن الی الاذہان، سید محمد شیرازی تحقیق فی کلمات القرآنیہ، شیخ حسن المصطفوی، مفاہیم القرآن خود حضرت اس عظیم کتاب سے اللہ نے جن وبشر سے چیلنج کیا ہے آپ اسے ملل ونحل پر فخر وناز کرتے ہیں۔

## ۱۱۔ عقائد اسلام کے ستون

اصول دین کا آغاز اللہ تعالیٰ ذات پر ایمان اس کی خالقیت، رازقیت کے احیاء کے ساتھ بعثت وخاتمہ نبوت اور ایمان آخرت پر ختم ہوتا ہے۔ کہاں پر علم نے ان عقائد سے اعلان جنگ کیا ہے یا دین نے اس علم سے اعلان جنگ کیا ہے؟ دوسرا ستون فروع دین ہے جس میں اللہ کی اطاعت کے بعد بندوں کا اپنے سوا کائنات اور ہم نوع انسانوں سے سلوک ہے، جس میں قوانین عائلی سے لے کر علاقائی اور بین الاقوامی قوانین شامل ہیں۔ وہ کونسے سلوک ہیں جنہیں علم نے دلائل وبراہین قاطعہ سے درست ثابت کیا ہے اور دین اسلام نے انہیں رد کیا ہے یا مزاحمت کی ہے۔

معرفت اللہ یعنی اللہ تک جانے کے راستے جن کی تعداد انسانوں کی تعداد اور ذرات وکائنات کے برابر ہے تاکہ بندوں اور اللہ کا رشتہ نہ ٹوٹے۔

۱۔ ایمان بالغیب اول ایمان بوجود خالق ومدبر عالم مادہ ہے۔

۲۔ ایمان بالغیب دوم ایمان بہ آخرت۔

۳۔ ایمان بالغیب وحی ہے۔ یہ وحی غیب سے ہی آئی ہے جو ہر قسم کی فلاح ونجات وستگاری ایمان بالغیب سے مربوط ہے ایمان بالغیب کے بغیر انسان کے حواس خمسہ مضطرب ہیں۔

۴۔ ایمان بالغیب اوامر ونواہی انبیاء ہے۔ عقل وحس ہی انسان کو ایمان بالغیب کی طرف دعوت دیتی ہے، یہ ایمان الٰہی کافی ہے نہ عقل مندرجات کو حس محسوس تک محدود تفریط ہے جبکہ تنہا فعل افراط ہے۔

**انسان کو کائنات کے بارے میں فکر و نظر کرنا چاہیے:**[ اسرار الکون فی القرآن تالیف دکتور داود سلمان سعدی ص ۲۲]
اللہ سبحانہ نے ہمیں اس کائنات پر نہ صرف فکر و نظر کرنے کا حکم دیا بلکہ فکر و نظر میں بھی اعادہ و تکرار کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ عظمت زرافت وابریکیت خلق کو اپنے خالق کا پتہ چلے۔اس کائنات کی تخلیق میں نہ کمی ہے، نہ نقص ہے نہ ٹیڑھی ہے، نہ اضطراب ہے اور نہ ایک دوسرے سے متصادم ہے ۔جب ہم کائنات کی طرف دیکھتے ہیں تو اسے جلال و جمال، تابنا کی، روشنی انسجام نظام کا مظہر پاتے ہیں، اس میں لطف و رحمت دیکھتے ہیں، یہاں کوئی چارہ نہیں رہتا سوائے اس خالق کی الوہیت لطف و رحمت قدرت و سلطنت کا اعتراف کئے بغیر سورہ ملک آیت ۳ و ۴ اعراف ۱۸۵ یونس ۱۰۱ ق ۶ غاشیہ ۱۷ اذاریات ۲۱۔اب اس حکم و ہدایت کے بعد عقلاء کو چاہیے کہ اس کائنات کے بارے میں استدلالی نظریئے سے دیکھے کہ اللہ موجود ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ عرب بدو شاعر نے کہا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کی ایک نشانی ہے، کائنات کی ہر چیز اس بات کی نشانی ہے کہ اس کا خالق ایک ہے۔

غور و تفکر نہ کرنے والوں کی قرآن نے مذمت کی ہے محمد ۲۴ اور ۱۲ میں آیا ہے کہ تفکر نہ کرنے والوں کی مثال اندھے بہروں جیسی ہے بلکہ اسے نور و ظلمت سے تشبیہ دی ہے انعام ۵۰ فاطر ۱۹۔۲۰ کافرین غور و فکر نہیں کریں گے احقاف ۲۶ فاطر ۲۲ خلقت آسمان و زمین میں غور انسان کو اللہ پر ایمان لانے کی طرف لے جاتا ہے، فکر و نظر چھوڑنے کا نتیجہ انسان کو کفر کے دھانے تک پہنچا تا ہے اور اس کا ٹھکانہ کفر و استحقاق عذاب ہی بنتا ہے۔ جو اللہ کی کائنات پر غور و فکر نہیں کرتا ہے وہ کسی عذاب سے نہیں بچ سکتا ہے۔کائنات کے بارے میں فکر و غور کی کیا مقام و منزلت ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہوتا ہے جہاں اللہ نے علم کو ایمان کے قریب گنا ہے۔ایمان بغیر تفکر در آیات بے فائدہ اور بے نتیجہ ہے۔

**اثبات وجود باری تعالیٰ:**[ کتاب وجود اللہ تالیف قرضاوی ص ۲۱]
وجود اثبات باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل عدد انفاس سے متجاوز ہیں۔علماء اعتقاد کلام فلاسفہ نے خوف طوالت و عدم احاطیت کی وجہ سے دلائل کا خلاصہ کر کے انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر کے پیش کیا ہے جبکہ بعض دیگران نے اس کی بسط و تفصیل بیان کی ہے۔خلاصہ گرانوں نے ان دلائل کو پانچ میں خلاصہ کیا ہے۔جن میں دلیل فطرت، دلیل خلق، دلیل تصفیہ، دلیل تقدیر اور دلیل ہدایت شامل ہیں۔ وجود باری تعالیٰ کے بارے میں پہلی دلیل خود فطرت انسان ہے۔فطرت انسان کے اندر شعور اس کی سرشت میں رکھا ہے کہ اس لامحدود و لامتناہی کائنات کو ایک لامحدود و غیر متناہی وجود جو اس کا خالق ہے اس کی نگہداری محافظت کرتا ہے۔ہم انسان اُسی سے خاشع و خوف زدہ ہیں اور اسی سے امید و آرزو بھی رکھتے ہیں۔ یہ جس شعور کا انسان کے وجود میں احساس ہوتا ہے یہ شعور اسی نے کسب کیا ہے، اس کی کسی نے تلقین نہیں کی ہے نہ اس کے سوا کسی نے تعلیم دی ہے۔اس شعور کے بارے میں مشہور فلسفی دیکارت کہتا ہے کہ میں اپنی ذات میں نقص و کمی کا احساس کرتا ہوں اور ساتھ ہی اپنے اندر ایک وجود کامل کو بھی محسوس کرتا ہوں۔ میں مجبور ہوں اس کا اعلان کروں کہ یہ شعور میرے اندر اس ذات کاملہ و صفات والا نے رکھا ہے چنانچہ سورہ فصلت ۵۳ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ایمان بہ اللہ انسان کے اندر ایک واضح روشن تابناک حقیقت ہے جس کے اثبات کیلئے اقامہ دلائل و برھان کی ضرورت نہیں رہتی۔

چنانچہ ایک شخص نے کسی عالم سے کسی دوسرے عالم کے بارے میں کہا فلاں عالم دین نے اللہ کے وجود کے بارے میں ہزار دلائل قائم کئے تو اس عالم نے

جواب دیا شاید اس کے نفس میں وجود باری تعالیٰ کے ہزار شبہے ہوں گے۔ بعض عارفین سے سوال کیا گیا کہ آپ نے اللہ کو کہاں سے، کیسے پہچانا؟ تو اس نے جواب دیا میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا۔ چنانچہ امام حسین کی دعا عرفہ میں یہ عبارت پائی جاتی ہے نقل کریں۔

فطرت سے مراد علماء اعتقاد یہ لیتے ہیں کہ انسان چاہے جاہل ہو یا عالم اگر اس کے ذہن میں موجود آثار وراثت یا مکان و ماحول سب کو منہا کریں۔ اس سے وہ مجرد ہو جائے اور پھر شروع کریں، کائنات اور اپنے بارے میں تو اس کی فطرت اسے مجبور کرے گی یا اسے احساس دلائے گی کہ وہ رب جلیل عظیم کے سامنے خاضع وخاشع ہے۔ جس ذات نے انسان کو ایک ضرب ایک مساوی دو بغیر کسی دلیل و برہان تمہید و مقدمہ چینی کے سکھایا ہے۔ اسے یہ بھی سکھایا ہے کہ اس کا ایک خالق بھی ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتا، اس کیلئے وہ دلیل کا محتاج نہیں ہے، وہ معلوم سے مجہول کی طرف منتقل نہیں ہوتا، چنانچہ مقولہ ہے کہ کوئی انسان دن کی روشنی کے بارے میں دلیل کی نیاز نہیں رکھتا۔ اسی حقیقت کی طرف سورہ اعراف کی آیات نمبر ۱۷۱-۱۷۲ دلالت کرتی ہے۔ ہم اسی سے کہتے ہیں کہ دین ایمان بہ اللہ یہ تمام اقوام و ملل میں تھے ہر اقلیم میں ہیں، قدیم تاریخ قرون اولیٰ میں تھا۔ گرچہ یہ ایمان اپنی جگہ منحرف ہی کیوں نہ ہو گرچہ یہ ایمان اوہام خیالات اباطیل سے ملاوٹ ہی کیوں نہ ہو اسی لیے فلسفوف ہنری برغسون نے کہا ہے: ہم نے بہت سے انسانوں کو دیکھا ہے اور آئندہ بھی دیکھیں گے کہ ان میں نہ علم تھا نہ فنون نہ فلسفہ ایسے بہت سے انسانوں کو دیکھا ہے لیکن کوئی ایسی قوم نہیں ملی ہے جس کے پاس کوئی دیانت نہ ہو۔ فلسفوف بلوتارک نے کہا ہے تاریخ میں ایسے شہر قریے اور قلعے دیکھے ہیں جن میں کوئی اچھی عمارت نہیں ہے، کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ قصر و قصور نہیں ہے لیکن کوئی ایسا قریہ نہیں دیکھا جس میں کوئی معبد خانہ نہ ہو۔ فلسفوف رینان نے اپنی کتاب تاریخ ادیان میں کہا ہے: ممکن ہے ہر چیز مضمحل نابود ناپید ہو جائے، ممکن ہے عقل اور علم صنعت کی آزادی ختم ہو جائے لیکن محال ہے کہ دین و دیانت ناپید ہو جائے۔ دین و دیانت ایک قدرت مستحکم دلیل بن کر رہے گی کیونکہ سارے مذاہب باطنی، باطل ہیں وہ مذاہب جو انسان کی فکر کو صرف پست زندگی میں محصور رکھنا چاہتے ہیں۔

---------

بذات خود وجود باری تعالیٰ، انسان اور دیگر مخلوقات، جمادات، ساکن و متحرک خصوصیات رکھنے والی مخلوقات، ایک ذرے سے لے کر کہکشاں تک یہ سب اُسی ذات کے علم و قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔ نظام کائنات اور نظام ذرات کی باریکی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا ایک ہی خالق ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا انسان متکبر یا ملحد نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں تو خود سے پیدا ہوا ہوں، میری حیات خود کی بنائی ہوئی ہے میرا انجام میرے ارادے کے تابع ہے۔ تو پھر کیوں یہ ملحدین اصرار کرتے ہیں کہ کائنات کو خالق حکیم نے خلق نہیں کیا؟ ممکن ہے یہ لوگ اس اللہ کے منکر ہوں جسے تورات وانا جیل کلیسا نے پیش کیا ہے۔ وہ کھاتے پیتے بڑے تو ہو گئے اب تو کبھی کبھی بول بھی لیتے ہیں لیکن بے عقل ہیں۔

## تعدد وجوب اللہ:

وجوب وجود اللہ واحد، صانع و خالق کے بالمقابل زیادہ تعداد کے قائلین بھی پیدا ہوئے ہیں جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ کائنات میں دو قسم کے آثار نظر آتے ہیں یعنی خیر و شر دونوں پائے جاتے ہیں۔ وہ خیرات کے خالق کو یزدان کہتے ہیں اور شرورات کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں یا خالق خیرات نور اور خالق شرورات ظلمت کہتے ہیں۔ ان کی اس منطق کو علماء نے ادلیہ، ناطقہ اور عقلی و براہین ساطقہ قرآنی سے مسترد کیا ہے۔ آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء اپنی گراں قدر کتاب دین اسلام ج ا ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں اگر کائنات میں دو اللہ تصور کریں تو ہمارا سوال یہ ہوگا:

۱۔ یہ دونوں اللہ اپنے وجوب و وجود میں برابر ہونگے تو اس صورت میں دو کا تصور ناممکن ہوگا کیونکہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے امتیاز دینے کیلئے ایک کا

دوسرے سے امتیاز کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے ورنہ دو نہیں ہونگے۔

۲۔ دونوں وجوب وجود میں شرکت داری کے بعد ہر ایک میں، ایک الگ امتیاز ہوگا جو ایک کو دوسرے سے الگ یا ممتاز کرے گا۔

دوسری صورت میں اگر دونوں ایک ہونگے یعنی مرکب ہوگا تو ایک جزء دوسرے جزء کا نیاز مند ہوگا۔ جو نیاز مند ہوتا ہے وہ اللہ نہیں بن سکتا، دوسرا احتیاج کسی ترکیب کنندہ کا ہوگا تو یہ دوسرا نیاز مند ہوگا۔ عین امکان ہوا اور ثابت ہوا کہ دونوں واجب الوجود نہیں تھے۔

سوال ہے کہ یہ امتیاز جس نے ایک کو دوسرے سے الگ کیا ہے وہ صفات نقص کے ذریعے ہوا ہے تو صفت ناقص کا حامل اللہ نہیں ہوتا۔ اگر دونوں صفات ناقص ہیں دونوں اللہ نہیں ہونگے اگر ایک میں ناقص اور دوسرے میں کامل تو ناقص والا اللہ نہیں ہوگا۔

**اثبات واجب الووجود**: دین اسلام ج ا ص ۲۶۲

ہر موجود جو تصورت عقل میں آتا ہے اس کے وجود ہونے کے بارے میں عقل اذعان رکھتا ہے، اور وہ دو حالت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

ا۔ اس کی ذات حقیقت وہی وجود ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز اضافی نہیں ہے، اس کا وجود عین ذات اور ذات عین وجود ہے، کوئی تصور جو عقل میں تصور ہوتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو موجود یا صدم نیز اس کا تصور نا ممکن نہیں ہے۔ پھر موجود وجود اس کی عین ذات ہے وجود کے علاوہ کوئی چیز اضافی یا غیر اس میں نہیں آتی ہے حتیٰ کہ عدم بھی یعنی ہر وجود کسی اور وجود سے یا صفات عدم سے مرکب نہیں، یہ خالص موجود ہے۔

**علوم ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں:**

ان سوالات کے جواب دیں، بعض ایسے سادہ معمول کے سوالات ہوتے ہیں جنہیں انپڑھ بھی رد نہیں کر سکتے بلکہ حقیقت میں ایسے سوال غفلت اور غنودگی سے ہوش میں آنے والے بھی کرتے ہیں مثلاً اگر کسی دانشور عالم نبوغ والے کو حالت غنودگی میں اٹھا کر کسی ہسپتال میں لے جائیں تو ہوش میں آنے کے بعد وہ پوچھے گا مجھے یہاں کون لایا اور کیوں کس لئے لایا ہے؟ اسی طرح ایک ممیّز بچہ بھی یہ سوال کرتا ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ کبھی یہ بھی پوچھتا ہے ہمیں کس نے پیدا کیا ہے؟ بچہ یہ نہیں پوچھتا کہ کیا آپ نے مجھے پیدا کیا ہے یا باپ یہ نہیں کہتا کہ میں نے پیدا کیا ہے۔ علم پرست ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں لیکن ان کے ہی کہنے کے مطابق وہ عقلیت سے مطابقت نہیں رکھتے مثلاً وہ یہ کہتے ہیں:

**ا۔ ہم دنیا کا حصہ ہیں دنیا ہمیشہ سے تھی اور یہ ہمیشہ رہے گی۔ یہ ازلی ابدی ہے۔**

**۲۔ یہ دنیا، آپ اور ہم سب اچانک پیدا ہوئے ہیں۔ اسے علم حدسہ کہتے ہیں۔ (حدسہ یا حادثہ)**

## اثبات وجود باری تعالیٰ:

وجود باری تعالیٰ کے بارے میں علم و آگاہی متوقف ہے۔ مراۃ صفحات کتب اللہ شناسی پر ذات باری تعالیٰ جو کہ منطقہ علاقہ حواس خمسہ سے باہر ہے حواس خمسہ کی سواری اس سرحد سے آگے جانے سے اس کے پاؤں میں مسئلہ ہے اس کیلئے تین کتابیں تنظیم کی گئی ہیں پہلی دو کتابیں حروف تکوینی میں لکھی گئی ہیں۔ جن کے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ دو کتاب، کتاب انفس و کتاب آفاقی ہے۔ کتاب انفس میں کتنے ابواب ہیں وہ کتنے فصل ہیں ہر باب کیلئے اب تک کتنی جلدیں ہیں؟ کتاب مقرر لکھی گئی ہے لیکن عام انسان سرسری نگاہ اور لمحات میں سوچتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انہیں کس نے ترتیب دیا ہے؟ مثلاً یہ آنکھ ہے۔ اس دریا کی منع کردہ اشیاء ہیں؟ تصویر آنکھ سے گزر کر کہاں سے آتی ہے؟ اس چیز میں کیوں مٹھاس ہے؟ منہ میں ۳۲ دانت ہیں یہاں ہر ایک دانت

کا الگ وظیفہ ہے۔ یہ منہ ایک قسم کی چکی ہے چکیوں کے پتھر کتنے سال کے بعد بدل جاتے ہیں مگر یہاں عارضہ نہ ہونے کی صورت میں چلتے رہتے ہیں۔ ہر ایک دانت سے نکلنے والے کلمات کا لہجہ مختلف ہے۔

سماعت کان کے بارے میں ڈاکٹر کا کہنا ہے اس کے غلاف پردے انتہائی نازک ہیں لیکن طویل العمر بغیر کسی تبدیلی کے چلتے ہوئے ہر سرد و گرم اور گرد و غبار کیلئے کھلے ہوئے میدان کی طرح ہیں۔ قدرت نے پردے کو مصیبتوں سے محفوظ رکھا، کبھی اس کو بند رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ وجود انسانی ان اعضاء سے ہی باقی رہتا ہے۔ کھڑے ہونے اور چلنے کیلئے پاؤں دیئے ہیں۔ کچھ حاصل کرنے یا دریافت کرنے والے ہاتھ کے بغیر آنکھ ایک ناکارہ پرزہ ہے اور کسی کام کی نہیں۔ سالم آنکھ کی اہمیت و ضرورت ہاتھ اور شکل کے ساتھ ہی قیمت رکھتی ہے۔ مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ’’وفی انفسکم افلا تعقلون‘‘۔

۲۔ دوسری کتاب، کتاب آفاقی ہے۔ جس زمین پر ہم بستے ہیں عیش و نوش کی زندگی گزارتے ہیں یہ زمین فقر و تنگ دستی کی زمین ہے۔ ہمیشہ سے انسان روشنی کا محتاج ہے، اگر بارش نہ برسے تو یہ زمین صحراء قعر اور جہنم بن جائے لیکن یہ اللہ کی رحمت ہے کہ ہمیں بارش دینے کے لئے دریاؤں سے پانی بخارات بن کر اوپر جاتا ہے جو بارش بن زمین پر بہتا ہے۔۔ سورہ نمل ۲۷۔۶۴۔

## دوسری دلیل ہدایت: [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۴۲]

کائنات کی ہر چیز ایک خاص شکل و صورت میں متناسب وظیفے کیلئے خلق ہوئی ہے، جو اسے اس وظیفے کی ادائیگی کی سمت معین کرتی ہے۔
یہ اپنی غرض خلقت کی طرف ہدایت بھی پاتی ہے، اسے اپنی غرض و غایت کا الہام بھی ہوتا ہے۔ اپنی غرض و غایت کے طریقے بھی آسانی سے حاصل کرتی ہے، اس کو ہدایت کہتے ہیں۔ ہدایت خلقت، تقدیر سے ایک مافوق چیز ہے ہدایت ایک الہامی تعلیم ہے آپ اسے جو بھی نام دیں اسی ہدایت کے تحت تقدیر مکمل ہو جاتی ہے۔ خلق و تدبیر بھی اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ یہ ہدایت کائنات میں موجود ہر چیز کو حاصل ہے چاہے وہ چیز زندہ ہو یا جامد، خاموش ہو یا ناطق، عاقل ہو یا غیر عاقل۔ یہ ہدایت خاص مکلفین تک محدود نہیں ہے، عقلاء تک محدود نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض گمان کرتے ہیں کہ یہ ہدایت کائنات میں متحرک بلا ارادہ والوں تک مخصوص نہیں ہے جیسا کہ انسان حیوانات پرندوں اور حشرات سب کو حاصل ہے چنانچہ سورہ مبارکہ طہٰ آیت ۴۹۔۵۰ میں آیا ہے۔ ہم یہاں اس قسم کی ہدایت پانے والی مخلوقات میں سے بعض کا ذکر کریں گے۔ ہر حیوان کو اللہ نے چند مخصوص حواس دیئے ہیں، ایک خاص توانائی وسیلہ میں دی ہے جو اسے اس کی معیشت تک پہنچنے میں معاون ثابت ہوتی ہے اس کا وظیفہ اس وسیلے سے مربوط ہے مثلاً:

۱۔ **باز** جو اونچی سطح پر پرواز کرتا ہے اللہ نے اس کو دوربین سے مشابہت والی ایک ایسی آنکھ دی ہے جو دور کی چیز صاف دیکھ سکتی ہے، وہ فضاء میں اڑتے ہوئے، زمین پر چلتے اپنے چھوٹے سے شکار کو بھی دیکھتا ہے۔
بہت سے ایسے حشرات ہیں جو بہت باریک ہیں ان کیلئے خوردبین جیسی آنکھ ہے، معلوم نہیں وہ کتنی دقیق اور باریک ہے۔ انسان کے پاس وطن کی طرف رجوع کرنے کی حس ضعیف ہے لیکن پرندوں کے پاس یہ حس بہت تیز ہے مثلاً کبوتر جو ہزاروں میل طے کر کے جاتا ہے، واپسی پر نہ اس کا ایندھن ختم ہوتا ہے نہ اس کیلئے نقشہ چاہیے نہ اس کے لئے کوئی رہنمائی چاہیے، اگر کہیں راستے سے بھٹک گیا تو جلد ہی دوبارہ راستے پر آ جاتا ہے، یعنی وہ گم ہوئے بغیر اپنے وطن پہنچ جاتا ہے۔ بعض پرندے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہجرت کرتے ہیں بلکہ ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم۔ پھر آسانی سے اپنی پہلی جگہ پر واپس

آ جاتے ہیں۔ یہ حیوانوں کی ہجرت میں ہدایت کی مثال ہے۔ اس کی ایک مثال حیوانوں میں پانی کے اندر مخلوق ثعباین ہے۔ یہ ہجرت کرتے ہیں اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ یہ جنوب میں برمودہ کے علاقے میں انڈے دیتے ہیں اور وہیں پر مر جاتے ہیں لیکن ان کے بچے جن کے پاس کوئی وسیلہ نہیں، کوئی ذریعہ نہیں وہ پانی کی تہہ میں رہتے ہیں۔ ثعاب اسی راستے کو دوبارہ طے کرتا ہے جہاں سے اس کی ماں آئی تھی اور وہیں پر آ جاتا ہے۔

۲۔ ہدایت نحل (شہد کی مکھی) کو دیکھیں جس طرح وہ گھر کا نقشہ بناتی ہے اور تعمیر کرتی ہے اور بنیاد اٹھاتی ہے اور اپنے اجتماعی کام کو ایک دوسرے سے ذمہ داری تقسیم کر کے انجام دیتی ہے۔ ان میں کون پیداوار بڑھاتی ہیں؟ کون اپنے گھونسلہ کی نگہداری کرتی ہیں۔ وہ اپنے کام کی تقسیم کاری کرتی ہیں جس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے، بحث کی ہے چنانچہ اس ہدایت کی طرف سورہ نحل کی ۶۹۔۶۸ میں بیان ہوا ہے۔

## ۳۔ ہدایت نمل: چیونٹی کی ہدایت:

چیونٹی ایک اجتماعی زندگی گزارنے والے حشرات میں سے ہے۔ ہمیشہ انسانوں کے اجتماع کیلئے چیونٹی کی مثال دی جاتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون، تضامن اور ہمکاری کرتی ہیں۔ چیونٹی اپنے رزق کو گرمیوں میں جمع کرتی ہے اور اس کو اپنے سالانہ استعمال کے لیے سوراخوں میں جمع کرتی ہیں تاکہ سردیوں میں جب وہ کسب سعی اور باہر نکلنے سے معذور ہو جائیں تو یہ جمع شدہ زاق کھائیں۔ اگر اس جمع شدہ زاق میں کوئی ایسا دانا ہو جو اگنے والا ہو تو اس کو وہ توڑ کر رکھتی ہے تاکہ وہ اگ نہ سکے۔ اگر آدھے حصہ سے اگتا ہے تو وہ چار حصے کرتی ہے اگر اسے کوئی رطوبت لگ جائے اور گندگی ہونے سے بوسیدہ ہونے اور سڑ جانے کا خطرہ ہو تو اس کو باہر نکالتی ہے تاکہ اس کو دھوپ لگے۔ یعنی اپنے بل کے باہر پھینکتی ہے یہ فکر یہ سوچ اس چیونٹی کو کس نے سکھائی؟ تعجب اس بات پر ہے کہ چیونٹی دور سے سونگھ لیتی ہے جو چیز دوسرے آنکھ سے دیکھتے ہیں یا کان سے سنتے ہیں چیونٹی اس کا سونگھ کر پتہ کر لیتی ہے۔ چنانچہ وہ دور سے اس جگہ پر آتی ہے جس جگہ انسان کھانا کھاتا ہے تاکہ اگر روٹی کا ٹکڑا یا کھانے پینے کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو لے کر جائے۔ اگر وہ چیز بڑی ہے یا وزن والی ہے تو وہ دوبارہ اپنے گھر واپس جاتی ہے اور ایک لشکر کو لے کر آتی ہے۔ ایک سیاہ دھاگے کی صورت میں یہ ایک دوسرے کے پیچھے ہوتی ہیں اور سب مل کر اسے اٹھاتی ہیں۔ نہ چیونٹیوں کیلئے کوئی بادشاہ ہوتا ہے نہ ملک۔ چیونٹی کیلئے صرف راہنما ہوتا ہے راستہ دکھانے کیلئے، جو اس کو جہاں ان کی خوراک ہے وہاں تک راہنمائی کرتا ہے جہاں وہ رک گئیں تو اپنی جماعت کو خبر دیتا ہے۔ واپس آ کر اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر نکلتی ہیں۔ چیونٹی اپنی جماعت کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرتی ہے جس میں کسی قسم کی خیانت کاری نہیں ہوتی۔

## ہدایت کبوتر:

دونوں مذکر و مونث کبوتر اپنے بچے کو پالنے میں عدالت مساوی طریقہ اپناتے ہیں۔ پاسداری، حفاظت، تربیت کفالت مونث کی ذمہ داری ہے۔ خوراک اور بچے کو دانہ دنکا دینا یہ مذکر کا کام ہے۔ یہ دونوں بچے کی پرورش میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ دودھ کی جگہ دانے کو اپنے دھان سے نرم کر کے بچے کو کھلاتے ہیں یہاں تک کہ بچہ خود دانہ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ تب تک یہ دونوں اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات اس کو کھانا نہیں کھلاتے تاکہ اسے اپنی خوارک تلاش کرنے کی عادت ہو جائے۔ جب وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو دونوں مل کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر ایک اپنے رزق کی خود تلاش کرتا ہے۔ خود اپنا بندوبست کرتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب وہ مکمل بڑا ہو جاتا ہے تو دونوں اس کو دیکھتے بھی نہیں جیسے وہ ایک دوسرے سے

نا آشنا ہیں، پہلے جیسی محبت و شفقت ختم ہو جاتی ہے۔

## ہدایت شیر:

شیر کو جب اس بات کا خوف ہو کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ اپنی دم سے اپنے قدموں کے نشان مٹا کر جاتا ہے۔

[کتاب حیات حیوانتالیف دمیری ج ا ص ۱۰]

شیرنی ایک بچہ دیتی ہے جب وہ بچہ دیتی ہے تو وہ گویا گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی حس وحرکت نہیں پائی جاتی۔ اس وقت شیرنی تین دن تک اس کی نگہداری کرتے ہوئے اس کی حفاظت کرتی ہے پھر اس کا باپ شیر آ جاتا ہے اور اس گوشت کے لوتھڑے میں پھونک مارتا ہے بار بار یہاں تک کہ وہ حرکت میں آ جاتا ہے اور اس کے اعضاء وجوارح بن جاتے ہیں۔ جب اس طریقے سے یہ بچہ چھ مہینے کا ہو جاتا ہے تو اس کو خود کسب کرنے کی تعلیم وتربیت دیتے ہیں۔ بتائیں اس شیر کو تین دن کے بعد آ کر پھونک مارنا کس نے بتایا ہے؟ (یہ بات شیر کے بچے کی پیدائش کی فلم میں نہیں ملتی شیرنی جو بچہ جنتی ہے وہ مکمل اعضاء کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اس میں شیر کے پھونک مارنے کا کوئی عملی کردار نہیں ملتا)

## ہدایت لومڑی:

اگر لومڑی کو بھوک لگ جائے تو وہ کمر کے بل لیٹ جاتی ہے اور اپنی سانس کو اندر روک لیتی ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر پرندے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر اٹھ کر حملہ کرتی ہے۔ اور یوں اپنی خوراک حاصل کر لیتی ہے۔

## ہاتھی کو ہدایت:

ہتھنی کا جب بچہ جنم دینے کا وقت آتا ہے تو وہ پانی میں آ جاتی ہے۔ ہتھنی کے پاؤں میں جوڑ نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کھڑے کھڑے بچے کو جنم دیتی ہے۔ یہاں بتائیں کہ کس نے اس ہتھنی کو سمجھایا ہے کہ وہ پانی میں جا کر بچہ جنے۔

## عصفورہ: (کوا یا چڑیا)

جب یہ بچہ دیتی ہے اس کا بچہ گر جاتا ہے تو وہ شور کرتی ہے تو اس کے قرب وجوار میں جتنے بھی عصفورہ ہوتے ہیں وہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کے گرد آ کر اڑتے ہیں، بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنے افعال سے اس بچے کو حرکت دیتے ہیں اس میں قوت پیدا کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ پرواز کرے۔

## رئیس حمام:

یہ پرندہ رات کو سفر کرتے اور اڑتے ہیں۔ بیابان میں، سمندروں، درّوں، پہاڑوں میں جہاں ہوا چلتی ہے یہ اڑتے رہتے ہیں۔ یہ ہوا کے رخ پر سفر کرتے ہیں جو مشرق سے چلے یا مغرب سے۔ ہوا کہ رخ سے اپنا رخ متعین کرنے والے جب ہوا نہیں چلے گی تو کیا کریں گے؟ میں وہ سفر کرتی ہے وہ راستہ جاتا ہے اگر کہیں گمراہ ہو جائیں تو ہوا جیسی رُک جاتی ہے۔

## عنکبوت:

اپنے لیے گھر بنانے اسے بلند کرنے اور محکم خانہ بنانے کو انہیں کس نے سکھایا؟ اس پر جب مکڑا وہ چڑھتا ہے اور جب مکھی اس شک میں پھنس جاتی ہے تو اس

دھاگے پر حملہ کرتی ہے جو اس کا جال ہوتا ہے۔

**دلیل تقدیر:** [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۳۳]

تقدیر کسی چیز کو کسی خاص مقدار، نظام اور ترتیب وحساب سے خلق کرنا اور اس کے زمان ومکان سے متناسب اور دیگر مخلوقات کو قریب اور مجسم کرنا ہے۔تا کہ اس کی تخلیق کا مقصد معطل نہ ہو اور اس کی حرکت رک نہ جائے۔ ہر ایک میں یہ توازن اور نظام پایا جاتا ہے یہ تقدیر اور یہ انداز آپ کو کائنات کی ہر چیز میں ملے گی۔ چنانچہ اس حقیقت کہ طرف قرآن کریم کی ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ہر چیز کی کوئی تقدیر اور اندازہ ہے۔ رعد ۸۔فرقان ۲۔طلاق ۳۔قمر ۴۹ حجر ۲۱ مثلاً کرہ ارض کا یہ درجہ حرارت اگر ایک سال میں ۵۰ فیصد گر جائے تو نباتات مردہ ہو جائیں گے اور ساتھ ہی انسان بھی۔ زمین، سورج کے گرد ۱۸ میل فی سیکنڈ کے حساب سے گردش کر رہی ہے۔ اگر اس کی یہ رفتار چالیس میل زیادہ ہو جائے تو ہم سورج سے دور ہوتے جائیں گے۔اس طرح ہمارا زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔

**۳۔کائنات میں حیات:** [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۲۱]

کائنات کی اصل ازلیت کے مدعی، مادیین سے یہ سوال ہے کہ اس کائنات میں حیات کیسے اور کب آئی؟ اس سلسلے میں ملحدین سرگرداں وحیران ہیں مضطرب الجواب ہیں، بعض کہتے ہیں:

۱۔کائنات اور زمین میں حیات عالم علوی سے آئی ہے جہاں بعض ستاروں سے ٹوٹنے والے شہاب ثاقب کے گرنے سے آئی ہے۔

۲۔بعض نے کہا خود مادے میں حیات پہلے سے موجود تھی۔اس کی ترکیب میں حیات پہلے سے موجود تھی۔ یہاں حیات کے بارے میں دو مفروضوں میں سے ایک ناگزیر ہے۔ یا تو مادیین یہ کہیں کہ حیات کی خاصیت تفکیک ناپذیر مادہ ہے یعنی جب سے مادہ ہے حیات اس کے ساتھ تھی۔ لہٰذا حیات کیلئے کسی نئے خالق کی مزید ضرورت نہیں رہتی۔

۲۔یا یوں کہیں حیات کا خالق بھی علم وارادے کا مالک ہے اور اس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اگر کہیں کہ سارا عالم مادہ ہے، مادے کے سواء اور کچھ نہیں ہے اور مادہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کیلئے آغاز ہے نہ انتہاء مادہ جب سے ہے موجود تھا۔ تمام اجزاء ترکیبی اور خصوصیات کے ساتھ موجود تھے اس میں ایک مادہ دوسرے مادے سے کوئی فرق نہیں کرتا چاہے یہ انجم میں ہو یا مادہ کرہ زمین میں ہو۔ یہ کہنا کہ مادہ جو آسمانی ستاروں میں حیات تھا اور زمین کے مادے میں حیات نہیں تھا یا پہلے زمانے میں نہیں تھا بعد کے زمانے میں آیا ہے یہ تصور غلط ہے اس کی کوئی توجیہ، منطق نہیں بنتی اور یہ بھی معقول نہیں کہ مادہ کی لاکھوں سال تک حیات معطل رہی۔ لاکھوں سال کہ جس کی کوئی حد واحصاء نہیں ہوتی ہے پیچھے جانے کی وہ بعض حیات رہے اور بعض معطل رہے۔ یہ خاصیت ابھرنے سامنے آنے ظہور ہونے کیلئے اتنے سال کیوں دیر ہوگئی؟ کیوں ایک کرہ میں یہ حیات آگئی اور دوسرے میں نہیں آئی۔ کیوں بعد میں آئی اور پہلے میں نہیں آئی۔ سوال یہ بھی ہے کہ اس کرہ میں کس نے اسے پیدا کیا؟ اس زمانے میں کس نے پیدا کیا پھر حیات آنے کے بعد اس کو دوام کس نے بخشا؟ یہ دوام بھی صدفے سے ہوا ہے۔ عقل انسانی کی ذمہ داری ہے کہ ان اسباب وعلل کو ظاہر کریں جو ان مفروضات کا جواب دے دیں۔ یہ حیات بطور صدفہ پیدا ہوئی ہے یا خالق علم وارادہ نے پیدا کی ہے؟ کوئی چارہ نہیں کہ اسے تسلیم کریں کہ حیات مادے میں خالق علیم وقدیر ومرید نے پیدا کی ہے۔ اس فرض کے ساتھ اس مردہ مادے میں حیات پیدا ہونے کا معمہ حل ہو جاتا ہے یعنی مردے سے زندہ پیدا ہونا بلکہ خالق متعال کے فرض کے بعد اصل وجود کا معمہ خود بہ خود حل ہو جاتا

ہے۔ عقل کی آواز کو تقویت ملتی ہے۔ خلقت اول و آخر سب کی برگشت سب اللہ کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت ۹۵ میں آیا ہے۔

## دلیل خلق:

اثبات وجود باری تعالیٰ میں جو دلائل قائم کیے گئے ہیں وہ درحقیقت ایک مفہوم ہے لیکن علماء نے اسے مختلف اور متعدد کلمات سے تعبیر کیا ہے۔ بعض نے اس کو دلیل خلق کہا ہے جبکہ بعض نے دلیل ابدا کہا ہے، تیسرے نے دلیل اختراع کہا ہے، چوتھے نے اس کو دلیل حدوث کہا ہے۔ پانچویں نے اس کو دلیل تغیر کہا ہے، چھٹے نے اس کو دلیل حرکت کہا ہے تو ساتویں نے اسے دلیل امکان کہا ہے۔

### مکونات سحاب:

وجود باری تعالیٰ پر محکم دلائل میں سے ایک مظاہر سحاب (بادل) بادلوں سے بارش برستی ہے۔ بارش سے ہر طرح کے اشجار، زراعت، جنگلات زندگی لیتے ہیں، باقی پانی زمین کے اندر محفوظ ہو جاتا ہے، نہروں، دریاؤں سمندروں سے بخارات بن کر دوبارہ بادل بن جاتے ہیں سورہ نور آیت ۴۳ میں اللہ نے سحاب کو اپنا نشان الوہیت بتایا ہے۔ کتاب اعجاز القرآن فی وصف الریاح سحاب ص ۵ پر لکھتے ہیں سحاب کے قلیل کو مطر کہتے ہیں۔ اس کی انواع واقسام ہیں۔ بادلوں کی ایک قسم کا نام سحاب رکامیہ جس سے مطر بنتا ہے۔ بادلوں کے اندر گرج اور چمک بھی ہوتی ہے۔ بادل ۱۵ کلومیٹر بلندی تک ہوتے ہیں۔ جدید علوم کی بڑھتی ہوئی غیر معمولی پیشرفت کے سبب ایک فضائی رصد گاہ دور سے ان بادلوں کا پتہ چلانے کے وسائل کئی طرح کے جدید الیکٹرونک وسائل سے معلومات حاصل کرتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آخر سحاب کیسے کس چیز سے بنتا ہے؟ بادل کیسے بنتے ہیں؟ اس میں پیشرفت کیسی ہوتی ہے۔ فضاء کا اس میں کہاں تک دخل ہے؟ اس علم میں تحقیق کرنے والے تاریخ علم سحاب کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ ۶۰۰ سال قبل میلاد مسیح سے لے کر ۱۶۰۰ میلاد کا دور جس کو دور تخمین کہتے ہیں۔

۲۔ ۱۶۰۰ سے ۱۸۰۰ میلادی تک کا دور۔ اس دور کو غیر علم الاضاد جوئی کہتے ہیں۔

۳۔ انیسویں صدی ۱۹۰۰ دور کے آغاز سے ابھی تک کا دور ہے۔

عرب اہل علم و کتاب نہیں تھے اہل کتاب کی برگشت کتب عہدین پر منتہی ہوتی ہے۔ کتب عہدین سے جو معلومات ہمیں ملی ہیں وہ سب کعب احبار اور وہب بن منبہ کے ذریعے سے ملی ہیں۔ اس سلسلہ میں وارد روایات کی اسناد کی برگشت انہی افراد پر منتہی ہوتی ہے۔

## کائنات حادث ہے:

کائنات بذات خود حادث ہے پہلے نہیں تھی، بغیر کسی فاعل، سبب و موجد کے پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک فاعل موثر کے ذریعہ پیدا ہوئی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔ وہ صاحب ارادہ حیات حکمت والا ہے جو پوری کائنات پر احاطہ رکھے ہوئے ہے اس کو خالق کائنات کہیں گے۔

کائنات کی بھی تاریخ پیدائش ہے یعنی ایک دور میں وہ نہیں تھی بعد میں وجود میں آئی ہے لیکن وہ کس تاریخ کو پیدا ہوئی ہے؟ اب تک اس کی کتنی عمر ہو چکی ہے؟ یہ کسی انسان کی مقدوریت و مستطاع سے خارج ہے۔ کتاب عقیدتنا تالیف عبداللہ نعمہ ص ۱۸۵ اس سلسلہ میں جو معلومات ہمارے پاس ہیں اس کا ماخذ یہودیوں کی کتب ہیں جس کے راوی اسلام قبول کرنے والے افراد کعب بن احبار، وہب بن منبہ وغیرہ ہیں کیونکہ ان دونوں کی منافقت یہود گرائی اور تضاد گوئی کی وجہ سے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا لہذا ہم صرف قرآن کریم کے لائے ہوئے اخبارات پر اعتماد بھروسہ کر سکتے ہیں لیکن قرآن میں کوئی ایسی واضح

## علم اور دین ﴿۸۶﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

صریح تاریخ نہیں دی گئی ہے یہ تذبذب تر دد کہ اس کی کتنی عمر گزر چکی ہے، نا معلوم رہی ہے۔ یہاں تک علم طبیعت میں پیشرفت کی ابتداء میں بعض نے ۷۵ ہزار سال بتایا ہے۔ اس کے بعد فلکیات، فزکس جیالوجی وغیرہ نے حیران کن اور حیرت انگیز ترقی کی ہے انہوں نے زمین کی عمر کے بارے میں تحقیقات، علمی بنیادوں پر استوار کی ہیں۔

کہتے ہیں انہوں نے بعض مواد جسے اشعہ کہتے ہیں جیسے ریڈیم، یورینیم کہتے ہیں کتنے عرصے میں ختم ہوتا ہے۔ اس سے انہوں نے اندازہ کیا کہ زمین کی عمر تین ملین سال گزری ہے جو سب سے قریب مفروضہ ہے لیکن اس پر حیات زندگی ایک ہزار آٹھ سو ملین سال گزرے ہیں۔ اس طرح انسان نے روئے زمین پر قدم تین سو ملین سال پہلے رکھا ہے، علم واکتشاف کی گاڑی سرعت وتیزی سے بڑھتی گئی یہاں تک علماء نے عمر زمین کو دو بلین سال فرض کیا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد اس میں ایک اچانک غیر عادی انفجار واقع ہوا یعنی پانچ سو ملین سال پہلے اس پر بھی اعتماد یقین نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ علم ابھی بھی آگے بڑھ رہا ہے جو بھی ہو ان باتوں سے یہ کشف ہوتا ہے کہ مادہ کائنات کی ایک ابتداء ہے یعنی وہ پہلے سے نہیں تھا۔

علماء کی آراء ابتدائے کائنات کے بارے میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رکھتی ہوں لیکن سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا ایک نقطہ آغاز ہے اس کی ایک عمر ہے۔ اگر عمر ناپنے کا وہ آلہ ہمیں میسر ہو جائے تو ہم یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں لیکن حتمی یہ ہے کہ یہ ازلی نہیں ہے لہٰذا مادے کی عمر کے اندازے کے تحت ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ کائنات کا کوئی خالق ہے جس نے اسکو عدم سے وجود بخشا ہے۔

عصر حاضر میں کائنات میں جو کیلنڈر ہے وہ بحث ونزاع چل رہا ہے۔ ان چار مفروضوں کے گروہ زیادہ ہیں۔ ان دو میں مقابلہ ہے جبکہ باقی دو ہار چکے ہیں۔

۱۔ کائنات ازلی ہے مادہ اولیٰ ازلی ہے اور باقی چیزیں اس سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ہمیشہ تجدد میں ہے، اسی سے حیات نکلی ہے۔

۲۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو کہتا ہے یہ کائنات حادث ہے۔ مادہ اولیٰ حادث ہے، اسے وجود بخشنے والا اس سے باہر ہے جو کسی قسم کی مادی صفات کا حامل نہیں ہے۔

پہلی فکر وہ ہے جن کا کہنا ہے یہ جو کائنات ہے ہمیشہ سے تھی اور اس کیلئے کسی خالق کا موجود ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

مادئین کا کہنا ہے کہ ہمارے حواس محدود ہیں۔ ہمارے وسائل وذرائع محدود ہیں۔ اب تک کوئی طاقت وقدرت جسے اللہ کہا جائے خالق کہا جائے نظر نہیں آئی ہے۔ لہٰذا جو چیز ہمارے علم میں نہ آئے ہم اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ ہم نے اللہ کو تلاش کیا نہیں پایا، جو کچھ ہے وہ مادہ ہے چاہے کتنی ہی محیر العقول ترتیب تنظیم کیوں نہ نظر آئے۔ ان الحاد پرستوں کے سامنے تین مفروضے پیش کرتے ہیں وہ ان میں سے جو بھی قبول کرنا چاہیں، رد کرنا چاہیں، کریں لیکن رد وقبول بھی کسی دلیل ومنطق کے تحت ہونا چاہیے:

۱۔ مادہ قدیم وازلی ہے وہ پہلے سے تھا وہ عدم سے وجود میں نہیں آیا وہ موجود تھا اور رہے گا لہٰذا اس کے لئے کسی خالق غیر مادی کی ضرورت ہوتی ہی نہیں۔

۲۔ مادہ خود اپنے آپ پیدا ہوا ہے۔ وہ غیر مادی خالق سے پیدا نہیں ہوا ہے۔

۳۔ کسی غیر مادی خالق اور موجد نے اسے وجود میں لایا ہے۔

## تعریف مادہ:

مادہ کتاب موسوعۃ علمیہ مبسط ص ۳۴۰ پر آیا ہے ہر وہ چیز جو جگہ یا مکان گھیرتی ہو اسے مادہ کہتے ہیں۔ مادہ کی تین قسمیں بتائی جاتی ہیں یعنی جامد، سائل اور غاز۔ یہ تین حالتیں ہمیشہ مادے پر عارض رہتی ہیں۔ مادہ کی ایک اور تقسیم کرتے ہیں عضویہ اور غیر عضویہ۔ عضویہ میں انسان حیوان، درخت پھول وغیرہ آتے ہیں، غیر عضویہ میں لکڑی کپاس وغیرہ آتے ہیں۔ مادہ ذرات ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں کھڑکی سے اندر داخل ہوتی ہیں تو نظر آتی ہیں۔ ذرات اپنی جگہ

چند چھوٹے اجزاء سے مرکب ہوتے ہیں وہ الکٹرونیات ہے جو انتہائی باریک اجزاء ہیں جو دائماً حرکت میں رہتے ہیں۔

**خلیہ:** [کتاب رحلہ فی الایمان فی جسم الانسان تالیف محمد حامد احمد ص ۱۹]

خلیہ اس اکائی جزء کو کہتے ہیں جس سے ذی حیات پیدا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ایک بالغ انسان کے جسم میں ایک سوٹریلین سے زیادہ خلیے ہوتے ہیں۔ خلیہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ حواس خمسہ کے درک سے باہر ہوتا ہے۔ اگر آلہ مبتکر پیدا نہ ہوتے تو اس کا اکتشاف ممکن نہیں تھا۔ اس کی جسامت کا اندازہ اس طرح بھی لگا سکتے ہے ایک ذرہ سرخ خون کو دیکھنے کے لئے ایسا آلہ مبتکر کی ضرورت ہے جو جسم کو ۱۴۰۰ گنا بڑا کر کے دکھا سکے۔ جہاں تک اس کے وزن کے بارے میں کہتے ہیں اس کا ایک گرام کا ملیاردواں حصے کے برابر وزن ہوگا۔ خلیہ دائم موت وحیات ہوتا ہے۔ انسانی جسم ایک سیکنڈ میں ۱۲۵ میلیون خلیے کھاتا ہے جو دوسرے خلیے میں تبدیل کرتا ہے جو اس جیسا خلیہ ہوتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کل جسم کے خلیے ہر ہفتہ پورے بدلتے ہیں یا نہیں۔ یہ لاکھوں خلیے نطفہ امشاج ہیں جن سے جنین بنتا ہے۔

علامہ شعراوی اپنی کتاب مختارات من تفسیر القرآن سورہ مبارکہ الطارق آیہ "فلینظر الانسان ثم خلق" کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ بعض انسان اپنی خلقت اولیٰ سے غفلت برتتے ہیں۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے خلق ہوا ہے، انسان ایک اچھلتے پانی سے خلق ہوا ہے، یہ پانی شکم مادر میں خلیہ بن جاتا ہے وہاں سے وہ تقسیم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ خلیہ اپنی پہلی خلق میں عقل نہیں رکھتا، درک بھی نہیں رکھتا حتی کہ ارادہ بھی نہیں رکھتا ہے۔ لیکن ہر خلیہ اپنے معیار کی طرف جاتا ہے مثلاً بعض خل یے عظم بنتے ہیں، بعض اعصاب بنتے ہیں۔ جو خلیہ ہڈی بنا ہے، ہڈیاں بھی اپنی جگہ کئی انواع واقسام کی ہیں۔ بعض خلیے مھدف نئی ہوتے ہیں، بعض سطحی ہوتا ہے۔ یعنی کارخانہ خلیہ ھضم بنتا ہے، بعض نظام تنفّسی بنتا ہے، بعض دانت، بعض ناک کی ہڈی بنتا ہے۔ بعض ناقص بعض بال بنتا ہے۔ دیکھیں یہ تقسیم مقدار خلیہ کا تعین بطور صدفہ بنتا ہے یا کسی منظّم نظام کے تحت بنتا ہے، اس کا منظّم کون ہے؟۔

## اللہ کو کس نے خلق کیا:

ہم چونکہ ایک ایسے خالق پر ایمان لائے ہیں جو ہمیشہ سے موجود تھا۔ وہ کسی موجد کی نیاز و احتیاج نہیں رکھتا ہے، اسی نے تمام خلائق کو وجود بخشا ہے لیکن اس ذات کے فضل وعنایت سے ہمیں کبھی فقر و بحران دلائل کی قلت وکمی کا سامنا نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا، نہ ہم مسائل کو ڈانٹ ڈپٹ کر واپس کرتے ہیں لہٰذا جواب دیتے ہیں۔ اس سوال کے متعدد جواب ہو سکتے ہیں اگر ہر وجود کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وجود کو کسی ہستی سے لے تو دنیا میں کوئی بھی موجود نہیں ہوگا۔ مثلاً یہ نقد دینے والے کیلئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نقد کو کس سے لیتا ہے تو ہی نقد وجود میں آتا ہے۔

۱۔ کسی نظریے کے بارے میں یہ کہیں کہ اس کا کسی دوسرے سے لینا ضروری ہوتا ہے مثلاً نظریہ نبیہ نشینی کو کس سے لیا گیا ہے یا خود کشف کیا ہے۔ یہ اصول تمام علوم وفنون پر لاگو ہوتا ہے کہ ان کا آغاز کس سے اور کیسے ہوا ہے؟ اس کے بغیر کسی علم وفن کا وجود سوالیہ رہے گا لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی نقطہ آغاز ہو۔

کائنات کا ہر وجود دو حالت سے خالی نہیں:

۱۔ وہ خود اپنا آپ وجود ہے۔

۲۔ اپنا وجود کس سے لیا ہے۔ شخصی باعث محقق اگر کسی وجود کے موجد کا پتہ نہ چلے تو وہ خود فرض کرتے ہیں کیونکہ کوئی بھی وجود بدون، موجب بدون سبب پیدا

نہیں ہوتا ہے، لہذا ہر موجود کا ایسے وجود سے ملنے کی ضرورت ہے جس نے اپنا وجود کسی سے نہ لیا ہو۔ وہ لینے والا نہیں دینے والا ہوتا ہے، اگر کسی وجود کا فرض باطل ہو تو کوئی بھی وجود نہیں ہوگا۔ اس سوال کا تنہا موحدین کو سامنا نہیں بلکہ خود مادیین کے لئے بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اس کو کس نے پیدا کیا۔

موجد اول نہ ملنے کی صورت میں انسان کوئی سبب علت فرض کرتے ہیں جو دو حال سے خالی نہیں۔

۱۔ خالی فرض ہے لیکن اس کی پرستش نہیں کرتے جیسے رعد و برق۔

۲۔ اس مفروضہ کی پرستش تک کی جاتی ہے۔ دنیا میں یہ دو نظریات چلتے ہیں جن میں الوہیت مفروضہ رہتی ہے جیسے سورج، چاند، آگ، بیل، درخت، ملائکہ، ارواح اللہ وغیرہ۔

پہلی صورت جیسا کہ پہلے زمانے میں یہ عقیدہ تھا کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے بعد میں تحقیق ہوئی کہ یہ سمندروں سے بخارات کی شکل میں اوپر جاتی ہے جو بعد میں بادل بن جاتے ہیں اور پھر بارش بن جاتی ہے۔ یا اس سے پہلے سورج کے زمین کے گرد گردش کرنے کی بات کرتے تھے اب کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے یا رعد و برق کوئی دو گوسفند کی لڑائی ہے لیکن یہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ بادلوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے جس سے رعد و برق پیدا ہوتی ہے۔

یہ فکر اس وقت سے شروع ہوئی جب سے صنعتی انقلاب آیا۔ صنعتی انقلاب سے اس فکر میں نمو پر آئی ہے لیکن اس سے پہلے یہ فکر کہاں سے ملتی ہے اسے تلاش کریں گے تو یہ فکر نظریات یونانی سے ملتی ہے، جہاں ابن پہ دوکل نے ۴۷۳ سے ۴۲۳ سال قبل میلادی میں کہا کہ پہلے کائنات ساکن تھی مجتمع تھی۔ اس میں شوق تھا پھر آپس میں اشتیاق تھا۔ پھر اس میں آپس میں ضد آئی اور اس سے ایک عالم میں انفجار پیدا ہوا ایک دوسرے کی طرف کشش ایک دوسرے کے ساتھ مار پیٹ اور ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہوئی۔ اس کے باوجود یہ کہتے تھے روح پہلے سے موجود تھی جس طرح ہر مادہ کی ایک برگشت عناصر اربعہ پانی، مٹی، ہوا، آگ کو جاتی ہے اسی طرح سے روح کو بھی جاتی ہے۔

اس فکر میں کوئی نئی بات نہیں جیسا کہ آج کل کے مادیت پرستوں نے گھڑی ہیں۔ یہ فکر دو فکروں سے گھڑی گئی ہے ایک قانون سفط اور دوسرا قانون تعطیل۔

**کائنات کیسے پیدا ہوئی:** [عقید تنا ص ۱۸۶]

منکرین و ملحدین اللہ کے پاس ہم چار احتمالات مفروضات کو ان کی میز پر رکھتے ہیں، کائنات کے بارے میں یہ چار مفروضے بنتے ہیں جہاں پانچویں کی گنجائش نہیں اور انہیں ان چار مفروضوں میں سے ایک کو اپنانا ہوگا:

۱۔ یہ جو کائنات ہمارے حواس، مناظر و مشاہد میں آ رہی ہے جسے ہم کائنات یا عالم کہتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کا کوئی وجود نہیں یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب ہمارے تخیلات و ہمیات ہیں۔ ہمارے ذہن سے باہر کوئی چیز ہوا ایسا کوئی وجود نہیں ہے یہ فکر سیر جینز کی ہے جیسا کہ کتاب اللہ یتجلہ ص ۷۸ میں آیا ہے ان سے پہلے ایک سوفسطائی گروہ کا کہنا تھا کہ جن اشیاء کو ہم محسوس کرتے ہیں، دیکھتے ہیں سونگھتے ہیں یہ سب مفکرین کے دماغ کی سوچ میں ہیں ان کا کوئی وجود اور بیرونی تصور نہیں ہے۔ گویا اس فکر و نظر کے تحت دنیا میں سب ایک وہمیات و خیالات کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس فکر کو کسی زبان سے، کسی منطق سے، کسی دلیل سے معتبر دلیل نقلی یا تورات و انجیل قرآن سے، حدیث سے اس گروہ کو نہیں منوا سکتے ہیں سوائے اس کہ ہم ایک ہتھوڑا، ایک کلہاڑی اس انسان کے سر پر ماریں اگر اس نے کہا کیوں مارا تو اسے جواب میں کہہ سکتے ہیں اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ آپ کا خیال ہے ہم نے تو نہیں مارا ہے۔

۲۔ یہ عالم جو کچھ ہے وہ مادہ ہے۔ جو طاقت وقوت اور عجائب و غرائب حیرت انگیز کا حامل ہے۔ یہ ایک قانون کے تحت چلتا ہے ایک نظام کے تحت چلتا ہے

لیکن یہ کب پیدا ہوا کیسے پیدا ہوا ان کا کہنا ہے پیدا تو عدم سے ہی ہوا ہے لیکن کسی موجد، کسی سبب موثر کے اثر وجود میں سے نہیں آیا بلکہ بغیر سبب وجود میں آیا ہے۔اس نے اپنے لئے خود سبب بنائے ہیں۔آپ جسے جاذبیت کہیں، خوبی کہیں، حسن کہیں یہ سب کے سب ایک تصادفی عمل ہیں ان کو سوفسطائی کہیں گے۔یہ از روئے صدفہ وجود میں آیا ہے معلوم ہے کہ صدفہ موجودات کے درمیان اتفاق سے ہوتا ہے۔ایک شخص گلی سے گزر رہا تھا معمار کے ہاتھ سے اینٹ گری اور اس کے سر پر لگ گئی لیکن ایک چیز عدم سے وجود میں آئی ہے اس صدفہ کی کوئی مثال نہیں بنتی ہے۔

۳۔کائنات پہلے سے ہی تھی کون کہتا ہے کائنات نہیں تھی تاکہ ہم اس کے موجد کو تلاش کریں وہ ہمیشہ سے تھی اس کا کوئی آغاز نہیں یہ پہلے سے موجود تھی رہے گی۔اس کے وجود کو کوئی فنا نہیں اس فکر کے بہت سے مادین داعی ہیں وہ مختلف دلائل اس پر لاتے ہیں ان کا کہنا ہے مادہ بذات خود اساس و بنیاد خلقت ہے۔وجود کائنات زندہ و مردہ دونوں خود اپنے آپ سے ہیں اس کے پس پیش کوئی چیز نہیں ہے جو ان کو حیات بخشتی ہو۔ایسا نہیں ہے۔

## مادہ نے اپنے آپ کو پیدا کیا:

مادہ پہلے عقل رکھتا تھا نہ حیات۔جو حیات یا عقل مادے میں آئی ہے یہ کہاں سے آئی ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے جو چیز خود فاقد ہو وہ دوسرے کو زندگی نہیں دے سکتی ہے۔نظریہ تطور خلیہ ملاحظہ کریں۔مادہ پیدا ہوا ہے وہ ازلیت و ابدیت دونوں نہیں رکھتا مادہ کی ازلیت و ابدیت کے قائلین دو ہیں۔کتاب الاصول العقیدہ فی التوحید العدل ج ۱ ص ۱۴۵ لکھتے ہیں لافوازیہ کا کہنا ہے ''ان المادہ لاتفنی ولاتستمدت'' مادہ فناء پزیر نہیں ہے، جس طرح تخلیق فنا پذیر ہے۔

۲۔مادہ حادث ہے لیکن وہ اچانک بطور صدفہ پیدا ہوا ہے اس کے لئے مادیین چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ا۔ایک یہ مثال دی جاتی ہے کہ برسوں گزرنے کے بعد ایک دوسرے کے جاننے والے دوست غیر متوقع طور پر کسی چوراہے پر ملتے ہیں، یا کسی بس میں دوران سفر ملاقات ہوتی ہے تو مادہ کی حادثاتی پیدائش کا انہی مثالوں سے موازنہ دیتے کرتے ہیں۔کسی صفت مثلاً حسن کو کہتے ہیں کہ نہ پیدا کیا جاسکتا ہے اور نہ فنا کیا جاسکتا ہے یہاں علیت اور فاعلیت کا فقدان پایا جاتا ہے۔

۲۔ایک آدمی نے ہرن یا پرندے کو یا اپنے دشمن کو مارا تھا یا مارنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن نشانہ اپنے عزیز بیٹے یا دوست کو لگا حالانکہ انہیں مارنے کا ارادہ نہیں تھا۔

۳۔کسی معمار کے ہاتھ سے اینٹ گر کر کسی فرد کے سر پر لگی وہ مر گیا لہٰذا کائنات بھی اسی طرح سے ہے کہ اچانک یہ چیزیں وجود میں آئی ہیں۔

مادیین کا کہنا ہے جو ہمارے حواس و مشاہدے میں نہیں آیا ہم اسے کیسے مانیں، یہاں مادیین کو شبہ ہوا کہ عقل و ادراک عاجز ہوگی لیکن درحقیقت ان کی عقل بیٹھ گئی ہے وہ اس میں تمیز نہیں کر پاتے کہ ہم نے ''نہیں پایا'' اور ''نہیں ہے'' میں فرق ہے۔نہ پانے اور نہ ہونے میں فرق ہے۔اس کا پانا محال ہے کیونکہ وہ مادہ نہیں ہے۔

## منورین علم:

ا۔منورین علم کا کہنا ہے ماورائے مادہ کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ماورائے مادہ کسی چیز کے وجود کا اعتقاد رکھنا خرافات وہم گیری کے مترادف ہے۔لیکن ہم ان منورین سے پوچھتے ہیں یہ جو عالم اس وقت آپ کے عالم کے شیشے میں نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے، وجود ہے یا نہیں؟ اگر کہیں گے اس کا بھی کوئی وجود حقیقت نہیں تو اس کو علماء نے سوفسطہ کہا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے کو فسطائیزم کہیں گے۔

۲۔اگر اس کائنات کا کوئی وجود ہے اور وہ نظر میں آتی ہے لیکن اس کا کوئی موجد نہیں جیسے ملحدین مادیین کہتے ہیں۔مادیین اپنی جگہ دو گروہوں میں تقسیم ہیں مادیین میکانیکین اور دوسرے مادین جدلین ہیں جو چند صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔

۱۔ یہ جو کائنات ہے یہ ازل سے ہمیشہ سے تھی اور رہے گی لہٰذا اس کے لئے کسی موجد کی ضرورت نہیں ہے۔

جبکہ علم تحقیقات' کشفیات' فزکس بتاتی ہے کہ اس میں ازلیت کے منافی عناصر پائے جاتے ہیں جو ازلیت کو مادہ سے مسترد کرتے ہیں۔

۱۔ نئی ایجادات نئی موجودات کا وجود میں آنا۔

۲۔ مادہ میں ترکیب۔

۳۔ مادہ میں حرکت۔

۴۔ مادے کا ہر آئے دن تغیر کی زد میں ہونا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مادہ ازلی نہیں ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مادہ کے ازلی ہونے کا عقیدہ خود ایک قسم کے خرافاتی اور تشدد اور من مانے نظریات پر مبنی ہے۔

۳۔ یہ مادہ اپنی جگہ خود بخود وجود میں آیا ہے جیسے علماء سوفسط کہتے ہیں۔ اسے بھی علماء نے مسترد کیا ہے۔

۴۔ یہ جو کائنات ہے اس کا موجد ہے لیکن وہ موجد بھی مادہ ہے تو سوال اپنی جگہ تکرار ہو جائے گا۔ اس موجد کے بارے میں سوال ہوگا یہ بذات خود ازلی تھا یا وجود میں آیا ہے اگر ازلی ہے تو سابقہ اعتراضات کی مانند ہے اگر حادث ہے تو صدفہ ہوگا۔

۵۔ اگلا مفروضہ یہ ہے کہ جو اس کائنات کا موجد ہے وہ مادہ ازلی ہے وہ اللہ ہے، اللہ اس کائنات کو وجود میں لایا ہے۔

ہم ان اتفاقیہ والوں سے کہتے ہیں آیا یہ پرندے ہوا میں ایک خط پر ایک سمت میں اڑتے ہیں، کبھی سیدھے کبھی دائیں کبھی بائیں طرف، کبھی نیچے کبھی اوپر یا دریا میں موجود مچھلی جو دور دراز سے اپنی جگہوں پر واپس جاتی ہے یہ صدفہ ہے؟ جو ہزاروں میل طے کر کے ہزاروں جاتی ہیں یہ کیا صدفہ ہے؟ آیا یہ صدفہ ہے کہ انڈے سے چوزے جب نکلتے ہیں تو کب نکلتے ہیں کیسے چوزے کو پتہ چلتا ہے کہ اس کا خول کمزور ہوگیا ہے؟ کس طرح سورج پرستوں کو پتہ چلا ہے کہ سورج ہی ہمیں حیات بخشنے والا ہے، ہمیں حیات سورج سے ملی ہے۔ کیا صدفہ ہی ہے جو میدانوں میں درخت بناتے ہیں، سبزی اگاتے ہیں اور ان پر بارش برستی ہے۔

کیا صدفہ سے خلیے نے اپنا راستہ اپنایا ہے، اس میں اندر سے حیات آئی ہے؟ صدفہ ہے جس سے نباتات اور اس سے طاقت نکلتی ہے؟ صدفہ ہے جس سے مکھی اپنے لئے تھیلا بناتی ہے تا کہ وہ پانی پر چلے اور ہلاک نہ ہو جائے۔ صدفہ ہے کہ یہ چیونٹی جہاں گندم کا ذخیرہ کرتی ہے اس میں سم پاشی کرتی ہے پھر وہاں سے اپنے ٹھکانے میں لے جاتی ہے صدفہ ہے؟ جس میں یہ شہد کی مکھی اپنا چھتہ بناتی ہے، صدفہ ہے کہ وہ پھولوں سے اپنی غذا بناتی ہے؟

**مواد اولیٰ کائنات:** [تکامل فی الاسلام ج ۳ ص ۷۸]

استاد علوم ریاض و فزکس عراقی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں علم فزکس کی آخری تحقیقات کہتی ہیں کہ مادہ جس سے کائنات بنی ہے وہ ذرہ کہلاتی ہے۔ ذرّہ یعنی وہ جزء جو قابل رویئت نہیں ہے۔ علامہ احمد امین لکھتے ہیں اس ذرہ کا اکتشافات کرنے والے عالم کا نام دیمقرطیس ہے۔ یہ میلاد مسیح سے پانچ سو سال قبل رہے تھے۔ دیمقرطیس کہتے تھے اگر آپ ایک ٹکڑا لوہے کے دو ٹکڑے کریں پھر اس کے ایک حصے کو دوبارہ ٹکڑے کریں ان ٹکڑوں کے دوبارہ کئی دفعہ پھر ٹکڑے کریں جو آخری ٹکڑا ہوگا، وہاں سے اگر دوبارہ شگاف کریں تو لوہے والی خاصیت ختم ہو جاتی ہے یا سونا یا چاندی جس کے ٹکڑے یہاں تک پہنچ جائیں گے کہ اگر شگاف کرنے سے اس مادہ کی خاصیت ختم ہو جائے تو اس جزء کو جزء یتجزا کہتے ہیں۔ اس آخری جزء لایتجزء کو یونانی زبان میں ایٹم کہتے ہیں یعنی غیر منظور مادہ۔ علماء فزکس کہتے ہیں تمام عالم جن ذرات سے بنے ہیں ان کی کل تعداد جو ابھی تک دریافت ہوئی ہے وہ ۹۹ یا سو بتائی جاتی ہے۔

## علم اور دین ﴿۹۱﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

۱۹۹۷ کو سیڈ تمسون نامی عالم فزکس نکلے جنہوں نے کہا ہم ان سوذرات جن کو جزء لایتجزاء کہا جاتا ہے اس کو تقسیم کر سکتے ہیں بلکہ کہا ہے کہ ۔۔۔۔۔ ہر ایک میں کتنے اجزاء مثبت ہیں اور کتنی منفی یہ بھی دریافت کیا ہے۔ پھر اس میں انکشافات رک گئے یہاں تک کہ جامعہ صوریوں سے مادام کوری نکلیں جنہوں نے اشعہ کشف کیا، پھر انہوں نے ۱۹ اصدی بیکریل میں یورینیم کو دریافت کیا۔

### اقسام انکار خالقیت اللہ: [تجدید و اسبابہ ص ۱۸]

۱۔ انسان سمیت تمام کائنات بطور صدفہ پیدا ہوئی ہے یا وہ ازل سے تھی یا خلق کرنے کے بعد کسی ہستی کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس وقت کائنات آزاد ہے اب انسان اور حیوان یا دیگر مخلوقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ''وما یھلکنن الا دھر'' یہ نظریہ جاہلیت خالقیت کہلاتا ہے عقل و فکر سب اسے مسترد کرتے ہیں۔

۲۔ مشرک خالق کائنات کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس تک رسائی سے انکار کرتے ہیں، اس تک رسائی کے لئے انہوں نے بہت سے اصنام، اوثان اختراع کیے ہیں۔ بت دریا صحراء بت، اشجار بت، انجم وسیارات بت، قبورات تابوت بت، پرچم بت، لاتعداد انسان ہر خانہ و آشیانہ میں بت کی طرح ہیں۔ بعض کو بت پرست حقیقی کہہ سکتے ہیں بعض کو بت پرست متوسل کہہ سکتے ہیں۔ لیکن سب سے افسوسناک بت وہ ہیں جو اس دنیا کے تمام بتوں کو توڑنے خدا کا ذکر نے سے، پرچم توحید بلند کرنے، شرک کا خاتمہ کرنے کے لئے مبعوث ہونے والے انبیاء اور ان کی راہ پر چلنے والے اصحاب و آئمہ کو ہی بت بنائے ہوئے ہیں۔ یہ وہی بات دہراتے ہیں جو مشرکین کہتے تھے انما نعبد لیقر یونا الی اللہ زلفی ﴿﴾ (آیت لکھیں) آپ لوگ کیسے انکار کر سکتے ہیں اللہ نے انہیں سب کچھ دیا ہے، ہم نے نہیں۔ اگر آپ نہیں مانتے ہیں تفسیر ھدی للمتقین کے آخر میں ملاحظہ کریں جہاں مشرکین کو تحفظ دینے پناہ دینے والوں نے ضمانت دی ہے کہ وسیلہ کو مانتے ہیں ان کی تعظیم و احترام کے نام سے بت خانے بناتے ہیں اور ان بتوں کے پرستش سے روکنے والوں کو کافر گردانتے ہیں۔

---

۱۔ جہاں تک مادئین کا یہ کہنا ہے کہ مادہ قدیم و ازلی ہے اور رہے گا اپنی جگہ باطل ہے کیونکہ مادہ ازلی قدیم نہیں ہو سکتا۔ مادہ اپنے اندر چار علامتیں یا نشانیاں اپنے ساتھ بطور لازم و ملزم ناقابل تفکیک رکھتا ہے اس کے ہوتے ہوئے وہ ازلی نہیں بن سکتا ہے۔

۱۔ مادہ مرکب از عناصر ہے جس کی تفصیل اصل کائنات کے بارے میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ مادہ یعنی حرکت مادہ دائم الحرکتہ۔ بحث حرکت میں ملاحظہ کریں۔

۳۔ مادہ جڑواں زمان ہے، زمانہ حادث مادہ بھی حادث ہے بحث زمان میں ملاحظہ کریں۔

۴۔ مادہ متغیر ہے متغیر حادث ہے۔ بحث تغیرات میں ملاحظہ کریں۔

۵۔ مادہ نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔

۶۔ مادہ قصور ذاتی رکھتا ہے۔

ہر جسم ساکن متحرک نہیں ہوتا جب تک کوئی اسے حرکت نہ دے اسی طرح جسم متحرک ساکن نہیں ہوتا ہے جب تک اس کو ساکن نہ کریں۔

---

عالم تصور میں مدرکات کے بارے میں چند تصورات ہیں۔

۱۔ منکر حقائق والوں کا کہنا ہے حقیقت نامی کوئی چیز باہر نہیں۔

۲۔ جو کچھ باہر پایا جاتا ہے وہ سب محسوسات ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں ان کو تحر بین کہتے ہیں۔
۳۔ جو کچھ ہے وہ عقل ہے عقل کے بغیر حواس کسی کام کے نہیں۔
۴۔ وحی جو چیز حسن و عقل میں آجائے وہ ایمان بہ غیب ہے عقل بدون استناد بہ حسن کچھ بھی نہیں ہے۔ عقل امام حسن ہے لیکن مقدم عقل ہے۔

## کائنات بطور صدفہ وجود میں آئی ہے:

## صدفہ:

کائنات کی یہ تمام انوکھی حیرت انگیز ترتیب اچانک بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔ کتاب عقید تناص ۱۹۰ پر آیا ہے صدفہ کسی چیز یا کسی صفات ومظاہر کا بدون سبب وعلت پیدا ہونے کو کہتے ہیں، جبکہ اس چیز یا صفت کا اپنی جگہ وجود میں آنے یا عدم میں رہنا دونوں برابر ہیں۔ کسی ایک کی ترجیح نہیں ہے پھر بھی کسی ایک کو ترجیح دیں تو اس کو ترجیح بلا مرجح امتیاز بلا سبب کہیں گے جو کہ عقلاً قبیح یا محال ہے۔ صدفہ اس معنی ومفہوم کے تحت عقلی ومنطقی، علمی، تحصیلی قوانین مسلمہ علمی سب اسے مسترد کرتے ہیں۔ اس کائنات میں کوئی چیز بدون سبب علت اپنے آپ وجود میں نہیں آئی ہے۔ بغیر کسی سبب وعلت کے وجود میں آنا عقلاً محال ونا ممکن ہے۔ اگر چہ ہم اسے ظاہری طور پر درک نہ کریں لیکن سبب کا ہونا ایک ناگزیر ہے اگر چہ ہم بہت سے مواقع حالات میں کہتے ہیں کہ بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔

ا۔ آپ کتے کو مارنے کے لئے زمین سے پتھر اٹھاتے ہیں لیکن پتھر کے نیچے سے آپ کو پیسے مل جاتے ہیں۔ یہ اتفاقیہ ہے؟

ا۔ ممکن ہے مادی میکانیکی یہ اعتراض کریں یہ اعتراض جو اللہ پرستوں نے مادہ پرستوں پر صدفہ کے بارے میں کیا ہے خود الٰہین پر بھی لاگو ہے جہاں انہوں نے وجود خالق کون ومکان کو فرض کیا ہے لیکن یہ اعتراض ان پر وارد نہیں ہوگا لیکن مادین کا تصور صرف احتمال ہے کہ خلل آیا ہے۔ ان کے پاس اس خلل کے بارے میں دلیل عقلی نہیں ہے۔ تجربہ مشاہدے، حس والی دلیل ہے یہ ان کے تجربے میں آیا ہے یہ خالص وھم، اندیشہ اور اندازہ ہے جبکہ الٰہین کا اللہ دلائل عقلی سے ثابت ہے کہ کسی ایسے موجود کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔ کیونکہ کوئی چیز بغیر سبب علت فاعل وجود میں نہیں آتی ہے۔

۲۔ مادئین یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ صدفہ سے ہماری مراد بلا سبب علت نہیں بلکہ ہمارے لئے مجھول السبب ہے جیسا کہ عام اکتشافات میں ہوتا ہے غیر متوقع ہوا ہے، یہ بات بھی اپنی جگہ باطل ہے کیونکہ خلل صدفہ نہیں۔ ممکن ہے یہ خلل اپنے اندر موجود مادہ سے آیا ہو یا بیرون مادہ سے نکلا ہوا ہو چونکہ بیرون مادہ کو مساوی نہیں مانتے ہیں لہذا مادی سبب کا فرض کرنا اپنی جگہ محال ہے کیونکہ وہ ساکن ہے اس کے لئے حرکت دہندہ چاہیے۔

## صدفہ:

کسی چیز کا بغیر کسی سبب یا مرجع کے پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ عقل عقلاء وعالم اور نئی عملی تحقیقات کے تحت کوئی چیز یا صفت بدون علت وسبب کے پیدا نہیں ہوتی ہے، ضروری نہیں ہے کہ ہم اس سبب کے تہہ تک پہنچیں اور اس کی حقیقت کا ادراک کریں۔ کائنات میں بطور صدفہ اپنے آپ کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی یہ حکم عقلی عملی ہے گرچہ ہم اس کے اسباب کو نہ پہچانیں۔ کائنات کی بطور صدفہ پیدا ہونے کے دعوے کے دلائل میں مادئین دو گروہوں میں منقسم ہیں مادئین میکانیکی ۔۲۔ مادئین دیالیتکی۔

مادئین میکانیکی کا کہنا ہے کائنات جس مادہ سے بنی ہے وہ راکھ اور جامد تھا اس میں کسی قسم کی حرکت نہیں تھی اچانک بطور صدفہ ایک خلل پیدا ہوا جس سے وہ

حرکت میں آیا۔

اگران سے سوال واستفسار کیا جائے کہ آپ نے کیوں اور کس منطق کی بنیاد پر یہ فرض کیا تو کہتے ہیں کیونکہ ہم نے کوئی محرک یا علت سبب نہیں دیکھی جس سے یہ حرکت میں ہے چونکہ حرکت فلواہر کا سبب مانگتے ہیں اس لئے ایسا کہا ہے۔

کتاب عقید تاص ۱۸۸ پر آیا ہے کائنات بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔ اسے اللہ یا غیر مادی نے وجود نہیں دیا ہے۔ مادئین وجود کائنات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں:

ا۔ گروہ اولیٰ جیسے مکانیکی بھی کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کائنات موجود صورت حال آسمان وزمین اشجار حیوانات ذی روح انسان وغیرہ سے پہلے الیکٹرونز کی شکل میں منتشر تھی اور بعد میں بطور صدفہ اچانک وجود میں آئی ہے۔ یہ نظریہ گرچہ انقلاب صنعت کے بعد مشہور ہو گیا ہے تاہم اس کی برگشت امبید ادکلں کو جاتی ہے۔ جو ۴۲۳-۴۷۳ قبل میلاد کو رہتے تھے ان کی طرف برگشت کرتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ عناصر مادی بطور متراکم ومتجمع ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے پھر ان میں اچانک انفجار آیا۔ ان زرات کے تنافر وتجاذب سے کائنات وجود میں آئی ہے لیکن روح پہلے سے موجود تھی ان کا کہنا ہے کائنات مادی تنوعات کی برگشت عناصر اربعہ کی طرف ہوتی ہے۔

لہذا انقلاب صنعت کے بعد وجود میں آنے والے مادئین کا اس میں کوئی ابتکار اختراع نہیں وہ یہ امتیاز حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نظریہ پہلے سے تھا اس نظریہ کے داعیوں کا کہنا ہے کہ یہ کائنات پانچ بلین سال پہلے موجود نہیں تھی۔ اس وقت ستارے مجرات اور سیارات بھی نہیں تھے۔ مادہ ساکن، راکب اور الیکٹران پروٹان کی شکل میں موجود تھا۔

ان میں کسی قسم کی حیات یا حرکت موجود نہیں تھی۔ لیکن بعد میں اس کے اندر ہلکا پھلکا یا ضعیف سا خلل وجود میں آیا جس سے انتشار وافتراق پھیلا اور اس صدفہ کا سبب بنا۔ اس ہلکے پھلکے خلل نے ذرات کو حرکت پذیر کیا۔ یہ سلسلہ پھیلتا گیا یہاں تک کہ کائنات کی موجودہ حرکات اسی حرکت اولیٰ کا تسلسل ہیں۔

اس کے لئے حرکت میکانیکی کی مثال دیتے ہیں۔ اگر کسی حوض میں آپ نے اپنا ہاتھ پانی کے اندر رکھا اور ہاتھ ہلایا تو سامنے والے کو تو صرف پانی ہلتا ہوا نظر آئے گا لیکن درحقیقت آپ نے سارے حوض کا نظام درہم برہم کر دیا ہوتا ہے۔ مادئین نے یہاں دو دعوے کیے ہیں۔

ا۔ پہلی بار ان ساکن ذرات میں اچانک بطور صدفہ خلل آیا ہے جسے تمام کائنات میں حرکت آئی ہے۔

۲۔ یہی حرکت بطور مداوم ومسلسل، جاری ہے۔

یہ دونوں نظریئے کہ مادہ ازلی ہے پہلی بار مادہ میں خلل آیا ہے جس سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے یہ دونوں مفروضات احتمالی ہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل عقلی وتجرباتی مشاہداتی ثبوت پیش نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا اس نظریہ میں یہ طاقت وقدرت نہیں کہ جس پر تمام نظام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے۔

## جواب الٰہین:

**بدایۃ عالم ۶۴۰-۵۴۶ قبل میلاد:** [قصۃ الایمان ص ۲۸]

ا۔ بقول مادئیین عالم کائنات کا آغاز مادہ سے ہوا ہے اس بارے میں فلاسفر، علماء طبیعت مضطرب اقسام کے اقوال ونظریات رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے عالم عدم محض سے وجود میں نہیں آیا ہے۔ ہر شروع ہونے والی چیز کی تفسیر جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایسا مادہ فرض کریں جس سے کل موجودات وجود میں آئے ہوں، جس مادہ سے کائنات وجود میں آئی ہے وہ پانی ہے، انہوں نے مبدء کائنات کو ماء کہا ہے۔ ماء اس لئے کہا ہے انہوں نے دیکھا کائنات کی ہر چیز

مختلف اشکال وانواع رکھتی ہے، تغیر انواع والا مادہ ماء ہے کبھی ماء مائع ہوتا ہے کبھی برف بنتا ہے کبھی بخار لطیف بنتا ہے پھر پانی بنتا ہے زندگی کے لئے رطوبت شرط ہے یہ سب خصوصیات ماء میں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ ۵۷۰-۵۰۰ میلادی الکسیمنس نے کہا ہے پہلا مادہ ہوا ہے زیادہ تشکل تنوع پذیر ہے، جب ہواء ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو پانی بنتی ہے جب گرم ہو جاتی ہے تو بخارات بنتی ہے جب بخارات بنتی ہے تو مزید تیز ہو جاتی ہے پھر ہواء بن جاتی ہے۔

۴۔ فیثا غورث نے کہا کہ تمام تغیرات وتبدلات کی برگشت کرتے ہیں اور تعدد کی برگشت وحدت کی طرف ہوتا ہے لہذا یہ کہنا درست ہے۔

۳۔ الیکزینڈر نے کہا ہے کہتے ہیں کہ پانی اصل ہے۔ یہ ہوا والی بات غلط ہے۔ مادہ اولی نہ ہوا، نہ پانی بلکہ وہ مادہ لا یتغیر ولا یفنی چیز ہے جس کی کوئی حدود قیود ہیں۔

۵۔ پارمینڈس نے کہا ہے نہ ماء نہ ہوا نہ عدد کوئی چیز مادہ اولی کائنات نہیں بن سکتی ہے۔ یہ سب متغیر مشکوک اور اشکال والے ہیں لہذا یہ چیزیں مبداء کائنات نہیں ہوسکتیں۔ مبداء کائنات کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جو تغیر ناپذیر ہو ماضی مستقبل نابرداشت ہو۔

۶۔ ۵۴۰-۴۷۰ ھرقلیط نے کہا کہ اصل کائنات نار ہے۔ آگ سے پانی، پانی سے ہوا، ہوا سے دوبارہ آگ اور پھر پانی ہوگا۔

۷۔ امیدوقلس نے کہا کہ کائنات عناصر اربعہ کی طرف برگشت کرتی ہے کل کائنات ان چیزوں سے مرکب ہیں۔

۸۔ دیمقرطیس مکتشف ذرات آیا۔ دیمقطریس نے ذرات یا عناصر کی دریافت کو سبب کائنات قرار دیا۔

## دنیا طاقت سے بنی ہے نہ کہ اللہ سے:

آج سے دس پندرہ سال پہلے جتوئی پارٹی کے سیکرٹری ضیاء عباس نے نظریہ وجود صانع متعال کو چیلنج کرتے ہوئے ایک خط انگریزی میں ہمارے نام بھیجا تھا ہم چونکہ انگریزی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے خط نہیں پڑھ سکے تو دار الثقافتہ میں کام کرنے والے جناب ابرار حسین رضوی صاحب جو انگریزی میں اچھی طرح عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے ترجمہ کیا پھر اس خط کو پڑھا تو اس میں چند نکات پیش کیے گئے تھے:

۱۔ یہ خط ہم نے پاکستان ایران اور بعض دیگر ممالک کے علماء کو بھیجا ہے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

۲۔ ضیاء عباس نے کہ کہ مجھے چونکہ اردو نہیں آتی، لہذا میں نے اسے انگریزی میں لکھا ہے۔

۳۔ ہم مسلمان جو کہتے ہیں کہ کائنات اللہ نے خلق کی ہے یہ بات غلط ہے۔ کائنات طاقت کو کہتے ہیں، اور طاقت نہ اللہ ہے نہ مادہ۔ طاقت وہ چیز ہے جس سے کائنات پیدا ہوتی ہے۔

میرے خیال میں اس نے یہ خط انگریزی میں لکھنے اور سائنسی اصطلاح کا استعمال مجھ پر رعب ڈالنے کیلئے لکھا تھا، حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جہاں تک میری تعلیم مروجہ سکول میں چوتھی جماعت نامکمل ہے تو سائنسی اصطلاحات کے لکھے گئے خط کا جواب دینا ناممکن تھا لیکن اپنی نام نہاد دینی تعلیم کے وقت میں سے جو وقت چرا کر تعلیمی ماحول سے بغاوت کر کے میں نے ایک کتاب ''آفریدہ وآفروہ گار'' خود سے دو دفعہ ایک دفعہ فارسی زبان میں اور دوسری دفعہ عربی میں پڑھی۔ یہ کتاب اپنے باب میں منفرد ہونے کی وجہ سے ۱۹۶۵ کے دروان تہران یونیورسٹی کے نصاب ''الھیات'' میں شامل تھی۔ یہ کتاب اس درس کا نچوڑ اور منظّم کتابی شکل میں تھی جو مصنف بزرگوار فقیہ عالی حضرت آیت اللہ صادقی تہرانی صاحب تفسیر فرقان نے لکھے تھے۔ ان کو قرآنی اور توحیدی کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا، تہران یونیورسٹی میں درس الھیات دیتے تھے۔ لہذا الحمد اللہ اس باب میں اجنبی سرگردان نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کتاب میں چار

سائنسی اصولوں سے حدود کائنات ثابت کی تھی۔ پھر میں نے دسویں جماعت کے علوم کی کتاب اور لغات میں دیکھا تو طاقت کی برگشت مادہ ہی کو بتایا تھا تو میں نے ضیاء صاحب کو خط لکھا آپ نے جو لکھا تھا کہ مجھے اُردو نہیں آتی تھی اس لیے انگریزی میں لکھا ہے۔ آپ نے یہ اپنے افتخار میں لکھا ہے حالانکہ یہ آپ کے عیبوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے دین اور ملک وملت کی زبان اردو نہ جاننے کو افتخار سمجھے تو یہ دین اور ملک دونوں کے ساتھ اہانت ہے پھر تو آپ کا سیاست میں آنا بھی حرام ہے۔ جہاں تک آپ نے طاقت کو غیر مادہ قرار دیا ہے یہ غلط اور دھوکہ دہی اغفال کیلئے لکھا ہے ورنہ طاقت مادہ سے مختلف الگ چیز نہیں ہے۔ مادہ سے ہی طاقت نکلتی ہے، طاقت سے مادہ نہیں بنتا۔

آج بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ء بمطابق ۱۹ جولائی کو صادر روزنامہ دنیا ص ۱۵ پر آیا ہے طاقت کا انکشاف کرنے والے سائنس دان البرٹ آئن سٹائن ۱۸۷۹ نے انکشاف کیا کہ مادہ اور توانائی دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک چیز کی دو مختلف شکلیں ہیں، اس لیے مادہ توانائی کی اور توانائی مادہ کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ تاب کاری عناصر میں توانائی کی جو مقدار خارج ہوتی ہے وہ ایک حقیر مقدار ہے۔ توانائی میں بدل کر خارج ہونے والی مقدار کو تولا نہیں جا سکتا ہے۔ لیکن مادہ کی اس حقیر مقدار سے خارج ہونے والی وہ اتنی زیادہ ہوتی ہے ہم اس کی مقدار اچھی طرح سے معلوم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ماہرین کا کہنا ہے کہ کائنات کی موجودہ شکل سے پہلے وہ طاقت کی صورت میں پہلے سے تھی۔ لیکن موحدین کا ان سے سوال ہے کہ یہ طاقت مادے میں کس نے تبدیل کی اور کیسے کی؟ یہ ہمارا سوال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ طاقت مادہ سے الگ چیز ہے دھوکہ ہے۔ قارئین اس باب میں بہترین کتاب ''اللہ یا مادہ'' ملاحظہ کریں۔

**اللہ کی وحدانیت اس کی خلقت میں نمایاں ہے:** [ص ۳۸]

نظامِ خلق کائنات ہر جگہ ایک جیسا ہے، مادئیین نے کہا ہے کہ مادہ ہر چیز کی تفسیر کرتا ہے۔ مادہ کہتا ہے کائنات میں حیات کیسے شروع ہوئی۔ کہتے ہیں ان سب کی برگشت طبیعت پر منتہی ہوتی ہے گویا طبیعت خود عاقل ہے اور عقل رکھتی ہے۔ اوّلین زمانے کے انکشافات سے پہلے خود مادئیین حیران زدہ ہوں کے کہ خود مادہ کیا ہے؟ یہ حیرت انگیز نظام کیا ہے، یہ حیران کن اشیاء کیا ہیں؟ علما کا کہنا ہے کہ کائنات کی ہر چیز تین چھوٹے اجسام سے وجود رکھتی ہے یا تین چھوٹے چھوٹے ایٹموں سے مل کر بنی ہوتی ہے۔ یہ تین ایٹم الیکٹرون، پروٹان اور نیوٹران ہیں۔ الیکٹران مرکزے میں موجود پروٹان اور نیوٹران کے گرد گھومتا ہے۔ کائنات کے تمام ذرات میں فرق صرف انہی تین ایٹموں کی تعداد پر مبنی ہے۔ بعض نے کہا ہے ان چیزوں سے بنے ہوئے مرکبات ذرہ یا عناصر کی تعداد سو ہے یا ۹۲ ہے۔ بنیادی طور پر عناصر کا انحصار پروٹون پر ہوتا ہے۔ کائنات پر چار قسم کی حکومت لاگو ہے:

۱۔ حکومت جاذبیہ جو کائنات کی ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ سب سے کمزور حکومت ہے۔

۲۔ قوت مقنطیسیہ ہے جو ذرات مرکب کو عناصر کی طرف کھینچتی ہے اس کو صمغ ذرات کہتے ہیں۔

۳۔ قوت نبغیہ یہ سب سے قوی ہے جو ذرہ کے مقونات کو ایک دوسرے سے جمع کرتی ہے۔

۴۔ قوہ نبغو یہ ضعیفہ ہے جو مادے کو ختم کر کے دوسرے میں تبدیل کرتی ہے۔ ہر عنصر کی موت حتمی ہے چنانچہ سورہ قصص ۸۸ میں آیا ہے۔

[۳۴۵]

## صفات ثبوتیہ:

علماء عقائد نے اللہ کیلئے آٹھ صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ نقل کی ہیں۔

ا۔صفات ثبوتیہ سے مراد وہ صفات ہیں جو اللہ میں ہونا ضروری و لازم ہیں جن کے نہ ہونے سے اس کی الوہیت میں نقص آتا ہے وہ چار ہیں
ا۔قدیم جس کے لئے ازلی، ابدی، سرمدی بھی کہتے ہیں۔سرمدی اس کا جامع معنی ہے۔
۲۔علم
۳۔قدرت
۴۔حیات علم یعنی اس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔جس کے بارے میں قرآن میں آیا ہے سباء ۳
قدرت یعنی جو چاہے انجام دیتا ہے، نہ چاہے نہیں دیتا، ترک کرتا ہے لیکن حیات لازم علم و قدرت ہے۔
باقی صفات اللہ کی دیگر صفات کی طرح انہی چار صفات سے مآخوذ ہیں۔
صفات سلبیہ میں لیس کمثلہ شئی کافی ہے۔باقی سب اس کی اختلاق و اختراق ہیں۔یہاں ایک حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے جس طرح اجمال و ابہام میں غلو، نقص عیب، موجب عدم فہم ہو جاتا ہے اسی طرح کسی چیز کی تفصیل بھی مطلب کو دور اور اجنبیت کی طرف لے جاتی ہے۔اس کی مزید وضاحت بحث اور اصطلاحات عقائد میں بیان کریں گے۔وہاں ملاحظہ کریں۔
اللہ کی تعداد کے بارے میں قرآن کی سورہ انبیاء ۲۲ اسراء ۴۲ میں آیا ہے رجوع کریں شعراوی ج ۱۵ ص ۹۵۰۷۔

## ستون دوم نبوت:

### نبوت:

ا۔تصور لفظی نبوت یعنی نبوت کی لفظی وضاحت کیا ہوگی۔
۲۔تصور مکان نبوت کیا ہے؟ عقلاء عالم اس بات کی اجازت دیں کہ ایک مخلوق انسانی ماوراء کائنات خالق کائنات سے رابطہ کرے اور ہمیں اس کے ارادے مشیت ہدایات سے آگاہ کرے۔
۳۔اگر بعثت انبیاء نہ ہوتی تو انسان ضلالت و گمراہی والے تہہ خانے کے قعر میں ہمیشہ رہتے اور کوئی چیز انہیں نجات نہیں دلا سکتی تھی۔
۴۔اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟
☆ا۔نبوت یعنی ایک مخلوق انسانی کا اللہ رب العزت کی طرف سے اخبار و ہدایت کرنا ہے یہ لفظی نبوت کا تصور ہے۔
۲۔امکان نبوت: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عاجز و قاصر و ناقص انسان وجود کامل مطلق لامادی سے ارتباط کرے۔انسان کے پاس موجود وسائل ارتباط اس کے حواس اور اس کے مساعد و معاون اوزار ہیں جسے آپ سلکی و لاسکی کہتے ہیں۔یہ ممکن نہیں یہ استحالہ و استبعاد اپنی جگہ محال و ناممکن نہ ہو لیکن قریب المحال ہونا ضروری ہے۔اس امکان کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ہاں جب یہ ارتباط صورت میں بھی ہو۔اسے محال قریب المحال تصور کرنا درست نہیں لیکن یہاں یہ سوال ضرور پیش آتا ہے کہ دوسرے لوگ اس دعویٰ پر کیسے اطمینان کر سکتے ہیں؟
مذاہب براہمہ کا کہنا ہے کہ عقل کے ہوتے ہوئے نبوت کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ انبیاء کے پیغامات ہدایات اور شرائع دو صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔
یا تو موافق و مطابق عقل ہونگے اس صورت میں نبوت ایک چیز اضافی ہوگی اس کی ضرورت نہیں ہوگی یا مخالف عقل ہونگے تو اس وقت نبوت ضد عقل ہوگی۔
لہذا عقل خود ایک ہادی رہنما اور رہبر کامل ہے جو قدرت و صلاحیت تمام طرق خیر و شر رکھتی ہے۔لیکن یہ منطق اپنی جگہ مردود ہے یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے

اس کا ناطق نہیں کرتے۔اب دنیا کے نوابغ وعقلاء کو اکٹھا لائیں تو بھی آپ دوصورتوں سے خالی نہیں ہوں گے یا آپ ان کو جہلاء اور احمقوں کو لائیں جنہوں نے جو جرائم وموابقات خلاف عقل کیے ہیں وہ کہیں کہ یہ چیزیں عقلی نہیں جنہوں نے جو جرائم وموبقات ''کرار سفک الدماء سلب اموال قتل الابریاء'' کیے ہیں۔اس کی ایک واضح مثال اس وقت پوری دنیا میں یا انسانیت کا سامنے والا نظام ہے یا اجتماعی واقتصادی سیاسی نظام ہے۔دنیا کی ایک بڑی حکومت جو کہتی ہے بہترین نظام حکومت پرولیساری ڈکٹیٹرشپ آزادی پر قائم ہے۔یہاں نظام اقتصادی میں بنیاد اجتماع ہے فرد کی کوئی حیثیت نہیں۔ملک کی دولت کی تقسیم اشتراکیت یا اشتمالیت پر قائم ہے۔ان کا یہ کہنا ہے تمام احکام عقل کی صحت وسقم کی کسوٹی اجتماع وارتفاع تفصیل کے محال پر مبنی ہیں۔جبکہ کمیونیزم مارکزم کا کہنا ہے کہ اجتماع وارتفاع نقیض محال نہیں ہے۔اس کے بالمقابل یورپ یا امریکا پوری دنیا کو مسخر کئے ہوئے ہیں کنٹرول کئے ہوئے ہیں ان کے ہاں نظام سیاسی ودیمقراطیس نظام اقتصادی سرمایہ داری ہے۔

۲۔نظام جمہوری جو اس وقت دنیا میں کئی شکلوں میں چل رہا ہے جیسے صدارتی و پارلیمانی ان میں سے کونسا نظام جمہوری صحیح ہے۔

یعنی قرآن نے جس ماحول، منطقہ، فضاء، زبان میں مخاطبین سے خطاب کیا ہے۔جس شخص نے، جس ہستی نے یہ کتاب اپنی رسالت ونبوت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔یہ کتاب گرچہ محمدؐ نے پیش کی ہے لیکن جو صاحب محمدؐ نہیں بلکہ اس کتاب کا مالک خود اللہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محمدؐ کا اللہ سے رابطے کا دعویٰ سچا ہے۔

۱۔محمدؐ امی تھے قرأت وکتابت نہیں کرتے تھے جس طرح آپ کے معاشرے میں دوسرے بدوی زندگی گزارنے والے زندگی گزارتے تھے اس میں کسی قسم کے معارف وہ ثقافت نہیں تھی۔سوائے ان کے جن کو اپنے بزرگان سے وراثت میں ملی ہو وہ اس کی حفاظت کرتے تھے۔وہ سخی تھے جود وسخا کی صفات کے حامل تھے وفاءدار وشجاعت مند تھے، میدان معرکہ میں ہوتے تھے اپنے مقتولین کا انتقام لیتے تھے یا خطبے اشعار کلمات تھے جو ان کی ثقافت سے متعلق تھے۔ مکہ والے مکہ سے باہر کی کسی وقسم کی خبر وثقافت سے لاعلم تھے سوائے وہ افراد جو فارس وروم وحبش کی طرف تجارت کی غرض سے جاتے تھے، اپنا سفرنامہ پیش کرتے ان کی معلومات یہی سفرنامہ تھے جیسے سوریہ، یمن، حبش یہ بہت معمولی حد تک تھے جو نہ ہونے کے برابر تھی۔انہی میں سے بہت سی غلط باتیں شامل ہوتی تھیں۔پیغمبر کی بیرونی معلومات، علم وآگاہی اپنی ذات سے باہر کی معلومات کے بارے میں اللہ نے انہیں بتایا ہے کہ آپ اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے تھے نہ ہاتھ میں قلم رکھتے تھے۔عنکبوت ۴۸ اگر آپ کو علم وآگاہی ہوتی اور آپ نبوت کا دعویٰ کرتے تو آپ کی نبوت باطل ہوجاتی۔

۲۔محمدؐ نے اپنی زندگی مکہ میں گزاری ہے۔اس دوران میں آپ سے کوئی علمی، فکری خطابت، فصاحت، بلاغت پر مبنی نثر وشعر کہاوت یا کوئی ایسی چیز آپ سے نقل نہیں ہوئی ہے جس میں آپ سرگرم رہتے ہوں۔جس سے آپ کو اس معاشرے میں فوقیت یا برتریت یا امتیاز حاصل ہو۔اگر ان چیزوں میں آپ کا کوئی کردار ہوتا تو وہ ضرور نقل ہوتیں جیسے دور جاہلیت میں قصائد معلقات یا امیر القیس کے قصائد یا اس وقت کے خطباء شعراء مناظرین مجادلہ محاورے نقل ہوئے ہیں آپ سے بھی نقل ہوتے لیکن آپ سے کوئی ایسی چیز نقل نہیں ہوئی ہے۔اس زمانے میں لوگ چیدہ چیدہ حکم وحکایت، مثال ضرب المثال، لوح ذہنی سے نقل یا حفظ کرتے تھے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی ہے کہ جس میں ہو کہ پیغمبر شعرگوئی کرتے تھے جیسے قس بن مساعد کے بارے میں نقل کرتے ہیں چنانچہ پیغمبر نے انہی کو دلیل بنایا کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں میری ایسی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں ہے۔یونس ۱۶۔

۳۔انتہائی حیرت انگیز فکر طلب اور غور طلب بات ہے کہ شخصیت محمدؐ جو اس پہلو میں گمنام ہے مخفی وپوشیدہ ہے اس میدان میں اچانک ۴۰ سال بعد انقلاب آجائے بغیر کسی مقدمے اور واسطے جو کہ یہ کہیں میں ایسی رسالت کا حامی ہوں جس رسالت کا نام قرآن ہے جس نے پورے عرب غیر عرب سب کو تحدی کیا

کہ اس جیسی کوئی کتاب لے آؤ یا دس سورتیں لے آؤ یا ایک سورہ نہیں تو ایک آیت ہی لے آؤ مگر وہ نہیں لا سکے اور نہ لا سکیں گے گرچہ وہ ایک دوسرے سے متفق ہوکر اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں۔

۴۔ قابل ذکر اور فکر و نظر کی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر نے نبوت یا اعلان رسالت کرنے کے بعد اور خطبے اور حکمتیں آپ کو دی ہیں کلمات فصیح و بلیغ آپ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ آپ کی فصاحت و بلاغت انتہائی اوج و بلندی پر اور محکم و متانت تھی۔ قرآن کا انداز و اسلوب، کے مضامین کی بلندی، قوت استدلال، جمال رونق بالکل اس سے مختلف ہے۔ آپ کے اپنے کلام اور قرآن میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شخصیت محمدؐ سے جو خالص وحی اور تعلیم آسمانی ہے وہ ان کی شخصیت سے بالکل جدا ہے۔ دونوں کلام میں آسمان و زمین، مشرق و مغرب کا فرق ہے۔

۵۔ ہر کاتب ہر مؤلف ہر خطیب اپنے کلمات تالیفات، تصنیفات خطبات قرأت میں بعض کلمات بعض فقرات بار بار دوہراتے ہیں جو ان کے کلام میں غیر ارادی طور پر شامل ہوتے ہیں۔ اگر قرآن ساختہ محمد ہوتا خود محمد کا کلام ہوتا جو کہ ۲۳ سال میں مکمل ہوا ہے تو عادی طور پر آپ کے کلمات اس پر اثر انداز ہونے چاہیں تھے جو آپ بار بار استعمال کرتے ہیں یا پیغمبر جو تکرار کرتے تھے وہ قرآن میں نظر نہیں آتے ہیں۔

۶۔ اگر قرآن کلام محمدؐ ہوتا یا اس کو محمدؐ نے تالیف کیا ہوتا یا انہوں نے ہی اسی شکل میں پیش کیا ہے تو آپ کے سابقہ کلمات کے نظم و نسق کا اس پر انداز بیان کا آخری عمر میں فرق ہوتا ہے۔ آخر میں بعض کلمات پہلے کلمات کی طرح تکرار نہ ہوتے، ان سے روگردانی کرتے یا ان سے بہتر کلمات لاتے جس طرح مؤلف یا مصنف کرتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی پیغمبر نے کہا ہوتا تو محمدؐ کے دور کے لوگ اس کو درک کرتے ان سے چھپا نہیں رہتا یا وہ افراد جو آپ کے قریب تھے، آپ کے جانشین تھے ان سے چھپا نہیں رہتا۔

آپ کا سلوک اور سیرت و اخلاق دوسروں سے ہمیشہ مختلف تھا۔ صبر و جنگ میں اسکی ایک ہی شکل تھی جو قبل نبوت و بعد نبوت میں یکساں ہی تھے۔ ان میں کوئی تغیر و تبدیل نہیں آیا ہے۔ آپ اپنی شخصیت و سیرت میں ایک ہی شخصیت تھے۔ آپس میں تضاد دوئیت نہیں پائی جاتی تھی جبکہ حالات تقاضے حوادث بدل گئے۔ عام طور پر انسان وقت و حالات کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ پیغمبر کا سلوک نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ایک ہی رہا ہے۔ آپ مکہ میں فقیر و یتیم تھے نہ کوئی انصار تھے نہ کوئی تائید شدہ اور آپ مدینہ میں تھے تو آپ کے گرد انصار و اعوان تھے۔ آپ خود حاکم تھے۔ پورے جزیرہ عرب میں آپ غنی کے طور پر مشہور تھے۔ آپ کی صدق و امانت، تواضع و زہد، فقراء کے ساتھ رحم دلی، ناداروں کے ساتھ دردمندی، نفس کی بلندی، اخلاق، مصائب میں گھیرے لوگوں کی مدد یہ کوئی استثنائی صفات نہیں تھیں بلکہ آپ کی پوری زندگی کو احاطہ کیئے ہوئے تھے۔

۸۔ اگر محمد اپنے دور کی تعلیم سے متاثر تھے تو آپ کے قول و فعل کی روح و جان انہی کی تعلیمات کا مترجم نظر آتا تھا جو آپ پر وحی ہوا تھا۔ مبادی اور عقائد و احکامات جو آپ پر نازل ہوتے تھے آپ ان پر یکساں طور پر کاربند تھے۔ نہ ان میں کوئی ترجمہ حرفی رکھتے تھے، نہ اضافہ تھے نہ کمی۔ ان تمام میں پہلے خود عمل پیرا ہوتے تھے۔ رات عبادت میں گزارتے اور اپنی تعلیم پر عمل پیرا ہونے میں بے چین رہتے تھے۔ یہ تمام عوامل اس بات کی دلیل ہیں یہ تمام عوامل اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا ایمان و یقین روز افزوں بڑھتا گیا، اس کی حرارت میں اضافہ ہوتا گیا۔ رسالت کی دعوت کے مصادر پر یقین میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہی وجوہات ہیں کہ آپ اس راہ میں روز بروز مستحکم ہوتے گئے۔ اس کی کامیابی اور دوامی کیلئے اور واضح ہو جاتا تھا کہ یہ دعوت اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے جب آپ کے چچا نے آپ سے کہا کہ قریش ہم سے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دین کی اشاعت سے باز آجاؤ، تو آپ نے فرمایا اے چچا اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند بائیں ہاتھ میں دے دیں اور مجھ سے کہیں کہ دست بردار ہو جاؤں تو میں نہیں ہونگا اور تب بھی میرے دین

کو ہی غلبہ ملے گا یا میں ان کے سامنے جان دے دوں گا۔
۹۔ آپ نے اس معاشرے میں زندگی گزاری جس معاشرے کی اپنی نہ کوئی ثقافت تھی نہ کوئی فکر۔ وہاں کوئی ثقافتی مدارس تھا نہ ادارے ان تمام کے باوجود آپ خود بھی امی۔ تھے ان پڑھ تھے، نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کی معرفت بہت محدود ہونی چاہیے تھی اور اسے اپنے معاشرے تک محدود ہونا چاہیے تھا۔ جن سے لیتے ہیں، جس میں اضافہ ہے وہ خلط وملط ہے، تحریف ہے۔ گزشتہ قوموں پر احاطہ ہے نہ گزشتہ شرائع کے بارے میں علم ہے، نہ گزشتہ ادیان کے بارے میں علم ہے۔ اچانک ایک ایسا قرآن لائے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہم نے اللہ سے لیا ہے اللہ نے مجھے دیا ہے اور لوگوں کو دعوت دی ہے۔ یہ اس پر ایمان لے آئیں جو قرآن ہے جس نے کُل انسانیت کو چیلنج کیا ہے فصاحت و بلاغت کیلئے وہ بھی ایک ایسی شکل میں جسے عرب میں کسی نے نہیں دیکھا ایک ایسی بلند تعبیر ہے جس کی جمال بیانی میں سحر ہے۔ انداز ادب میں اپنے اوج پر ہے۔ فکری سرمایہ اپنی گہرائیوں تک ہے۔ ساتھ ہی مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں بھی ہیں۔ بعض پر تحقیق ہوئی ہے، بعض تحقیق ہونے کے انتظار میں ہیں۔ اس میں کچھ ایسے اشارے ہیں جو دعوت برحق کی چنگاریوں کی مانند ہیں جسے علم جدید نے آج کشف کیا ہے۔ یہ ایک ایسے اعلیٰ ارفع اخلاق پر مشتمل ہیں جو ایک نئی امت کی تعمیر کے خواہاں ہیں۔ یہ قوانین شریعت کا مجموعہ ہے جو تمام معاملات معاہدات پر محیط ہے۔
اعجاز القرآن لصادق الرافعی ص ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کو گرانے اہانت و جسارت کرنے کے لئے منہ کھولنے والے شخص کا نام بعید من اعصم یہودی ہے۔ اس نے کہا کہ تورات مخلوق ہے، لہٰذا قرآن بھی مخلوق ہے۔ اس کے بعد اس کا خواہرزادہ طالوت ہے، پھر بنان بن سمعان ہے جس نے اپنی بیعت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ امامت ابی ہاشم بن محمد بن حنفیہ سے ان میں منتقل ہوئی ہے۔ بنانیوں کا عقیدہ ہے کہ رعد صوت علی ہے، برق ان کی تبسم ہے۔ ورنہ وہ آسمان پر رعد کرتا ہے نہ برق۔ جب رعد کرتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں وعلیک السلام یا امیر المومنین۔ بنان کو خالد بن تسری نے قتل کیا تھا۔
اس بنان سے حسید بن درہم نے لیا اور ابن قتیبہ نے کہا کہ سب سے پہلے خلق قرآن کا اعلان کرنے والے بنانیہ ہیں۔ یہ لوگ رافضی تھے بنان نے یہ کہا ھذا بیان لناس سے مراد وہ خود ہے۔ حور مروان حماد کے معروف تھا، یہ زندیق تھا۔ وہ قرآن کے مخلوق قائل ہونے کے علاوہ اس کی عدم فصاحت کا بھی قائل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نہیں لوگ اس جیسا، بلکہ اس سے بہتر قرآن پیش کر سکتے ہیں۔ یہ بات سب سے پہلے دمشق میں اسجعد نے کی۔ اس کے بعد احمد بن داؤد وزیر معتصم نے کہی۔ اس کے بعد عیسیٰ بن مسیح ملقب بالمز دار نے کہا مدعین نبوت عرب اعجاز رافعی ص ۱۹۵۔ ص ۱۹۶۔
اعجاز البیان فی التفسیر القرآن آیت اللہ خوئی ص ۴۳ میں آپ فرماتے ہیں۔ اعجاز کے لئے لغت میں چند معانی ذکر کیے گئے ہیں ''الفوت وجدان العجز احداث تعجیز'' ہے۔
اس میں یہ کتاب دیگر کتابوں سے اپنے انداز بیان میں منفرد ہے۔ ساخت حروف وکلمات میں انوکھی ہے اس جیسی بلند تعبیر عربوں نے نہیں دیکھی تھی۔ وضاحت بیان اور کلام میں مانوس انداز، شعر ونثر دونوں سے ہٹ کر کسی تیسری شکل میں پیش ہوا ہے جس کی کوئی مثال نہ پہلے ملتی تھی نہ آئندہ، کسی نے پیدا کی نہ کوئی اس کی تقلید کر کے ایک شکل بنا سکتا ہے، نہ وہ سابقہ کی تقلید ہے نہ کوئی اس کی تقلید کر سکے۔ یہ انسجام، یہ انداز بیان عربوں تک محدود تھا۔ عرب کے فصحاء، دور نزول قرآن سے لے کر تیسرے چوتھے دور تک انہوں نے سرتوڑ کوشش کی لیکن وہ عاجز وناتواں ہو کر رہ گئے۔
خارجی ہے یعنی اس نے تنہا عربوں کو نہیں غیر عربوں کو بھی واضح انداز میں دعوت بہ معارضہ کیا ہے، دعوت بامقابلہ کیا ہے اور یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ ہم یقین کامل رکھتے ہیں کہ کوئی بھی فرد ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس قرآن کا مقابلہ کرنے میں بہت سے اسباق دواعی سب موجود ہیں یہ دعویٰ آج کل بھی اپنی جگہ

تر و تازہ ہے کیونکہ یہ آیات ہمیشہ کیلئے ہیں۔اس سلسلے میں سورہ بقرہ ۲۳۔ یونس ۳۸ ہود ۱۳۔۱۱۴ اسراء ۸۸۔
یہ قرآن ہے جس کی ترتیب، تنسیق، فصاحت و بلاغت اوج و بلندی پر ہے۔ یہاں چند احتمالات مفروضے بن سکتے ہیں یا پیش کیے جا سکتے ہیں:

## آیت رسالت:

[کتاب عقید تناص ۲۸۹] کوئی بھی شخص کسی بھی چیز کا دعویٰ کرے اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ کو واضح، روشن محسوس اور دلیل سے ثابت کرے ورنہ بغیر دلیل مدعی کے دعویٰ کو قبول کرنے کی سنت بنے تو ہر شخص دعویٰ کرے گا اور اس پر کوئی بندش نہیں ہوگی۔

دعوے اپنی جگہ چند نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً امار یات کا دعوی ہوتا ہے کہ فلاں ہنر میری ایجاد ہے بطور ملکیت اجارہ وراثت خرید وغیرہ۔ یہاں پر مستندات مسجکات اور گواہ موثق مصدقہ کافی ہوتے ہیں۔

۲۔علماء جیسے ان کی پہچان تحریر یا بیان سے ثابت کی جاتی ہے۔

۳۔دعویٰ غیبی یعنی میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اس کے دلائل پہلے دو سے مختلف ہوتے ہیں۔دعویدار کو ایک ایسی چیز پیش کرنا پڑے گی جو کوئی اور پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہو۔اس کو قرآن میں آیت کہا گیا ہے کہ یہ میری نشانی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ایسی نشانی لائے چونکہ اس نشانی کے ذریعے جھوٹوں اور تکوبین کو عاجز کراتے ہیں، علماء نے ان کو عناصر کو معجزہ کہا ہے۔

## معجزات من پسندی:

انبیاء سے معجزات طلب کرنے والوں کا مقصد تصدیق کرنا نہیں تھا بلکہ وہ انبیاء کو الجھائے رکھنا چاہتے تھے جس طرح آج بھی بعض بہت خاضعانہ، مؤدبانہ انداز میں امت میں مزید اختلافات پھیلنے اور اس شخص کو اصل اسلام سے دور رکھنے کیلئے اوٹ پٹانگ سوالات کرتے ہیں۔انبیاء عالم باقی ضمیر مسائل تو نہیں تھے وہ حسن ظنی جلب بحضیرۃ اسلام کیلئے قبول کرتے تھے لیکن اللہ عالم بہ سر و اخفی ان کے عزائم و ضمائر سے واقف ہے جس نے نبی کریمؐ کو اس قسم کے معجزات طلب کرنے والوں کے عزائم اور ان کی ایک فہرست نبی کریم کو عنایت کی۔

۱۔ ولو فتحنا علیم باب من السماء فطوا فیہ یعر جون۔ اگر ان کو معجزات دکھائیں گے بھی تو وہ مسحور واقع ہوئے ہیں۔

۲۔ وقالو مھمان تنا بہ من امہ من آیۃ تقسم نا

۳۔ وقالو لن نومن لک۔

## معجزات محمد:

[النبوۃ والعقل ص ۳۲] پر علامہ جواد مغنیہ لکھتے ہیں علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم کیلئے چار ہزار چار سو چالیس معجزات ہیں جنہیں ایک تقسیم بندی کے تحت چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔معجزات از میلاد

۲۔معجزات بعد المیلاد

۳۔معجزات بعد از بعثت

۴۔ معجزات بعد وفات۔

علامہ جواد صارخ کی تحقیق یہاں پہنچ کر خاموش ومبہوت ہو جاتی ہے، ان کا غصہ آخری حدوں کو چھوتا نظر آتا ہے یہ بھی شکر ہے کہ کسی سنی کو نشانہ نہیں بنایا۔ علامہ مجلسی کو بھی محفوظ سالم نکال لیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین میں احادیث کی بوچھاڑ میں شیعہ اور سینوں کی اشتراک عملی ہے اگر یہ صرف سینوں سے ہوتا تو نمی دانم اور کیا کیا کلمات استعمال کرتے، بخاری کو بخار کہتے، مسلم کو کیا کہتے ابھی تک پتہ نہیں چلا لیکن کافی جس کی دو تہائی روایات بے سند ہیں اسے اپنے لئے کافی گردانتے ہیں۔

ایک شخص جو مفسر قرآن ہے آیات سورہ اسراء میں معجزات کی تفسیر بھی کی ہے۔ اپنے استاد اعظم آیت اللہ خوئی کی تفسیر بھی پڑھی ہے انہیں چاہیے تھا یا تو مجلسی کو رد کرتے یا آیت اللہ خوئی کو رد کرتے یا ردمیں قضاوت کرتے کہ یہ چار ہزار چار سو چالیس کا عدد آیا قرآن کی ۶۶۳۲ آیات سے نکالیں تو یہ جھوٹا قرآن ہوگا۔ اتنا بھی انصاف نہیں کرتے، چار ادوار میں سے میلاد سے پہلے سے بعثت کے دور تک کے معجزات کو دو ہزار بتاتے ہیں۔ مکہ اتنے خارق العادت عمل دیکھنے کے باوجود محمدؐ کو ایک غیر عادی انوکھا انسان تصور نہیں کرتا تھا بلکہ انہیں ایک سنجیدہ متوازن، انسان تصور کرتا تھا۔ اتنے معجزات دیکھنے کے بعد ضعیف النسل غلام کنیز بھی ان کی بنیاد پر ایمان لائی۔ جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تو کتنے لوگوں نے دعوت قبول کی تھی؟ فرض کریں جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا کیا انہوں نے اس کو معجزات کے حوالے سے کیا تھا یا امانت داری، صدق وصفا کی بنیاد پر قبول کیا تھا۔

حضرت محمدؐ نے تمام بشریت کو دعوت دی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آپ سب کیلئے یہ رسالت لایا ہوں۔ اس رسالت کے حامل ہونے کے دعویٰ کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ غیر عادی طریقے سے اللہ سبحانہ سے رابطے میں ہیں۔ چونکہ یہ رابط عام لوگوں کیلئے واضح نہیں کہ واقعاً آپ اللہ کی طرف سے آئے ہیں یا نہیں، چونکہ رابط غیر عادی ہے، مخفی ہے ہمارے حواس سے، لمس سے باہر ہے لہٰذا یہاں سے یہ دعویٰ عام دعووں سے مختلف ہے جو کسی عادی گواہ سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ عام عادی گواہوں سے ہٹ کر ہونا چاہیے۔ یہ دعویٰ مشرکین بھی مطلوبہ طریقے سے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ طریقہ ناممکن ہے۔ ایسے گواہ لائیں جو عام انسان کے دل کو خود درک کریں کہ ہاں یہ سچ بول رہا ہے۔ اس نشانی، اس گواہ کو قرآن کریم میں آیت کہا گیا ہے آیت یعنی نشانی اس رسالت کا حامل شخص اللہ کا نبی ہے۔ قرآن میں اس کو آیت کہا گیا ہے علماء عقائد نے اس کو معجزہ کہا ہے' لیکن تصرف اپنی جگہ بے اشکال نہیں ہے۔

معجزہ مادہ عجز باب افعال کا اسم فاعل ہے، عجز سے عاجز ہونے کو کہتے ہیں۔ معجزہ کسی کو عاجز کرنے کو کہتے ہیں۔ معجزہ سے مراد عام طور پر جاری مالوف مانوس قانون کو توڑ کر ثابت کرنا ہے۔ یہ تصریفات جن ابہامات سے ٹکراتی ہیں مشکلات ومسائل پیدا کرتی ہیں، اپنی تعریف میں جامع مانع نہیں بنتیں۔ مثلاً علمی اکتشافات، سحر وجادو وغیرہ یہ انسان کو مشکلات اور مقابلے سے عاجز کرتے ہیں۔ تصریف صوفیوں کی اختراع کردہ کرامات سے بھی ٹکراتی ہیں وہ لوگ بھی تمیز نہیں کر سکتے کہ فلاں چیز کرامت ہے یا معجزہ؟ جبکہ آیت کا معنی نشانی ہوتا ہے۔

میرے نبی ہونے میرے رسول ہونے کی نشانی ہے کہ یہ میرے علاوہ دوسرے یہ فعل انجام نہیں دے سکتے۔ اس سے ثابت ہوگا کہ یہ مدعی اپنے دعویٰ میں سچا ہے صادق ہے چنانچہ موسیٰ نے دربار فرعون میں عصاء کو اژدھا بنا کر ہاتھ کو بیضاء کر کے پیش کیا اگر کوئی نبی ایسا کوئی معجزہ ثابت نہیں کر سکا تو یہ دعویٰ کامیاب نہیں ہوگا، مؤثر نہیں ہوگا۔ احتمال کذب اس میں آجائے گا یا کم از کم شک ہو جائے گا کہ یہ صادق ہے یا نہیں۔ یہاں سے اس کے دعویٰ کو ناکامی کا سامنا ہوگا۔ اگر اللہ اسے معجزہ دے دیں تو اسکی تائید ہوگی۔ غایت غرض، بعثت انبیاء ہدایت خلق ہے ہدایت اس وقت ہوگی جب لوگ اس داعی کی دعوت کو قبول کریں گے۔ داعی کی دعوت اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک انہیں اس کی صداقت پر یقین نہیں آئے گا۔ معجزہ اپنی جگہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک معجزہ

مادی ہے جہاں ایک محسوس چیز کو غیر عادی طور پر دگرگوں کر کے طبیعت میں تبدیلی لائی جاتی ہے جیسا کہ عصاء موسیٰ کا اژدھا بننا، ضربت عصاء سے دریا شگاف ہونا یا اس سے پانی کا چشمہ پھوٹنا یا مرے ہوئے انسان کو زندہ کرنا یا مردہ پرندے کو زندہ کرنا یا مادرزاد نابینا برص و جزام میں مبتلاء کو شفاء دینا۔ اس قسم کی معجزات قرآن میں حضرت موسیٰ عیسیٰ کے بارے میں آئے ہیں۔

۲۔ معجزہ مادی اُسے کہتے ہیں جسے نبی نے اپنی رسالت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآن عظیم لیکن یہ قرآن اس بات پر متفق ہے کہ کلام بشر نہیں ہے اللہ محمد صرف واسطہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

## ختم نبوت:

کتاب اصول عقیدہ تالیف سید مہدی الصدر ج ۲ ص ۱۶۹ پر ختم نبوت کے عنوان کے تحت بحث کی ہے جن دلائل سے آپ نے ختم نبوت پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ دین اسلام ایک دین کامل و شامل دین ہے جس میں انسانی زندگی سے متعلق کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے۔ امور دینی، دنیوی، اجتماعی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، تشریعی اور ازدواجی تمام مسائل کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اب یہ دین انسانی زندگی کے متعلق تمام مسائل کا جواب دینے کی قدرت و صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا آپ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں ہوگی احزاب ۴۰۔

۲۔ آپ کی کتاب جو آپ کی شریعت کا مصدر ہے یہ کسی بھی اور شریعت کو مسترد کرتی ہے۔ انعام ۳۸ نمل ۱۸۹ اسراء ۱۲ حج ۹ بروج ۲۱۔۸۲ بقرہ ۲۔

۳۔ آپ کی رسالت سباء ۱۲۸ اعراف ۱۵۸ عمران ۱۹۔۸۵ مائدہ ۳۔

جو ہر مسلمان کے ہاتھوں میں ہے ان کی آنکھوں کے سامنے ہے یہ معجزہ دوسرے معجزوں کی بہ نسبت زندہ و جاوید ہے، دائمی ہے۔ دن رات اس کی تلاوت کر سکتے ہیں اس کی آیات اس کے حروف اس کے سورے سب محفوظ ہیں۔ جس طرح دیگر کتب آسمانی کو تحریف تغیر تبدیل کا سامنا کرنا پڑا یہ اس سے بہتر ہے یہ ایک وثیقہ سند ہے۔ نبوت محمد کے بارے میں جو کسی انبیاء کو نصیب نہیں ہوئی کہ نبی کے دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اس کی رسالت کی سند موجود ہو۔ اس وجہ سے کتب آسمانی میں قرآن کو یہ امتیاز حاصل ہے جو تغیر و تبدیل سے محفوظ ہے۔

قرآن معجزہ ہے اس کی دو پہلو ہیں:

۱۔ داخلی

۲۔ خارجی

ختم نبوت کے معارضین و مخالفین کو چند گروہوں میں دیکھتے ہیں:

۱۔ ایک گروہ جنہوں نے آپ کے ختم نبوت کے مقابلے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے جس میں مسلیمہ کذاب وغیرہ آتے ہیں یہاں ایک فہرست ہے جس میں میسلمہ کذاب کے علاوہ عصر حاضر کے بہائی و قادیانی بھی آتے ہیں۔

۲۔ عنوان نبوت نہیں لیتے لیکن ایسے عقائد، قرآن اور سنت معتبرہ سے متصادم بناتے ہیں جو صریحاً ختم نبوت سے متصادم ہوں۔

۱۔ صوفیاء گرچہ اپنے اولیاء کو نبی نہیں کہتے ہیں لیکن انبیاء سے بہتر و برتر والا اور ان سے بے نیاز پیش کرتے ہیں۔

۲۔ امامیہ بھی امام کو نبی نہیں مانتے لیکن نبوت سے افضل اور تسلسل کے سلسلہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۳۔ بعض نبوغت کو کہتے ہیں ان کا کہنا ہے جب عقل بالغ ہو جاتی ہے تو نبوت کی نیاز ختم ہو جاتی ہے۔

## ختم نبوت:

تسلسل امامت ختم نبوت کا انکار ہے جب تسلسل امامت مقبول لدی المسلمین میسر نہیں ہوا تو ہاتھ پیر مارنے شروع کیے جیسا کہ کہتے ہیں:

ا۔ غیب امام، غائب کے نام سے ٹالنے کی کوشش کی گئی جو ابھی تک چل رہی ہے۔

۲۔ بلوغ بشریت کے نام سے ضرورت نبوت کو ختم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

۳۔ تسلسل اصحاب سے اس کا خاتمہ کرنے کوشش کی گئی ہے۔ جب بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء کا کردار سامنے آیا تو خلفاء راشدین تک اسے محدود کیا۔
ختم نبوت ص ۷۸

اس فکر کے داعی مفکرین، متجدوین روشن خیال ترقی پسندوں نے نبوت کو مراحل تطور حیات بشر سے جوڑا ہے جو کہ نظریہ ارتقاء ڈارون سے لیا گیا ہے۔ کارل مارکس نے ڈارون سے یہ نظریہ لے کر اسے تبدیل کیا اور کمیونزم کے آغاز سے کمیونزم کے عروج تک پہنچایا ہے۔ یہ اندازے اور تخمینے ہیں جبکہ یہ ہمارے پاس درست ثابت نہیں ہے۔ ہمارے پاس شریعت کے حوالے سے مختلف گروہوں میں جھگڑے اور تضارب ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو انقلاب فرانس کے بعد کہی گئی کہ دین کی جگہ علم حاوی ہو گیا ہے۔

## ختم نبوت متجدین:

کتاب مدرسہ العصرانیہ تالیف محمد حامد ناصر ص ۱۵۳ پر ڈاکٹر جودت سعید جو خالص صلیبی تھے، نے علامہ اقبال کی کتاب تجدید فکر دینی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبوت اسلام میں اپنے کمال کو پہنچی یہاں تک نبوت کی ضرورت از خود ختم ہو گئی ہے کیونکہ انسان کو ہمیشہ ایک قائد مقوء کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے بلکہ انسان کو خود اپنی معرفت نفس خود کرنے کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ خود اپنے وسائل کو استعمال کر کے کائنات پر نظر ڈالنے کی کوشش کرے۔ قرآن نے نبوت کیلئے کلمہ وحی استعمال کیا ہے۔ وحی آپ کے بعد منقطع ہوئی ہے لیکن اس کے بدلے میں ایک اور باب کھولا ہے وہ باب تفکر تنظر بافات والضن ہے جس کی طرف اس آیت میں آیا ہے فصلت ۵۳ اس استدلال کے ذریعے وہ نئی تحقیقات، کشفیات، علوم کونیات، اجتماعیات کو جاگزین کریں پھر ڈاکٹر خالص جلبی علامہ اقبال کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے تحقیقات پر توجہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

کتاب مدرسہ العصرانیہ ص ۲۴ پر آیا ہے ڈاکٹر جودت نے یہ فکر مالک بن سنی غاندی بوذی سے لی ہے ڈاکٹر جودت اسی بنیاد پر کہتا ہے کہ وحی و نبوت کا دور ختم ہو گیا ہے۔

## منکرین ختم نبوت:

حضرت محمدؐ کی نبوت کے بعد سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا بلکہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے اس فکر کے حامل چند گروہ درجہ ذیل ہیں۔

ا۔ صاف انکار کرنے والے جیسے مدعیان نبوت بعد از وفات نبی کریم۔

۲۔ قادیانی

۳۔ آپ کی نبوت کے نام سے کسی اور کے قول کو بھی نبوت یا مانند حجت ماننے والے جیسے اصحاب یا آئمہ اطہار۔

۴۔ آپ کے بعد کسی اور کیلئے بھی ولایت تکوینی کے اختیار کے قائلین۔

۵۔ آپ کے بعد کسی اور کی عصمت کے قائل جیسے اثنا عشر اور بعض صوفی۔

۶۔ آپ کی حیات میں ہی آپ کی نبوت کے ردیف گردانننے والے۔

**اعجاز:** [تالیف اعجاز باقلانی ص ۲۸]

باقلانی فرماتے ہیں اعجاز قرآن کے لئے علماء نے تین تصویر پیش کی ہیں:

۱۔ قرآن معجزہ ہے اس سے مراد قرآن میں دی گئی غیبی خبریں ہیں۔ ان اخبار خبر تک کسی بشر کو رسائی نہیں ہے جیسا کہ سورہ توبہ ۳۳ میں آیا ہے۔ یعنی جتنی بھی خبریں قرآن کریم میں گذشتہ سے متعلق یا حاضر سے متعلق یا آئندہ سے متعلق ہیں وہاں تک کسی بشر کی رسائی نہیں ان میں سے ایک فتح وز بر لشکر اسلام ہے۔ چنانچہ انہی پیغمبر کی خبروں کی بنیاد پر خلیفہ اول و دوم نے فارس و روم کی فتوحات حاصل کی ہیں اور فارس کی حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کیا ہے۔ خود اپنے دور کی جنگوں میں پیغمبرؐ نے فتح کی بشارت دی ہے آلعمران ۱۲۔ انفال ۷۔ عنکبوت ۴۸۔

۲۔ قرآن معجزہ ہے۔ سب جانتے تھے کہ پیغمبرؐ امی ہیں نہ لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں تا کہ وہ گزرے ہوؤں کی کتابوں سے قصہ کہانی یا اخبار نقل کرتے۔ پھر پیغمبرؐ نے وہ امورات و خبریں پیش کیں جو خلقت آدم سے لے کر اپنی بعثت تک یا اس سے پہلے ابتدائی خلقت کائنات سے لے کر اپنی بعثت تک کی خبریں ہیں۔

## معجزات اقتراحی نہیں بھیجتے ہیں: [بشارت و مقارنات ص ۲۸۰:]

۱۔ ۱۷۔ ۵۹

۲۔ گذشتہ اقوام کو معجزات دکھائے جاتے تھے لیکن وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے تھے جیسے ناقہ صالح پہاڑ سر پر اٹھانا۔ ۷۔ ۱۷۱ عصاء کا اژدھا ہونا۔ ۲۷۔ ۱۰ ۔ ۲۶۔ ۳۲۔ ۲۶۲۳۔ ۴۵۔ ۲۶۔ ۶۳ دریا کا شگاف ہونا۔ ۷۔ ۱۶ معجزات لانے والوں کو قتل کیا گیا معجزات سے ایمان لاتے تو کیوں معجزات لانے والوں کو قتل کیا گیا معجزات دیکھنے کے بعد انکار کیا۔ ۶۔ ۴۔ ۶۔ ۱۷ ۔ ۶۔ ۱۵۴۔ ۱۵۶۔

اگر نبی کریم کے معجزات حسیہ ہوتے تو آپ کی نبوت ختم نہ ہوتی آنے والے لوگ بھی معجزات طلب کرتے کیونکہ یہ معجزات ان کیلئے تو صرف نقل ہوتے ہیں۔ محسوس نہیں ہوئے نیز یہ معجزات منقولہ غیر مسلمین کیلئے حجت نہ بنتے۔

## معجزات دل بخواہی:

کیا نبی کریم پر یہ فرض تھا کہ جو بھی معاندین مخالفین منکر معجزہ طلب کریں انہیں پیش کریں؟ قرآن کریم اس مطالبے کو مسترد کرتا ہے۔ سورہ اسرائیل ۵۴۔ ۹۶ مشرکین نے نبی کریم سے یہ معجزات طلب کیے ہیں:

۱۔ یہ قرآن محمد کی بجائے مکہ یا طائف میں کسی اور شخصیت پر نازل ہوتا سورہ ۴۳، ۳۲

۲۔ آپ یہاں ایک چشمہ جاری کر دیں۔

۳۔ اپنے لیے ایک باغ انگور، کھجور سے بھرا ہوا پیدا کریں۔ جس میں نہریں چلتی ہوں۔

۴۔آسمان یہاں گر پڑے

۵۔اپنے لئے ایک قصر مزین و آراستہ از جواہرات پیدا کریں۔

۶۔اللہ یا ملائکہ اپنی گواہی کیلئے لائیں۔

۷۔ایک کتاب آسمان سے نازل کریں ہم اُسے پڑھیں گے۔

کتاب بشارت ومقارنات آیت اللہ صادقی ص۲ پر آیا ہے کہ مشرکین کے عمائدین ایک جگہ اکھٹے ہوئے ان میں سے ولید بن مغیرہ، مخزومی، ابن ہشام، ابی جہل عاص بن وائل، امی، عبداللہ بن ابی امیہ، مخزومی وغیرہ جمع تھے انہوں نے کہا کہ ہم سب محمدؐ کے پاس چلیں ان سے معجزات طلب کرتے ان سے مجادلہ کرتے ہیں۔ ناممکن معجزات طلب کرتے ہیں تا کہ ان کی شان وعزت اور مقام ان کے ماننے والوں کے پاس گر جائے چنانچہ وہ سب محمدؐ کے پاس گئے۔

ا۔عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا آپ نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے کہ آپ رسول اللہ ہو حالانکہ اللہ کو چاہیئے تھا تم جیسا رسول بھیجے جبکہ روم وفارس جیسے کسی بڑے صاحب حیثیت دولت والے کو بھیجتا جس کے اپنے قصر وقصور، خدام حشم، اور غلام ہوتے ہیں۔ اگر تم رسول ہوتے تو تمہارے ساتھ ملائکہ ہوتے جو تمہاری نبوت کی تصدیق کرتے اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتے نہ کہ تم جیسا بشر۔ ہمارے خیال میں تم پر کسی نے سحر کیا ہے تم نبی نہیں ہو سکتے۔

اگر یہ قرآن تم پر نازل کیا گیا ہے تو کیوں ولید بن مغیرہ مخزومی یا عروۃ بن سعود ثقفی پر کیوں نہیں نازل ہوا ہم تم پر ایمان نہیں لاتے جب تک ہمارے لیے معجزات پورے نہ کریں یا اللہ کوئی کتاب اپنی طرف سے عبداللہ بن امیہ مخزومی پر نازل کرتا۔ اللہ ان سے کہتا ہے کہ محمدؐ ہماری طرف سے رسول ہے انہیں مان لو مگر پھر بھی ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے اگر چہ تم ہمیں ایمان پر بھی لے آؤ۔ شاید تم نے ہمارے ساتھ سحر کیا ہو، جادو کیا ہو۔ رسول اللہ نے اللہ کی درگاہ میں عرض کیا اے اللہ تو نے ان کی باتوں کو سنا ہے نیز ان کے مطالبات کو بھی سنا ہے۔ اللہ نے محمد پر ان آیات کو نازل کیا

۔۱۷۔۴۷۔۲۵۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۶۔۱۰۸۔ یہ تمام معجزات محال وناممکن بلکہ نقص غرض تھے۔ دوسرا انہوں نے یہ بھی کہا کہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

**اثبات رسالت:** [کتاب عقید تنافی الخلق ونبوتہ والاخرۃ ص ۲۸۵ تالیف محمد عبداللہ نعمۃ]

مدعی پر اپنی دعویٰ کو ثابت کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے دلائل پیش کرے جس سے اس کے دعویٰ میں صدق وصحت ثابت ہو جائے۔ پیغمبر کی رسالت کو ثابت کرنے کیلئے جو قطعی شواہد پیش کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

## تحدی آیات قرآن:

## اعجاز قرآن:

مخالفین قرآن کا کہنا ہے عربوں نے اس قرآن کا مقابلہ کیا تھا لیکن وہ گزشتہ زمانے کے ساتھ گم ہو گیا ہم تک نہیں پہنچا۔ آیت اللہ خوی ص ۵۲ پر فرماتے ہیں اگر کوئی ایسا ہوتا تو یقیناً اس وقت اپنی محافل میں ذکر کرتے۔ دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ کو بطور دلیل استعمال کرتے آج کل دشمن بھی اس کو اچھالتے۔

وہ قرآن کریم جیسی سورتیں اور آیات تو پیش کرنے سے قاصر رہے لیکن نظام رشوت، نظام باطل، ڈرون حملوں، اپنے چھیتوں، شہریت رکھنے والوں اور منافقین کے ذریعے شریعت اسلام کے مقابلے میں اس کے متبادل اٹھانے کے لئے سرگرم ہیں۔ ان کے ذریعے ان کے بلا وقفے حملے جاری ہیں:

ا۔اصحاب کے مقابلہ میں عاریات وسفارت۔

۲۔ازدواج کے مقابلے میں سفاحیات

۳۔مجرمین کے بلاعقاب آزاد

۴۔شریعت اسلام کے مقابلے میں جمہوریت اور انارکی

۵۔عبادت کے مقابلے میں ورزش

۶۔ازدواج میں و مذکر و مونث کی جگہ صرف مونث

۷۔ازدواج دائم العمری کی جگہ درسگاہوں میں چند سالہ دورانیہ کیلئے ازدواج (متعہ)۔

۸۔اطمینان و اتفاق، سکون دامن ازدواجی کی جگہ عمر بھر والدین بہن بھائیوں اور رشتہ داروں سے جھگڑے۔

۹۔پوری جائیداد میں اپنے مقررہ حصے کی جگہ آسائش اور جہیز والی اشیاء۔

## ستون سوم آخرت:

اصول اساسی اسلام میں ایمان بہ الوہیت و ربوبیت وحدانیت، ایمان بہ رسالت انبیاءؑ ختم نبوت کے بعد تیسری اساس ایمان بہ آخرت ہے۔ سرسری ظاہری عوامی یا علمائی سطح پر ایمان بہ آخرت کے بارے میں تصور ہے کہ نیک اعمال انجام دینے والوں کے لئے وہاں نعمت راحت آسانی ہوگی، جنت ملے گی اور اس پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے عذاب ہوگا۔ اس پر عقیدہ رکھنا ضروری اور ناگزیر ہے لیکن اس پر کبھی بحث نہیں کی گئی کہ ایمان بہ آخرت کا کردار دنیا میں انفرادی اجتماعی زندگی کو بہتر اور برتر بنانے بقول آج کل کے مترقی متمدن بنانے میں اس کا کیا کردار ہے؟ یہ ایک راز معمہ اور لغز مطلب ہے اس پہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں رائج نظام اجتماعی فیل ہو جاتے ہیں جو انسانیت کی بھلائی کی بات کرنے والے ہیں وہی انسان کی نابودی نیستی کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا کی ترقی تمدن آسائش و آرائش راحت و سکون کیلئے انسان کو دو میدانوں میں کام کرنا ہے ایک اپنی انفرادی، شخصی خاندانی زندگی میں تعیش آرام سکون کا بندوبست کرنا ہے اس کے لئے اس کے پاس لگن سے کام کرنے کے لئے محرک حب ذات ہے انسان کی اپنے نفس سے محبت اور لگاؤ انسان کو انتھک سعی و کوشش کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بے کار اور بے عمل انسان کو مذموم مردود قرار دیتے ہیں۔

دوسرا میدان اجتماعی میدان ہے دیگر انسانوں کی بہبودی کے لئے بھی کام کریں، ان کے لئے بھی قربانی دیں۔ نادار وہ معذور انسانوں کی زندگی کے لئے آسانیوں کا بھی بندوبست کریں۔ شہری زندگی کی اجتماعی ضروریات جیسے تعلیم' طبی سہولیات' مواصلاتی نظام یہ عمل ایک انسان سے ممکن نہیں ہے جب تک کثیر انسان اس میں شامل نہ ہوں۔ غرض جس طرح انسان حب ذات کے لئے کرتا ہے اسے حب اجتماع کیلئے بھی کام کرنا چاہیے مسائل کو اسباب و علل کی روشنی میں پڑھنے والے یا عقل کی روشنی میں پڑھنے' سوچنے والے یا فلسفیانہ انداز میں پڑھنے سمجھنے والے باخوبی جانتے ہیں کہ حب ذات، حب اجتماع عمل برائے ذات عمل برائے اجتماع دو ایسی چیزیں ہیں جو آپس میں تضاد تناقص کی حامل ہیں۔ حب ذات کہتی ہے دولت کو جمع کر و اس کی حفاظت کرو جب کہ حب اجتماع کہتا ہے اپنا کمایا ہوا کچھ حصہ اجتماع کے لئے مفت میں بغیر عوض دو۔ یہاں انسان کے نفس کو آمادہ کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

میں اپنے لئے کماتا ہوں خود اس سے لذت اٹھاتا ہوں، خود جیتا ہوں اپنے سے وابستہ جن سے مجھے فائدہ ہے ان کو کھلاتا ہوں یہ میری ذات کا جزو ہیں، یہ خرچ درحقیقت ہم اپنے اوپر کر رہے ہیں جب کہ اجتماع کے لئے کام کرنا مال کو تلف کرنے کے برابر ہے جلانے کی بات ہے۔ اسے میری عقل قبول نہیں کرتی اس سے مجھے کیا فائدہ ملے گا۔ یہاں اجتماع کہتا ہے زیادہ تر ہمارے حق میں خرچ کرو، اپنے نفس سے درگزر کر و ایثار کرو جبکہ حب نفس کہتا ہے کسی کو مت دو۔

حب نفس انسان کو بخل کنجوسی سکھاتا ہے جب کہ حب اجتماع انسان کو ایثار وقربانی کی دعوت دیتا ہے۔ ایثار وقربانی کے لئے کام کرنے کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے کیونکہ یہ حب ذات میں نہیں آتی۔

مندرجہ بالا فلسفہ کی وجہ سے دنیا میں رائج دو بڑے نظام جو پرچم دار منادی حقوق انسان تھے وہ ناکام ہوئے ہیں چنانچہ اجتماع کو نفس پر مقدم رکھنے، اجتماع کو ترجیح دینے کے منادی نظام سوشلزم اشتراکیت' اشتمالیت' کمیونزم کچھ عرصہ چلنے کے بعد سب فیل ہوگئے۔ سب جانتے ہیں کمیونسٹ بلاک کیوں فیل ہوا، کمیونسٹ بلاک اس لئے فیل ہوا کہ وہ لوگوں کی حب ذات کو روک کر دولت کو خزانے میں جمع کرتے، اس دولت سے اسلحہ بنایا اور اس دولت سے دیگر ملکوں میں کمیونزم کی ترویج کروائی گئی۔ پیسہ کارخانوں اور دیگر ملکوں میں کمیونسٹ بنانے پر خرچ ہوا اور عوام میں جذبہ عمل اجتماع کے لئے' دوسروں کے لئے نادیدہ نتائج کے لئے سرد ہوتا گیا۔ آخر میں ان کا گزارہ بین الاقوامی قرضوں پر آ کر رک گیا، یہاں سے یہ ٹوٹ گئے۔ ثابت ہوا کہ کمیونسٹ نظام فیل ہوگیا کیونکہ اس نے حب ذات کو روکا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وہ فیل ہوئے، ناکارہ ہوئے ناکام ہوگئے۔

اس کے مقابل میں سرمایہ دار نظام نے حب ذات کو مطلق العنان، بلا رقیب بغیر کسی رکاوٹ کے آزاد چھوڑا کہ جتنا کمانا ہے' جہاں سے کمانا ہے تم آزاد، خود مختار مطلق العنان ہو یہاں سے حب ذات پروان چڑھی۔ یہاں تک کہ حب ذات ہی معبود بن گئی لہٰذا تمام دولت سمٹتے سمٹتے چند افراد میں جام ہوگئی، قدرت عمل نہ رکھنے والے افراد کی بھوک و پیاس بڑھ گئی یہاں سے سرمایہ دار بیرون ملکوں دوسروں کی دولت کو کھینچنے کے لئے سرگرم ہوئے اور وہاں سے دولت لائے۔ جب وہاں سے ملک میں دولت آئی تو ان کے لئے لوگوں نے کام کرنا پسند نہیں کیا۔ بیرون ملک غیر یورپی ممالک ان سے بدظن ہوئے اس طرح سرمایہ داری نظام اپنی جان روح اور حرکت کھو بیٹھے اب اگر اس نظام میں کوئی جان ہے، حرکت ہے، فائدہ ہے تو وہ صرف اور صرف ان یورپ والوں کے لئے ہے ان ملکوں کے عوام کے لئے ہے۔ وہ عالمی بشریت کی قیادت کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کو لاگو کرنے میں جو تجربہ اور مہارت حاصل تھی اس کو روکنے کے بعد مشرق و غرب میں مسلمان دست نگر ہوئے۔ اگرچہ اللہ کا دین غالب ہے، یہ دین فکری طور پر سب ادیان پر غالب ہے۔ دلیل ومنطق میں وہ شکست نہیں کھاتا۔ دلیل ومنطق میں فتح وظفر اس کا مقدر ہے لہٰذا اسے یہ قدرت حاصل ہے اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس معمہ کو معزل ولغز اور تضاد وتناقص کو تحلیل کرے۔ یہ تحلیل مغرب والوں کے لئے ممکن نہیں، الحاد شرقی والوں کے لئے ممکن نہیں اور خاص کر کے مسلمان سیکولروں کے لئے سم قاتل ہے۔ یہ اپنے نظام کو اس بہتر طریقہ سے حل کر سکتے ہیں جس کے نکات یہ ہیں:

اسلام کہتا ہے حیات زندگی صرف اس دنیا کا نام نہیں، حیات زندگی ایک تسلسل ہے جس نے باقی رہنا ہے اس میں تسلسل ہے۔ مرنے سے اس کی زندگی حیات ختم نہیں ہوتی۔ مرنے کے بعد اس کی دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ اس عقیدہ کے تحت انسان حب ذات کی خاطر کام کرے گا لیکن وہ کچھ حصہ یہاں خرچ کرتا ہے اور کچھ اس حیات کے لئے خرچ کرتا ہے، جو یہاں خرچ کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو اس عالم کے لئے کرتا ہے وہ اجتماع کے لئے ہے لہٰذا یہ گرہ عقدہ صرف اسلام ہی کھول سکتا ہے۔

یہاں اسلام کے فلسفہ میں عملی مقیاس کو فکری اور اخلاقی دونوں کو ساتھ چلانے انفرادی، شخصی اور اجتماعی طور پر کام کرنے کے لئے بیک وقت اپنے لئے بھی کام کرے اور اجتماع کے لئے بھی کام کرنا ہے، اپنا بھی خیال رکھے اور دوسروں کا بھی' اس کے لئے خرچ کریں رضا اللہ کا خیال کریں تو دونوں کا اجر انسان کو ملتا ہے لہٰذا دین اسلام اس لغز کو کھولتا ہے اجتماع اور فرد دونوں کو جوڑتا ہے۔

**ستون سوم آخرت:**

علم اور دین ﴿۱۰۸﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

۱۔ مفہوم وتصویر لفظِ یوم آخرت۔

۲۔ حقیقت اور واقعیت موت

۳۔ موت اختتامی یا موت آغاز زندگی دوم

۴۔ دلائل وبراہین ادامہ زندگی

۵۔ حشر ونشر کیفیت زندگی دوم

روز آخرت یعنی مرنے کے دوسرے دن کے دو مصداق بنتے ہیں:

۱۔ یعنی حقیقی معنوں میں مرنے کے فوراً بعد والا دن۔

۲۔ مرنے کے دوسرے دن سے مراد روز حشر، روز لبث روز قیامت ہے۔ پہلے معنی کے مطابق فوراً بعد والا دن یا انسان مرنے کے بعد دوسرے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس زندہ سے سوال جواب ہوگا جیسا کہ عامۃ الناس کا عقیدہ ہے کہ انسان مرتا ہے کا معنی روح اور جسم میں جدائی ہے۔ روح الگ جگہ ہوتی ہے جسم الگ جگہ جسم تو رفتہ رفتہ ختم یا ناپید ہو جاتا ہے لیکن روح باقی رہ جاتی ہے۔ عذاب اور نعمت دونوں کا مزہ روح چکھتی ہے دوسرے دن کے دوسرے معنی حساب وکتاب والا دن ہے جس دن خلائق محشر ہونگے ایسا معنی ہوگا یا نہیں محال ہے کہ ہو جائے۔ مثبت اور منفی دونوں کے پاس کوئی دلیل عقلی ہونے کا یا نہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ دلیل عقلی کا اعتماد یا ارتکاز تناقص یا تضاد پر ہوتا ہے۔ متناقص وتضاد ہمیشہ وجود خارجی سے متعلق ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد عالم کو نہ مثبت نے دیکھا ہے نہ منفی نے دیکھا ہے لہٰذا از روئے عقل اثبات دونوں کی نفی ممکن نہیں، لیکن امکان اپنی جگہ موجود ہے۔ چونکہ ابھی پیدا ہو کر مرا تھا لہٰذا وہ ذات اس کو دوبارہ بھی زندہ کر سکتی ہے۔ اللہ سبحانہ اس دلیل کو قرآن کریم کی کئی آیات میں مختلف انداز وعبارات میں بیان کیا گیا ہے۔

یس ۷۸۔ ۷۹ ق ۱۵۔ مریم۔ ۶۶۔ ۶۷۔ روم ۲۷ ق ۱۱ فصلت ۳۹۔

تصور یوم آخرت یعنی غیر و دیگر لا تعجل الھا آخر اسراء ۲۲ بقرہ ۱۸۴ چونکہ مرنے کے بعد یکسر بالکل مختلف زندگی شروع ہوتی ہے تو کہتے ہیں یوم آخرت، دوسرا دن۔ یہ دوسرا دن اس دنیا کے دوسرے دن سے بالکل مختلف ہے۔ اس دنیا کا دوسرا دن پہلے جیسا ہوگا وہی محلّہ، گلی وہی ایمان، وہی مطلع ومغرب شمس، وہی عزیز احباب دوست مومن کا سب گذشتہ دن کی طرح ہی ہوگا۔ لیکن مرنے کے بعد دوسرا دن، اس دن کے بعد حالات یکسر مختلف نظر آئیں گے۔ کوئی چیز گذشتہ دن کی یہاں نظر نہیں آئے گی۔ یوم تبدیل الارض غیر الارض رابطہ ختم ہو جاتا ہے تمام حواس ادراک دنیا میں رہنے والے اور وہاں جانے والے ختم ہو جاتے ہیں نہ ان کی زبان ہم سنتے ہیں نہ ہی وہ ہماری آواز سنتے ہیں۔ تمام روابط وتعلقات کے خاتمہ کے بارے میں یہ آیات ہیں۔

## ایمان بہ آخرت:

تمام انسان آدم سے لے کر عصر حاضر عصر حاضر سے قیام قیامت تک ایمان بہ آخرت کے بارے میں ان گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں:

۱۔ اللہ وآخرت دونوں کے منکر ہیں جیسا کہ دہریہ قدیم اور مارکسزم جدید

۲۔ اللہ کو مانتے ہیں لیکن قیامت کو نہیں مانتے جیسے مشرکین مکہ عرب

۳۔ دونوں میں شک کرتے ہیں نہ تو تسلیم کرتے ہیں اور نہ انکار

۴۔ دونوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ اپنی جگہ دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔
۵۔ عقلی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔
۶۔ عملی زندگی میں قبول نہیں کرتے۔
۷۔ عقلی اور عملی دونوں میں ایمان راسخ اعمال جدی رکھتے ہیں۔

ایمان بآخرت کے بارے میں انسانوں کے مراتب بیان کرنے کے بعد منکرین اور مشکوکین کے دلائل و بینات کو بھی سننا ضروری ہے یہی تقاضا علم و دانش ہے کیونکہ علم کہتا ہے جہاں کہیں خطرے کی گھنٹی بجتی ہے وہاں تحقیق کرنا ضروری ہے تاکہ انہیں جان لیں، نکل سکیں ورنہ عقلا کی ملامت کا نشانہ بنیں گے۔ اس کے ساتھ ایمان والوں سے بھی سوال کرنا چاہیے کہ اس ایمان سے انسان کی اس دنیوی زندگی میں بھی کوئی فائدہ ہے یا آخرت میں تنہا ہے آیئے پہلے دیکھتے ہیں منکرین اپنے انکار کے بارے میں کیا توجیہ و منطق پیش کرتے ہیں۔

## ایمان بہ آخرت:

حدیث میں آیا ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جو اخراجات اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثین کرتے ہیں یہ اعمال ایک مشکوک متردد عمل ہے جس کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے ہیں اس کے چند خدشات ہیں:
۱۔ آیت ہے کہ انسان کو وہی ملے گا جو اس نے انجام دیا ہے جو کوئی دوسرا کرتا ہے اس کو نہیں ملے گا۔
۲۔ جو اس کے وارث کرتے ہیں، یہ مرحوم کے لئے کم ہوتا ہے اور اس کا زیادہ تر دکھاوا وا ثا کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ رسومات نہ کرنے کی صورت میں لوگوں کی چہ مگوئیاں سننی پڑتی ہیں۔ ان کے تصرفات ذاتی ہیں، ان میں خوش آمدانہ پن ہے۔ جبکہ اللہ خالص کو قبول کرتا ہے، وہ ریا کاری والے اعمال کو قبول نہیں کرتا۔
۳۔ ایک روپیہ اپنی حیات میں اپنی آخرت کیلئے خرچ کرنا بہتر ہے نہ کہ آنکھ بند ہونے کے بعد نماز و روزہ کی قضاء و اجارہ پر کروائیں۔ دوسرا یہ چیزیں بھی مشکوک ہیں جس آدمی نے رقم لے کر پڑھی ہیں۔
۴۔ اس نے اس رقم کی خاطر پڑھی ہے نہ کہ اللہ سے قرب و رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کے لئے بندے کو از خود رضا اللہ طلب کرنی ہوتی ہے نہ کہ اس میں بھی مزدور استعمال کریں۔ یہ رسومات یہ اخراجات صاحبان مال و دولت کرتے ہیں نہ کہ فقر و مساکین، بے حیثیت افراد۔ اگر یہ چیزیں ایک وہ انسان کیلئے کسی اور کے ذریعے مفید ثابت ہونگی تو یہ شریعت اللہ نہیں ہوگی بلکہ یہ شریعت سرمایہ داران ہوگی۔

یہ اعمال دین میں خلل ڈالنے، دین میں لاپروائی برتنے، دین کو پرچون کی دکان بنانے کے مترادف ہیں جہاں رقم دے کر برأت نامہ از عذاب و عقاب خریدتے ہیں۔ اسی طرح کلیسا میں چلتا تھا۔ اللہ دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں ہے کسی کو اپنے بدلے میں بھیجو اگر نماز خود نہیں پڑھ سکتے ہو کسی اور سے پڑھواؤ۔ روزہ خود نہیں رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھنا چاہتے ہو کسی اور سے رکھوالیں۔ یہ دین میں دخل اندازی ہے۔ دین جزیہ جیسا نہیں کہ جو غیر مسلم شہری معاہدے کے تحت دیتے ہیں، دین عبادت و بندگی ہے اگر خود اس کی درگاہ میں خاضع نہیں ہوتے، تکبر کرتے ہیں تو متکبرین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

## دلیل بہ آخرت:

انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہے گا وہاں نیک برے اعمال کا حساب وجزاء ہوگی۔اس کے بارے میں علماء نے کسی خالص دلیل عقلی کے ہونے کو رد کیا ہے تاہم عقل وشرع، عقل ونقل سے مرکب کوئی دلیل پیش کی ہے۔انہوں نے کہا اللہ نے انسان کو یہاں اس کے اوامر کی اطاعت کرنے اور نہی سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ہم دیکھ بھی رہے ہیں اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور نواہی سے باز رہنے والے شقاوت بدبختی سے آمیزش صعوبتوں اور مشکلات میں غرق زندگی گزار کر یہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔جبکہ اس کی اطاعت کو رد کرنے، استہزاء کرنے، مسخرہ کرنے والے عیش وعشرت، شہرت تحسین واستقبال میں زندگی گزرتے ہیں۔انہیں کسی بھی دن مصیبت پریشانی لاحق ہوتے نہیں سنا پھر یہاں سے دونوں کوچ کر جاتے ہیں اگر انہیں کوئی سزا نہیں ملی اور پہلے کو انعام نہیں ملا تو یہ اس کے نظام عدل کے خلاف ہوگا۔چنانچہ اس نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اللہ نے ظالموں کی نگرانی کا نظام قائم کیا ہے۔ظالمین کے لئے دردناک سزاء بھی معین کی ہے۔

-_____________

مقولہ معروف ومشہور ہے کہ انسان دشمن علم وتحقیق کیلئے یہ کافی ہے کہ ایک ہی چیز کو ایک جگہ صحیح درست اور دوسری جگہ غلط نادرست قرار دیا جائے۔

**۴۔دلائل وبراہین موت:**

انسان کے جسم سے روح نکلنے سے نمی ختم ہو جاتی ہے روح کا پتہ نہیں لیکن جسم جہاں دفن ہوتا ہے کچھ عرصہ بعد جسم میں موجود قوت نمو ختم ہو جاتی ہے مٹی ہو جاتا ہے۔روح نکل کر دوسرے عالم میں منتقل ہوتی ہے اس کے بارے میں کوئی دلیل وبراہین عقلی نہیں رکھتے کیونکہ عقلی مشاہدات سے سنتے ہیں کہ وہ عالم انسان کے مشاہدے میں نہیں لہٰذا اس بارے میں دلائل اثبات عقلی قائم نہیں کر سکتے لیکن دلیل ثبوتی ومکانی موجود ہیں امکان ہو سکتا ہے۔

۵۔موت حقیقت وواقعیت عیاں رکھتی ہے۔یہ ناقابل انکار حقیقت ہے جسے مومن کافر وملحد عاقل یا بالغ جاہل سب مانتے ہیں جس طرح سورج کے غروب ہونے سے کوئی انکار نہیں کرتا۔دنیا سے سب کو جانا ہے لیکن عام طور پر مرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے اس سے غافل رہتے ہیں۔بعض عقلاء نوابغ کفار ومشرک بھی اس حقیقت ناگہانی سے آگاہ ہوتے ہیں۔اپنی موت کے بعد واہل وعیال کو رعیت کرتے ہیں۔ کتاب عقائد اسلامیہ تالیف محمد جواد مالک ص ۵۲۴ پر حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ موت دنیا کی لذتوں کو ختم کرتی ہے۔خواہشات کو کڑوا کرتی ہے جو ختم ہو جاتی ہیں۔موت ایک ایسا حادثہ ہے جسے کوئی طاقت وقدرت نہیں روک سکتی۔درحقیقت حادثہ موت کے سامنے عجز وناتوانی کا اعتراف بذات خود دلیل بر وجود طاقت وقدرت مافوق یعنی الہ خالق ومدبر کائنات ہے اس سے کسی کو بھی بچاؤ یا خلاصہ نہیں ہے۔لہٰذا کہا گیا ہے ''الموت باقی بفتنہ والعبر صندوق العمل'' موت نے تمام مظاہر استکباری، فرعونی، ہامانی، قارونی کو تحدی کیا ہے اور کہا ہے ''یدریکم الموت ولو کنتم فی مروج''۔۔۔لہٰذا موت ایک حقیقت اور واقعیت رکھتی ہے۔یہ موضوع بحث ونقاش نہیں ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ موت نہیں آئے گی۔

**موت اختتام زندگی نہیں:**

موت پر یقین رکھنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہی زندگی کا خاتمہ ہے اس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہے جب کوئی اور زندگی نہیں تو کسی بھی نیک کام، برے کام جرائم وموبقات کا حساب کتاب نہیں لہٰذا انسان مطلق العنان وہ حیوان ہے جسے صبح کے وقت دروازہ کھول کر مالک بغیر کسی چوپان کے چھوڑتا ہے۔وہ چراگاہ میں گھاس کھائے لوگوں کے مزروعات کھائے خود جیسے دیگر حیوانات کھائے اس کی واپسی پر سوال نہیں ہوگا۔ان کی منطق ہے زندگی صرف یہی زندگی ہے۔کتب آسمانی، انبیاء الٰہی پھر انبیاء کے نمائندے حورین علماء، اصحاب آئمہ سب انسان کو یہی بتانے آئے ہیں موت

زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ نقل مکانی ہے۔

چنانچہ ہمارے نبی کریمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز اس دعوت سے شروع کیا۔ کتاب عقائد اسلام جواد مالک ص ۵۲۵ نبی کریم نے فرمایا یا بن عبدالمطلب یا بن فلاں ان الرائدون لا یکذب اصلہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے اگر تمہیں موت سے شک ہے تو اپنی نیند کو دور کرو۔

**ایمان بہ آخرت:**

قرآن کریم ایک چوتھائی کے قریب انسان کو یوم آخرت کی طرف متوجہ کرتا ہے یوم آخرت چونکہ دائرہ محسوسات سے باہر ہے چونکہ اس کے آثار یہاں نظر نہیں آتے، اس کا کیا حلیہ ہے جو کچھ حس انسانی میں آتا ہے وہ فناء نابودی ہے لہٰذا اس دن پر ہمارا ایمان صرف وحی کے ذریعے سے ہے لہٰذا اس میں بہت سی آیات نازل ہوئیں۔ وزارت اوقاف امارات کے ایک عالم دین نے روز آخرت کو اس کی منازل میں تقسیم کر کے ہر ایک منزل کیلئے ایک کتاب لکھی جس کے مجموعہ کا نام موسوعہ آخرت ہے۔

**تصدیق واطمینان بروز جزاء:**

ہر وہ خبر جس کا فی زمانہ تجزیہ یا مشاہدہ میں آنا ممکن نہ ہو، اسکی تصدیق کرنا اس کے بارے میں اطمینان پیدا کرنا مشکل ہے۔ قیامت، روز حساب وجزاء انہی خبروں میں شمار ہوتا ہے اس کے بارے میں تجزیہ یہاں ناممکن ہے اس پر تجزیہ کرنے کیلئے یہاں سے کوچ کرنا، منتقل ہونا ضروری ہے۔ کسی چیز کے بارے میں تجزیہ کرنے کے لئے دور دراز علاقوں میں جانا پڑا ہے، بہت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ صاحبان استطاعت اسے برداشت کرتے ہیں کیونکہ تجزیہ کے بعد واپس آکر ان کے اخراجات کی تلافی کر سکتے ہیں لیکن روز قیامت کیلئے تجزیہ کر کے یہاں واپس آنا ناممکن ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد دوبارہ پیٹ میں نہیں جاسکتا ہے، مرنے والا دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا ہے، جہاں کہیں خبر کے تجزیہ کی ایسی صورت ہو وہاں ایسی خبر کے بارے میں لوگوں سے تصدیق کرنے کیلئے دیگر وسائل وذرائع سے مطمئن ہوا جاسکتا ہے۔ سامعین کے اس بارے میں جتنے شکوک وشبہات بنتے ہیں ان کا جواب دینا پڑتا ہے۔ قیامت روز حساب' حساب کے بارے میں اُن تمام وسائل وذرائع کا استعمال کرنا ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کر سکتے ہیں، مطمئن کرنے کے وسائل۔

۱۔ مخبر صادق ہو تو خبر پر اطمینان کا باعث بنتا ہے۔ یہاں مخبر انبیاء ہیں جو اللہ کی طرف سے دے رہے ہیں قرآن کریم ہے۔

۲۔ خبر پیش کرنے کے انداز کو جتنا ممکن ہو، اداء وتاکید سے آراستہ کریں۔

۳۔ خبر کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

۴۔ تحلیل پیش کریں۔ خبر کے معدنی ہونے کے اثرات سے آگاہ کریں

۵۔ دلائل دیں۔

## منکرین کا منطق:

منکرین کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت اور واقعیت صرف یہی ہے جو ہر شخص کے حس ومشاہدے میں آتی ہے۔ جسے ہر شخص ہاتھ سے لمس کرتا ہے آنکھ سے دیکھتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ جو کہتے ہیں عقل ہے، روح ہے یہ نباتات میں موجود آگ، زیتون میں موجود روغن ہے۔ پتہ

سوکھنے کے بعد اور لکڑی جلنے کے بعد ناپید ہو جاتی ہے مٹ جاتی ہے اس کا کوئی وجود ملنا مشکل ہو جائے گا۔

## منکرین کو جواب:

قارئین کرام ان کا انکار کسی دلیل و برھان سے استناد نہیں ہوا صرف دعویٰ ہی ہے لیکن موحدین کے پاس دلیل ہونے یا دلیل طلب کرنے پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ ہم ان کی اس منطق کی حزاف گوئی کو ان دلائل و براہین سے مسترد کریں گے:۔

۱۔انسان شناس علماء نے انسان کے جسم میں پائے جانے والے عناصر بیان کیئے ہیں اگر انسان کی حقیقت یہی مرکب عناصر ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ان علماء کو چاہیے تھا کوئی انسان از خود بنا کر بہت سے انسانوں کو اعتراف خالقیت سے جان چھڑاتے۔دنیائے الحاد انکار خالق پر اصرار رکھنے کے باوجود عناصر ترکیبی انسان یکا یک جاننے کے باوجود کوئی انسان پیش نہیں کر سکا جبکہ باقی ہر چیز کے عناصر ترکیبی جاننے کے بعد دقیق باریک ایجادات کیں۔ہوا میں اڑانے والے جہاز کتنی آواز کے ساتھ اڑتے ہیں۔معلوم نہیں ہر دن کتنے جہاز بن کر بازار میں آتے ہیں جہاں خریدنے کیلئے خریدار آمادہ ہوتے ہیں۔اسی طرح ٹیلی فون، کمپیوٹر، آلاتِ جاسوسی وغیرہ۔

۲۔اگر روح حیات نامی کوئی چیز نہیں عناصر ترکیبی کا مرکب ہے تو تمام انسان شکل وصورت، قد وقامت، ذہانت، فراست نبوغت میں ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ حتیٰ ایک ہی باپ ماں سے بلکہ ایک ہی شکم سے بیک وقت نکلنے والے جڑواں میں اختلاف کی کیا بنیاد ہے جبکہ دیگر چیزوں کے کارخانوں کی پیدوار میں ایک دوسرے سے کوئی فرق امتیاز پیدا کرنا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

### نظام کونیات ونظام انسانیات:

یہاں دو موجود ہیں ایک کونیات ہے جیسے سرسری سطحی بادی النظر میں آنے والے سورج و چاند ستارے، زمین اجماد واشجار نباتات، حیوانات ہر ایک کی بقاء و دوام وحرکت اور گردش ایک نظام دقیق سے چل رہے ہیں یا وہ موجودات جو چند ذرائع وسائل کے توسط سے نظر آتے ہیں ان میں انسانوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔ابھی تک کسی محقق یا مبتکر ابتکارات نے دعویٰ نہیں کیا کہ سورج کا چاند کا نظام فلاں نے بنایا ہے، جنین شکم کا نظام ہم نے تنظیم کیا ہے اور نہ کسی نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ زمانے میں ان کے نظام میں تبدیلی یا ترمیم کر سکیں گے۔یہ سب انسان کیلئے مسخر کیئے گئے ہیں جیسا کہ کثیر روایات میں آیا ہے سخر لکم ما فی الارض تو کیسے انسان اپنے لئے کوئی نظام بنا سکیں گے۔

لہٰذا انسان کی بنیادی زندگی کا نظام بھی اللہ کی طرف ہونا چاہیے اگر کوئی انسان اللہ سے ہٹ کر اپنے لئے خود نظام بنائیں گے تو وہ نظام طاغوت کہلائے گا وہ فاسد ہوگا اور اس کے گلے پڑے گا۔ہر آئے دن اپنے اور دوسروں کی شقاوت کا سبب بنے گا۔آیا اس انسان نے اپنے نظام کے رہنے سہنے کے لئے کوئی نظام بنایا ہے یا آزاد چھوڑا ہے؟ مثل وحشی چھوڑا ہے؟ جو مرضی کریں اگر ایسا ہے تو ایوانوں میں جا کر قونون بنائیں یا اپنا بنایا ہوا قانون دوسروں پر نہ ٹھونسیں۔یہ بھی ایک قسم کی دہشت گردی ہے یا یہ انسان بھی جس نظام کا محتاج ہے وہ نظام خود انسان نہیں بنا سکتے ہیں۔

### قرآن وعلم کونیات:

محققین علماء اعلام فرماتے ہیں موضوع دعوت انبیاء، دعوت قرآن آئین ووظائف انسان ہے۔جو اپنے خالق متعال اور کونیات ودیگر اپنے ہم نوع انسانوں

## علم اور دین ﴿۱۱۳﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ انبیاء، کتب آسمانی، قرآن انسانوں کو علوم طبیعات سکھانے نہیں آئے۔ تاہم انسانوں کو ان کے وظائف و ذمہ داریوں کو سکھانے سمجھانے کیلئے آئے طبیعات سے استناد کرنے اور مثال دیتے وقت کائنات میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر قرآن نے نہ کیا ہو۔ چنانچہ کونیات کے بارے میں ان موضوعات کو تفصیل یا بنیاد سے اٹھانا ہوگا:

### شکل و جایگاہ زمین:

کتاب الھیۃ والاسلام تالیف علامہ ھبۃ الدین شہرستانی کی کتاب الھیۃ والاسلام ص ۶۸ پر ہیئت زمین کے بارے میں میلاد مسیح سے لے کر ۱۸ ویں صدی کے علماء ہیئت کے ۱۱۳ اقوال نظریات بیان کیئے گئے ہیں سب سے آخری نظریہ نظریہ نیوٹن متوفی ۱۷۲۷ کا ہے جس میں انہوں نے کہا زمین کرہ نہیں، شبہ کرہ ہے۔ یہی مشہور و مقبول ہے جس پر دلائل و براہین اور شواہد موجود ہیں جس کی طرف آیت رب المشارق والمغارب اشارہ کرتی ہے۔ زمین کی جائے گاہ کہاں ہے؟ وہ کسی چیز پر قائم ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم کی ان آیات سے استثناء کیا ہے۔ فاطر ۴۱ روم ۲۵ کے علاوہ کلمات امیر المومنین سے استناد کرتے ہیں زمین کی سورج کے گرد حرکت کے بارے کوبرنیکس نے دسویں ہجری میں اعلان کیا تاہم زمین کی حرکت کے بارے میں قرآن کریم میں کثیر تعداد میں آیات ہیں۔

### علوم انسانی میں:

عام طور پر علوم انسانی میں تین اہم نکات قابل بحث و قابل تحقیق ہیں:

۱۔ انسان کی تکوین ہے کہ انسان کی تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے اور اسکے مراحل تکوین کون کون سے ہیں۔ قرآن کریم نے نطفہ اور اس کے مراحل کو بتایا ہے نیز اس کے عناصر ترکیبی روح اور جسم اور ان دونوں کے لوازمات ضروریات اور تقاضوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ دوسرا نکتہ اس کے مقام و منزلت کا تعین ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں انسان کا مقام و منزلت کیا ہے؟ قرآن کریم کی ان آیات میں اس کے مقام و منزلت کا تعین کیا گیا ہے بقرہ ۲۱ جاثیہ ۱۳ لقمان ۱۲۰ اسراء ۷۰۔

۳۔ تیسرا نکتہ حقوق انسان کا ہے کہ انسان کے کیا حقوق ہیں یہ حقوق اپنی جگہ تین اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔

۱۔ حق اللہ۔ بندے پر اللہ کا حق ہے اس لئے کہ خلق کیا گیا ہے لہٰذا ضروریات اولیہ جیسا کہ اللہ کے ذمہ ہیں' اس اللہ کو اس کا حق اداء کرنا ہے چاہے بندہ شاکر ہو یا کافر۔

۲۔ خود انسان کا حق اپنے اوپر ہے کہ وہ اپنے لئے ان حقوق کو اداء کرے، ان سے پہلو تہی نہ کرے۔

۳۔ اقربین کے ذمہ حق ہے کہ ان کے حق کو ادا کرے جیسے شوہر بیوی والدین اولاد وغیرہ۔

۴۔ اجتماع کے ذمہ حق ہے۔

۵۔ حکومت پر ہے وہ ان حقوق کو پورا کرے۔

۶۔ علماء دین پر ہے کہ وہ ان حقوق کو بیان کریں۔

۱۔ انسان کے نطفہ خلقت سے لے کر نفخ روح و خروج روح تک کے بارے میں عنوانات کو اٹھایا ہے۔

۲۔ مھد انسان جہاں انسان نے زندگی گزاری ہے یہاں جینا مرنا ہے اس کے بارے میں ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔

۳۔ پھر زمین سے نسبت دے کر نجوم و بحرات کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ خالق کائنات کا ذکر کیا ہے۔

**۱۔ ایک خالص تابع وحی ہیں اور دوسرے تابع عقل ہیں۔**

**۲۔ دوسرا جامع عقل و نقل ہے۔**

ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ کے بارے میں جو تصور اناجیل نے دیا ہے اس تک عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے لہٰذا معیار وہی ہے جو اناجیل میں آیا ہے۔ یہ تصور میلادی کی دوسری صدی سے لے کر بارہویں صدی تک چلا ہے۔ جو کہ الٰہیات کے بارے میں اناجیل نے کہا ہے وہ حق ہے۔ دوسرا گروہ جو کہ بارہویں تیرہویں صدی میلادی سے شروع ہوا ہے انہوں نے اپنی فکر اور فلسفہ ارسطو سے لیا جہاں علم اور ایمان میں فرق رکھا گیا ہے۔ یہاں انہوں نے کہا کہ علم صرف فلسفہ پر قائم ہے جس علم کی فلسفہ تائید نہ کرے وہ علم نہیں ہے۔

**انواع و اقسام ادراکات:**

۱۔ ادرکات حسی یعنی حواس خمسہ اور اس کے وسائل کے ذریعے ادراک۔

۲۔ ادراکات تحصیل و تجربات ماخوذ از ادرکات محسوسات ہوتے ہیں مثلاً ادراک جاذبیت جسم ثقیل، بسوی زمین یہ ادراک از بصارت وسماعت ذوق سے ہیں۔ لم شم اثف لمس جد سے نہیں۔

۳۔ ادرکات وحی۔

۴۔ ادراکات وحدائیات حدسیات یا مشاہدات۔

[کتاب صراع مع الملاحدہ] میں آیا ہے کہ دین کے علم سے تعارض وتضاد کے تین مفروضے بنتے ہیں:

۱۔ جس علم کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ اس مرحلے پر نہیں پہنچا جسے تسلیم کریں جیسے بہت سے نظریات ثابت ہونے کے بعد بھی غلط ثابت ہو گئے ہیں اور بہت سے نظریات ابھی تک ثابت نہیں ہوئے ہیں۔ یعنی بعض شکوک وشبہات والے نظریات کو ڈنڈے کے زور پر چلا رہے ہیں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

۲۔ جس شخص نے اس نص سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ غلط اخذ کیا ہے۔ اس کا بوجھ دین پر نہیں لادا جا سکتا ہے۔ ابھی تک دنیا میں دین کا کوئی ترجمان نہیں بنا ہے۔

۳۔ تقلید جابرانہ یعنی جہاں سے اس نے جو کچھ لیا ہے وہ اس کی دلیل دینے کے درجے پر نہیں پہنچا بلکہ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہے۔

الحاد ضد دین ہے، ضد ایمان ہے۔ ایمان کے معنی اذعان واعتقاد ماورائے مادہ ہیں۔ اس میں سرفہرست ایمان بوجود اللہ ایمان بخود انسان آتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں الحاد، افکار، مجاور، اعطاء، انحکاک، انحصار وجود در مادہ ہیں۔

## ۱۲۔ کیا فرق و مذاہب اسلامی کے عقائد نصاریٰ سے مختلف ہیں۔

### حقوق اجتماعی:

جدید علوم وفنون کے تین محور ہیں:

۱۔کائنات ارضی وسماوی اوران کے درمیان جوکچھ آتا ہے۔

۲۔انسان

۳۔نظام اجتماعی

## شناخت انسان:

مدعیان علم جدید کادعویٰ ہے کہ علم جدید نے جہاں کائنات سماوی،ارضی،حجم وزن ومساحت ورفتاروفاصلہ ودیگر سینکڑوں حقائق کوکشف کیا ہے اس کے دوسرے مرحلے میں خودانسان کوبھی تحقیق کی میز پررکھ کرتجزیات کیے ہیں۔اس سے اس کے عناصر ترکیبی امتیازات اورتقاضوں کا پتہ چلا ہے۔یہاں سے بعض انسان شناسوں نے کہاہے انسان کے لئے مشکل ہے کہ وہ اپنی طبیعت،اخلاق،صفات اورایک جزء کادوسرے سے رشتہ کہاں تک کس حدتک رکھتا ہے؟ آپس میں کس قسم کا جوڑ ہے۔علمی تحدی کرنے والوں نے تین علوم میں تبحر ونبوغت حاصل کی ہے۔

۱۔کائنات مادی

۲۔انسان کے مراحل تکوین

۳۔اجتماع انسان۔

انسان وہ کتاب ہے جس کے حروف وکلمات اورتالیف تینوں کامؤلف خوداللہ ہے۔اس نے کتاب کی تکوین وتالیف کے بعدعقلاء بشرکودعوت دی ہے۔اس کتاب کے تکوین حروف اورتالیف پرنظرڈالیں،اس کی ذات اس کی تکوین حروف کی تکوین کونطفہ امشاج علق کیسے بنایا ہے؟ پھرعلق سے خلیہ،خلیے سے گوشت پوست،اعصاب ہڈی،بال اورناخن کیسے بنائے پھراس میں روح کہاں سے اورکیسے پھونکی؟

### انسان شناسی:

جدیدعلوم نے انسان شناسی کی جومعلومات فراہم کی ہیں وہ اپنی جگہ غث وثمین پرمشتمل ہیں۔ہم پہلے انسان شناسی کے عناوین بتائیں گے،پھردیکھیں گے اس نے کہاں کہاں پیشرفت کی اورکہاں رجعت قہقرائی کی ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں:

۱۔علم الابدان فیوجی شناسی: علم الاعضاء اس کاآغازخلیہ سے شروع ہوتا ہے۔

۲۔علم طب میں حیرت انگیزترقی کی ہے۔

۳۔علم نفس انسان کی نفسیاتی گرائش کوکہتے ہیں یہ نظام مخبری سے استنادکیاگیاہے۔

۴۔علم الاجتماع میں انسان کی سعادت وبھلائی کے لئے کونسانظام بہتر ہے۔

حقیقت میں انسان کی کرامت،عزت احترام وسکون اورنفس کی برگشت اس پانچویں علم ''کون ساعلم'' میں ہے۔جس میں وہ شروع سے آج تک فیصلہ نہیں کرسکا۔انسان کی سعادت کادارومدارمحورآزادی اورمطلق غیرمحدودافراد پرہے۔اس آزادی سے ہی نظام صالح پیداہوگا جبکہ دوسری فکریہ ہے کہ انسان کی سعادت اجتماع کے گردمیں،اجتماع قوی،قدرت مند،ثروت مندافرادکی سعادت کی ضامن ہے۔یہ مسئلہ بہت پرانااوردیرینہ ہے۔یہ ان مسائل میں سے ہے جب سے انسان کے اندرحرص وطمع اورذات پرستی نے سراٹھایا ہے۔سوائے چالیس سالہ دوررسالت وخلافت کے علاوہ انسان طرح طرح کی

تعزیتات کا شکار بنا ہوا ہے۔اس مسئلہ نے انسان کے اندر اپنے ہم نوع بھائی سے اختلاف اور طرح طرح کی جنگوں کو بھڑ کایا ہے۔یہ جنگیں شکل بدلتی رہتی ہیں۔یہ سلسلہ ابھی تک باقی ہے،ختم ہونے کی کوئی علامت یا نشانی نظر نہیں آتی۔ان مسائل میں اور سابقہ علمی تحقیقات میں غیر مہذب انداز اور برے عزائم و منویات کے تحت استعمال کرنے کی تشویق دونوں نے مل کر ان کو بیک وقت،داد اور دواء اور سعادت شقاوت میں مشغول کر رکھا ہے۔بدبختی اور نیک بدبختی دونوں کو ایک ہی خانے میں ڈال رکھا ہے جس طرح کے بعض اوقات اخبارات میں آتا ہے کہ فلاں کے لئے ڈاک کے مواد سے زہر بھیجا گیا تھا۔

ایکسپریس سوموار ۲۳ رجب المرجب ۱۴۳۴ کو ص ۱۸ پر آیا ہے کہ پنجاب سے خواتین کی ۳۵ نشستیں ہیں۔

۳۔اجتماع یعنی انسان میں من حیث الاجتماع یا اجتماع مجتمع انسانی کے بارے میں مفکرین اختلاف نظر رکھتے ہیں۔کیا اجتماع اپنی جگہ افراد سے ہٹ کر ایک حقیقت اجتماعی رکھتا ہے یا یہ ایک امتیازی و مفروضاتی تصور ہے؟ اگر اجتماع ایک حقیقت خارجی رکھتا ہے اس صورت میں ذیل میں پیش نکات پر بحث کرنا ضروری اور ناگزیر ہے:

۱۔اصلیت فرد کو حاصل ہے،تمام نظام قوانین فرد کی خاطر ہیں۔اجتماع کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ سرمایہ دارنہ نظاموں کا کہنا ہے۔

۲۔اصلیت اجتماع کی ہے فرد کا کچھ نہیں فرد کا اجتماع میں ضم ہونا ضروری ہے۔جیسا کہ اشتراکیت واشتمالیت والے کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں ایک نظام اور قانون کا ہونا ضروری ہے اور ناگزیر ہے چاہیے اصالت فرد کو دی جائے اور اجتماعی تصور کو ثانوی رکھیں یا اجتماع کو دیکھ کر فرد کو دینا نظر انداز کریں یا ثانوی حیثیت دے دیں لیکن قانون کا ہونا ضروری ہے۔جب ہم اجتماعی صورت کا تجزیہ کرتے ہیں کہ اسکے لئے ایک قانون اور نظام درکار ہے تو اجتماع کا بھی تحلیل تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔:

**انسان۔طبیعت۔اجتماع:**

انسان اور طبیعت کے درمیان تفاعل اور تعامل کا مقصد اجتماع سماج کی شکل نیستی،ابتدائی دور میں طبیعت سے حاصل پیداوار اور انسانوں کے درمیان کئی طرح کے فرق قائم نہیں کرنا تھا لہٰذا تقسیم دولت میں کئی طرح کے اختلافات اور تصادم تزاحم بھی نہیں ہوتا تھا۔لیکن رفتہ رفتہ تورم اکتساب کے تناسب سے افراد میں پیدوار کی شرح میں فرق آنا شروع ہوگیا۔یہاں سے انسان تعادل برقرار رکھنے کیلئے ایک نظام کا محتاج ہوا لیکن نظام خود اپنی جگہ مختلف متعدد تصور ہوتے ہیں۔اس لئے ایک نظام عادل کے لئے خود ایک نظریہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ایک فلسفہ عادلانہ کی ضرورت اگر نہ ہو تو مزید مشکلات اور پیچیدگیاں پیداء ہوسکتی ہیں مثلاً کبھی پیداوار بڑھ جاتی ہے،کام سے بے نیاز ہوتے ہیں جہاں سے معاشرے کی تباہی و بربادی شروع ہوتی ہے۔کبھی انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کل خاندانی منصوبہ بندی والے چیخ و پکار کر رہے ہیں اور پولیس کے ذریعہ منصوبہ بندی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا دیگر حوادث روئیداد پیداوار ہوسکتے ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔مفردات یا اجتماع

۲۔تاریخ اجتماعات،گزشتہ ادوار میں اجتماعات کیسے رہے ہیں؟

۳۔قیادت اجتماع کون کرے گا اور قیادت کا کیا کردار ہوتا ہے۔

۴۔اجتماع کی ترقی وتمدن،اس کا ثقافتی امن وسکون وراحت،عیش وعشرت آبرو،وتحفظ نگہداری اور پاسداری کیسے کریں گے؟

مغرب کا علم کو دین پر جاگزین کر کے،حل کرنے والے مسائل میں سے ایک مسئلہ اجتماعی ہے۔یعنی وہ کون سا نظام ہے جس سے انسان کی زندگی سعادت مند

ہو جائے اصلاح ہو جائے اور بربادی سے نجات ملے۔ یہاں ہم آیت اللہ شہید محمد باقر الصدرؒ کی کتاب فلسفتنا ص۱۲ سے اس مسئلہ کے بارے میں پیش کی جانے والی تحلیلات کو پیش کریں گے۔شہید الصدر فرماتے ہیں مسئلہ اجتماعی میں مشکلات اور پیچیدگی تاریخ بشریت میں قدیم وعتیق ہے۔ یہ مسئلہ انسان کو اس وقت پیش آیا جب انسان نے اجتماعی زندگی گزارنا شروع کی۔ یہ مشکلات انسان کی فطرت اور طبیعت کا خاصہ تھیں۔ یہ مشکلات خودساختہ طبیعی پیدا کردہ تھے لہٰذا انسان ایک نظام کا نیازمند تھا۔اس سلسلے میں مذاہب تاریخِ انسان میں چار مذاہب ملتے ہیں جنہوں نے کرہ ارضی پر ساکن انسانی ذہن کو مصروف ومشغول رکھا ہے:

۱۔نظام سرمایہ داری

۲۔نظام اشتراکیت

۳۔نظام کمیونزم

۴۔نظام اسلامی

آیئے ہر ایک کی خصوصیات وامتیازات کو دیکھتے ہیں:

## نظام سرمایہ داری:

اس نظام نے حیات انسانی کے تمام شعبوں پر انواع اقسام کے مظالم کے پہاڑ گرائے ہیں۔ یہ نظام حیات اقتصادی میں ظلم، غلط تقسیم، سیاست میں آمریت استبدادیت اور علماء کلیساء میں جمود فکری لانے کا سبب بنا ہے۔اور اس نظام میں حکم وحکومت صرف اور صرف ایک گروہ کیلئے مستحکم تھی۔ نظام سرمایہ داری کی بنیاد فرد پر ہے۔فرد مرکز ہے، تمام حکومتی سرگرمیاں اور تمام تر توجہ مصلحت شخصی ہے۔ان کا کہنا ہے شخصی اور فردی مصالح ہونے کے بعد اجتماعی اور اخلاقی تمام مسائل خود بہ خود حل ہو جاتے ہیں۔ وہ خود بہ خود اپنے شخصی مسائل حل کرنے کی خاطر اجتماعی مسائل بھی حل کرتے ہیں۔لیکن ایک ایسا شخص جس کی جبلت، خلقت اور فطرت مصلحت فردی پر قائم ہو، اسے محدود کرنے، روکنے تعدی یا تجاوز اور باز رکھنے کیلئے کوئی رقیب وعتید سرزنش اور ملامت کرنے والا نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ظلم وجنایت سے باز رہے گا؟ نظام سرمایہ داری کے محاسن ہی اس کے معاصی ہیں۔ مثلاً نظام سرمایہ داری کہتا ہے اس نظام میں سیاست میں عامۃ الناس شرکت کرتے ہیں اور عامۃ الناس کی نمائندہ اکثریت، اقلیت پر حکومت کرتی ہے۔یہاں نظام اصل نظام اور قانون نظام چلانے والوں سب کے سب کی اکثریت ہے۔اب بتائیں کہ اس اقلیت کا کیا حشر ہوگا؟ اس کے مفاد کو کون تحفظ دے گا؟ اب یہ اقلیت چاہے لال بیگ ہو یا چیونٹی، یہ سب حشرات بن کر ہی رہیں گے۔ یہ سب اس نظام کے محاسن کا حشر ہے جبکہ یہ بذات خود ایک تصور اور وہم وخیال ہے کہ نظام سرمایہ داری میں حاکمیت ہمیشہ اقلیت کی ہی ہوتی ہے۔

### ۲۔نظام اشتراکیت واشتمالیت:

اشتراکیت واشتمالیت کی مختلف اشکال وانواع ہیں۔اس میں مشہور اشتراکیت اشتمالیت اور نظام مارکسزم ہے۔ یہ ایک تصور خاص، فکر خاص، فلسفہ خاص کر کے فلسفہ دیالکٹیک پر قائم ہے۔اس میں تاریخ، اجتماع، اقتصاد سب زوایے فلسفہ دیالکٹیک سے ہی حل کرتے ہیں۔ یہ وہی فلسفہ مادی ہے یہ کارل مارکس کی بدعت میں سے نہیں، ابتکارات میں سے نہیں بلکہ قدیم زمانے سے چلتا آیا ہے۔کبھی ظاہر، کبھی خفیہ غرض ان کا فلسفہ اپنی ناکامی، نالائقی کے اعلان ''تحلیل

صوفت نظامی' سے حل کر لیا گیا ہے۔ اس نظام کی خرابی یہ تھی کہ اس میں برعکس نظام سرمایہ داری کے مقابلے میں اجتماع سے اصل فرد کو ملغا کیا گیا ہے۔ جس طرح سرمایہ داری میں اجتماع کو ملغا کر کے فرد کو اصلیت دی تھی۔ یہاں بھی مقدرات انسانوں کے نہیں ہیں۔ انسانوں پر ظلم کے پہاڑ گرائے گئے ہیں، بشریت تنگ آ گئی کیوں کہ یہ ایمان ماوراء نہیں رکھتے ہیں۔

چوتھا نظام کہ جو اجتماع انسانی کی سعادت کی ضامن ہے وہ نظام اسلامی ہے۔ یہاں یہ دیکھنا ہے نظام اسلامی میں وہ کون سی خوبی ہے، کون سی اچھائی ہے اور کون سی امتیازی خصوصیات ہیں جو نظام سابق الذکر سرمایہ داری اشتراکیت میں نہیں تھیں جو برائیاں سابق الذکر میں تھیں وہ اس میں نہیں ہیں یہ حل کرنا ہے یہ ہمیں دیکھنا ہے۔

## قیادت اجتماعی قیادت طبیعی کے تابع:

یعنی قوم وملت کی قیادت اس کے پاس ہے جس کے قبضہ میں ملکیت وقدرت ہے۔ قیادت کی الف ب یہاں سے شروع ہوتی ہے اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ ایک وسیع زرعی زمین ہے جہاں سینکڑوں کی تعداد میں کاشت کار مصروف عمل ہیں ان کے آپس میں نظم ونسق قائم رکھنے اور دوسرے معاملات کا حق صرف اس زمین کے مالک کو ہی حاصل ہوگا کسی اور کو نہیں۔ اس طرح کل روئے زمین میں بسنے والے انسانوں کے اجتماعی نظام کی قیادت بھی اس زمین کے مالک ہی کو حاصل ہوگی اس لئے اس آیت کریمہ میں فرماتے ہیں عمران ۱۲۶ انسانی اجتماع کی قیادت ورہبری کے لئے اللہ نے اپنی طرف سے انبیاء بھیجے کہ وہ قیادت کریں یا وہ افراد جو اللہ کی کتاب اور سنت نبی کے دائرے میں رہتے ہوئے قیادت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ انکے علاوہ اس منصب کے دعویدار طاغوت ہیں۔

قیادت کا دوسرا کلمہ ہوس ہے، یہاں اگر کسی بھی حوالے سے قیادت نہیں لی تو وہ طاغوت ہوگا۔

تیسرا یہ کہ جعلی قیادت کا تسلط محض اطاعت سے ہوگا کسی حجت سے نہیں۔

**گلوبل اور طوائف الملو کی کشمکش میں:**

گلوبل اکیسویں صدی کی نئی اصطلاح ہے جس سے سب واقف ہیں لیکن طوائف الملو کی آج سے کئی صدیاں پہلے بعض علاقوں میں واقع حکومتوں کی شکل ہے۔ یہاں تک کسی ابہام واجمال کی کوئی بات نہیں لیکن فی زمانہ ہماری اعلی تعلیم یافتہ روشن خیال جو ایک طرف سے مغربی نہج حکومت سے متاثر ہیں اور یہاں اسی کے تجربے کے خواہاں ہیں یہ لوگ اس ملک کو گلوبل قرار دینے والے ہیں۔ دوسری طرف اپنے علاقائی یا ضلعی صوبے کی حکومت قائم کرنے کے لئے نئے اور خودمختار صوبوں کے داعی ہیں جو کہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد میں ہیں یا آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہاں کی مرکزی وفاقی حکومت کو کمزور اور منتشر کرنے کر کے گلوبل نظریہ والوں کے حوالے کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔

## مصدر تشریع منورین:

کتاب تحدی الاسلام ص ۱۵۹۔ جو قانون آپ کے پاس موجود ہے یا آپ بنا رہے ہیں اس کا مصدر وماخذ کیا ہے اس کی ضرورت اور نفاذ کی سند کہاں سے ملتی ہے؟ کس کا وضع کردہ قانون مقبول اور کس کا مردود ہے، کس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور کون سا ناقابل اعتماد ہے۔ یہ ایک سوال ہے جو روئے زمین پر موجود انسانوں کے پاس موجود یا پیدا ہونے والے کے بارے میں کیا جا سکتا ہے یہاں کئی اطراف سے جوابات دیئے گئے ہیں:

۱۔عدلیہ پر براجمان حاکم خود اس کی سند ہیں۔اس کا معنی یہ ہوگا کہ مقنہ اور عدلیہ ایک ہوں یہاں سے اعتماد اٹھنا حتمی ہے۔دونوں میں سے ایک پر اعتماد ہو یہ بات بذات خود موضوع نقاش ہے۔سوال یہ ہے کہ ان کو یہ حق کہاں سے ملا اور کس نے دیا ہے اس قانون کو نافذ کرنے کا؟یہ کہاں سے اور کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس قانون سے اس حاکم کو یا اختیار دینے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۲۔یہ اختیار کلی طور پر معاشرے کو دیا جائے لیکن اگر آپ معاشرے کو یا اجتماع کو یہ حق دیں گے تو معاشرہ اکثر و بیشتر جاہل واحمق و نادانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اجتماع جو بھی جہاں کہیں بھی ہو چاہے کوئی تعلیم یافتہ ملک ہی کیوں نہ ہو بیک وقت علم حاصل کرنے کے بعد وہ عقل، تجربے کا حامل ہوا ایسا کوئی معاشرہ نہیں ہے۔قانون بنانے کیلئے مہارت، تجربہ،علم اور معلومات چاہییں ۔یہ عام عوام کے لئے ممکن الحصول نہیں ہے۔اسی طرح تجربہ کے لئے بھی ایک لمبا عرصہ درکار رہوگا۔

۳۔اس مشکل سے نکلنے کے لئے لوگوں نے ایک حل نکالا ہے بلکہ قانون دانوں نے ایک حل نکالا ہے۔یعنی افراد مجتمع سے ایسے افراد کو انتخاب کیا جائے یا نمائندہ بنایا جائے جو ان چیزوں میں مہارت رکھتے ہوں وہ اس ملک کے لئے قانون اور آئین بنائیں پھر یہ تصویب ہوگا،لیکن یہ بات واضح ہے اور یہ عمل بھی اپنی جگہ حماقت پر مبنی ہے۔کیونکہ احزاب سیاسی اس وقت یہ حق عوام سے حاصل کرتے ہیں جب وہ ۵۱ فیصد ایوان میں اپنے لئے اقتدار کو حاصل کریں تاکہ وہ ۴۹ فیصد پر افراد مجتمع سے حکومت کر سکیں۔حالانکہ اس پر بھی اشکال ہے۔کیونکہ یہاں بھی اقلیت اکثریت پر حاکم ہوتی ہے۔
مثال کے طور پر یہ جو حکومت ہمارے پاکستان میں منتخب ہوتی ہے اقتدار پر آتی ہے۔انتخابات کے ذریعہ یہاں ایک سیاسی گروہ نے ۷۰ فیصد نشستیں لی ہیں ۔ان تمام سوالوں کا جواب دینے کے بعد ہمارا سوال ہے کہ ان لوگوں نے جو یہ قانون بنایا ہے ان کو یہ حق کہاں سے ملا ہے؟

## حقوق انسان:

حقوق جمع ہے حق کی۔حق لغت میں اس شئے ثابت کو کہتے ہیں جسکا انکار نہیں کیا جاسکتا۔کتاب معجم فلسفی تالیف صلیبا ج اص ۲۸۱ پر آیا ہے کہ حق فلسفہ عربیہ میں اس وجود کو کہتے ہیں جو باہر موجود ہو۔

۲۔حق وجود دائمی کو بھی کہتے ہیں۔

۳۔حکم یا خبر کا مطابق واقع ہونے کو بھی حق کہتے ہیں۔

۴۔حق واجب الوجود کو بھی کہتے ہیں۔

۵۔حق ہر موجود خارجی کو بھی کہتے ہیں۔حق اور صدق میں فرق یہ ہے حق وہ ہے جو مطابقت واقعی رکھتا ہو، جبکہ حق واقع مطابق حکم رکھتا ہو،حکم صدق حکم مطابق واقع ہو۔جرجانی کا کہنا ہے کہ یہ حق عند اہل معانی حکم مطابق واقع ہونے کا کہتے ہیں۔

علم فلسفی ج اص ۴۸۳ پر لکھتے ہیں حق کے دو تصور ہیں حق علی الحراء ان یعصل کرا.

۱ .هو ما كافى فعله مطابق لقاعده محكمه

۲ .هوما سمح القوانين الو ضعيه يفعله سواء كان و تک السماج مريها او كان نتيجه مبدء عام يسوغ كل فعل غير محظور۔

## حقوق کی اقسام:

۱۔حق ثابت ہے آپ چاہیں یا نہ چاہیں وہ ثابت ہے۔جیسے آسمان و زمین ستارے پہاڑ دریا حیوانات انسان وغیرہ۔

۲۔ حق جعل کردہ ہے۔ اللہ نے ہر موجود ذی حیات کے لئے ضروری اور ناگزیر چیزیں از خود جعل کی ہیں وہ موجود کی زحمت، ارادہ یا خواہش کے تحت نہیں ملتیں۔

۳۔ وہ حق جو عمل کے صلے میں دیا گیا ہے۔

۴۔ حق مواطنین جو حکومت نے دیا ہے۔

۵۔ حق جو اجتماع نے دیا ہے۔

۶۔ حقوق اقوامی یا بین الاقوامی ہیں۔

حقوق الانسان امام علی صوت العدالۃ الانسان امام علی وحقوق الانسانیہ ص ۳۶۳

## حقوق خواتین:۔

اجتماع کا آغاز میاں بیوی سے ہوتا ہے اس حقوق کے بھی تین زاویئے ہیں۔ زاویہ صلاحیت واہلیت جس میں مرد اور عورت عمل اور حقوق میں برابر ہیں جبکہ عمل اور حقوق میں فرق ہے۔ ان کا مرکزی نقطہ خود خواتین ہیں ان کو جو بھی چاہیے ہر حال میں ملنا چاہیے۔ حقوق خواتین سے یہاں مراد حقوق تجانس، تعائش پرستی اور تزئین پرستی ہے۔۔۔۔۔ محرمات شرعی مراد ہیں۔ اصل نصوص شریعت اسلام میں یہ ہے کہ خواتین کو حقوق دیئے ہیں یا نہیں۔

۱۔ حقوق انسان حقوق حیوان سے صرف آزادی رائے حیات میں امتیاز رکھتے ہیں جبکہ کھانے پینے اور رہائش میں یکساں ہیں اسی طرح انسانوں میں زور آور خواتین الگ سے کوئی امتیازی حق نہیں رکھتی ہیں۔

۲۔ حقوق وہ ہیں جو انسان کے پیدا ہونے سے شروع ہوتے ہیں اور مرتے دم تک جاری رہتے ہیں سوائے بعض مواقع پر جب کھو دیئے جاتے ہیں۔ ان حقوق میں ازدواج بھی ہے حق آزادی یعنی ایک مرد وعورت کے انس کا جائز طریقہ سے انس ومحبت کا تبادلہ یہ تبادلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس کا کوئی بدل ممکن نہیں اور متبادلہ طریقہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ حاجت مرتے دم تک رہتی ہے جہاں یہ مسئلہ یہاں پہنچ کر بچوں کی نذر ہو جاتا ہے جہاں ایک دوسرے میں جدائی ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں اس کے تدارک کے چند نمونے ملتے ہیں۔

۱۔ اس کا کوئی بدل نہیں اس کا بدل یہ ہے کہ وہ خود بھی ایک قسم کی موت مر جائے۔

۲۔ اس حائل رکاوٹ کا پروپیگنڈے اور مذمت کے ذریعے خاتمہ کیا جائے۔ اس کو کہتے ہیں کسی کے مفاد میں کسی کی ضرورت فراہم کرنا۔

## خواتین کو آگے لاو:

حقوق خواتین کے نام سے خواتین کو آگے لانے میں پاکستان کے سیاست دان اتنے آگے نکل چکے ہیں، یہاں تک کہ اسلام کو پیچھے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پی پی پی کے وزیر اطلاعات کائرہ نے افتخاری انداز میں کہا کہ اس حوالے سے ہم امریکہ اور یورپ سے آگے ہیں۔ اس لئے یہاں کی عورتیں کو اسلام و پاکستان کے خلاف زہر اگلنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ حرام کو بلند کرنے والی بدعتوں، منکرات کے فروغ واشاعت میں علماء اعلام اس طرح سے براہ راست ملوث ہیں اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

اس ملک کے بڑے پایہ کے مایہ ناز صاحبان اقتدار علماء کے پاس یہ اختیار موجود ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے تحت حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکتے ہیں وہ اس کو واجب اور ضروری گردانتے ہیں۔ مثلاً جناب قبلہ مودودی صاحب جو مشرق اسلامی اور پاکستان کی نامور شخصیت تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ عورت کی

سربراہی کو حرام قرار دیا لیکن دوبارہ کسی موقع پر اس کو جائز قرار دیا۔ گویا اس کی حرمت کو اٹھا کر ذلیل و خوار ہوئے۔ ایسا بھی نہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کہیں کہ ہمیں عورت کی سربراہی سے مسئلہ ہے۔ قبلہ عارف اس کو جائز تو آغا ساجد نقوی واجب گردانتے ہیں۔ تو باقی نیچے والے، بے حیثیت لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ یہ ذوات حاملان علم و فضل نہیں پڑھے لکھے نہیں تھے العیاذ باللہ لیکن ہم یہ پوچھ سکتے ہیں ان کی ان باتوں کی سند شرعی قرآن و سنت محمد میں کہاں ہے؟ الرجال قوامون نبی کریم اور آپ کی رحلت سے لے کر دور خلافت معاویہ و یزید تک بھی کہیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جہاں عورتیں آگے آئی ہوں۔ عورت کی سربراہی کا آغاز خوارج شبیب سے شروع ہوتا ہے۔

## حقوق خواتین میں جہیز کیلئے گرین کارڈ:

مسلمان مرد و عورت اللہ کے نازل کردہ دین و شریعت سے بغاوت و انحراف کر کے بین الاقوامی شریعت کو اپنانے کی وجہ سے اسلام کے دیئے گئے حقوق سے محروم ہونے کے بعد شرک الحاد کے رسومات کو ذلت کے ساتھ اپنائے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے آج مسلمان عورت ذلیل و خوار جوانی میں یا بچپنے سے بیوہ کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی ہے۔ چنانچہ آج بعض دیر سے سمجھنے والے دانشور بھی اس کا احساس کررہے ہیں۔ روزنامہ دنیا صادر از کراچی مورخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق بمطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۳ کے صفحہ پر آیا ہے کہ جہیز ایک لعنت ہے۔ عرض دار فرحان خان نے لاہور سے لکھا ہے کہ یہ ہمیں ہندوستان سے وراثت میں ملا ہے جہاں ہندوستان میں خواتین کو وارثت نہیں دیتے اور لڑکی کو گھر سے رخصت کرتے وقت کچھ مال و دولت ان کے ساتھ دے دیتے ہیں۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ لڑکیوں کی بڑھ رہی ہے جبکہ لڑکے غیر ملکی شہریت اور گرین کارڈ کے لئے وہاں موجود عمر رسیدہ بیواؤں سے بھی ازدواج کرنے کو تیار ہیں۔ بین الاقوامی حقوق خواتین جو حقوق مسلمان خواتین کیلئے دیتے ہیں وہ ازدواج سے پہلے تعلیم کی تکمیل، بازاروں اور اجتماعات میں بے حجاب جانا شامل ہیں تا کہ لوگ ان کو پسند کریں۔ مولویوں سے لکھوایا ہے کہ بزم ازدواج مجلس عبادت ہیں اس میں ہونے والے اخراجات خاندان کی عزت و وقار کا مظہر ہیں وغیرہ وغیرہ ان کاموں کی ترویج نے مسلمانوں کیلئے جینا حرام اور زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ عوام کو تو چھوڑیں، وہ ہمیشہ دین سے دور اور اجنبی ہوتے ہیں۔ آپ ان کے پاس جہاں مطلب کی وضاحت کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ مرتضی بھٹو نے اپنی بہن کے ہاتھ میں تسبیح پر تبصرہ کرنے کیلئے پوچھا وہ کیا کہتی ہے تو کہا گیا کہ وہ آیت الکرسی پڑھتی ہیں تو انہوں نے کہا نہیں وہ صرف کرسی کرسی پڑھتی ہیں۔

## ۱۵۔ نظام اجتماعی اسلام۔

## ۱۶۔ منورین دینی۔

## ۱۷۔ اقانیم اسلامی۔

## مسلمانوں میں کلیسا نما عقائد و نظریات:

کیا کلیسا کے عقائد و نظریات جو نا قابل فہم و ہضم ہیں ہمارے فرقوں میں نہیں پائے جاتے ہیں؟ اس جیسے سوالات مستشرقین مغربین کرتے ہیں۔ ہمارے علماء اعلام صراحت کے ساتھ اس کی نفی کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایسے عقائد نہیں ہیں اور نہ کلیسا جیسی استبدایت، مطلق لعنان علماء پائے جاتے ہیں جیسا کہ تقلید کے تاریک خانوں میں حبس ابدی، محبوس حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اجتہاد چلتا ہے۔ کلمہ اجتہاد ذو معنی ہے اس کا لغوی معنی سعی و کوشش ہے، اصطلاحی معنی

کے لیے کچھ گروہ تقلیدی ضروری ہیں۔ لہٰذا اجتہاد پر لکھنے والوں نے اجتہاد و تقلید دونوں کو ساتھ لکھا ہے۔ اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کچھ دلسوز دردمند دانشمندوں پر مشتمل علماء کا سروے کرنے کی ضرورت ہے کیا یہ حضرات اپنے عملی اقدامات میں اجتہاد و تحقیق کو قرآن و سنت محمد تک لے جاتے ہیں یا اپنے فرقوں کی چند پشت، چند صدی پیچھے تک کے علماء تک رک جاتے ہیں؟ اس طرح اس کی صداقت و حقیقت پر توثیق ہو جائے گی اور اس کی اصلاح کی ضرورت برزور بھی ہوگا آیئے دیکھتے ہیں۔ ﴿﴾ (شوریٰ ۴۰) ﴿﴾ (یونس ۲۷)

دین یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی مستند و معتبر، موثق، جامع، کامل، منہج حیات عقیدہ و شریعت و سلوک زندگی نہیں تھے لہٰذا انہیں ان حالات کا سامنا ہوا لیکن مسلمانوں کے پاس قرآن جیسی عظیم کتاب حفظ الٰہی کے ذریعہ سے آج بھی جامع کامل، ہر چیز کے، ضروریات اور بیان و تبیان کی صورت میں موجود ہے۔ اس طرح سنت رسول بھی ہمارے پاس اختلافات کے باوجود بہتر صورت میں موجود ہے لہٰذا ہمیں ایسے حالات کا سامنا نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اس دعویٰ کو دو مرحلوں میں دو مختلف منبروں پر اکثریت رائے والے رکھنے والے علماء سے تحلیل و تجزیئے کی ضروت ہے۔

**اسلام یورپیوں کے دین جیسا نہیں ہے:**

کتاب ''فصول اجتماعیہ'' اہل یورپ کا کہنا ہے کہ دین صرف اللہ کے لئے نہیں لیکن وطن سب کے لئے ہے۔ دین حکومت سے الگ ہے دین علم سے الگ چیز نہیں ہے۔ ان کا یہ نظریہ ان کے اپنے خیال میں اُن کے دین کے علاوہ اسلام کے لئے بھی نافذ العمل ہے۔

۱۔ اسلام فرد کے لئے ہے۔ کیا کیا چیزیں اس کیلئے حلال ہیں اور کیا کیا چیزیں اس کیلئے حرام ہیں؟

۲۔ اسلام گھر کے لئے، باپ بیٹے کے رشتے کا بیان ہے، میاں بیوی کے حقوق کا تعین ہے۔

۳۔ اسلام بازار میں رکھی اجناس کیلئے کتنی قیمت ہونی چاہیے کون سی ملاوٹ والی، مضر صحت چیزیں فروخت ہو رہی ہیں۔

۴۔ اسلام حاکم و محکوم کیلئے ہے۔

۵۔ اسلام اپنے خلاف فرمان والوں کے ساتھ۔

۶۔ اسلام نے کہیں بھی ترقی و تمدن کے نام سے ویران و بربادی کا حکم نہیں دیا جس طرح افغانستان میں، ہیروشیما، عراق میں امریکا نے کیا۔

۱۔ واقعاً مسلمانوں کے پاس قرآن کریم کامل و اتم و افی صورت میں موجود ہے، تمام احتیاجات موجود ہیں عند التحقیق کے بعد سنت بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔

۲۔ اس قرآن پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ قرآن سے، رابطہ مصنوعی ہے۔ قرات تقدس اور قسم کھانے کی حد تک ہے اس کو سمجھنے سمجھانے عمل کرنے کے حوالے سے جا چکی۔ اقسام کی سرسری پابندی ہے بلکہ ہمہ جہتی ہمہ گیری نامحرمیت اجنبیت جیسی ہے ٹھیک ہے ہمارے پاس وافر مقدار میں احادیث موجود ہیں کیا ان احادیث سے غلط صحیح چھانٹنے کی اجازت ہے یا اس پر سختی سے پابندی۔

۳۔ کیا امت اسلام اس وقت منتشر و متفرق اور ناقابل جمع ہے؟ اس کے بارے میں دلائل قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

**اقنوم توحید:**

اللہ اپنی ذات و صفات میں انبیاء آئمہ اولیاء کی صورت میں تجلی ہوا ہے اس کے علم و قدرت میں کوئی شریک نہیں مگر وہ جسے اس نے انتخاب کیا ہے۔ یہاں اقنوم مسیحی نہیں بتائیں گے اقنوم مسلمین بتاتے ہیں۔

علم اور دین ﴿۱۲۳﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

۱۔اللہ کی ذات اور صفات ایک نہیں دو ہیں۔

۲۔بعض نے صفات ۸ بتائی ہیں بعض نے ۹۹ بتائیں ۸ کے حساب سے ۹ اللہ ۹۹ کی حساب سے ۱۰۰ بنتی ہیں۔

۳۔اللہ اپنے خاص خاص بندوں میں حلول کرتا ہے۔بعض نے ہر بندے میں حلول کی بات کی ہے۔

۴۔کائنات میں اللہ اور مخلوق دو نہیں تمام کائنات اللہ ہے۔باقی تمام مخلوقات کو انہوں نے وحدت الوجود کہا ہے آیا چار قسم کی الوہیت کس عاقل کی فہم وادراک میں آتی ہے۔

اقنوم نبوت:

۳۔سلسلہ نبوت آپ کے بعد ختم ہے لیکن اصحاب ائمہ اولیاء آئمہ کے توسط سے باقی ہے۔

۴۔چار انبیاء ادریس، الیاس، خضر عیسیٰ ابھی بھی زندہ ہیں کا نظریہ رکھنے کے باوجود کیا پھر بھی محمدؐ خاتم نبوت ہیں؟

اقنوم قرآنی:

۱۔قرآن میں انسانی زندگی کے متعلق ہر چیز کا بیان ہے کوئی خشک و تر نہیں چھوڑا ہے۔قرآن میں تمام احکام موجود نہیں ہے۔چار تین دو رکعت کا ذکر نہیں ہے، اس طرح فریج بجلی، ٹیلیفون، جہاز، کمپیوٹر کا تذکرہ نہیں ہے۔

۲۔آپ اگر کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے تو کیوں آپ سے خطاب ہوا ہے؟

۳۔بعض احکام رسول نے بنائے ہیں،

۴۔بعض آئمہ واصحاب نے بنائے ہیں۔

۵۔بعض مجتہدین نے بنائے ہیں۔

۶۔آئمہ نے سب کچھ بیان کیا ہے آئمہ پر وحی ہوتی ہے تو یہ کہاں سے بنایا ہے؟

۷۔آئمہ کو موقع نہیں ملا وہ تقیہ میں تھے۔کیا ان تینوں نظریات میں تضاد نہیں ہے؟

ان میں کون سا صحیح اور کون سا غلط ہے؟ کیا سب صحیح ہیں؟ کیا یہ اقنوم نہیں؟

اقنوم امام:

۱۔امام اللہ کی طرف سے منصوب ہوتا ہے لیکن امت نے منصوب نہیں کیا۔

۲۔امام رسول کی طرف سے منصوب ہوتا ہے لیکن کوئی فرمان رسول اللہ اس مد میں واضح صورت میں نہیں ہے۔

۳۔امام منصوب من اللہ ہے کوئی اسے چھین نہیں سکتا دنیا مانے یا نہ مانے وہ امام ہیں۔

۴۔خلفاء نے ان کی امامت کو ان سے چھین لیا ہے لہٰذا وہ ظالم غاصب جہنمی اور طاغوت ہیں۔

۵۔علی نے غاصب کے پیچھے نماز پڑھی۔

۶۔امام کی معرفت واجب اور ضروری ہے امام کی معرفت کے بغیر موت جاہلیت کی موت ہے۔

۷۔امام کی معرفت ناممکن ومحال ہے۔

۸۔امام کے والد ابو طالب اور ماں فاطمہ بنت اسد بعثت سے ۱۰ سال پہلے پیدا ہوئے۔

۹۔امام خلقت آسمان وزمین سے پہلے تھے۔

۱۰۔امام مقتدر اور پیشوا ہے لیکن نظروں سے غائب ہے کسی نے دیکھا نہیں ہے۔

۱۱۔وہ غیب میں بیٹھ کر ہماری ہدایت فرماتا ہے۔

۱۲۔اس کا نام لینا حرام ہے لیکن اس کا نام مہدی ہے۔

۱۔آئمہ علم کان ما یکون لوگوں کے گھروں میں کیا رکھا ہے، دلوں میں کیا سوچ رکھتے ہیں، عورت کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی، سعید ہے یا شقی وہ سب جانتے ہیں۔

۲۔وہ مٹی کو سونا، سونے کو سنگ ریزہ، مرد کو عورت، عورت کو مرد، فقیر کو غنی اور امیر کو فقیر بنا سکتے ہیں۔

۳۔اللہ بھی ہمیشہ سے تھا اور آئمہ بھی ہمیشہ سے تھے۔

۴۔اللہ جو چاہتا ہے ہوجاتا ہے آئمہ بھی جو چاہتے ہیں ہوجاتا ہے۔

۵۔اللہ جب کھل جاتا ہے آئمہ ہوجاتا ہے آئمہ جب سمٹتے ہیں تو اللہ بنتا ہے۔

**عقول شناخت امام سے عاجز وقاصر ہے:** [اصول محاضرات تالیف کمال ہاشمی ص ۵۸۳]

امام رضا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ وہ کون ہے جو امام کی شناخت رکھتا ہو یا امام انتخاب کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعید ہے، بعید ہے عقل گمراہ اور سرگردان ہے۔ الباب حیران ہیں، آنکھیں تاریک ہیں عظیم بزرگان احساس وحقارت وسغارت کرتے ہیں۔ حکماء حیران ہیں علماء قاصر ہیں، خطباء میں لکنت ہے، صاحبان لب وعقل جاہل ونادان ہیں شعراء تھک گئے ہیں، ادباء عاجز ہیں بلغا شان فضائل اہل بیت بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ انہوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم اس امام کی شناخت سے عاجز وقاصر ہیں۔ کس زبان سے کس صفت سے امام کی تعریف کریں۔ اس کے ایک زاویہ کو سمجھیں یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان آسمان پر ہاتھ لگائے۔ عقل کی یہاں کہاں رسائی ہے جو ایسی ہستی کی شناخت کرے۔

**ضرورت معرفت امام:** [اصول محاضرہ ص ۶۵۳]

محمد بن مسلم امام باقر سے نقل کرتا ہے آپ نے فرمایا ہر اس شخص نے جس نے اللہ کی عبادت وبندگی کی اس نے اپنے نفس کو زحمت ومشقت میں ڈالا لیکن اس کے اوپر امام ناظر ونگران نہیں تھے تو اس کی سعی وکوشش اللہ کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ یہ شخص گمراہ وحیران ہے، اللہ اس کے عمل سے بیزاری رکھتا ہے۔ اس کی مثال اس گوسفند کی سی ہے جو اپنے چرواہے سے بچھڑ گیا اور اس وقت اس کا شکاری اس پر لگ گیا ہے۔ پھر امام نے فرمایا ہر وہ شخص اس امت میں اس کا کوئی اللہ کی طرف سے امام نہ ہو جو عدل وانصاف کو ان پر رائج کرے یہ شخص گمراہ ہوگا ضال ہوگا سرگردان ہوگا۔ اگر وہ اسی حالت میں مرے گا تو وہ کفر ونفاق میں مرے گا۔ اے محمد! سمجھ لو آئمہ ظالم اور ان کے پیروکار اللہ کے دین سے گمراہ ہیں، ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جس کو تند وتیز ہوا منتشر کرتی ہے۔ وہ

لوگ اپنے کیئے ہوئے اعمال کو حاصل نہیں کرتے یہ گمراہی میں ہیں۔

**اقنوم جفری:** کیا مسلمانوں کے اندر بھی نا قابل تصور و نا معقول عقائد پائے جاتے ہیں؟ اگر نہیں پائے جاتے تو کیوں نہ ایسے عقائد و تصورات پیدا کیا جائیں تا کہ ہمارے ہاں بھی صنعتی انقلاب آجائے، تا کہ یورپ کی ٹیکنالوجی ہر وقت مانگنے کی ذلت ختم ہو جائے۔ اپنی عزت، عفت اور ناموس کی رسی ان کے ہاتھوں میں نہ دینی پڑے اور وہ قرضہ بھی ان سے نہ لینا پڑے جس کی کبھی ادائیگی ہی نہیں ہوتی۔ ہم پہلے عقائد اقنوم پیدا کریں جو ہم جیسے کوتاہ نظر انسانوں کی نظر میں نہیں آتے ہیں اور یہ بات ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں یہ عقائد پائے جاتے ہیں۔ تو انقلاب آنے میں دیر کس بات کی ہے؟ بعض کا کہنا ہے کتاب امام علی رضاص ۳۲۰ پر آیا ہے حضرت علی کے پاس علم جفر تھا۔ جفر مذکر ہرن کے چمڑے کو کہتے ہیں یا چار مہینے والے گوسفند کو کہتے ہیں۔ حضرت علی نے ۲۸ حروف تہجی کو بسط اعظم کے طریقہ سے اس جلد پر لکھا ہے اس میں وہ تمام واقعات جو آنے والے زمانے میں رونما ہونے والے ہیں، لکھے ہیں یہ اہل بیت اور ان کے موالین کے پاس ہوتا تھا۔ ان سے بعض مشائخ نے دریافت کیا ہے نیز اس علم کو بہت سختی سے مخفی رکھنے کا حکم ہے۔

۲۔ نبی کریم کے دس صحابہ کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ باقیوں کے بارے میں خاموشی ہے معلوم نہیں کیا ہوگا۔

۳۔ انبیاء کے بعد آئمہ اولیاء ولایت تکوینی رکھتے ہیں۔ ولایت تکوینی کیا ہے، کیوں کس لیے حاصل کرنی ہے اس بارے میں خاموشی ہے۔

۴۔ آئمہ کے پاس علم جفر ہے۔ یہ علم کون سا ہے یہ کہاں سے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے آئمہ کے علاوہ دوسروں کو بھی حاصل ہے یا نہیں؟

۵۔ آئمہ اور صوفی علم غیب جانتے ہیں اس کی کیا سند ہے؟

## ولایت تکوینی:

یعنی تخلیق ترزیق احیاء و امامہ کرنے کی قدرت وصلاحیت رکھنا ہے۔ یہ بھی ہم جیسے کم پڑھے ہوئے خاص کر فلسفہ سے نا آشنا کے لئے مثل اقنوم ثلاثہ بنے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے علماء بار بار تکرار سے اسی موضوع کو اٹھاتے ہیں۔ ان علماء اعلام کا یہ خیال ہے اگر کوئی عنوان سمجھے آنے سے قاصر ہوں تو وہ بار بار تکرار کرنے سے سمجھ میں آتا ہے، یہ ان کی خام خیالی ہے۔ مسلمان نمازیوں کو دن میں دس دفعہ سورہ حمد تکرار کرنے کے باوجود سمجھ میں نہیں آئی۔ یہاں تک علماء اعلام کے لئے ابھی تک ایاک نعبد وایاک نستعین مسئلہ بنا ہوا ہے۔

علماء اعلام کا اس موضوع کو بار بار اٹھانے کا مطلب یہ نہیں کہ عوام کو اس عقیدے کے بارے میں کوئی شک ہے۔ ہماری عوام تو ایسی ہے کہ جس طرح پانی آکسیجن کے ایک اور ہائیڈروجن کے دو ایٹم سے بنا ہے لیکن کوئی کہتا کہ دو، دو ایٹم سے بنا ہے تب بھی چل جاتا تھا۔ یہ موضوع غالیوں کا پسندیدہ ہونے کے علاوہ علماء اعلام کے لئے آسان بھی ہے۔ یہاں دلائل و براہین تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ دلائل کی جگہ شرف الدین کی مذمت کافی ہے۔ اسلام آباد کنونشن میں قبلہ آقائے حسنین گرویزی نے حاضرین کو کلمہ طیبہ یا میقات میں تلبیہ جیسی تلقین کی ہے۔ اس موضوع کے انتخاب وجہ یہ ہے مخاطب و مدرس اچھی طرح سے جان بچالیتا ہے۔ سوالات کی گنجائش نہیں رہتی جوں ہی کوئی سوال کرتا ہے اس کو ڈانٹ ڈپٹ ملتی ہے سنا ہے اس کنونشن میں جناب ملک اعجاز کو فرسودہ، بوسیدہ بوڑھا وہابی کہا گیا ہے کہ اس کے منہ سے شرف الدین کی بو نکلتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بے ادب وقدر و قیمت، مقام شامخ و شاھق علماء غلات سے نا واقف ہو تو وہ یہ سوال کر سکتا ہے قبلہ محترم یہ جو قدرت تخلیق ہمارے آئمہ طاہرین کے علاوہ صوفیوں کے اولیاء کو بھی حاصل ہے یہ قدرت کیسے حاصل کرتے ہیں ان میں کیسے آجاتی ہے؟

۱۔ یہ ولایت ان کی ذات کے اندر مثل دیگر صفات کی طرح سمودی گئی ہے یا ذات سے باہر کوئی چیز اندر داخل کی جاتی ہے۔
۲۔ یہ ان کی اکتسابی فضیلت ہے۔
۳۔ یہ آئمہ تک محدود ہے یا دیگر اہل بیت اطہار جیسے حضرت زہراء، حضرت زینب، ام کلثوم یا ان کی مشکوک کنیز فضہ تک کو بھی حاصل ہے۔
۴۔ آیا یہ غیر اہل بیت والے بھی ریاضت سے حاصل کر سکتے ہیں؟
۵۔ انہیں یہ ولایت کن مصلحتوں کے تحت دی گئی ہے' اس سے ان کو کیا فائدہ ہوگا' دین وملت میں کیا اضافہ ہوگا؟
۶۔ اللہ ان سے اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں یا ایک دفعہ دینے کے بعد اللہ مجبور ہو جاتا ہے۔
۷۔ یہ قدرت ان کے پاس ہونے کے بعد ان کا اللہ کی قدرت سے کتنا فرق ہوگا؟

قارئین کرام! یاد رہے آپ کے سوالات اس وقت ان پر عائد ہوتے ہیں اگر ان کے عقیدے کے بارے میں ہوں۔ یہ تو ذوات بشر ہیں' تو بشر میں یہ قدرت کب اور کیسے آسکتی ہے؟ سوالات کی بوچھاڑ بنتی ہے۔ ان سوالات کو دو طریقوں سے خاموش کر سکتے ہیں:
۱۔ تمہارے منہ سے شرف الدین کی بو آتی ہے، یہ سنتے ہی خاموشی سے بیٹھ جائیں گے، کہیں گے قبلہ سمجھ گیا۔
۲۔ ان کو یہ کہیں یہ خود اللہ ہے۔

ورنہ اگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ ذوات خود اللہ ہیں جو زمین پر ان کے نام سے چلتے ہیں جیسا کہ منابر سے فضائل اہل بیت بتانے والے بتاتے ہیں جیسا کہ اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے۔ تو اس وقت آپ ان کو اپنے لا جواب سوالات سے تنگ کرنے کے بجائے ان کے اللہ کی جگہ اپنے لئے ایک اللہ تغیر و تبدیل نقل مکانی نہ ہونے والے کو تلاش کرنا پڑے گا۔

## اصل امام کے وجود پر اقامہ دلیل سے گریز:

امام مہدی پر تصنیف کردہ کتابوں میں ۲۶۰ سے زائد کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ کے خاندان امام عسکری میں پیدا ہونے اور شہود عدول کے حضور میں جانشین ہونے اور غیبت میں جاتے وقت جس ہستی کو آپ کا جانشین مقرر کر کے غیبت میں جانے کے دلائل و نقل معتبر سے استناد کرنے سے گریز کرتے ہوئے اور طفرہ مارتے ہوئے مولفین نے دو باتوں پر زور دیا ہے:۔

۱۔ ضرورت حجت اللہ روئے زمین پر دوسرا آپ کے دور غیبت میں عام مسلمانوں کی ذمہ داری کے بارے میں قیل وقال ہیں۔ اس سلسلہ میں مجلّہ ثقافہ اسلامیہ صادرہ از دمشق و ایران اسلامی شمارہ ۱۲ ص ۱۲ پر ایک عنوان مرتب کیا گیا ہے۔ امام مہدی کے انتظار کے دور میں ذمہ داری مسؤلیت پر تحریر ہے۔ اس سلسلہ میں ظہور امام مہدی سے پہلے کس قسم کی حرکت میں حصہ لینے کی ممانعت کو پیش کیا گیا ہے اور اس کو رد کیا گیا ہے۔

## اقنوم نور:

یہ مسئلہ افلاطونیہ سے ملتا ہے۔ کتاب نظریہ معرفہ سبحانی ص ۸۱ پر آیا ہے افلاطون ادراکات انسان کے بارے میں نظریہ استذکار کا قائل تھا۔ یہ نظریہ اپنی جگہ دو نکات پر قائم ہے۔ ہر نوع ایک فرد قائم مجرد از مادہ و مادیات سے عاری خلقت عالم سے پہلے موجود تھے جسے عالم ذر کہتے ہیں۔
۲۔ نفس انسان بدن میں آنے سے پہلے موجود تھا۔ دوسرا وہ ہر قسم کے مادہ و مادیات سے عاری تھا جب وہ نزول کر کے بدن میں داخل ہوتا ہے تو وہ سب بھول

چکا ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں محمد وآل محمد خلقت عالم سے پہلے تھے یہ نظریہ افلاطون مشرک سے ماخوذ ہے۔ یہ عقیدہ دوسری جانب سے نظریہ مجوس سے بھی ملتا ہے۔ جہاں ان کے عقیدہ کائنات کا خیراتی پہلو نور ہے اور شروریت کا پہلو ظلمت ہے۔ کائنات اور نور ظلمت کی طرف برگشت کرتی ہے۔

**اقنوم بشری محمد:**

خلقت آئمہ قبل از خلقت کائنات یہ عقیدہ مجوس کا ہے۔ کتاب صلاح شخصیت امام علی تالیف عبدالرسول ص ۱۸۱ مجوسیوں کا عقیدہ ہے اللہ نے پہلے نور وظلمت کو خلق کیا ہے۔ دیصانی مانو یہ مزدکیہ۔

فرقہ باطنیہا وراس سے منسلک شاخوں نے حضرت محمد کو نور کہا ہے۔ نور سے مراد ان کی بشریت کی نفی کرنا ہے۔ ان کا کہنا ہے حضرت محمد کا نور خلقت آسمان وزمین یا خلقت کائنات سے ہزار ہا سال پہلے موجود تھا جو بعد میں تناسخی شکل میں منشعل ہوتے ہوئے لباس بشریت پہن کر پانچ سو ستر میلادی کو ظہور ہوا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی کثیر آیات سے متصادم ہے۔ مشرکین مکہ آپ کو سرگردان اور آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کر رہے تھے۔ سورہ فرقان ۷۔ اللہ ان کی منطق کو رد فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی نبی آپ سے پہلے نہیں بھیجا جو کھاتا نہ ہو، نہ وہ ہمیشہ زندہ و جاوید زندگی گزارتا ہو ﴿﴾ (انبیاء ۸) اللہ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ آپ واضح انداز میں کہہ دیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں کہف ۱۰ محمد پیدا ہوئے ہیں، وفات پانے والے ہیں زمر ۳۰ محمد میں بحیثیت بشر ذہنی اور جسمانی رجحان پائے جاتے ہیں۔ اللہ نے آپ کو متنبہ کیا ہے کہ آپ اپنے رجحانات کو کفر کی طرف جھکنے سے بچائیں ورنہ ہم آپ کو دردناک عذاب دیں گے اسراء۔ محمد انسان ہیں ان میں کسی قسم کا شائبہ نور الوہیت نہیں پایا جاتا ہے۔ وہ صرف اور صرف مبلغ شریعت اللہ ہیں وہ بھی ایک خاص فطرت خاص زمانے میں اور کسی قسم کے اختیار تکوین وتشریع نہیں رکھتے آلعمران ۱۲۸۔ احقاف ۹ جن ۲۱۔ ۲۲۔ محمد علم غیب نہیں جانتے ہیں۔ شعراء ۵۲۔

ہمارے ہاں اجتہاد ہے:

اجتہاد کا مطلب یہ ہوتا ہے یہاں تحقیق کرنے اور اس کے مواقع اور ماحول پذیرائی بطور فراوان میسر ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے اجتہاد میں اختلاف کر سکتا ہے۔ مفکر کبیر علامہ شعراوی نے اچھی وضاحت کی ہے۔ میری تحقیق یقینی ہے یہ احتمال ہے کہ غلط ہو۔ دوسروں کا اجتہاد غلط ہے احتمال ہے کہ صحیح ہو۔ اجتہاد وتحقیق کوئی ایسی اجارہ داری نہیں ہے کہ جس بھی سفارش یا مبریت کے نام سے اجازت دیں آپ کو حق ہے۔ اس کے اجتہاد کو اپنے دلائل وبراہین سے غلط ثابت کریں لیکن یہاں اجتہاد کا حشر اس طرح سے ہے کہ ایک ملک جو حالت جنگ میں ہے ہنگامی حالات میں ہے تو مخبری کرنے والے ادارے اپنی تحقیقات خبر رسانی کے لئے رضا کارانہ افراد بھی انتخاب کرتے ہیں۔ وہ واضح اخبار کو نہیں بلکہ مواد متحدرہ کے کشف کے لئے تربیت شدہ کتے جو سونگھتے ہیں تو یہاں بھی سونگھتے ہیں۔ جن کا مذہب الف سے ی تک غلط بنیاد پر قائم ہوا ہے، بطور مثال امامت اصول دین میں سے لمبی متصلات در متصلات پیش کرتے ہیں، وہ کارآمد نہیں ہوتی ہے تو کہتے روایات دلالت کرتی ہیں۔ جب واضح روایات نہیں ملتی ہیں تو کہتے ہیں عقل کہتی ہے، اگر عقل کہتی ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی ماننا چاہیے لیکن نہیں مانتے ہیں اور غصہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ وہابی ہے، یہودی ایجنٹ ہے۔

**رجعت:**

تکامل فی السلام ج ۴ ص ۳۰ پر آیا ہے **الرجعیه هی الرجوع الی سو راء فی الوسائل الحادیه للحضارة وا لبقاء علی غسک القدیم فی فن الزرعة و الصناعة ووسائل النقل و التنویر رجعت مادی۔**

رجعت روحی: **فکل مایودی الی الافساد فی الارض و تلویت النفوس ووازاله العقائدالمدللة و المبرهنه المدلتو لمبرهة علینا ان**

علم اور دین ﴿۱۲۸﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

**نغنهم مفهوم الرجعیه تحلیلا دقیقا علی ضوء العقل عالعم الصح**

انسان کے دو پہلو ہیں، خالص مادی پہلو ہے جیسے کھانا پینا، وسائل نقل وسفر وسائل تنویر، وسائل شیخ والحیا، وسائل تکلم تکبیر الاصوات، ترسیل الاصوات روحانی پہلونفس عوالم مادہ سے دور جامعہ ابریکہ بیروت کے اساتید کہتے ہیں ان بلاد شرق فی دینہ تلواراح ھذا الدین تحتاک تقدم واز دص۔

## اقنوم مجتہدین:

اجتہاد میں غلطی کرنے والوں کیلئے ایک اجراور درستگی کرنے والوں کیلئے دو اجر کہے جاتے ہیں۔ حالانکہ اصول ومبانی اسلام میں غلطیوں کی سزا ہوتی ہے ثواب نہیں۔

مجتہدین یعنی احکام شرعیہ کے بارے میں تحقیق اور تخصص حاصل کرنے والے دو گروہ ہوتے ہیں:

ا۔ پہلا گروہ کسی موضوع میں علم حاصل کرتا ہے جواس نے پڑھا سنا ہے وہ دوسروں کو نقل کرتا ہے جیسے سکول اور اس کے اساتذہ یعنی نقل سمع کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ کسی خاص موضوع میں تحقیق وتخصص کرتا ہے۔ وہ تخصص حاصل کرنے کے بعد جہاں سے پوچھے اس تحقیق کے نتیجے میں جواب دیتا ہے۔ پھر فی الفور بول سکتا ہے لکھ سکتا ہے اپنا تحقیق نامہ لکھ کر پیش کرتا ہے۔ کسی تحقیق گاہ میں بحیثیت تحقیق کرنا سکھاتا ہے۔ تحقیق در شریعت بھی اس جیسی ہے، مختلف نہیں ہے لیکن مجتہدین کی تحقیق تخصص ان سے مختلف ہے۔ یہ اختلاف دو قسم کا ہے ایک گروہ نے واقعی پڑھا ہے یا تحقیق نامہ لکھا ہے اپنی تحقیقات کو نمائش کیا ہے۔ عصر حاضر قریب میں آقائے محسن جبکہ خوئی ضد خمینی شاید اور کئی مجتہدین ہونگے لیکن بہت سے ایسے مجتہدین نکلے ہیں جنہوں نے اپنی طویل عمر کسی اور میدان میں گزاری ہے لیکن اچانک تشخیص ومصلحت کے نام سے دعویٰ مرجعیت کرتے ہیں پھر میدان میں اترنے کے بعد فقہ سے زیادہ خرافات پھیلاتے ہیں جیسے بہیمت وپنجر مقصود یہ ہوں۔ انہوں نے کوئی باقاعدہ تحقیق کر کے تحقیق کو دیکھ کر ایسا اجازت نامہ دیا ہو یہ نہیں ملے گا۔

ا۔ گروہ دوئم کا کہنا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ فلاں فرقے کے پاس تو بند ہو گیا ہے لیکن ہمارے ہاں کھلا ہے۔ بعض کا کہنا ہے اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ سب کے پاس بند ہے۔ اگر کوئی برائے نام کھلا ہے تو اپنے فرقے کے فتوائی کو سمجھنے کی حد تک ہے لیکن معنی عام قرآن وسنت سے استنباط کرنے کا تصور بالکل ختم ہو گیا ہے لہٰذا ابھی تک کسی فقیہ ومجتہد نے اپنے فرقے کو نہیں چھوڑا ہے۔

<u>گرچہ اتوار ۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۴ کو ایکسپریس میں ان بعض واقعات کو مومنین نے ان کی چہرے پر تف کر کے واپس کیا تھا لیکن یہ تف سے شرمندہ ہونے والی نہیں۔ (بے ربط ہے نکال دیں)</u>

اقنوم رسول:

مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ کی بشریت کا انکار کیا۔ صوفی باطنیہ کا متبادل نام ہے یا اس کی ایک کامیاب شاخ ہے جس میں انہوں نے صفت الوہیت کو عبودیت سے متصف کرنے کی مذموم کوشش کی ہے جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کی تھی۔ جس طرح عقیدہ تثلیث سے باہر ہے اسی طرح عبودیت والوہیت محمد بھی ماورائے فہم ہے۔

مومنون ۲۴ کیا یہ انکار رسالت رسول اللہ نہیں نحل ۴۳ میں ہم نے رسول بشر سے ہی بھیجا ہے نحل ۴۳ مشرکین کو اعتراض آپ کی بشریت پر تھا اسراء ۹۴۔ محمد رسول بھی ہے اور بشر بھی نہیں ہے کیا یہ تضاد نہیں؟ یہ اقنوم نا قابل فہم ہے۔

## اقنوم حسینی:

امام حسین نے عالم زر میں اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ یزید کے خلاف قیام کریں گے۔

۲۔امام حسین مدینہ سے ہی شہادت کیلئے اور اپنے جوانوں کو شہادت کے لئے اہل وعیال کو اسارت دینے کیلئے نکلے تھے۔

۳۔علی اکبر جوانوں کیلئے، اصغر اطفال کیلئے، زینب وام کلثوم کو عورتوں کے گناہوں کی معافی کا سامان بنایا گیا تھا۔

۴۔یزید نے امام حسین سے بیعت کا مطالبہ کیا تھا جو کہ کسی بھی صورت میں حسین کیلئے قابل قبول نہیں تھا۔

۵۔امام حسین نے میدان کربلاء میں عمر سعد کے ساتھ مذاکرات کیے تا کہ کسی مصالحت پر پہنچیں، یہاں سے کسی اور جگہ جائیں۔

۶۔امام حسین کی جگہ اپنے اور اصحاب کے سر دینے کی وجہ سے پھر کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ کسی امام سے بیعت طلب کریں جبکہ امام نے وقت کے خلفاء کی بیعت کی۔

۷۔امام حسین کی مصیبت میں بہائے گئے آنسوؤں کو حضرت زہرا ایک شیشے میں جمع کرتی ہیں۔حضرات زہراء دنیا بھر میں قائم مجالس میں کیسے یہ آنسو پونچتی ہیں؟

۸۔امام حسین امت کے گناہوں کے فدیے میں قتل ہوئے تھے۔

## اقنوم مہدی:

مسیحیوں کے پاس ایک اقنوم لیکن شعیان دیصانی، خطابی، عجلائی، نزاری، نصیری کے پاس اقنوم نہیں بلکہ اقنوم بنانے کا کارخانہ ہے۔کوئی نہ سمجھے شیعیان اہل بیت نے بنائے ہیں بلکہ یہ راوندی، زردشتی، نصیریوں، عنوصیوں نے بنائے۔

قرآن کریم میں جہاں اللہ سبحانہ نے بتوں کی پرستش کو اس دلیل ومنطق سے مسترد فرمایا ہے کہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر نہ تمہاری باتیں سن سکتے ہیں چنانچہ دلیل ومنطق کو قرآن کریم میں تکرار سے بیان فرمایا کہ یہ نور دہندہ نہیں بلکہ وہ مزید تاریکی میں دھکیل دیتے ہیں۔سابق زمانے میں بتوں کو پتھر سونے چاندی سے بناتے تھے لیکن قرآن کریم میں بت سے مراد وہ جسم مادی تنہا نہیں، انسان اور اس کے پتلے بھی شامل ہیں جتنے بت دور جاہلیت میں تھے، اس سے کہیں زیادہ بت اس دور علمی میں بھی موجود ہیں۔بلکہ دین اسلام کو خرافات فرسودات کہنے والے ان کی نگہداری اور چوکیداری کرتے ہیں۔تعجب ہے اس سال پیش ہونے والے بجٹ ظالمانہ جابرانہ تھے، سامراجنہ تھے، اغنیاء پرور تھے۔غریبوں کا استحصال کیا ہے۔اس بجٹ میں اتنا خسارہ بتایا تھا کہ زندوں کے بجٹ سے کٹوتی کر کے مزارات کے مردوں کے لئے اتنے ملین مختص کئے گئے تھے۔بت کچھ دیتے نہیں متوسلین کی حاجتیں روا نہیں کرتے بلکہ خود اپنی حفاظت و آرائش کے بھی محتاج ہیں۔

۲۔کہتے ہیں مجتہدین قرآن وسنت سے استنباط کر کے فتویٰ دیتا ہے:

۱۔قرآن سمجھنے کی کتاب نہیں ہے نیز اس میں تمام ضروریات سے متعلق آیات نہیں۔

۲۔سنت رسول کے ناقلین اصحاب ہونے کی وجہ سے ہم نہیں لیتے ہیں۔

۳۔آئمہ کے قول وسیرت محفوظ ہونے کا کوئی محکم ثبوت نہیں۔

۴۔صرف امام محمد صادق سے منقول ہے پہلا اجارہ امام کو سرقہ نہیں۔باقی پانچ بھی قید و بند میں رہے ہیں۔ایک کا ہونا نہ ہونا مشکوک ہے۔فرض کریں ہوں تو وہاں سے ملے گی۔

۵۔امام صادق سے مروی روایات کے راویوں کا اکثر نام کتب رجال میں نہیں آیا۔اس لغز اقنوم کو کیسے حل کریں؟

۶۔اس فتویٰ کی سند قرآن اور سنت میں کہاں ہے تو جواب میں علماء حنفیہ جبلی جعفری نے کہا ہے کیا مجہول نام و سند کے فتاویٰ دہندہ بھی حجت ہیں؟ علماء حنفیہ کی کس فقہ نے کس دور میں یہ فتویٰ دیا ہے یہ بھی حجت ہے۔مجہول الحال مفتیوں کے فتاویٰ بھی بغیر کسی استثناء کے حجت ہونا اور کلیسا کے فتاویٰ جیسے نہیں ہیں۔

۷۔مجتہدین کا فتویٰ اگر قرآن وسنت کے مطابق ہوا تو دو اجر کا مستحق قرار پائے گا اگر قرآن وسنت سے ٹکرا گیا تو ایک اجر ملے گا۔کیا قرآن وسنت کے خلاف فتویٰ دینے کا بھی اجر ہے؟ کیا قرآن وسنت میں بغیر علم و تحقیق کے فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا گیا ہے؟

اس صورت میں از روئے عناد دشمنی اسلام و مسلمین کا فرین و مشرکین کے مفاد میں آج کل کے فتاووں کی بوچھاڑ میں سب کو ایک اجر ملے گا۔اس وقت بے حجابی، کھیل کود کی تمام حرام اقسام جائز ہیں۔ان مفتیوں کی دنیا میں عیش ہی عیش ہے۔آخرت میں کتنے اجر میں مسلمین کے لئے فتاویٰ صادر کیا ہے، اتنی تناسب سے اجر دیں گے۔جتنے خطیب ذاکر و آئمہ کے نام سے جتنے جھوٹ اور اکاذیب پھینکتے ہیں، دین کو فسطائیزم پر لے گئے ہیں، ان کا اجر ملے گا؟

۳۔اتنے کثیر اختیارات بتائے جاتے ہیں جو خود نبی استعمال کرتے ہوں نہیں سنا ہے مثلاً خمس جس کو رسول اللہ نے نہیں لیا ہے وہ کس منطق کے تحت لیتے ہیں۔

فرق اسلامی میں آیت اللہ فقید فقیہ محمد حسین کاشف الغطاء کتاب الدین والاسلام ج ۲ ص ۳۱۹ پر لکھتے ہیں کہ مذہب شیعہ میں فرقے کثیر تعداد میں وجود میں آئے ہیں جن میں ملحدین عبداللہ بن سباء یہودی نے کہا ہے کہ حضرت علی قتل نہیں ہوئے یہ سب سے پہلا غالی و گمراہ فرقہ ہے۔

۲۔خطابیہ جسے ابی الخطاب بن ابی زینب مقلاص نے خرق کیا ہے۔

۳۔اسماعیلیہ، نصیریہ، حلاجیہ شلمغایہ ہیں جنہوں نے مسیحیوں جیسے آئمہ کی الوہیت کا اعلان کیا ہے، کشفیہ والشیخیہ ہے۔

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہاں غالیوں نے شیعوں کو بدنام کیا ہے۔ان کے غلو ہمارے کھاتے میں آئے ہیں۔لیکن چشم حق بین اور رواقع بین رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے، فریب اغفال ہے جس طرح ایران میں عباء قباء والے کہتے ہیں کہ دین کو مداحان نے خراب کیا ہے لیکن یہ لوگ پلٹ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہی بات ہے جو منبر پر کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے وہ ان کے بقول ہیں، روحانیت میں ہم لیکن مادیت میں وہ، ورنہ باتیں ہو بہو وہی منبر پر کرتے ہیں۔تقی شاہ، حافظ ریاض صاحب، اعجاز یا قبلہ محمد حسین قمی تونسوی وغیرہ ایک ہی ہیں سب کی ایک ہی منطق ہے۔

۱۔یہ خلقت عالم سے پہلے حسین اور اللہ کے درمیان معاہدہ تھا۔جسے حسین نے پورا کیا تھا حسین عالمین کا حصہ ہیں تو اس سے پہلے کیسے ہو گئے؟ عالمین سے باہر ہیں تو وہ عالمین میں کیسے اترے؟ یہ تفسیر اقنومی ہے جو کسی کی سمجھ سے قاصر ہے۔

۲۔دوسرے نے کہا کہ اللہ نے جس طرح معصیت آدم اور ان کے فرزندان کا فدیہ عیسیٰ کے ذریعہ دیا حضرت محمد کی امت کے گناہوں کا فدیہ حسین کے ذریعے دیا۔یہ تفسیر مسیحی عقائد اقنوم سے لی ہے۔

۳۔حسین نے وقت کے حاکم کے انتخاب کے خلاف آواز اٹھائی اور آپ نے بیعت سے انکار کیا بلکہ عزیز و اقارب احباب و انصار سے بھی انکار کروایا۔ان کی نظر میں کوئی ہزار جانیں دے سکتا ہے تو دینی چاہییں لیکن بیعت نہیں ہو سکتی ہے۔یہ عقیدہ علی کی فتح و نصرت کو شکست میں تبدیل کرنے والے، آخر میں

آپ کو حالت نماز میں قتل کرنے والے، امام حسن کو شکست سے دوچار کرنے کربلاء میں سر اقدس حسین کو جسم سے جدا کرنے والے خوارج کا شعار ہے۔ قیام مقدس حسین کی یہ تفسیر کر کے بے جا بے معنی و بے مقصد جانیں ضائع کرنے کی سنت قائم کرنے والوں کی منطق ہے۔

۴۔ آپ شہادت کے عاشق وتشنہ تھے ہر صورت میں تمام کامیابی، کامرانی ذرائع کو پس پشت ڈال کر شہادت کے راستے کو اپنایا تھا، اس قسم کی موت کو عرف عام میں خودکشی کہتے ہیں۔ یہ لوگ دشمن اہل بیت اور دشمن حسین ہیں۔

ہمیں بازاروں روڈوں پر تضاد گوئی، تناقص گوئی کی بوچھاڑوں میں غرق کر رکھا ہے۔ خلق اللہ کو قرآن وسنت محمد، سنت وسیرت اہل بیت سے دور رکھ کر آل بویہ ومعز الدولہ، فاطمین صفوین کے اسلام سے انتقام لینے کے عزائم کو دیکھ کر ہم نے متفقہ مسلمہ صفحات تاریخ خود امام حسین کے اقوال وکلمات سے استناد کر کے کتاب جواد نقوی نے تنظیم وترتیب دی تھی۔ ان کی آنکھوں کے لئے خس وخاشاک، راستے کا خار محسوس ہوئے دوست واحباب امثال حیدر علی، جوادی، فیاض نقوی، علامہ نجفی قائد ملت لاہور وبلتستان کو بے تاب کیا تھا لیکن انسان مسلمان کہاں تک اتنا تضاد وتناقض برداشت کریں آخر ایک دن اس دنیا سے جانا ہے۔ انسان عاقل ہے ایک طرف سے یہ سمجھا جارہا ہے کہ ہم قیام امام حسین کے ذریعے ظلم وستم صبر واستبداد کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ دوسری طرف سے وقت کے یزیدوں کی حمایت کے خلاف بولنے کو عبادت میں سیاست قرار دیتے ہیں ان کے خلاف بولنے کو اپنے جیالوں کے ذریعے ذلیل کرتے ہیں۔ لیکن میرے سامنے ان کا سلوک آیت اللہ ھبہ الدین شہرستانی، آیت اللہ محسن امین، آیت اللہ ابوالحسن اصفہانی کے فرزند کے ساتھ آیت اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء، آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کے خلاف پابرہنہ مارچ ہیں۔ میری نظر میں ان کے مقابلے میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ تضاد تناقص خرافات گوئیاں کیا کلیسا کی تضاد گوئی سے کم ہے؟

## منورین مثقفین:

کسی بھی قوم وملت کو تاریکیوں گڑھوں ظلمت کدوں سے اخراج مثقفین ہی سے ممکن ہے۔ وہی قوم کو آزادی بیداری استقلالی خودداری عزت نفس کا درس دیتے ہیں۔ اگر یہ مثقفین اللہ روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، اللہ کے مبعوث کردہ انبیاء پر ایمان رکھتے ہوں۔ چنانچہ امت مسلمہ نے ۱۴ سو سال تک ثقافت انبیاء ثقافت ابراہیم موسیٰ عیسیٰ محمد تورات انجیل زبور قرآن کو زندہ رکھا ہے۔ ابھی تک برملا تحدی کے ساتھ اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قوموں کو جہنم میں ڈالتے ہیں اپنے ظلمت کدوں میں پھینکتے اور ان کے ہاتھوں پاؤں کو غیروں کی ہتھکڑیاں پہناتے ہیں۔ وطن عزیز کی زمین کو کوڑے میں کفار، ملحدین کے سفارت خانوں، کیبرہ خانوں، رقاص خانوں، الحاد فسق وفجور خانوں کے نام سے فروخت کرتے ہیں۔ کبھی اپنی قوم کی نام نہاد ترقی، کبھی ہندوؤں کے آباء و اجداد، کبھی قوم پرستی، کبھی گانے رقاصی، الحادی ثقافت کا کاروبار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک عرصے سے بلتستان میں بے پایہ صوفیوں کی ثقافت، کبھی رجون کی ثقافت، کبھی اسلام کے نام سے خرافتوں کی ثقافت، کبھی کھلم کھلا رقص در رقوص کی ثقافت کو فروغ دیتے ہیں۔ علماء انہی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اللہ جانے کب اس ملّت کو اپنے ہی الحادیزم، منافقت پھیلانے والے منورین سے نجات دلائیں گے۔

## ۱۹۔ الحادیزم وسیکولریزم

زندگی کی دوسری ضرورتوں کی طرح وجود باری تعالیٰ سے ناآشنا نہیں تھے۔ چنانچہ دور جاہلیت سے منقول کلمات میں ملتا ہے البقر تدل علی البعیر سماء ذات ابراج مشرکین۔ جب بھی ان سے سوال ہوتا تھا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو فوراً بغیر کسی تردّد کے کہتے تھے ہمیں اللہ نے خلق کیا ہے۔ اس تسلسل میں علماء

اسلام نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی خاص باب نہیں کھولا کیونکہ یہ معارف ضرورت انسان ہے۔ جبکہ عباسی دور میں اسلامی ثقافت یونان و فارس سے آمیزش ہوئی علم کلام وجود میں آیا تو بحث صفات اللہ شروع ہوگئی۔ وجود صانع متعال میں بحث نہیں کی گئی کیونکہ اصل وجود اللہ کے بارے میں عقلی محکم و متقن دلائل کے علاوہ آیات محکمات کی وجہ سے سرایت شکی سے مصون رہے ہیں۔ لیکن جب ۱۷۸۹ سے یورپ میں بعض علماء و مفکرین وجود اللہ، تصور دین حتیٰ کہ تصور معنویات و اخلاقیات سے انکار کرنا شروع ہوئے گرچہ اس کی بنیاد کا سبب کلیسا اور اس سے وابستہ علماء تھے لیکن حملہ آوروں نے اس کو توسیع دیتے ہوئے دیگر ادیان خاص کر اسلام کو بھی نشانہ بنانا شروع کیا جس کے نتیجہ میں آج اسلامی ممالک کے بہت سے نوجوان، شیاب و شبابات، ملحد و ملحدہ، علانیہ برملاء دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دین کے ساتھ ملک کے مقدرات کے ساتھ بھی کھیل رہے ہیں۔

## الحادیوں کے مظاہر الحادیں

۱۔ انکار قاطع بلا دلیل و منطق

۲۔ الحاد علمی

۳۔ تلاعبت اصطلاحی

۴۔ مسالمہ منافقاتی

جب سے یہاں کے صاحبان مال و اقتدار کی اولاد یورپی درسگاہوں میں پڑھنے گئی اور پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد اپنی تعلیمی اسناد کے ساتھ الحادی ہدایت بھی لے کر آئے۔ اس کے بعد یہاں مدارس کھولے بلکہ دوسروں کے کھولے ہوئے مدارس میں اسکالرشپ کے نام سے غریب نادار کبھی ذہین اور ہونہاروں کی معاونت جیسے الفاظ سے خریدا گیا آج ہمارے ملک کا دانشور طبقہ دین سے اجنبی ہے۔ ان کی دینی معلومات کا بنک علماء ہیں۔ کہتے ہیں یہ علماء سے پوچھیں گویا یہ لوگ بذات خود اللہ کی طرف سے مکلّف نہیں بلکہ یہ لوگ مرفوع القلم اور فالتو ہیں۔

الحاد قدیم و جدید میں فرق الحاد قدیم کا صلہ کئی صدیوں پہلے سے نظر آتا ہے جیسا کہ ابراہیم خلیل کے مناظرے اور فرعون و موسیٰ کے مناظرے میں نظر آتا ہے جہاں فرعون نے کہا **انا ربکم الاعلیٰ مالی ارای الھا آخر** لیکن یہ الحاد بعض اشخاص تک محدود تھا۔ الحاد جدید ایک علمی، فلسفی، سیاسی اجتماعی شکل میں ایمان کے مقابل میں دوبدو، آمنے سامنے آکر ایمان کے خلاف اعلان جنگ اور مومنین کیلئے روزگار تنگ کرنے بلکہ انہوں نے اللہ کے دین کو خرافات قرار دیا ہے۔ یہ دور جدید انقلاب یورپ کے بعد آیا ہے۔

**اسباب ظہور الحاد مذاہب:** [مذہب فکریہ معاصرہ ج۲ ص ۱۰۱۹]

الحاد بھی دیگر مظاہر کونیات میں سے ہے جو اپنی جگہ بغیر کسی اسباب و علل وجود میں نہیں آتے۔ سوال یہ ہے الحاد کن اسباب و وجوہات کے تحت پیدا ہوتا ہے اور کس نے اسے ایجاد کیا ہے؟ مذکورہ بالا کتاب کے صفحات پر آیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اللہ کے بندوں کو اللہ سے روگردان کیا ہے وہ ابلیس ہے چنانچہ ایسا سورہ اعراف میں آیا ہے۔

[کتاب الحاد ص۹] الحاد لغت میں المیل عن القصد کو کہا گیا ہے۔ یہ کلمہ لحد سے ماخوذ ہے لحد قبر کے ایک جانب کی طرف شق کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ وسط قبر سے انحراف میل کیا ہے نیز جدال جور کو بھی الحاد کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان تمام میں اس طرح سے میل و انحراف ہے۔ ابن سکیت نے کہا ہے الملحد العادل عن الحق المدخل فیہ مالیس منہ الحد فی الدین دین سے روگردانی کی ہے الحد رجل ای الظلم فی الحرام حج ۲۵۔ راغب اصفہانی نے الحاد کے دو مصداق بتائے ہیں۔ منکر

اللہ ہو جائیں والحاد الشرک بالاسباب کوئی ایسا عمل انجام دیں جو باعث شرک ہو۔ پہلا الحاد منافی ایمان مبطل ایمان ہے، دوسرا دین کی اساس کو کمزور وضعیف کرنے کے لئے گرادانا جاتا ہے اس کا مفہوم اعراف ۱۸۰ میں آیا ہے۔ االحاد ایماء اللہ کی بھی دو وجہ بنتی ہیں:

۱۔ انانیت ابلیسی ہے۔

۲۔ جب اقتدار وتسلط بلا رقیب۔ اہل یہود کی یہ خواہش ہے کہ وہ دنیا پر اپنا اقتدار قائم کریں اس کے لئے انہوں نے دنیا میں الحاد کو جہنم دیا ہے۔

۳۔ طغیان مذہبی نصرانیت بادشاہ روم کے سامنے میں ان کے کہنے سے مذہب توحید کو شرک میں تبدیل کیا ہے۔ دنیا کے لئے ایک نیا مذہب جنم دیا ہے۔

۴۔ حسب جشع واستثمار واستحصال دولت جیسے نظام اسماعیلیہ۔

۵۔ سیاسیہ الحادیہ شعوبیہ

۶۔ نصرانیت حریہ

۱۔ اللہ کی کوئی ایسی تعریف کریں جو اس کی ذات کیلئے سزاوار نہ ہو یا اس کے اوصاف کی غلط تاویل وتفسیر کریں۔ الحاد کی دو اقسام ہیں:

۱۔ انکار وجود باری تعالیٰ کریں یعنی ازلیت مادہ یا خلقت تصادفی مادہ دونوں صورت میں اللہ کے وجود کا انکار ہے۔ دوسرا الحاذ الحاد شرک باللہ ہے۔ اللہ کیلئے شرکاء گھڑیں۔ تکذیب رسالت کریں، انکار قیامت کریں، انکار سزا وجزاء کریں، انکار جنت وجہنم کریں۔ بشریت نے اپنی طویل تاریخ میں دوسری قسم کی الحاد دیکھا ہے۔ انکار بعثت قیامت، انکار بعثت رسالت، انکار بعثت جاثیہ ۲۴ ان کا کہنا ہے کہ موت وحیات تقاضا طبیعت اشیاء ہے اس کے پیچھے کوئی خالق نہیں ہے۔

[کتاب البیان فیزص ۱۹] الحاد کب اور کیسے پیدا ہوئے انسان گذشتہ ادوار میں وجود خالق ومدبر وحکیم کے معتقد تھے بشر اس عقیدے کو عقل کے اولیات میں شمار کرتے تھے۔ انکار وجود باری تعالیٰ ایک فکر شاذ ونادر تھا جس پر اعتماد اور توجہ نہیں کرتے تھے لیکن اٹھارہویں صدی میلادی ۱۸۰۰م کو یورپ کے بہت سے منکرین کے اذہان عقائد میں ایمان کی جگہ الحاد جاگزین ہو گیا پھر رفتہ رفتہ ان کے منکرین ملحدین کے آخری شخص مارکس کے بعد روس میں کمیونزم حکومت قائم ہونے کے بعد الحاد ہی یہاں کی حکومت کی اساس بنیاد اور منشور قرار پایا۔ پھر الحاد یورپ میں ایک عادی سمولی کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر وہاں کی درسگاہوں سے پڑھنے والوں کے چہرہ نفاقی کے توسط سے دیگر ممالک میں الحاد پھیلایا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ الحاد ہی علمی عقلی منطق بن گیا مسلمات بن گیا۔ مومنین سے وجود اللہ پر دلائل مانگنے لگے۔

## الحاد:

الحاد کے لغوی معنی میں پہلے بیان کر چکے ہیں یہ بعض اذہان شاذ منغمس اہواء وشہوات میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ سورہ جاثیہ ۳۴ میں آیا ہے اس وقت الحاد کے اللہ کے ساتھ شریک قرار دینے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ جیسا کہ بت پرستان عرب ومجوس فارس میں نظر آتا ہے۔ ہم یہاں پر پہلے اس وقت الحاد کی اقسام بیان کریں گے۔

**اقسام الحاد:** [مذہب فکریہ معاصر ج ۲ ص ۱۰۰۸]

۱۔ الحاد انکار وجود باری تعالیٰ نیز اس کے تمام شون خالقیت کے ساتھ۔

۲۔الحادیہ کا انکار توحید، ربوبیت، رازقیت و مدبریت حق سبحانہ وتعالیٰ تمام مشرکین کے دور قدیم سے لے کر عصر حاضر تک مشرکین خالقیت میں تنہا اللہ کے علاوہ کسی اور کی خالقیت کو نہیں مانتے ہیں گرچہ ربوبیت میں آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔

۱۔کوئی ستارہ کوئی سورج کوئی چاند

۲۔دریا،نہریں

۳۔درخت

۴۔بت منصوب

۵۔بت سیار وگشتی

۶۔شخصیات متنوعہ

۷۔حیوانات

۸۔الحاد علمی

## اسباب نشر الحاد:

کتاب الفیزیاء میں ص ۱۲۱ اس عنوان کے ذیل میں لکھا ہے کہ کون سے اسباب وعلل ہیں جن کے تحت اچانک یورپ والے ایمان باللہ سے منقلب ہوکر الحادیت کے گرویدہ ہوگئے ہیں بلکہ تنہا وجود باری تعالیٰ کے انکار پر اکتفاء نہیں کیا ہے بلکہ اہل ایمان والوں سے جنگ ونبرد پر اتر آئے ہیں۔خاص کر جب سے شوعی حکومت قائم ہوئی ہے اس سلسلہ میں بہت سے علماء مفکرین غرب نے تحلیلی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

۱۔تناقض وتضاد و مضامین ودعاوی دینی جو علماء کلیسا پیش کرتے ہیں اور جو چیز ان کے علمی تجربات سے نہیں ملی ہے۔

۲۔منہج تعلیم تجربی جو کہ خالص حسی یا عقل پر قائم ہے اور منہج تسلیم جو کلیسا کہتے ہیں اس میں تضاد ہے۔

۳۔بہت سی علماء ایسے مباحث دینی اور غیبی چھیڑتے ہیں جن کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ ان کے دینی مصادر میں ملتے ہیں۔جو قابل قبول ہوں اور نہ عقل انہیں تسلیم کرتی ہے۔

۴۔بعض علماء طبیعی اپنے تعصب علمی کی خاطر بہت سے قوانین طبیعی کو توڑ موڑ کر دین کے سامنے خاضع وتسلیم کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔تناقض علم اور دین کی مثال کچھ ایسے ہے کہ جو مسائل شرعیہ سے بھی خارج ہیں بطور مثال جو مسائل خود ان علماء لاہوت کے درمیان چھڑے ہیں اور جو کچھ کتاب مقدس میں ہے وہ سب قول مسیح نہیں ہیں بلکہ ان کے بعد دوسروں نے لکھے ہیں۔ان میں سے بعض معروف ہیں اور بعض غیر معروف ہیں۔ان کو حضرت مسیح کی رحلت کے بعد لکھا گیا ہے۔یہاں تک کہ ان اقوال میں بھی تناقض پایا جاتا ہے اور اس مسئلہ میں بحث کرنے کو کلیسا سے بغاوت کا نام دیا جاتا ہے۔

**الحاد کیسے فروغ پایا:** [کتاب مذہب فکریہ ج ۲ ص ۱۰۰۵]

الحاد ابتداء میں بطور شاذ ونادر مفکرین ومفاد پرستوں میں پایا جاتا تھا لیکن یہ رفتہ رفتہ یہودی ٹولوں کے ذریعے فروغ پایا۔یہود چونکہ غیر یہودیوں سے نفرت

کرتے تھے اور غیر یہودی یہودیوں سے لہٰذا ان کے اس تعامل و تفاہم تبلیغ وارشاد یہودیوں کے لئے ممکن نہیں تھا لہٰذا انہوں نے لوگوں کو اس کے لئے اپنے دین سے منحرف اور گمراہ کیا۔ انہیں بے دین بنایا یہاں سے یہودیوں کا دنیا سے غیر دینی بنیادوں پر رابطہ قیام ہوسکا۔ یہودیوں نے ابتدائی طور پر دین اور اہل دین کی تحقیر و تذلیل، مذمت تشکیک کی۔ اعتراض، چیلنج تحدی کی صورت میں اور استفہام واستفسار کی صورت میں بھی کیا۔ یہاں تک ان کا غیر یہودیوں سے واسطہ جب مستحکم یا عاری ہو گیا تو پھر انہوں نے شدت اہتمام کے ساتھ فکر دینی پر الزام، تہمت تراشی کی مہم چلائی۔ پھر انہوں نے درسگاہوں میں نفوذ کیا یہاں سے کئی شخصیات اور ذہین طلبہ کو اپنے مقاصد کے لئے اغواء کیا تا کہ ان کو اپنے مذموم عزائم کے لئے استعمال کرسکیں۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں انسان دوستی کا اشعار چھوٹے سے دور اقطاعی میں آزادی کے نعرے سے بلند کیا۔ جیسے آزادی کے معنی میں کلمہ تصرف کے ساتھ آزادی از دیانت، آزادی لخت عریاں، آزادی بغاوتی، آزادی حیوانی آزادی الحاد وغیرہ۔

۳۔ دور مفکرین ملحدین۔ اس دور میں بڑے بڑے ملحدین مفکرین نکلے جن کا آخری ملحد کارل مارکس اور ان کے ساتھی انجلز لینن، سٹالین نکلے انہوں نے حکومت الحاد قائم کی۔ اس حکومت کے ذریعے استعمار ادیان کی جنگ شروع کی۔ ان کا آخری مستعمر ملحد گورباچوف نکلا ہے۔

[کتاب البیان فیزیا ص ۱۹]

سب سے پہلے کتاب الحاد علمی طبیعی ہونے کے بارے میں آیا۔ وہ ۱۷۷۰م کو یورپ میں ۱۷۲۷ برطانیہ میں نشر ہوئی۔ اس کے باوجود ملحدین اقلیت میں ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک استفتاء رای عاری کے تحت جسے نیویارک ٹائمز نے ۲۷ فروری ۱۹۹۳ ثقافت کفر کے تحت شائع کیا تھا ۱۹۶ امریکہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ پھر ایک اور رای شائع کیا اس میں ۹۳ فیصد مومن باللہ بتائے گئے جبکہ ۵ فیصد ملحد۔ ۱۴ اپریل ۱۹۹۴

**معاشرہ الحادی:** [اسلام تیجدی ص ۱۸۴]

معاشرہ ترقی و متمدن الحادی و نیم الحادی اپنے اپنے اندر جنین تناقض کا حامل رہتا ہے۔ اس کا آئین اجتماعی قومی اس کے داخلی عقائد سے متصادم رہتا ہے۔ مثال کے طور پر مترقی یافتہ تمدنیات کے مطلوب مطالب یہ ہیں کہ ان کا معاشرہ امن وسکون وسلامت رہے دوسری طرف سے مفکرین الحادیوں کا کہنا ہے انسان کی بنیاد آرزو وامید امنگ یہ ہے کہ وہ غیر محدود سعادت مادی حاصل کریں۔ ان کی یہ سعادت اپنے آئین اجتماعی سے متصادم ہے چاہے وہ معاشرہ میں امن وسلام وسکون برقرار رکھنے کیلئے آئین کی پاسداری کریں یا آئین کی داخلی فکر و سوچ سعادت مادی حاصل کریں اس سے بھی متصادم ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں انسان کی داخلی سوچ، باطنی عقائد، بیرونی امن وسلامتی سے ہم آہنگ ایک ایسا معاشرہ ہے جو ابھی تک وجود میں نہیں آسکا ہے۔

داخلی سوچ یہ ہے کہ جتنا ممکن ہو سعادت مادی تمام طور وطریقہ سے حاصل کریں لیکن یہ سعادتیں معاشرہ کے افراد میں ہر فرد کیلئے حاصل کرنا ناممکن ہے جب تک ان کی سعادت دوسروں پر اثر انداز نہ ہو۔ جب انسان اپنی سعادت حاصل کرنے کیلئے آگے بڑھتا ہے تو دوسرے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہاں فرد کی خواہش اجتماعی امنگوں کو پائمال کرتے ہیں بطور مثال ایک کلرک شخص ایک محدود تنخواہ لیتا ہے وہ اس کی سعادت زندگی کے لئے ناکافی ہے تو وہ اس کو پورا کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرتا ہے چاہے جہاں سے پوری ہو جائے۔ یہ نقص یہ کمی کبھی رشوت، سرقت بخشش بناوٹ، ناپ تول میں گڑبڑ، یہاں تک بالکل قبضہ کرنے تک چلا جاتا ہے۔ یہ رفتہ رفتہ اندر سے تیزی سے باہر سے سست رفتاری میں نظر آتی ہے لیکن ایک دن فرد کی سعادت اجتماع کی سعادت پر غالب آجاتی ہے تو معاشرہ جہنم بنتا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا ایک ایسے معاشرہ سے دوچار ہے جو کبھی سابق زمانہ میں سامنے نہیں آیا تھا وہ ہے جرائم پیشہ بچے۔ یہ یہاں سے آتے ہیں بچے یہاں سے آتے ہیں۔ یتیم خانوں سے آتے ہیں، یتیم خانوں میں کہاں سے آتے ہیں محلِ اسقاط سے آتے ہیں۔

یہ ملحدین بعثت خاتم انبیاء کے بعد ناپید ہو گئے تھے لیکن فتح وفارس کے بعد اختلاط مجوس ومسلمین کی وجہ سے بعض نے بار بار سر اٹھانا شروع کیا یہاں تک خلفاء وقت ان کو سزائے موت دیتے تھے چنانچہ بنی امیہ کے دور میں بہت سے الحادیوں کو سزا موت دی گئی۔اس طرح منصور دوانقی اور ہارون رشید نے بھی ملحدین کو مارا ہے۔ یہ لوگ ایک وسیع بنیاد پر سر نہیں اٹھا سکتے تھے وہاں اٹھایا جہاں وہ مخفی ہونے کی وجہ سے لوگ ان سے نہیں چھڑتے تھے۔لیکن وہ ایک فکر کی بنیاد پر اٹھنے کا دور روس میں کمیونزم آنے سے شروع ہوا۔ہم پہلے تاریخ ملحدین قدیم پیش کریں گے بعد میں جدید ملحدین کی تاریخ۔

**ملحدین تاریخ:** [کواشف الظیوف ص ۴۱۹]

ہم یہاں پر تاریخ بشریت میں گزرنے والے ملحد فلاسفہ کی ایک فہرست پیش کریں گے جو یونان کے پرانے دور سے عصر حاضر تک الحاد کے استاد رہے ہیں۔ ان کی آراء اس دنیا میں چلتی ہیں جہاں انہوں نے وجوۡ کائنات اس کے تغیرات وتبدلات حیات شعور ارادہ فکر سب کی اپنی من مانی تفسیر کی ہے ان میں سرفہرست یہ افراد ہے:

۱۔ دیمقرطیس یہ یونانی فلسفی ہے جس کا عرصہ ۴۷۰ سے ۳۶۱ قبل میلادی تھا۔

۲۔ ابی قور بھی یونانی فلسفی ہے یہ ۳۴۱ سے ۲۷۰ قبل میلادی کو ہوتا تھا۔

۳۔ طوماس ہوبس یہ انگریز ہے۔ برطانوی فیلسوف ہے یہ نئے ملحدین کا پہلا فلسفی شخص ہے جو ۱۵۸۸ سے ۱۶۷۹ کے دوران تھا۔

۴۔ ڈیویڈ ہیوم یہ اسکاٹ لینڈ کا ہے جو ۱۷۱۱ سے ۱۷۷۶ تک تھا۔

۵۔ شوبرن ہاربر یہ المانی ہے یہ ۱۷۸۸ سے ۱۸۶۰ کے دوران۔

۶۔ کارل مارکس یہ بھی المانی یہودی ہے یہ بانی کمیونیزم ہے ۱۸۱۸ سے ۱۸۸۳ کے دوران تھا۔

۷۔ نجنس یہ بھی المانی ہے یہ ۱۸۲۴ سے ۱۸۸۹ تک تھا۔

۸۔ نیتیشا یہ ۱۸۴۴ سے ۱۸۱۹ کے درمیان تھا۔

۹۔ سیونسر یہ انگریز فیلسوف ہے ۱۸۲۰ سے ۱۹۰۳۔

۱۰۔ برنرسل یہ انگریزی ہے ۱۸۷۳ سے ۱۹۷۰ کے دوران ہوتا تھا۔

ان میں سرفہرست کارل مارکس اور ان کے ساتھی ہیں۔ ہماری مراد یہاں الحاد سے انکار وجود باری والے مراد ہیں یہ ملحدین انکار وجود باری تعالیٰ کے بارے میں یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

۱۔ نظریہ ارتقاء داروں

۲۔ نظریہ جاذبہ بنوقیس

۳۔ نظریہ لافوازنیہ

۴۔ نظریہ قانون مکائیکی

۵۔ نظریہ جدلیہ مارکس

کتاب علمانیہ ص ۱۹۵:

۱۔ جورج روبر لکھتے ہیں کہ اسلام تاریخ بشریت میں ظہور ہونے والا آخری دین ہے۔ اس دین کی خصوصیات یہ ہیں کہ روح اور اجتماع دونوں کو جمع کرتا ہے۔ یہ نظام سیاسی اسلوب زندگی ہے اسلام نے دنیا کو اپنا حصہ دیا ہے، آخرت کو اپنا حصہ دیا ہے۔ نہ روح کو دباتا ہے بدن کی خاطر، نہ بدن پر دباو ڈالتا ہے روح کی خاطر۔ روح و بدن روحانیت اور مادیت میں ازدواجیت قائم کرتا ہے۔

۲۔ ابتشار ہارتمان: ادیان میں بہت کم ایسا ہوگا جنہوں نے اپنے تمام معتقدین میں انفرادیت اور اجتماعیت دونوں حوالے سے نفوذ کیا ہو لیکن اسلام ایسا دین ہے جس نے یہاں سلطنت دین اور سیاسی کو یکجا جمع کیا ہے۔ دین اور حکومت کو خطرات سے بچایا ہے۔ دین نے لباس تشریع اور قانون دونوں کو پہنا ہے۔

۳۔ امیل درمنجم: اسلام مادیت پر قائم ہے عقیدہ پر نہیں تا کہ اس مقائیس کو قائم کریں۔ نہ صرف روحانیت پر قائم عقیدہ ہے جس کا مادیت سے کوئی رشتہ نہ ہو حیات و زندگی سے بلکہ اسلام ایک ایسا عقیدہ پر قائم ہے جو مادہ اور روح دونوں پر استوار ہو، دنیا و آخرت دونوں پر جسم و روح سیاست اور دین ظاہر و غائب۔ اسلام عقیدہ تقدم و پیشرفت کا دین ہے نہ اس معنی میں کہ جدید نظریات کی تائید کرتا ہے بلکہ اس معنی میں کہ ہمیشہ انسان کو تقدیم و پیشرفت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۴۔ لیوبولد فابس اسلام کا سب سے اہم امتیاز یہ ہے جو اس کو دیگر نظام ہائے زندگی سے امتیاز بخشتا ہے وہ یہ ہے کہ اخلاقی پہلو اور مادی پہلو میں انسجام دیتا ہے۔ یہ امتیاز اس کی طاقت وقدرت اور غلبہ کا سبب بنا ہے۔

## الحادی بھی دین کے نیاز مند ہیں:

استعماری طاقتوں کی طرف سے انسان جہاں کہیں ہوا ن کے نرغوں میں مدہوش وسرگردان ہے۔ اس وجہ سے ایک عرصے سے معارف دین خشک سالی وقحط سالی دین طلبی دین شناسی سے منصرف ہے۔ اس کی حس میں نہیں کہ میری ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری دین شناسی و دین داری ہے۔ اگر سو ہزار میں سے کہیں کوئی فرد جذبہ دین شناسی رکھتا تھا وہ بھی دانشور بننے کے بعد دین سے منہ موڑتا ہے۔ دین کے نام سے اگر کوئی چیز ملتی ہے تو وہ خرافات وانحرافات چل رہے ہیں۔ بعض علماء اس کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن یہ بھی نہیں رہیں گے۔

اس صورت حال میں ہمارے لئے یہ سوالیہ فقرہ کہ آپ کی کتابوں کے پڑھنے پر بھی عمائدین نے پابندی لگائی ہے مزید لکھنے کا کیا فائدہ؟ ان جیسے سوالات انبیاء سے بھی کرتے آئے ہیں لوگ نہیں مانتے آپ کیوں بھیجتے ہیں۔ ہم ان تمام مساعد حالات میں اس لئے لکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے **انما انت منذر وانا علیک البلاغ**۔ کہیں یہ مشق نمونہ نہ بن جائیں کہ نامساعد حالت میں فلاں بھی کچھ نہیں کرتے تھے، تھک گئے تھے۔

۵۰ یا ۶۰ میلادی کے دوران عراق ہو یا مصر ہندوستان وغیرہ کمیونیزم کے تحت کھلے عام دین کا مذاق اڑاتے تھے۔ جرائد واخبارات درسگاہوں میں مشغول اساتید طلاب ان کی ترجمانی کرتے تھے۔ اہل دین ودیانت کا مسخرہ کرتے تھے اس وقت مرحوم الصدر نے فلسفا اقتصادیتا مدرسہ اسلامیہ وغیرہ تصنیف کر کے اپنی ذمہ داری اداء کی تھی۔ نامساعد حالات میں اپنے دین، عزت شرافت، فضیلت خودمختاری سے دفاع کرنے کا درس رسول اللہ نے دیا تھا۔ جہاں جنگ احد میں آپ خود زخمی ہوئے تھے لیکن دیگر زخمیوں کو ساتھ لے کر مشرکین کا پیچھا کیا کہیں یہ لوگ غرور فتح میں مدینہ پر حملہ نہ کریں، دفاع از دین ہر حال میں آپ نے کرنا ہے۔

## ایمان والحاد میں تقدیم وتاخر:

مسلمین وملحدین کے درمیان یہ بھی اختلاف ہے کہ انسانوں میں ایمان پہلے تھا الحاد بعد میں عارضی طور پر پیدا ہوا ہے یا انسان ملحد ہی پیدا ہوا ہے ایمان بعد میں۔عوارض واسباب نے جنم دیا ہے۔علماء ومحققین ومورخین تاریخ انسان کا کہنا ہے،تاریخ انسان بتاتی ہے کہ انسان اور ایمان میں انفکاک اور جدائی پذیر نہیں۔تاریخ انسان ہی تاریخ ادیان ہے۔محققین ومورخین انسانوں کا کہنا ہے کہ انسانوں کے اندر گرائش دینی ان کے نفس کے اندر سموئی ہوئی ہے۔ان کا کہنا ہے گزشتہ زمانے یا مستقبل میں کچھ انسان یا قوم وملت بغیر علوم وفنون کے تو پائیں گے لیکن بغیر دین والا کوئی انسان نہیں ملے گا اس کا مطلب یہ نہیں ہے انسانوں کے پاس دیانت وایمان صحیح نہیں تھے بلکہ ادیان فاسدہ والی قوم سے دونوں مراد ہیں۔یہی وجہ ہے انبیاء انحرافات روکنے کیلئے آئے تھے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ تاریخ انسان تاریخ ادیان ہے تاریخ الحاد نہیں ہے بلکہ الحاد بعد میں پیدا ہوا ہے۔الحاد ہمیشہ ان اجتماعات میں پیدا ہوا ہے جہاں فسق وفجور جرائم بطور علانیہ کا رواج ہوا ہے۔دین کو اٹھانے،خرافاتی معکوس انداز سے رائج کیا ہے لہذا مسلمان تمدنوں میں الحاد کا فروغ نہیں مگر بطور نادر ادیان فاسدہ سے تسلیم ہونے والے بعض صاحبان علم وفکر نے الحاد پھیلایا ہے جیسا کہ راوندی عبداللہ بن مقفع حماد بن عجر بشار بن بردان لوگوں نے خساست وپستی ورذائل نفسی کو چھپانے کی خاطر راہ الحاد کو پھیلایا جبکہ یورپ میں الحاد ایک تحریک کے طور پر ابھرا۔وہ کلیسا کے معکوس منحرف دین کی وجہ سے پھیلا ہے۔مسلمان معاشرے میں الحاد وبطور سری لوگوں کے اندر تشکیک پھیلانے کی خاطر اپنی کھوئی ہوئی عزت دین کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے اندرون خانہ سے شروع کیا گیا۔مسلمانوں کو پتہ ہے کہ یورپ میں الحاد اس طرح سے ابھرا ہے یہاں تک کہ اس دور کو عصر الحاد کہنے لگے۔

**قوانین نشو وارتقاء:**

۱۔ناموس تنازع البقاء۔ ۲۔ناموس التبیانیات بین الافراد۔

۳۔ناموس تباینات الارث۔ ۴۔ناموس انتخاب طبیعی۔

**۱۔تنازع البقاء:**

موجودات زندہ ہمیشہ طبیعت اور اپنی ہم نوع سے بقاء کی جنگ میں رہتے ہیں۔اس تنازع میں کامیابی وکامرانی،حق بقاء ہمیشہ حامل صفات غلبہ وبقاء کی ہوتی ہے۔یہ صفات اپنی جگہ مختلف ہوتی ہیں خاص کر حیوانات نباتات میں مختلف ہوتی ہیں کبھی صفت قوت شجاعت جسم کی باری یا چھوٹا ہونا ہوتا ہے یا تیز رفتار حسن وجمال،ذہانت فراست،رفع شرور مے حیلہ گر اور حیلہ شناسی کی ہوتی ہے۔یا مدبر فوت یا صبر وتحمل،فقر وفاقہ،بھوک وپیاس میں تحمل وبرداشت،مصائب و مشکلات میں برداشت ہوتی ہے۔حق بقا لائق وصالح بقاء والوں کی ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں تنازع بقاء۔

ص۳۲ **تطور**:نظریہ تطور جس کا مبتکر دردن انگریز ہے جو ۱۸۰۸۔۱۸۸۲ کے دوران تھا۔اس نظریہ کے تحت دین مبدءنظریات تمام فرضیات کا جھاڑ وہوں گے۔تمام عقائد تو الحاد کی لحدوں میں دفنائے گئے ہیں۔ملحدین نے الحاد کا جال بچھایا اور مفاسد اقدار کو فروغ دیا۔

دین اور نظریہ تطور ص۳۲ دین کہتا ہے کہ انسان مخلوق کائنات ہے جس کی خلقت امر کن فیکون سے وجود میں آئی ہے۔جبکہ ڈارون کا کہنا ہے کہ انسان کو اللہ نے خلق نہیں کیا ہے بلکہ وہ طریقہ تدریجی وتطوری یا ازروی مصادقات سے وجود میں آیا ہے۔جیسے ادنیٰ جراثیم سے بندر تک کے خلقت کا علم ہونے کے بعد سے دین کا کوئی مجال نہیں رہتا ہے خاص کر جہاں کہتے ہیں کہ دین انسان کی خاطر وجود میں آیا ہے لایا گیا ہے۔

محققات ص۵۰ پر آیا ہے اس نظریے کے مبتکر موجد لشاری ڈارون انگریز متوفی ۱۸۵۹ تھا جس نے کائنات میں ظہور حیاتیات کو ان بنیادوں پر قائم کیا ہے:

۱۔کائنات کی ہر چیز قبول حیات کے لئے آمادہ ہے۔

۲۔یہ حیات طبق قانون وراثت دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔

۳۔ہر ایک اپنی بقاء کے لئے جنگ لڑتے ہیں۔

۴۔قوی اور کامل باقی رہتا ہے۔ضعیف اور ناقص ختم ناپید ہوتا ہے۔

اس مدعی پر دلائل دیتے ہوئے اس نظریے کے داعی حضرات کہتے ہیں ہمیں یہ حقیقت بہت سے حیوانات پر تحقیقات سے حاصل ہوئی ہے۔حیوان خلیہ واحد سے لے کر ملائیں تو خلیہ کثیر حیوانات تک پہنچ جاتا ہے۔

۲۔زمین کھود کر آثار قدیمہ کے متلاشی افراد کا کہنا ہے کہ انہیں ھڈیاں ملی ہیں جن کے اعضاء ترکیبی انتہائی سادہ اور کم عناصر پر مشتمل ہیں۔رفتہ رفتہ پیچیدہ حیوانات وجود میں آئے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حیوانات بطور دفعی پیدا نہیں ہوتے ہیں بلکہ بطور تدریجی پیدا ہوئے ہیں۔اس طریقہ تدریجی سے ہی اس وقت کے مختلف انواع تک پہنچے ہیں۔

۱۔ردالحادی

۲۔ردابلیسی علمانی

۳۔ردنفاقی

۴۔حرفی

۵۔ردعلمی

## تولد ذاتی:(اپنے آپ پیدا ہونا)

کتاب التکامل فی الاسلام ج ۲ص ۱۰۳ میں آیا ہے کہ سترہویں صدی سے اس نظریہ نے زور پکڑا ہے کہ حشرات کیڑے مکوڑے جیسے مینڈک خودبخود اپنے آپ پیدا ہوتے ہیں بلکہ وہ ایک عام تجربہ ہیں جو سب کیلئے عیب ہے۔اگر آپ ایک اینٹ مرطوب دوسری اینٹ پر رکھیں گے چند دن کے بعد اینٹ کو ہٹائیں گے تو وہاں عقرب پیدا ہونگے۔اس طرح کچا گوشت جہاں رکھیں گے پانی میں رکھیں برتن میں رکھیں اس میں کیڑے پڑ جائیں گے۔بعض کہتے ہیں کہ خون والے حشرات جیسے مچھلی اور دیگر حیوانات سورج کی تپش سے پیدا ہوتے ہیں اس کو تولد ذاتی کہتے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موجودات حی جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں وہ اپنے آپ پیدا ہوتے ہیں اس کے لئے ماورائے خالق پیدا کرنے کے بات غلط ثابت ہوگی <u>اس بات کی رد کو ص ۱۰۴ سے نقل کریں۔</u>

## لاف وازی:۳۴-۴۵۱۶۵۳۴-۳۳۲

مادین کے دلائل میں سے ایک نظریہ لافوازتیہ ہے۔کتاب کواشف زیوف ص ۵۰۶ پر آیا ہے۔انطوان لافوار فرانس کمیائی صاحب نظریہ حد ہے۔**لا یخلق من العدم المطلق و لایعدم شی وان ھی تحولات من ماد لمادہ او من مادہ لطاقۃ او من طاقہ للطاقہ او من طاقہ لمادہ**۔کوئی چیز عدم مطلق سے خلق نہیں کیا جاتا ہے نہ کوئی چیز فناء کی جا سکتی ہے۔جو کچھ باہر ہو رہا ہے وہ مادہ ہے۔مادہ میں یا مادہ سے طاقت یا طاقت سے طاقت یا طاقت سے مادہ میں رہی ہے۔الحادین کے اس نظریہ سے عدم وجود باری تعالیٰ کا استناد حالانکہ ان کا یہ استناد غلط ہے لاخواز یہ نہیں کہتا ہے کہ مادہ اولی کائنات،بغیر موجد

کے پیدا ہوا ہے بلکہ لاخوازی یہ کہتا ہے وہ از خود کوئی بھی پیدا کر سکتا ہے نہ کوئی مادہ عدم کر سکتا ہے یہ اپنی جگہ درست ہے۔
بعض علماء ومفکرین اور فلاسفہ حیاتی کائناتی تولد ذاتی کے قائل ہیں جس طرح اصل تخلیق کائنات میں صدفہ کے قائل ہیں۔ان موجودات جمادی میں ظہور حیات کے بارے میں بھی تولد ذاتی کے قائل ہیں کتاب فھم المعالی قصہ الا یمان ص ۱۸۵ شیخ موزون کہتے ہیں انسان روئے زمین کا موجودات ہے اس کی دلیل زمین میں کھودائی کے موقع پر دریافت ہونے والے حیوانات کے اجزاء ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ اس کائنات میں بہت سے مصائب اور زلزلے آتے رہتے ہیں جس سے بہت سے یا کلی طور پر خلائق نا پید ہو گئے ہیں اور نئی خلائق نے جگہ لی ہے پھر اس پر نکبت زوال آیا اور وہ ختم ہو گئے۔نئی موجودات مخلوقات وجود میں آئی ہے اس تعاقب اور تنف کا انہوں نے ثعاقب نام رکھا ہے۔
لیکن علماء یہاں پہنچ کر دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں:
۱۔اللہ نے جس طرح پہلے والوں کو خلق کر کے ختم کیا تھا بعد میں آنے والوں کو بھی خلق کیا ہے۔
۲۔جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے تخلیق احیاء خود طبیعت نے کیا ہے۔لیکن یہ تخلیق یا ظہور احیاء انتہائی سست رفتار میں ہوئی۔رفتہ رفتہ حالت تدرج وتحول سے گزری ہے اس نظریہ کا داعی فرانس لا مارک ہے۔یہ نظریہ ضعیف رہا ہے اس کے خریدار نہیں بنیں گے،آگے نہیں بڑھے یہاں تک ۱۸۵۹ ڈارون کے کیاب الانصراع بطریق الانتخاب منظر عام پر آئی پھر اس کے بعد ۱۸۷۱ کو ان کی کتاب ''تسلسل انسان'' آئی۔ڈارون نے ان دو کتابوں میں قانون نس وارتقاء کو چار قانون کے اندر عد دکیا۔

## سیکولرزم:

کتاب الحاد دینی ص ۱۲۷ نقل از کتاب انظار غزوی الفکری ص ۱۹۳ جس کی تشریح لا دین غیر عقیدتی کی گئی ہے۔
سیکولرزم الحاد کا بدلا ہوا چہرہ ہے۔بعض نے اس کی تشریح دین کو حکومتی نظام سے جدا رکھنے کی ہے۔جبکہ سیکولرز سے مراد منخد اہ کی طرح اغفال ہے بلکہ ان کی مراد دین کو نظام زندگی کے تمام شعبوں فردی واجتماعی سیاسی واقتصادی سے باہر رکھنا ہے۔یہ کلمہ اس لئے استعمال کیا ہے تاکہ جذبات کو ٹھنڈا کریں۔علمانیہ الحاد کا تیسرا چہرہ ہے۔علمانیہ نے یہاں بھی اس کا ترجمہ علم سے کر کے استعمال کیا ہے حالانکہ اس سے مراد لا دینی عالمی ہے۔اس کلمہ کے استعمال کا پس منظر یورپ میں کچھ اس طرح سے ہے ایک دور میں کلیسا نصرانیوں کے تمام مقدرات سیاہ وسفید کا حاکم اور مطلق العنان تھا۔لیکن قرون وسطیٰ کے اختتام کے موقع پر عورتوں مزدوروں اور زحمت کشوں کی مسلسل جدوجہد اور ہزیمت کے نتیجے میں کلیسا اپنے اقتدار کی تقسیم کار پر راضی ہو گیا جہاں انہوں نے امور دینی کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور امور دنیوی زندگی کو سلطان بادشاہوں حکمرانوں کے سپرد کیا۔یہاں سے یورپ میں دین کا تسلط اور اقتدار تقسیم ہو گیا اس طرح سے نظام سیکولرزم نافذ ہونے کے بعد جو تبدیلی آئی اس کا چار نکات میں خلاصہ کیا جاتا ہے:
۱۔ملکی نظام معیشت اقتصاد سود پر قائم ہوگی۔
۲۔تقسیم تسلط اقامت کلیسا سے آزاد ہوگا۔
۳۔ملکی قوانین شریعت سے باہر ہوں گے۔
۴۔ایمان اعتقاد کی جگہ معاشرے کا ستون جمہوریت پر قائم ہوگا۔یہ جو تبدیلیاں یورپ میں آئیں اور ان کی روشنی میں جو نظام وہاں قائم ہوا،اس کو یورپی درسگاہوں سے واپسی پر تعلیم یافتہ حضرات کے یورپ کی تقلید کے نکات درج ذیل ہوں گے::

۱۔یورپ نیسیکولرز سے ہی ترقی پائی ہے۔

۲۔علم کو دین سے آزاد کرنے کا واحد ذریعہ اعتقادات سیکولرز ہے۔

۳۔نظام اسلام ایک نا کام نظام، مردود نظام ہے اس کو بدلنا ہی ہوگا۔

۴۔سیکولرز اسلام سے متصادم متعارض نہیں ہے۔

دین کو حکومت سے جدا اور دور رکھنے کی تحریک عالم اسلام میں پہلی بار مصر سے شروع ہوئی۔کتاب افطار الغروی الفکری علی العالم الاسلامی ص ۱۴۱ پر آیا ہے کہ سب سے پہلے اس کا جھنڈا اٹھانے والا عبدالرحمٰن الکوابی ہے جس نے ۱۸۹۹ میلادی کو ایک کتاب ام القری کے نام سے لکھ کر نشر کی۔جس میں اس نے عالم عرب کے مفکرین دانشوروں علماء استاد کو تجویز دی کہ وہ مکہ میں جمع ہو جائیں اور اپنے ملک کیلئے درپیش مسائل کا حل تلاش کریں۔برصغیر میں اس کا داعی سر سید احمد خان اور ان کا ہمنواء ہم خیال گروہ ہے۔سرسید کے بارے میں اردو ادب جلد ۴ میں تلاش کریں۔

## نظام تعلیم سیکولرز:

۱۔ملک کے گوشہ و کنارے میں سوائے اسلام کے دیگر تمام علوم وفنون کی تعلیم کا اہتمام۔

۲۔اصول وفروع تعالیم اسلامی پر مبنی تمام مدارس کی بندش حصار اور حوصلہ شکنی۔

۳۔مسیحیوں یہودیوں کی طرف سے مدارس کی تاسیس۔

۴۔ملکی مدارس سے فارغ ہونے والوں کے لئے اسکالرشپ کے ذریعے سے بیرون ملک بھیجنے کا اہتمام۔

۵۔مخلوط الجنس مدارس کا اہتمام۔

## سیکولرز کے گروہ:

**عالم اسلام سیکولرزموں کے نرغے میں:**

اس وقت عالم اسلام بغیر کسی استثناء کے جہاں کہیں بھی ہو، وہ سیکولرازم کے نرغے میں ہے۔ہم یہاں ان کی تعلیم اور طریقہ کار کے بارے میں کچھ معلومات پیش کریں گے:

۱۔مولفین و مصنفین کا گروہ

۲۔محضور کالم نگاروں کا گروہ۔

۳۔ان کے مفکرین و متخصصین اساتذہ تمام بڑی جامعات میں ہیں۔

۴۔ذرائع ابلاغ سمعیات وبصریات میں نشہ الحادی گروہ ہے۔

۵۔بعض نام نہاد روشن خیال علماء ہیں جو ان سے قربت حاصل کرنے کیلئے آیات وروایات کی ان کی خواہشات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔

**طریقہ کار سیکولرزم:**

۱۔سب سے پہلا اور آخری ہدف دین وشریعت کو زندگی کے تمام شعبوں سے نکال کر کنارے پر لگانا ہے کیونکہ ان کے زعم کے مطابق دین وشریعت ہی ان

تقدم وترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے جونہی اس کو کنارے پر لگائیں گے وہ ترقی وتمدن کے کنارے اور ساحل پر پہنچ جائیں گے۔

۲۔اہل دین وشریعت علماء ومومنین کی تذلیل وتحقیر کریں تاکہ عوام الناس ان سے دور رہیں اور ان کی خیانت کاری فاش نہ ہو جائے۔

۳۔ان میں مسخ وتحریف اور تحریف تاریخ اسلامی ہے۔نوع بشر کے لئے بلا امتیاز حقوق ومساوات آزادی وخودمختاری پیش کرنے والے دور کو جس کی ابھی تک کوئی مثال نہیں ملتی ہے اور یہ تاریخ اسلام کا درخشان دور تھا اس دور کو عصر وسطیٰ اولیٰ خونی وبربریت اور وحشیانہ دور پیش کرتے ہیں۔اپنے اس دور کو جو ہر قسم کی ہمیہ گیر وحشت سے بھرا دور ہے اسے عصر نورستان سے تعارف کراتے ہیں۔

۴۔افساد نظام تعلیم،آسان،ارزان بلا معاوضہ تعلیم جو کہ ہوا اور پانی کے بعد انسان کی ضروریات میں سے تھی اس کو تبدیلی نظام کے نام سے ہر آئے دن غیر ممکن الحصول بنانے کے علاوہ نصاب تعلیم سے اسلامی افکار ونظریات اقدار کو نکال کر الحادیت سے پر خود سے اجنبی نظام تعلیم مسلط کیا ہے۔

۵۔حذف فوارق ایمان کو اتفاق اتحاد یکجہتی کے نام سے دین دار و بے دین مومن وفاسق وفاجر وملحد ومسلمان وغیر مسلمان سب کو یکساں،ایک نظر سے سلوک واحد چلانے کی تحریک چلائی ہے۔

۶۔غیر اخلاقی مواد کی نشریات اور بے حیائی وفحاشی،اخلاق رذائیل کا پرچار آئے روز کرتے ہیں۔محرمات کے راستے میں حائل رکاوٹوں اور موانع کو برطرف کرنے کی تحریکیں بھی چلاتے ہیں۔

۷۔دین سے اعلان جنگ کر رکھا ہے۔یہاں دین نہیں رہ سکتا لوگوں کی مزاحم بنتا ہے،دین سے چڑ ہے۔

۸۔داعیان دین پر طرح طرح کے الزامات لگا کر معاشرے سے نکال پھینکیں۔

۹۔جو علماء سیکولروں سے صلح وآشتی نہیں کرتے ہیں انہیں ان کے عتاب سے نجات نہیں مل سکتی۔

۱۰۔آیات جہاد کو دہشت گردی کہہ کر ذرائع نصاب وابلاغ کی خدمت کرتے ہیں۔

۲۔تقدم علمی دوسرا المحسور نظام ہے۔تقدم صنعت مواصلات بری وبحری ہوائی نیز وسائل ارتباطی ٹیلی فون ٹیلی ویژن انٹرنیٹ نے کسی بھی علاقہ کو دیگر علاقوں سے جدا زندگی گزارنا ناممکن بنایا ہے۔گویا پوری دنیا اس وقت سابق زمانے منزل برید میں تبدیل ہوگئی ہے لحہ بھر میں ارتباط واتصال آسان بنایا ہے۔ایک علاقے میں پیش آنے والے حوادث حتیٰ کہ مخفی حوادث بھی صیغہ راز میں رکھنے مشکل ہو گئے ہیں جب سے سٹیلائٹ وجود میں آیا ہے دنیا اس وقت کئی نظاموں کی متحمل نہیں بلکہ ایک نظام کے اندر چلانا ہوگا جسے ان لوگوں نے حقوق انسان کا نام رکھا ہے۔

## عصر حاضر میں دین مسترد کرنے کا طریقہ کار:

دور حاضر میں دین کو مسترد کرنے کے بھی نئے طریقے ایجاد ہوئے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ دل کا آپریشن،آنکھ کا آپریشن،علاج ومعالجہ اور فن تعمیر میں محیر العقول تبدیلیاں آئی ہیں۔لیکن دین وہی ضد دین،وہی قرون وسطیٰ والا چل رہا ہے۔ایک ہی جملہ ہے جسے ایک عام انسان کے ساتھ دانشوری میں انا ربکم اعلیٰ کا دعویٰ رکھنے والے کہتے ہیں کہ سمجھ میں آیا یا نہیں؟ بلکہ حسب نقل قرآن کے مطابق یورپ والوں کے کہنے پر قرون اولیٰ میں بھی یہ کہتے تھے اسی کو دہراتے ہیں جسے علم جدید کے حاملین نے اپنایا ہے۔جہاں کہیں بحث یا دین کا ذکر آئے تو یہ کہیں گے کہ یہ تجربے یا مشاہدے میں نہیں آیا،درست بات ہے کیونکہ اس کا آغاز یا ایمان باللہ سے ہوتا ہے اللہ مادہ میں نہیں کہ مشاہدے میں آجائے،اللہ بیرون مادہ ہے کیونکہ دین یعنی ایمان اللہ سے شروع ہوتا ہے۔

میں جو بات سمجھ سکا وہ یہ ہے کہ حقائق کی حدود کو توڑ کر عقل کو مستعمرات میں لینے کا عمل،زمینوں کو مستعمرات میں لینے سے زیادہ خطرناک عمل ہوگا۔یہ ایک نا

قابل تردید حقیقت ہے کہ اکثر انسانوں نے اپنی عقل اور فکر، حاقدین، مفاد پرستوں، ضمیر فروشوں اور کاروباریوں کو بیچ دی ہوتی ہے۔ کیونکہ مسلسل ہجوم اور غارت انسان سے طاقت واستقامت چھین لیتی ہے۔ قوموں کو ہیجان میں لاتے ہیں، آپس میں نفرتیں پھیلاتے ہیں اور عواطف کو ورغلاتے ہیں۔ عقائد اقدار مفاہیم اخلاقی کو فرسودہ کرتے ہیں۔ اپنے خود ساختہ افکار ونظریات کی اشاعت کرتے ہیں ان کے اندر موجود افکار ونظریات کو مٹا دیتے ہیں۔ اس وقت مؤثر واحد اسلام ہے، مؤثر ہتھیار قرآن ومحمدؐ ہیں۔

## مستوردہ افکار کی جاگزین:

استعمار غاشم وظالم نے ہمارے دلائل وبراہین پر متکی ومبنی عقائد وافکار ونظریات کو مٹا کر اپنے غلط افکار ونظریات جاگزین کیے ہیں۔ انہی غلط افکار ونظریات کو سمجھنے کے لئے درسگاہیں کھولی ہیں۔ کثیر خطیر رقوم صرف کی ہیں۔ بہت سے انسانوں کی عمر ضائع کرتے ہیں تاکہ ان بے بنیاد افکار کو اچھی طرح سے یاد کریں۔ ان کو رواج دینے کے لئے وقت دیں جان دیں۔ ہمیں بھی اتنی توانائیاں صرف کرنی چاہئیں جس کیلئے آپ کے پاس بہت سی مثالیں ہیں۔ انبیاء اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت رہنمائی رہبری کے لئے مبعوث ہوئے ہیں وہ اپنی تبلیغ رسالت کے بعد جب رخصت ہوئے تو ہمارے پاس رسالت چھوڑ گئے ہمیں ان کے چھوڑے گئے دین کو قائم رکھنا ہے۔ وہ ہمارے اور اللہ کے درمیان واسطہ شریعت تھے۔ عمل واسطہ کے بعد ان کا دور ختم ہو گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا محمد دیگر انبیاء کی طرح بشر ہیں کسی انسان کو یہاں خلود نہیں دیا ہے خلود صرف اللہ کے دین کو حاصل ہے لیکن ہم نے دین کو چھوڑ کر ان کے نام کو زندہ رکھنے پر اصرار کیا ہے۔ چنانچہ موالید وحیات نبی کریم ان کے بعد آئمہ طاہرین ان کے بعد ان کے اولادوں کی اولاد، پوتوں پر پوتے بلکہ اب تو فاسقین وفاجرین ملحدین کی برسی وسالگرہ بھی ہماری زندگی میں شامل کیا گیا ہے۔ امت محمد کو رسالت وشریعت محمد کو زندہ رکھنا تھا یا نام والقاب وکنیت کو زندہ رکھنا ہے؟ کیا ان ایام کو منانے کا حکم قرآن اور سنت محمد میں ہے جس پر اصحاب وآئمہ نے عمل کیا ہو یا ان کا ابتداء کرنے والے کوئی مفاد پرست جو آج کل کے آراء سیاست مدار ہیں۔ ان کا ذکر کریں کیا بین الاقوامی تہوار بھی ہمارے دین کا حصہ ہیں۔

## سیکولرزم:

اس کلمے کا عربی ترجمہ علمانیہ کیا ہے کتاب موسوعہ میسرہ ج ۲ ص ۶۷۹ پر آیا ہے کہ سیکولرزم کا صحیح ترجمہ لادینی ہے یا دنیوی ہے۔ اس نظام کو کہتے ہیں جو زندگی کے علوم تجربی عقل اور مصلحت اجتماعی پر قائم ہوں۔ جس میں دین کو دور رکھا جائے سیکولرزم یعنی سیاست میں لادینی ہونا ہے۔ صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ سیکولرزم کا ترجمہ علمانیہ، خیانت، دھوکہ دہی پر مبنی ہے۔ نظام سیکولرزم یورپ میں سترہویں صدی سے شروع ہوا ہے لیکن مشرق میں انیسویں صدی کو پہنچا ہے۔ بعض ملکوں میں بیسویں صدی کے آغاز میں آیا ہے۔ غرض سیکولر کا معنی دین کو انسان کے ضمیر وجدان میں محسوس رکھنے یا خود اور اللہ کے درمیان غور وفکر کرنے سے روکنے تک محدود رکھنا ہے۔ سیکولرزم مولود باخلف نصاریٰ ہے۔ جہاں نصاریٰ اور شیطان کے درمیان طے شدہ معاہدے کے تحت قیصر کیلئے حکومت جائز اور اللہ کیلئے کلیسا کے تحت چلائیں جسے بعد میں کلیسا نے حضرت مسیح سے نسبت دی ہے۔ اعطا ماللقیصر للقیصر وما للہ اللہ یہ معاہدہ یورپ میں ۱۷۸۹ کتاب میں آیا ہے۔ یورپ میں یہ صورت حال اس وجہ سے آئی تھی جب علمائے دین طاغوت میں چلے گئے۔ دین کو ایک حرفت ہنر کی شکل میں تبدل کیا، سیاست استبدادی شروع کی، روحانیت عشاء ربانی زوجت ملوک غفران ہوگئی۔ کلیسا کے استبداد نے علم کے خلاف بغاوت شروع کی اور علم کی طرف بڑھنے والوں کے خلاف عدالتیں قائم کیں۔

## عقائد و افکار سیکولارات:

۱۔ بعض وجود باری تعالیٰ سے انکار کرتے ہیں۔

۲۔ عدم ارتباط میں اللہ و بین الانسان۔

۳۔ زندگی حرف علم تجربی و عقل پر قائم ہے۔

۴۔ روح اور مادہ یا جسم و روح کے درمیان یا اخلاق و اقدار میں وسیع عریض اور طویل فاصلہ ہے۔

۵۔ دین کو سیاست سے دور رکھیں۔

۶۔ ہر چیز کی کسوٹی مسفعت ہے اور پس اس کسوٹی کی روشنی میں ہر غلط جرم و خیانت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۷۔ جہاں تک ہو سکے قرآن اور محمد کو معطون بنائیں، اس کو اصول و ضوابط کے طور پر استفادہ کرنے سے روکا جائیں۔

۸۔ دور اسلام قانون اسلام باس کینہ ہو گیا ہے جیسا کہ بے نظیر بار بار اصرار کرتی تھی۔

۹۔ فقہ اسلامی قانون روحانی سے ماخوذ ہے۔

۱۰۔ اسلام ترقی و تمدن کے خلاف ہے۔

۱۱۔ عورتوں کو وسیع و عریض بے قید و بند آزادی دی جائے جیسا کہ ایران کے صدارتی امیدوار سابق سیاہ کے سربراہ کا شعار تھا کہ اُس نے کہا تھا اگر مجھے صدرات ملی تو میں کسی عورت کو وزیر خارجہ بنا دوں گا۔

۱۲۔ قدیم زمانے کی رسومات کو زندہ کریں جیسا کہ لاہور میں پتنگ اڑانے (بسنت) کو زندہ رکھا جا رہا ہے۔

کلمہ علمانیہ کے بارے میں یوسف قرضاوی اپنی کتاب علمانیہ ص۵۱ پر لکھتے ہیں یہ کلمہ چاہے کلمہ علم عین پر کسرہ لگا کر پڑھیں جس کے معنی دانش بنتے ہیں اس میں جو یاء ہے اس کو یاء نسبتی کہتے ہیں اگر کلمہ ع پر فتح کے ساتھ پڑھیں جس کے جمع عالم یعنی دنیا آتا ہے اس میں الف اور نون زیادہ ہے جو کہ قیاس لغت عرب کے خلاف ہے۔

---

---

یہ کلمہ چاہے مادہ علم عین پر کسرہ سے پڑھیں یا عین پر فتح کے ساتھ پڑھیں دونوں حوالے سے سیکولرزم کا ترجمہ نہیں ہے کیونکہ علم کو انگریزی میں سائنس یا سائنسزم کہا جاتا ہے سیکولرزم نہیں کہتے۔ سیکولرزم کا ترجمہ عربی میں لا دین ہے۔ کلمہ لا دین مسلمان اور ایک دین دیندار انسان کیلئے دل خراش ہے۔ اس لئے دھوکہ دہی اور اغفال میں رکھنے، توجہ ہٹانے کیلئے انہوں نے سیکولرزم کو علمانیہ کہا ہے تا کہ اس کا ترجمہ کرتے وقت وہ یہ توجیہ پیش کر سکیں کہ ہم تو علم کے داعی ہیں یا ہم امید دنیوی کے متعلق کہتے ہیں۔

## سیکولر دین کی جگہ مغرب کو رکھنے والے:

۱۔احمد لطفی سید کتاب حاضر العالم ص ۱۲۳۲ اپنے جریدہ میں لکھا انگریز ہمارے اولیاء امور ہیں وقت حاضر میں ان سے جنگ ان کا مقابلہ نہیں کرنا۔

۲۔عبدالرحمٰن کوکی (یا کوکبی) حاضر العالم ص ۲۳۳ عبدالرحمٰن کوکی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۶ ق م یہ سب سے پہلا سیکولر تھا ہے۔اس نے ۱۳۱۷ ھ میں کتاب ام القریٰ لکھی۔

۳۔علی عبدالرزاق نے کتاب اسلام واصول الحکم لکھی۔

سیکولرزم، جدت پسند غرب نواز اور اصلاح پسند سب ایک ہی مفہوم کی مختلف اصطلاحات ہیں جیسے ایک تقریر کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں۔ یہاں سیکولرزم کو نئے الفاظ کے لفافے میں پیش کرتے ہیں ورنہ سب کا مرجع ایک ہے۔ان میں مصر کے مندرجہ ذیل افراد ہیں۔

۱۔احمد لطفی سید مدبر جامعہ مصری

۲۔طہ حسین عبد حرکت تحریر

۳۔محمد عبیدہ

۴۔محمد احمد خلف اللہ الفن القصص فی القرآن

۵۔ہندوستان میں سر سید احمد خان کی کتاب العصرانیون محمد حامد ناصر ے ۲ سر سید احمد خان ہندوستان متحرک تھے جبکہ محمد عبدہ مصر میں متحرک تھے۔سر سید احمد خان کے حلقۂ چراغ علماء میں امیر علی اور محمد علی جوہر قادیانی تھے۔عصرانیون ص ۸۲۔

سیکولرزم:

مغرب گرائی، شرق گرائی، سیکولر، روشن خیال، ترقی پسند اور اعتدال پسند سب ایک مفہوم رکھتے ہیں۔ ان الفاظ کو پسندیدہ بنانے والوں کا اصل ہدف یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کیا جائے وہ اپنا نام تو مسلمانوں جیسا رکھیں لیکن اسلام کو ان سے اس طرح چھین لیا جائے کہ ان میں مسلمانوں جیسا کوئی ایسا کردار نہ ہو کہ جسے دیکھ کر لوگ اسلام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ یہ منصوبہ لوئیس راجع نے اس وقت پیش کیا جب وہ جنگ صلیبی میں امارات سے رہائی ملنے کے بعد یورپ والوں کو اپنی جنگ کے تجربات اور آئندہ کے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔اُس نے کہا کہ مسلمانوں سے بزور اسلحہ نہ لڑا جائے بلکہ بزور مکر وفریب ودھوکہ دہی، خیرخواہی کے نام سے ان سے جنگ کریں۔اس جنگ کیلئے انہوں نے متعدد گروہ بنائے ہیں۔ان گروہوں کی شناخت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی خیرخواہی کے نام سے یہ کلمات استعمال کریں گے اس حوالے سے مسیحیوں یا یورپیوں نے مسلمانوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے ہم یہاں پر

اسلام و مسلمین کے خلاف استعمال ہونے والے افراد کے نام پیش کریں گے۔

۱۔محمد علی ۱۸۸۲ ام کو ص ۲۰۷

۲۔قضیہ تحریر المراۃ سب سے پہلے عالم اسلام میں اس شعار کو اٹھانے والا قاسم امین ہے یہ ترکیہ اور معردون سے انتساب جوان تھا۔۲۰ سال کی عمر میں لیسانس لیا جبکہ عام طلاب ۲۵ سال کی عمر میں لیتے تھے اس نے جانے سے پہلے مستغرب کا ایک رسالہ پڑھا تھا جس میں عورت کی تحقیر پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔

کتاب واقضاء المعاصر ص ۲۵۰ ان کے بعد ھدی الشعراوی ص ۲۵۴

رفاعہ طنطاوی ص او قصنا ص ۲۰۹۔

محمد عبدہ، ان کے بارے میں کتاب عصرانیون ص ۷۱ پر شیخ مصطفیٰ صبری نے لکھا ہے کہ نہضت محمد عبدہ نے اہل مصر کو لادینیت سے نزدیک کیا لیکن لادینوں کو ایک قدیم اسلام سے نزدیک نہیں کیا۔محمد عبدہ نے قاسم امین کو بھی بے حجابی کو رواج دینے پر لگایا۔

احمد خان عصرانیون ص ۷۷ پر لکھا ہے کہ یہ شخص حد سے زیادہ مغرب پرست تھا۔اس کے پاس کسی چیز کی واحد کسوٹی تقاضہ غرب تھا جسے وہ صحیح کہے وہ صحیح ہے اور جسے مغرب نہ مانے وہ غلط ہے۔سر احمد خان اپنے کالج میں صنعتی علوم پڑھانے کے سخت خلاف تھے وہ کہتے تھے ہندوستان کو اس وقت صنعت کی ضرورت نہیں فکر کی ضرورت ہے۔وہ چھوٹی عمر میں مجالس لہو ولعب اور رقص و سرور کے دلدادہ تھے۔

# ۱۸۔منورین وطنی

اس کا سادہ ترجمہ یہ ہوگا کہ احساس و ذمہ داری رکھنے والا ہر وہ شخص جو یہ درک کرے کہ میرے وطن میں کیا ہو رہا ہے اور کون اسے دیوالیہ بنا رہا ہے۔ کون کھلم کھلا ظالمانہ صورت میں نظر آتا ہے اور کون دبے چھپے نظر آتا ہے۔بعض صاحبان حیثیت اس صورت حال میں خاموش و ساکت اور چپ چاپ رہتے ہیں لیکن ہم یہاں اس سلسلے میں بڑا اور اہم کردار رکھنے والوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں ان میں سرفہرست جمہوریت پرستان ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں اس جمہوریت میں خرابی وخیانت اور بدنیتی کہاں اور کس حد تک ہے اور یہ خرابی کہاں تک سرایت کر چکی ہے۔

## منورین جمہوری:

یعنی نظام استبداد و آمریت سے نجات دلا کر جمہوری نظام کی طرف دعوت دینے والوں کو منورین جمہوری کہتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ جمہوریت کو نہ ماننے والے مجرم اور خائن ہیں۔ وہ عوام کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں۔ جمہوریت بمقابل ملوکیت واستبدادیت وآمریت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم یہاں جمہوریت کے خدوخال کو بنیاد سے اٹھائیں اور دیکھیں کہ اس میں کہاں نور ہے اور کہاں ظلمت و تاریکی ہے۔عام فہم میں آمریت اور جمہوریت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جاتا ہے لیکن کیا حقیقت اور واقعیت خارجی میں بھی ایسا ہی ہے یا حقیقت میں ان میں آپس میں والد و مولود اور باپ بیٹے کی نسبت پائی جاتی ہے۔یا حقیقت اور واقعیت میں اس وقت کی جمہوریت دین وملت کیلئے کئی گنا بدتر از استبدادیت ہے اور یہاں لطف ولذت صرف

اور صرف پارٹی حضرات کو حاصل ہے لہٰذا یہ جملہ کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے محض ایک سوچ ہے اس کی عالم الفاظ سے باہر کوئی حقیقت نہیں اس بارے میں دقت اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں اس کے عناصر ترکیبی کو بیان کرنے اور یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ کتنے عناصر سے مرکب ہے اور اس کی کیا کیا شرائط ہیں سب سے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ جمہوریت کسے کہتے ہیں اس کا معنی ومفہوم کیا ہے، یہ لفظ کس کلمہ سے بنایا گیا ہے اور سب سے پہلے اس نظام کو کس نے اختراع کیا ہے اور اس کا وطن اور اس کی ابتدائی تاریخ کیا ہے۔

[کتاب نظام الحکم والا رد ہتالیف باقر قرشی ص ۸۹]

جمہوریت کلمہ عربی مادہ جمہر سے ہے جس کے معنی کثیر کے ہیں لیکن یہ ایک نظام کے طور پر کہاں سے ماخوذ ہے تو اس بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کلمہ دیمقراطیس کا ترجمہ ہے لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ جمہوریت سے مراد عوام کے ذریعے عوام کے لئے عوام کی حکومت ہے البتہ اس کو دیمقراطیس کی طرف جو نسبت دی گئی ہے وہ بھی یونان کے افلاطون کی طرف نسبت ہے جبکہ وہاں عوامی حکومت نہیں تھی۔

دیمقراطیہ کا تعلق قدیم یونان سے بتایا جاتا ہے وہاں بھی حکومت اکثریت کے ہاتھ میں نہیں تھی بلکہ اسے اشراف چلاتے تھے۔ یہ رفتہ رفتہ یونان سے منتقل ہوتے گئے وہاں بادشاہان حکومت کرتے تھے۔ انقلاب فرانس کے موقعہ پر مزدوروں اور عوام نے وہاں کے بادشاہان کے خلاف مہم چلائی جہاں بادشاہ استبدادیت وآمریت سے حکومت چلاتے تھے وہ اپنی حکومت کی سند عوام سے نہیں بلکہ اللہ سے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عوام کو ان کی اطاعت کرنی چاہیے اور ان کے سامنے تسلیم ہونا چاہیے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق فرانس اللہ کی طرف سے بادشاہ کے لئے ایک عطیہ ہے۔ چنانچہ بولیس رابع عشر نے کہا الدولہ ہی لینا چنانچہ ان کے بادشاہوں میں لکھا ملتا ہے المکیہ الھیہ وکالت ہے بولیس خامس عشر نے کہا انا تلقینا تاجنا من الحق تعالیٰ و ان الحق من بقوائین عائد الینا و حدنا دون مشار کہ احد قدس اغسطین نے بادشاہوں کے ظلم وجور کے جواز کے بارے میں کہا ہے السلطہ القائمہ معطاۃ من اللہ فی یقضھا بعض اومر اللہ و یجلب علی نفسہ اللغی فرانس کے عوام نے اس ظلم وجور کے خلاف قیام کیا حکومت فردی وشخصی کا خاتمہ کیا۔ اور دیمقراطیہ کے نظریات کو ہی اساس وبنیاد قانون بنایا اور ۱۷۸۹ء میں حقوق فرانس کا اعلان کیا۔ ان کے قانون کی تیسری شق میں لکھا ہے کہ عوام مصدر حکومت وریاست ہیں۔ ۱۷۹۱ء کے اعلان میں آیا کہ سیادت وقیادت آقائیت ملک ملت ہے نہ قابل تجزیہ ہے نہ قابل تنزل ہے لیکن فرانس جلد ہی اس قانون سے منحرف ہوگیا چنانچہ نابیلوہ نے ۱۷۹۹ء میں ایک استبداد وآمریت والی حکومت قائم کی۔

ملوکیت وجمہوریت دونوں کی اب تک جتنی بھی اقسام کی شکل وصورت سامنے آئی ہیں وہ الحادیوں اور سیکولروں کے مکرانہ ومکیدانہ وابلیسانہ چہرہ ہیں۔ وہ اپنے حق حکومت کے لئے خس وخاش کے تنکے کے برابر بھی دلیل دینا پسند نہیں کرتے سند تو دور کی بات ہے وہ اپنے دعویٰ اکثریت میں بھی دھوکہ باز ہیں۔

## عوام:

جن افراد کو عوام کی اکثریت انتخاب کرے گی ان کو جمہوری حاکم کہیں گے۔ یہ افراد آگے جا کر مادام العمر ہی حاکم ہوتے ہیں۔ دنیا میں اس کی بے حساب مثالیں موجود ہیں چاہے وہ آمر وظالم ہوں یا عوام دوست ہوں جبکہ کم ہی حاکم ایسے ہوں گے جو محدود مدت کے لیے حاکم رہے ہوں چنانچہ روس میں حاکم یا دیگر ملکوں میں حاکم حکومتیں وہی بیٹھی ہیں جو عرصہ بیس یا تیس چالیس سال سے وہاں حکومت کر رہی ہیں۔ یہاں ہمیں جمہوریت کے دوسرے ستون یعنی عوام کے بارے میں بحث کو کھولنے کی

ضرورت ہے کہ عوام سے مراد کیا ہے اور یہ کتنی تعداد میں ہیں؟ عوام سے مراد ہر وہ شخص ہے جسے انسان کہا جائے۔ عوام سے مراد بالغ وعاقل عوام مراد ہے۔ ۳۔ پڑھی لکھی عوام ہے۔ اگر کہیں عوام پڑھی لکھی ہو تو کیا وہ ملک وملت کے بارے میں مفید نظام کی تشخیص دے سکتی ہے؟ بقول بعض کیا کسی ملک میں عوام یہ تشخیص خود کر سکے گی؟ دنیا میں قدیم دور سے عقلاء یہ کہتے آئے ہیں تمام عوام ایسی نہیں ہوتی ہے بلکہ ان مسائل میں عوام طبقات و درجات رکھتی ہے۔

**لوگوں کے طبقات:** [اصول محضرات ص ٦]

ضرارۃ بن اوفا نے علی بن حسین سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے زمانہ میں لوگوں کے چھ طبقات ہیں:

۱۔ اسد' اسد سے مراد دنیا کے بادشاہان ہیں جن میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسروں پر غالب آجائے اور خود مغلوب نہ ہو۔ اس صفت کے ذہن کے لوگ اسد ہیں یعنی یہ صفت شیر کے حامل ہیں۔

۲۔ ذئب یعنی بھیڑیئے' یہ تاجر لوگ ہیں جب خریدتے ہیں تو مذمت کرتے ہیں لیکن جب بیچتے ہیں تو اس کی تعریف کرتے ہیں۔

۳۔ ثعلب' لومڑی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو بیچ کر کھاتے ہیں ان کے دل میں دین نہیں ہوتا ہے ان کے دل میں وہ چیز نہیں ہوتی ہے جو وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں۔

۴۔ کلب یعنی کتے وہ لوگ جو دوسروں کو اپنی زبان سے بھونکتے ہیں لوگ ان کی زبان کے شر سے بچنے کیلئے ان کی تکریم واحترام کرتے ہیں۔

۵۔ خنزیر یہ وہی مخنث لوگ ہیں جو کوئی برائی نہیں چھوڑتے جسے وہ انجام نہ دیں، ہر برائی پر وہ آمادہ رہتے ہیں۔

٦۔ شات یعنی گوسفند یہ مومنین ہیں ان کا گوشت چیرا جاتا ہے، ان کے شعور کو کاٹا جاتا ہے، گوشت کو کھایا جاتا ہے اور ان کی ہڈی کو پہنا جاتا ہے۔

**جمہوریت** یعنی عوام الناس کی رضاو رغبت کے مطابق چلنے والی حکومت کہ جہاں عوام الناس پر کسی قسم کا تشدد نہیں ہوتا اور اس حکومت میں عوام کی مرضی کے خلاف جبر و کراہت سے فیصلے نہیں ہوتے۔ حکومت پر آتے وقت یا حکومت سنبھالنے کے بعد یہ جمہوریت اسلام کے خلاف نہیں بلکہ اسلام اس کا داعی ہے یہ کہتے ہیں۔ جس جمہوریت کا مغرب داعی ہے اسلام اس کا سر سے پیر تک مخالف ہے لہٰذا یہ کہا جاتا ہے کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بھی بہتر ہے یہ بات کسی حکیم ودانا، خود مختار اور آزاد خیر خواہ کی نہیں چہ جائیکہ مسلمانوں کے اصول شریعہ سے مطابقت رکھتی ہو۔ بدترین آمریت جسمیں جمہوریت کی بوتک نہیں آتی ہے وہ مقابل ہے بدترین جمہوریت کے جس میں ذرہ برابر انسانیت کی بو نہیں آتی ہے۔

دیمقراطیہ (جمہوریت) کی تین بنیاد بتاتے ہیں:

۱۔ حکومت عوامی ۲۔ مساوات ۳۔ شوریٰ عوامی۔

## اصناف الناس : [ج ۳ ص ۳۰]

معاویہ نے احنف سے کہا میرے لئے لوگوں کے مختصر کلمات میں تعریف کریں۔

تو اس نے کہا:

۱۔ بعض کے نصیب نے ان کے سروں کو اونچا کیا ہے۔

۲۔ بعض کو ان کی تدبیر وفراست نے بڑا کیا ہے۔

۳۔ جو پس ماندہ تھے' مال ودولت نے ان کی تشہیر کی ہے۔

۴۔ جو دم بریدہ تھے انھیں ادب نے اٹھایا ہے۔

۵۔ باقی ماندہ حیوان ہیں اگر یہ لوگ بھوکے ہو جائیں تو مریں گے اگر پیٹ بھر جائے تو سو جائیں گے۔

سلمان نے کہا: لوگوں کے چار گروہ ہیں:

۱۔ سرور وآقا وملوک وبادشاہان ہیں۔

۲۔ بھیڑیئے، یہ تاجر ہیں۔

۳۔ لومڑیاں، دھوکہ کھانے والے فقراء ہیں۔

۴۔ گلہ گوسفند، مومن ہے ہر ایک اس کو نوچ کھاتا ہے۔

عتابی کہتا ہے میں نے ایک عورت کو لوگوں کے سامنے روٹی کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی لوگوں کے سامنے کھاتی ہو تو اس نے جواب دیا اگر آپ ایک گھر میں ہوں اور وہاں گلہ گوسفند ہوں تو آپ ان کے سامنے نہیں کھائیں گے اس نے کہا ہاں کھاؤں گا۔ اس پر وہ کہنے لگی یہ سب گلہ گوسفند ہیں اور میں یہ ثابت کر سکتی ہوں۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ایک حدیث جعل کی کہ جس کسی کی زبان اس کے ناک میں داخل ہو سکے تو وہ جنتی ہوتا ہے تو سب نے اپنی زبان نکال کر ناک میں ڈالنا شروع کر دی۔

کسی نے شاعر سے پوچھا گدھوں کا بازار کہاں ہے تو اس نے کہا جہاں جائیں گدھے ملتے ہیں۔

میں نے اپنے نفس کے لئے غیر ضروری چیزوں کو چھوڑنے میں راحت دیکھی۔ مجھے وحشت وخوف بادیہ میں ہوتی ہے اور بدترین وحشت برے ساتھیوں میں ملتی ہے۔

**بلوغت عوام:**

کیا عوام کبھی بالغ ہو جاتی ہے یا یہ پڑھی لکھی قوموں میں ہوتا ہے ایسا بھی نہیں کہ دنیا میں ہر انسان کی الگ بلوغ ہوتی ہے۔ بلوغت یعنی جس مرتبے پر پہنچنا چاہیے تھا پہنچ گیا ہے۔ بلوغت سے مراد عقل وادراکِ خیر وشر اور نفع ونقصان ہے۔ یہ کسوٹی سب میں ایک جیسی نہیں ہوتی کاشت کار، زمین دار کی بلوغت اور تاجروں کی بلوغت میں فرق ہے۔ بلوغت کی اپنی جگہ اقسام وانواع ہیں:

بلوغت جنسی، بلوغت تحمل، اوامر ونواہی، بلوغت سیاسی، بلوغت اقتصادی، بلوغت ذکور، بلوغت اناث، انسان کی بلوغت ہر چیز میں نہیں ہوتی ہے۔ وہ ایک یا دو میں بالغ ہوتا ہے باقی میں نابالغ ہی رہتا ہے اور نابالغ ہی مرتا ہے اور وہ ان مسائل میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا ہے۔

ایک اپنے دین میں بالغ ہو جاتا ہے جبکہ دنیا میں نابالغ ہی رہتا ہے۔ لہٰذا امیر المومنین فرمایا **الناس ثلاث عالم و متعلم و همج الرعى يميلون مع كل ناعق.** عوام کبھی بالغ نہیں ہوتی اگر عوام الناس بالغ ہوتی تو دیندار خاص کر علماء اعلام کبھی لادینوں کا ساتھ نہ دیتے اور زرداری اور گیلانی کے ساتھ اتحاد نہ کرتے۔

گیلانی نے تو یہ بھی کہا تھا کہ کیا ہمارے امریکہ مردہ باد کہنے سے ہمارے شہداء واپس آجائیں گے؟ زرداری اگر مسلمان تو چھوڑیں مشرقی بھی ہوتے تو وہ اپنی دو جوان بیٹیوں کو اپنے ساتھ امریکہ، یورپ وچین کے حکمرانوں سے مصافحہ نہیں کراتے۔ پھر حامد کاظمی کہتے تھے جس قوم کا سربراہ سید یوسف رضا گیلانی ہو اس میں توہین رسالت ممکن نہیں کیا زرداری نے توہین رسالت کرنے والی عورت کو یورپ بھیجنے کا بندوبست نہیں کیا تھا؟ ہر ملک میں ایک فضاء بنائی جاتی ہے اور عوام اس فضاء کی لہر پر جاتی ہے۔ جب کبھی عوام بیداری دکھاتی ہے تو اس سے یہ نہ سمجھیں کہ وہ بیدار ہو گئے ہیں بلکہ کوئی خفیہ ہاتھ ان کے کاندھے پر آتا ہے جو کسی حکومت کو گراتا ہے اور کسی کو اٹھاتا ہے۔

ہر روز ذرائع ابلاغ بمعہ سمعی وبصری بیانی وتحریری میں یہ بتایا جاتا ہے کہ عوام اب وہ پہلے والی عوام نہیں ہے بلکہ وہ اب بالغ ہو چکی ہے وہ اپنے فیصلے خود کرتی ہے اگر اس دفعہ نواز شریف کو کامیاب بنایا تو عوام بالغ ہو گئے اور اگر آئندہ سالوں میں نواز شریف کو نہیں بنایا تو وہ میاں صاحب کیلئے نابالغ و بوڑھے اور فرسودہ ہو گئے اور کسی اور کیلئے بالغ ہو گئے۔ جو جیت جائے اس کے لئے تو عوام بالغ ہو چکی ہے اور جو ہار جائے اس کے لئے نابالغ یہ ایک قسم کا دھوکہ وفریب ہے بلکہ بلوغت عوام کی چند قسمیں ہیں:

ا۔ایک وجہ یہ ہے کہ عوام ہمیشہ نابالغ رہتی ہے کبھی بالغ نہیں ہوئی۔اس کے بہت سی دلائل وشواہد ہیں اس کا ایک شاہد یہ ہے کہ آج پی پی کسی احمق و جاہل کو ووٹ دینے کا کہے گی تو عوام اسے بھی ووٹ دیں گے۔اگر کراچی میں ایم کیو ایم کسی طفل نابالغ کو ووٹ دینے کے لئے کہے گے تو کراچی کے عوام اسے بھی ووٹ دیں گے۔اس سے پہلے انتخابات میں بعض علماء یا جیالے کہتے تھے کہ یہ ولایت فقیہ کا حکم ہے اگر ولی فقیہ کسی درخت کو ووٹ دینے کے لئے کہیں تو ان کے ماننے والوں کے لئے واجب ہے کہ اس کو ووٹ دیں۔اب ایم کیو ایم کہتی ہے ہمیں منزل نہیں رہنما چاہیے۔جب منزل ہی نہیں تو رہنما کسی مقصد کے لئے چاہے۔کچھ لوگ یہاں نظام ولایت فقیہ چلاتے ہیں جب کہ ولی فقیہ کے انتخابات یا عزل میں یہاں کے لوگوں کا کوئی کردار نہیں اور وہ بھی ہماری مشکلات میں دخل نہیں دیتے ہیں۔یہاں آزادی فحشاء ومنکرات کا بل پاس ہوا تو آپ نے مداخلت نہیں کی گویا یہاں نظام ولایت فقیہ اور اطاعت امام مہدی کا صرف تصور ہے وجود نہیں۔ہر آئے دن ان کی آمد کی پیشن گوئی کی جاتی ہے لیکن امام تشریف نہیں لاتے پھر خمس دیتے ہیں لہٰذا عوام کلی طور پر کبھی بھی بالغ نہیں ہوتے بالغ صرف سرمایہ دار اور سیاسی افراد ہی ہوئے ہیں۔

اس کی مثال اندرون سندھ میں سندھ کے عوام ہے وہ ۴۴ سال سے بھٹو کے خاندان کو ووٹ دے رہے ہیں حالانکہ انہوں نے اس خاندان سے کبھی کوئی خاص خوبی ہمدردی نہیں دیکھی اور نہ ہی یہ خاندان ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکا ہے۔ان کی طرف سے کرپشن اور ظلم و جنایت جاری ہے اس کے باوجود لوگ انہیں کو ووٹ دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے یہاں کے عوام بالغ نہیں ہوں گے دوسری مثال ہمارے بلتستان کے عوام کی ہے انہوں نے پہلے دن سے ان کی بیعت کی ہے یہ بیعت ٹوٹتی نظر نہیں آنی چاہیے چاہے وہ کتنا ہی برملاء اسلام کا مذاق کیوں نہ اڑائیں چنانچہ وزیر اعلیٰ نے بیان دیا کہ گلگت بلتستان کے عوام الناس پر بھٹو خاندان کا احسان ہے، وہ جہاں کہیں ہوں، ان کو ووٹ دیں چنانچہ مکران سے بلتستان کے مزدور ہر سال ان کی قبر پر آتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کے عوام نابالغیت میں ان سے آگے نکل جائیں۔ان سیاستدانوں کی تقاریر بھی منورین صحافت کی خیانتیں ہیں کہ وہ کسی کے کہنے پر عوام کا رخ موڑ لیتے ہیں۔

چترال کے لوگ ایک عرصے سے بھٹو خاندان کو ووٹ دیتے رہے ہیں۔اس سال انہوں نے پرویز مشرف کو ووٹ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔پرویز مشرف بائیکاٹ کیا لیکن ان کا نمائندہ بائیکاٹ کے بعد دوبارہ الیکشن لڑ کر عمران خان کی پارٹی میں شامل ہو گیا ہے گزشتہ انتخابات میں راولپنڈی کے عوام نے بالغ ہو کر شیخ رشید کو مسترد کیا لیکن اس سال وہ دوبارہ نابالغ ہو گئے اور شیخ رشید کو کامیاب کیا۔

## ۲۔عوام بیدار ہو چکے ہیں:

بعض بدنیت ارباب اقتدار چاہے وہ کرسی اقتدار پر ہوں یا اس کی طرف رواں دواں ہوں، ان کا عقیدہ ہے کہ عوام جتنا بے وقوف اور جاہل ہو گی اتنا ہی وہ اربا

ب اقتدار کی حکومت کو طول بخشنے کا سبب بنتی ہے۔ یہاں کا تو ہمیں پتہ نہیں ہے لیکن ہمارے بلتستان کے علماء یعنی صاحبان ممبر سادات حضرات غیر سادات کے علم دین پڑھنے کی سرسخت مخالفت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ان کو پڑھائیں گے تو یہی لوگ ہمارے مزاحم بنیں گے۔ اسی طرح راجگان و نوابان کا خیال تھا کہ عام انسان کو نہیں پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ اندرون سندھ و بلوچستان اور ملک کے بعض دیگر علاقوں کے نوابان کا بھی یہی رویہ رہا ہے وہاں کے وڈیرے تعلیم و ترقی کا تمام بجٹ اپنے کھاتے میں لیتے رہے اور جب الیکشن کا دور آتا ہے تو تجزیہ نگار و قلم کار اور ان کے نمک خوار ہر گزشتہ انتخاب کی طرح اس بار بھی علاقے کے مسائل اور حقوق کی بات کرتے ہیں پھر اس کے لئے نوحے اور مرثیے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ اپنے مضامین میں جن سیاستدانوں کو ووٹ کے حقدار اور اہل ثابت کرتے ہیں یہ تمام مسائل انہی کے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ یہ خیال قدرے درست ثابت ہوگیا ہے کہ اگر آپ نے کالج بنایا، یونیورسٹی بنائی تو یہاں کے جوان محنت و مشقت پڑھائی میں مصروف ہو جائیں گے جبکہ یہ سیاستدان ان کو اپنے کارخانوں کا مزدور بنانا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ترغیب دیتے ہیں کہ پڑھائی چھوڑ کر توڑ پھوڑ کریں۔ بھٹو نے انہی درسگاہوں کے طلباء کو پڑھائی چھوڑ کر اپنی کرسی اقتدار کیلئے کارکن کے طور پر استعمال کیا تھا۔ انہوں نے دانشگاہوں میں دیگر طلباء کو پڑھائی سے روکا تا کہ جلوسوں میں جا کر لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچائیں پھر ان کی بیٹی نے غریبوں کے نام سے ملک کو مزید غریب بنایا۔ جماعت اسلامی جس سے کچھ امید وابستہ تھی، انہوں نے بھی صرف اسلام کے نام کو استعمال کیا اور کام وہی کیا جس کی بھٹو صاحب ہدایت دے گئے تھے۔ اس تنظیم کو قاضی صاحب، لیاقت بلوچ اور سید منور صاحب نے چلایا، آخر میں خود امیر جماعت نائب امیر بنے مولانا سید مودودی صاحب جو خالص اسلام کی بات کرتے تھے ان کی اسلامی جماعت کے اسلامی حکومت کے قیام کے منشور کو فلاحی حکومت کے قیام کے منشور میں تبدیل کر دیا۔ شیعہ جماعت کے طلباء ان سے کم نہیں ہیں انہوں نے ولایت فقیہ کی حکومت قائم کرنے کی تحریک چلا کر اس تحریک کو بھٹو اور بے نظیر کے نوحوں، مرثیوں اور سینہ کوبی تک پہنچایا۔

۳۔ عوام بالغ ہی ہوتے ہیں لہٰذا ابواب فقہ میں آیا ہے طفل ممیّز خیر و شر کا تمیز کرنے والا لیکن کون سی چیز ملک و ملت کے لیے خیر یا شر ہے انہیں اس کی فکر نہیں ہوتی بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کون سی چیز ان کی ذات کے لیے خیر ہے اور کون سی چیز ان کے لیے شر ہے۔ اور کہاں سے ان کے بچوں کیلئے اسکالرشپ آتی ہے اور کہاں سے پڑھائی کے بعد نوکری کیلئے یقین دہانی کرائی جاتی ہے لیکن معلوم نہیں ایک آدمی کتنی نوکریاں دے لہٰذا وہ اگلی دفعہ بلوغت بدل لیتے ہیں۔

**استبدادیت:** [معائر ۱ اص ۹۷]

**آمریت اور جمہوریت:**

ہم آمریت کو عالم فکر و فلسفہ میں لے جاتے ہیں وہاں ہم ان کے حامیوں اور داعیوں سے آمریت کی سوانح حیات پوچھیں گے۔ اس کے موطن اصلی اور جائے سکونت کہاں ہے اور وہ اوسطاً کتنی عمر دنیا میں گزارنے کی صلاحت و قابلیت رکھتی ہے کیونکہ مخلوقات چاہے جمادی ہوں، نباتاتی ہوں یا حیوانی ہوں انسانی ہوں یا فکری ہوں ہر ایک کی ایک عمر ہے۔ آیئے آمریت کے داعیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آمریت جہاں پیدا ہوتی ہے یہ اتفاقی و صدفاتی ہوتی ہے یا عوامل و اسباب کے تحت پیدا ہوتی ہے۔

اگر عوامل و اسباب کے تحت پیدا ہوتی ہے تو وہ عوامل و اسباب کیا ہیں جن کی وجہ سے آمریت پیدا ہو جاتی ہے اور کونسی جگہ اور علاقہ اس کیلئے زرخیز کہا جاتا ہے۔ علماء و مفکرین لکھتے ہیں وہ مولود صدفاتی نہیں کیونکہ بطور صدفہ کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ ہر چیز عوامل و اسباب کے تحت پیدا ہوتی

ہے۔لیکن اس کی پیدائش جراثیم جیسی ہے وہ مختلف عوامل واسباب سے پیدا ہوتی ہے زندگی کے بہت سے شعبوں میں وہ نفوذ رکھتی ہے اگر آمریت کرسی اقتدار پر بیٹھتی ہو اور پھر اگر اسے وہاں سے بھاگنا پڑے تو یا تو وہ ایوان تجارت وصنعت کی کرسی پر بیٹھتی ہے یا ایوان ثقافت میں نفوذ کرتی ہے یا جمہوریت کی حلف برداری کے دن حلف نامے میں نفوذ کرتی ہے۔اگر یہ ایک علاقے سے بھاگے تو دوسرے علاقے میں جاتی ہے وہ زیادہ تر اقتدار میں سکونت کرتی ہے جونہی وہ اپنے اقتدار کو بلا رقیب دیکھتی ہے تو فوراً وہاں نفوذ کرتی ہے جہاں انار کی پھیلے وہاں آمریت آتی ہے۔جہاں مادر پدر آزاد جمہوریت کے ترانے گائے جاتے ہیں وہاں آنے والی آمریت جنوں کی طرح نہ نظر آنے والے شیطانوں جیسی ہوتی ہے جو مختلف اشکال میں نفوذ کرتی ہے اور کبھی وہ جمہوریت کے روپ میں آجاتی ہے جیسا کہ یہاں کے لوگوں نے پی پی میں دیکھ لیا ہے کہ ماں کی وصیت بنا کر ایک ایسے لڑکے کو اس پارٹی کا چیئر مین بنا دیا گیا جو چند ہفتوں میں اتنے بڑے اسلامی ملک کا اقتدار سنبھالنے والی تھی اور پھر اس لڑکے کا باپ پی پی میں عہدے کے لحاظ سے اس لڑکے کے ماتحت کام کرتے ہوئے صدر پاکستان بن گیا حالانکہ اس لڑکے کی عمر اور عقل و بلوغت کو سب جانتے ہیں۔

یہاں اگر مدعیان جمہوریت' جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم مزاحمت نہیں کریں گے بلکہ معاونت کریں گے لیکن اس جمہوریت کو دو شرائط کے اندر ہونا چاہئے ایک یہ قرآن اور سنت کے اندر ہو دوسرا اکثریت کی رائے سے ہو جبکہ فرقوں اور سیاسی پارٹیوں کے سائے میں ایسا ممکن نہیں بلکہ امت اسلام کی بنیاد پر کریں۔امت اسلامیہ کو چاہئے کہ امت اسلام ہی کی بنیاد پر امیدواروں کا انتخاب کریں۔

## جمہوریت:

جمہوریت کی عمارت ووٹ پر قائم ہے۔یہی ووٹ کسی کو اقتدار کی کرسی پر بٹھا دیتے ہیں اور ان کے نہ ملنے سے کوئی ذلیل وخوار اور افسردہ و پریشان ہو جاتا ہے۔لیکن یہ رائے اپنی جگہ کسی اعلیٰ وارفع ہدف ومقصد کے لیے ہے یا اقتدار پرستوں اور مفاد پرستوں کے اقتدار اور ان کی عیاشی کی خاطر ہے یا کسی کافر و مشرک کے مفاد کی خاطر ہے۔پاکستان میں ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ کو نشر ہونے والے اتوار میگزین میں دیئے گئے اعداد وشمار کے مطابق کل ووٹ ۸ کروڑ ۴۳ لاکھ ۳۷ ہزار ۲۹۲ ہیں جن میں خواتین کی تعداد ۴ کروڑ ۷۷ لاکھ ۳۷ ہزار ۶۹۲ بتا کر ان کو ۵۲ فیصد بتایا گیا ہے اس میگزین میں آیا ہے پاکستان میں ووٹ دینے والوں کی تعداد ۴۵ فیصد بتائی جاتی ہے۔

جس کا مطلب ہے یہاں نصف سے زائد ووٹ نہیں ڈالے جاتے ہیں۔میگزین کے نامہ نگار آگے لکھتے ہیں کہ ووٹ دھندہ گان غفلت برتتے ہیں اور اتنا بھی احساس نہیں کرتے ہیں کہ ووٹ دینا ان کا قومی فریضہ ہے یہ ان کے پاس امانت ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ووٹ ضرور دیں۔سوال یہ ہے کہ یہ ووٹ دینے کی ذمہ داری قوم پر کس نے عائد کی ہے یہ پی پی نے، ن لیگ نے یا عمران خان نے عائد کی ہے یا مذہب نے یا مذہبی جماعتوں نے عائد کی ہے جبکہ مذہب کو تو انہوں نے پہلے ہی دن سے رخصت کیا ہوا ہے تو آپ کس کی نمائندگی میں کہتے ہیں کہ ووٹ دینا فرض ہے؟

کہتے ہیں کہ شیعوں کے ووٹ بکھرے ہوئے ہیں اس کا اعتراف فقیہ خرافات نے چالیس سال عمر گزارنے کے بعد اپنی بلوغت سیاسی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔نیز ان کے اخبار صداقت کے کالم نگار نے تجزیاتی مقالہ میں کہا ہے ان کا ووٹ بکھرنے سے مراد شیعہ نشستیں علاقہ مراد ہے جبکہ بکھرنے کے دوسرے مصادیق کی طرف انہوں نے اشارہ نہیں کیا ہے۔

آج تک اس ملک کو ان کی طرف سے پہنچنے والے نقصانات سیاسی واجتماعی واقتصادی کا اندازہ لگانا مشکل ہے گویا اس ملک میں اپنے لوگوں اور اپنے بھائیوں

کو قتل کرنے اور اپنے ملک کی تباہی و بربادی کی بدعت اسی کالج و یونیورسٹی سے فارغ ہونے والوں نے رکھی ہے انہوں نے ہی دہشت گردی کی بنیاد رکھی ہے۔انہوں نے ہمیں استقلال آزادی، علم اور ٹیکنالوجی کی بجائے اپنے املاک کو نقصان پہنچانے کا سبق سکھایا ہے لیکن کوئی عاقل اور صاحب شعور ان کی اس سوچ کی تائید نہیں کرسکتا تھا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ یہاں لوگ اپنی سیاست بچانے کیلئے قوم وملت کو جاہل و نادان بنا کر رکھتے ہیں تا کہ اہل وطن ان کی بدنیتی اور برے عزائم سے آگاہ نہ ہوسکیں۔ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ سب پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ افراد کا کیا دھرا ہے کیونکہ ایسا کہیں گے تو حل کہاں اور کدھر سے نکالیں گے۔جواب واضح ہے ان پڑھنے والوں کو پڑھنے کے دوران اللہ کی طرف سے عائد دین و شریعت پر عمل کی تلقین کریں ان کو حب الوطنی، غیرت مندی، ناموس حفاظت اور دوسروں کی عزت نفس مجروح نہ کرنے کا سبق یاد کروائیں اور قرآن و شریعت پر دل و جان سے عمل کو ان کے پڑھائی کے اولین مقاصد و اہداف قرار دیں اور ان پر واضح کریں کہ اگر وہ ان حقیقی اہداف و مقاصد کے حصول کو پانے میں کوتاہی کریں گے تو اس کا انجام کیا ہوگا یاد رکھیں کہ ملت اگر بیدار ہو تو قائدین مجرمین وملحدین و فاسقین اور اداکار نہیں ہوتے۔

**عوام کی خواہش:**

جو مفہوم و معانی یہاں جمہوریت کے پرچمداران جمہوریت کیلئے لیتے ہیں ان کے تحت عوام کے لئے عوام کے توسط سے عوام کی حکومت کو جمہوریت کہتے ہیں۔عوام کی خواہش اور امنگوں سے کھیلنے کے لئے یہ کلمہ خیانت کاری، بدنیتی اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے اس عنوان کے حصول کیلئے گاڑی پر سوار مسافر کسی بھی وقت منزل سے قریب نہیں ہوں گے، وہ ترقی نہیں کرسکیں گے بلکہ وہ ہمیشہ رو بہ تنزل ہی رہیں گے اس کا مفہوم صحیح نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے عالم و جاہل برابر ہیں اور یہاں جاہلوں کی حکومت قائم ہو جائے۔اس تناظر میں یہاں بسنے والے ۹۸ فیصد مسلمان کلمہ پڑھنے والے ہیں جب کوئی انسان کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے تو وہ اس کے معنی و مفہوم کو تسلیم کرکے پڑھتا ہے وہ کافر ذمی نہیں ہے کہ جس نے اپنی جان و مال کے تحفظ کی خاطر اسلامی حکومت کو تسلیم کیا ہو مسلمان اس کلمہ کے پورے مفاد و معنی کو تسلیم کرکے پڑھتے ہیں یعنی یہاں قرآن اور سنت محمدؐ پر مبنی حکومت ہوگی۔اسلام کے بغیر مسلمانوں کی حکومت بے معنی بلکہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے۔

۱۔یہاں کے مسلمانوں کی تاریخ یہاں اسلام آنے سے شروع ہوتی ہے وہ اپنے تاریخی تناظر میں اپنی کھوئی ہوئی حکومت اور وقار کو بحال جسے برطانیہ نے برطرف کیا تھا، بحال کریں گے۔

۲۔وہ ماضی سے کوئی رشتہ نہیں قائم کریں گے کیونکہ وہ خود مسلمان ہیں اس حوالے سے یہاں کے مسلمانوں کو حالیہ دور میں یا آئندہ دور میں یہاں حکومت اسلامی ہی قائم کرنا ہوگی ورنہ وہ عنداللہ قہر و عذاب الٰہی سے نہیں بچیں گے اور اگر وہ دل و جان سے اور نیک نیتی سے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشش نہیں کریں گے تو نہ چاہنے کے باوجود وہ اور ان کی نسلیں بھی ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی سے دوچار رہوں گی اگر ان کے اس حق پر کسی نے ڈھاکہ نہیں ڈالا یا چوری نہیں کیا یا اس حق کو کسی نے غصب نہیں کیا یا یہ چھینا نہیں گیا یا کسی نے حیلہ و بہانہ اور دھوکہ نہیں کیا تو یہاں حکومتِ اسلام ہی ہوگی۔

منورین جمہوریت کا معنی عام لوگ حتیٰ دانشوران اکثریت لیتے ہیں یہ معنی خلاف لغت ہے جمہوریت کا معنی کثیر ہے کثیر چونکہ قلیل کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ اس سے مراد اکثریت ہے، یہ درست نہیں کیونکہ جمہوریت کے معنی اکثر نہیں بلکہ کثیر کے ہیں کثیر اور اکثریت میں فرق ہے ہمیں یہاں چند حوالے سے بحث کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔رائے دھندہ کی کیا شرائط ہیں۔

۲۔رائے لینے والے کی کیا شرائط ہے۔

۳۔اکثریت کا کیا مفہوم ہے۔پاکستان کی کل آبادی ۱۸ کروڑ ہے ووٹر ۸ کروڑ ہیں باقی دس کروڑ میں نابالغان کو پانچ کروڑ رکھیں تو یہ پانچ کروڑ اور وہ جن کے ووٹ نہیں بنے ہو انتخاب میں حصہ لینے سے خارج ہو جائیں جنکی تعداد تقریباً دس کروڑ بنتی ہے۔

اقتدار و حکومت و آقائیت، غلبہ و تسلط اور استبداد ہمیشہ دو گروہوں میں سے آیا اور گیا ہے:

ا۔صاحبان مفاہیم و معنوی، ارباب و صاحبان اخلاق و فضائل حمیدہ اپنے فضائل و معنویات اور کردار و محاسن کی وجہ اور افکار عالیہ کی وجہ سے حکومت تک پہنچے ہیں۔

۲۔مادی وسائل دولت کی فراوانی، سیاستِ شیطانی، غداری، بڑی طاقتوں کی پشت پناہی یا بعض بڑوں کے دروازوں سے گزر کر بعض لوگ حکومت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

۳۔مسلمانوں کی چار سو پانچ سو سال کی حکمرانی اپنی جگہ اپنے دور کے حوالے سے نوع اول کی حکمرانی تھی۔

## ووٹ امانت یا مہنگی متاع:

ووٹ ایک مقدس امانت ہے جسے عند الطلب بغیر چون و چرا بغیر تاخیر لعل و لیت کے ادا کرنا چاہیے۔پندرہ روزہ تحریک یکم جون سے ۱۵ جون تک کے اداریہ میں آیا ہے کہ ووٹ ایک مخفی پرچی نہیں بلکہ یہ قوم کی امانت ہے جبکہ اس وقت بین الاقوامی بازار عکاظ میں یہ سب سے مہنگی متاع ہے۔یہاں تک کہ اسے کوئی شخص واحد یا فریق واحد خرید نہیں سکتا ہے بلکہ اس کی خریداری کا اہل ہونے کے لئے بہت سے سوالات و شرائط پر پورا اترنا پڑتا ہے چاہے نیچے سطح کے انتخابات ہی کیوں نہ ہوں اس وقت پسماندہ ترین ملک سے لیکر امریکا و برطانیہ جیسے جمہوریت پرستان یا ہمارے ملک کے دین و شریعت اور غربت کی سرحد میں ساکن انسانوں کے ہاں بھی ممکن نہیں کہ انہوں نے ووٹ کو قومی امانت سمجھ کر استعمال کیا ہو بلکہ سب نے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر کسی نہ کسی قیمت پر اسے فروخت کیا ہوتا ہے۔مثلاً اس دفعہ اس ملک کے انتخابات میں کئی پارٹیاں اس ووٹ کی خریداری کے لئے میدان میں اتریں اور جیتنے والی مسلم لیگ ن نے کتنے فیصد ووٹ، ان کے امیدواروں نے اس میں کتنا حصہ ڈالا پھر اس ملک کے تاجروں، تنظیموں اور دیگر اداروں نے کتنے حصص خریدے پھر آگے جا کر سعودی عرب و ایران اور امارات نے کتنے حصے خریدے ہیں اور یورپی یونین نے کتنے اور آخر میں خود امریکا اور برطانیہ نے کتنے حصص خریدے ہیں۔یہ سب دیکھنا ہوگا پھر کہیں جا کے یہ اندازہ ہوگا کہ اس سال کے ووٹ کی قیمت کتنی لگی ہے پھر معلوم ہوگا کہ یہ ایک امانت ہے یا مہنگی متاع ہے۔

ووٹ میں بھی فتاوائے علماء مختلف تھے فقیہ عروۃ الوثقیٰ قبلہ جواد نقوی اور فقیہ صوفیان طاہر القادری صاحب نے اس نظام کے تحت ووٹ ڈالنا حرام گردانا ہے اور انہوں نے اس بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا واجب و ضروری گردانا ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں ریاست کی رٹ کو چیلنج کرنا کہتے ہیں۔جبکہ قبلہ راجہ ناصر صاحب ووٹ ڈالنے کیلئے نکلتے وقت اس انداز اور اخلاص و جاں گزاری کے ساتھ نکلنے کا حکم دیا ہے جس طرح صبح عاشورا امام حسینؑ اور بنی ہاشم اصحاب و یاران نکلے تھے۔انہوں نے ووٹ ڈالنے کو اس طرح کا واجب اور ضروری گردانا ہے اسی طرح قبلہ آقائے ساجد نے تیر کو مارنا واجب گردانا ہے۔جب کوئی حکم واجب کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت اس کے چندین مفروضے اور صورت حال بنتی ہے کیا ووٹ تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں ہے جو افراد آپ کے اس فتویٰ سے اختلاف کرتے ہیں وہ علامہ ساجد نقوی سے تیر کو ووٹ ڈالنے پر کس بنیاد پر اختلاف کرتے ہیں جو جس پارٹی کو ووٹ کا حقدار سمجھتا ہے اسے اس

کے بارے میں وضاحت کرنی چاہیے۔ووٹ ڈالنا واجب ہے، کس کے لئے، کس گروہ کے ساتھ، یہ بھی واضح نہیں کہتے ہیں کہ آپ ووٹ ضرور دیں چاہے اس سے کسی کا ایک ووٹ ہی کیوں نہ کم ہو۔

وحدت مسلمین جو استقلال بے معنی دکھانے پر مصر ہے ان کے قائد کا کہنا ہے ووٹ دینا اصحاب امام حسینؑ کے خیمے سے نکل کر میدان جنگ میں جانے جیسا ہے۔عروۃ الوثقٰی کے آقائے جواد نقوی کا کہنا ہے کہ وہ ووٹ دینا حرام سمجھتے ہیں جبکہ سرحد کے فقیہ اتحاد مومنین کی دعوت کیلئے تعلیم نابالغان کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں۔

## ووٹ متاع بین الاقوامی:

ووٹ متاع بین الاقوامی ہے جس کی نیلامی میں ملک کے اندر اور باہر کی حکومتیں اور سرمایہ دار شرکت کرتے ہیں بلکہ یوں کہیں اسے ایک فرد نہیں خریدتا ہے بلکہ کمپنیاں خریدتی ہیں چنانچہ روزنامہ دنیا صادر از کراچی مورخہ ۲۱ رمضان المبارک بمطابق ۳۱ جولائی ۲۰۱۳ء پر آیا ہے ہندوستان کے ایوان بالا راجیا سبھا کی ایک نشت کی قیمت ۱۰۰ کروڑ روپے ہے۔وہاں کسی رکن نے بتایا کہ انہوں نے ایک نشست ۸۰ کروڑ میں خرید کر ۱۰۰ میں فروخت کی ہے۔

## نوٹ دلائیں ووٹ: [سنڈے ایکسپریس ص ۱۱۶ الیکشن سپیشل ۱۹ مئی ۲۰۱۳]

گھر کے اخراجات ہوں یا کاروبار کے لئے سرمایہ کاری، کوئی چھوٹا موٹا ادارہ ہو یا امور مملکت چلانے کے لئے درکار وسائل' پیسے کے بغیر کام نہیں چل سکتا ہے۔اسی طرح انتخابات بھی سرمائے کا کھیل بن کر رہ گئے ہیں کوئی امیدوار ہو یا سیاسی جماعت' اس کے لئے بڑے پیمانے پر دولت خرچ کئے بغیر جیتنا تو کجا ڈھنگ سے انتخابی مہم چلانا بھی ممکن نہیں۔پوری دنیا کے جمہوری ممالک کا جائزہ لینے کے بعد یہ امر واضع ہوتا ہے کہ انتخابات کے موقع پر مختلف ممالک میں دولت کا بے دریغ استعمال ہوتا آیا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

اس مضمون میں دنیا کی چند بڑی جمہوریتوں کے انتخابات میں چلائی جانے والی مہمات پر خرچ کی جانے والی دولت کی بابت اعداد و شمار پیش کئے جا رہے ہیں:

**ا۔ریاست متحدہ امریکہ کی سیاسی جماعتوں کے اخراجات:**

۲۰۱۲ میں بارک حسین اوباما دوسری مدت کے لئے دنیا کی واحد سپر پاور امریکا کے صدر بنے۔اوباما سے پہلے یہ کارنامہ جونیئر بش بھی سرانجام دے چکے ہیں' جنہوں نے ۸ سالہ دور صدارت میں دنیا کو جنگ اور تباہی کے ''تحفے'' دیئے۔اوباما نے بھی وہی راہ اختیار کی جس پر بش جونیئر گامزن تھے ۲۰۱۲ء میں امریکی صدارتی انتخابات امریکا کی تاریخ کے سب سے مہنگے انتخابات تھے۔ایک طرف امریکہ دنیا میں مختلف جنگی محاذوں پر الجھ کر معاشی بدحالی کا شکار رہا تو دوسری طرف صدارتی انتخابی مہم پر کثیر ڈالر نچھاور کئے گئے۔دولت کا یہ استعمال انتخابات میں حصہ لینے والی سیاسی جماعتوں کے علاوہ دوسرے گروپوں اور تنظیموں نے بھی کیا۔ان انتخابات میں پہلے پہل ۵۰۰ ملین ڈالر کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا تھا لیکن جلد ہی یہ ہندسہ تبدیل ہو گیا' جس کی بنیادی وجہ مختلف تنظیموں اور گروپوں کا اپنے مفادات اور تجارتی تحفظ کی خاطر اپنے اپنے امیدوار کو کامیاب کرانے کے لئے بے تحاشہ دولت خرچ کرنا تھا۔

ان آزاد گروپوں اور تنظیموں کی جانب سے خرچ کی گئی رقم کا تخمینہ کچھ یوں لگایا گیا کہ یہ سرمایہ ستمبر کے مہینے میں ہفتہ وار بنیادوں پر ۱۹ ملین ڈالر سے شروع ہو کر ۳۳ ملین ڈالر تک جا پہنچا اور اکتوبر تک یہ رقم ۷۰ ملین ڈالر فی ہفتہ کے حساب سے خرچ کی گئی' جب کہ صدارتی انتخابات کے اپنے اخراجات ۲.۶ ملین ڈالر

تھے، جو ۲۰۰۸ء میں اس مد میں خرچ کی گئی رقم سے کم تصور کیے جاتے ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں یہ رقم ۸۔۲ بلین ڈالر تھی۔ اس کے علاوہ پارٹیوں کے کنونشن وغیرہ پر ۱۴۲ ملین ڈالر الگ خرچ ہوئے۔ ان صدارتی انتخابات میں بیرونی سرمایہ بھی چلتا رہا۔ بعض تنظیموں اور گروپوں نے ۴۱ ملین ڈالر خرچ کئے، جب کہ مجموعی طور پر انتخابات میں ۱۸۲ ملین ڈالر خرچ ہوئے۔

۲۰۱۲ء کے صدارتی انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی نے ۲ ارب ۸۷ کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۵ ہزار ۴ سو ۳۰ ڈالر خرچ کئے جب کہ ری پبلکن پارٹی نے ۳ ارب ۲۴ کروڑ ۵۸ لاکھ ۴۷ ہزار ۵ سو ۹۶ ڈالر خرچ کئے۔ اسی طرح دونوں جماعتوں نے ۲۰۰۸ کے صدارتی انتخابات میں جو رقم خرچ کی وہ کچھ یوں رہی تھی ’ڈیموکریٹس نے ۳ ارب ۶۰ لاکھ ۸۸ ہزار ۴ سو ۲۸ ڈالر، جب کہ ری پبلکنز نے ۲ ارب ۲۳ کروڑ ۹۴ لاکھ ۱۲ ہزار ۵ سو ۰۷ ڈالر خرچ کیے۔ رقم کے اس بے تحاشا استعمال سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ امریکا جیسی سپر پاور اور جمہوریت پسند (صرف اپنے لئے) ملک میں بھی سیاسی عمل میں دولت کا عمل دخل بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ تنظیمیں، گروپس اور شخصیات جب اتنی خطیر رقم لگاتے ہیں تو اپنے مفادات کی خاطر ہی لگاتے ہیں اور یہ سلسلہ تقریباً پوری دنیا میں چلتا آ رہا ہے۔

**۲۔ بھارت کی سیاسی جماعتوں کے اخراجات:**

بھارت جسے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہا جاتا ہے اس جمہوریت کو پانے اور برقرار رکھنے کیلئے بھارتی کتنی دولت خرچ کرتے ہیں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ لوک سبھا کے گزشتہ انتخابات میں کل سولہ سو امیدوار تھے جن میں سے دستبردار ہونے والے ۱۲ ہزار امیدواروں نے ۲۹ سو پچاس خرچ کئے اگر بھارتی سیاسی جماعتوں کے کل اخراجات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سوائے کانگریس کے دوسری کسی جماعت نے بھی اپنے اخراجات پیش نہیں کئے۔ ان جماعتوں میں بی جے پی، شوسینا اور دوسری بڑی جماعتیں شامل ہیں کانگریس واحد جماعت ہے جس کے کل اخراجات کی تفصیل سامنے آ چکی ہے۔ اور کانگریس کو بھارت کی امیر ترین جماعت ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ کانگریس نے ۲۰۰۹ء میں اپنی انتخاباتی مہم پر ۳۸۰ کروڑ خرچ کئے جو ۲۰۰۴ء میں کانگریس کی جانب سے خرچ کی گئی رقم سے کئی گنا بڑی رقم ہے۔

**۳۔ برطانیہ کی سیاسی جماعتوں کے اخراجات:**

بادشاہت کو بطور یادگار سنبھال رکھنے والی جمہوریت کی سرزمین اور ہر بین الاقوامی معاملے میں امریکا کا قابل اعتماد اتحادی برطانیہ جس کے ہاں نافذ جمہوریت کے سب ہی دلدادہ ہیں، بھی انتخابی اخراجات کے معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں۔ برطانیہ میں ۲۰۰۵ء کے انتخابات میں مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے خرچ کی گئی رقوم کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ لیبر پارٹی نے اس وقت کی برطانوی پارلیمان کی ۶۲۷ نشستوں میں سے ۳۶۵ پر کامیابی حاصل کی اور ان انتخابات میں لیبر پارٹی نے ۱ کروڑ ۷۹ لاکھ ۳۹ ہزار ۶۱۷ پاؤنڈ خرچ کئے۔ کنزرویٹو پارٹی نے ۶۲۷ نشستوں میں سے ۱۹۸ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور انتخابی مہم پر ا کروڑ ۷۸ لاکھ ۵۲ ہزار ۲۴۰ پاؤنڈ خرچ کئے جب کہ لب ڈم جماعت نے ۶۲۷ نشستوں میں ۶۲ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور ۴۳ لاکھ ۲۴ ہزار ۴۵۷ پاؤنڈ خرچ کئے اسطرح ۲۰۱۰ء کے عام انتخابات میں کنزرویٹو پارٹی نے ۶۳۱ نشستوں میں سے ۳۰۶ نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ اس پارٹی نے ا کروڑ ۶۶ لاکھ ۸۲ ہزار ۴۸۷ پاؤنڈ خرچ کئے۔ لیبر پارٹی نے ۲۵۸ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور ۸۰ لاکھ ۹۸۳ پاؤنڈ خرچ کئے جب کہ لب ڈم پارٹی نے ۵۷ نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور ۴۷ لاکھ ۸۷ ہزار ۵۹۵ پاؤنڈ خرچ کئے۔

**۴۔ روس کے سیاسی جماعتوں کے اخراجات:**

سابق سپر پاور اور کمیونسٹ نظریے کا مرکز رہنے والے روس میں سیاسی جماعتوں نے انتخابی مہم پر خطیر رقم خرچ کی ہے۔ ۲۰۱۱ء کے انتخاب میں روس کی سیاسی

جماعتوں نے ۸۔۷۔۹ ملین ڈالر (روسی کرنسی ربلز میں دو ارب ۴۱ کروڑ ۹ لاکھ) خرچ کئے اخراجات کا یہ طوفان ''ڈوما'' اور صدارتی انتخابات میں سامنے آیا۔ ایک رپوٹ کے مطابق جسے روسی الیکشن کمیشن نے جاری کیا۔ لبرل یبلو کو جماعت نے سب سے زیادہ اخراجات کئے انہوں نے تقریباً ۱۰ ملین ربلز (۶۶۰۰۰ ۳ ملین ڈالر) دوسرے نمبر پر لفٹ سینٹر فیئر رشیا پارٹی نے ۹ ملین ربلز (۳۳۰۰۰۰ ملین ڈالر) خرچ کئے، لیبرل ڈیموکریٹک پارٹی تیسرے نمبر پر رہی جب کہ کمیونسٹ پارٹی کے اخراجات ۳۳۰۰۰۰ ربلز (۱۱۰۰۰ ملین ڈالر) رہے۔ ان سیاسی جماعتوں کی آمدنی کچھ یوں رہی: یوٹائینڈ رشیا پارٹی اس معاملے میں پہلے نمبر پر رہی اس نے ۷۰ ملین ڈالر خرچ کئے جبکہ کمیونسٹ پارٹی' فیئر رشیا پارٹی نے ۵ ملین ڈالر اور لبرل ڈیموکریٹس نے ۱۔۴ ملین ڈالر کمائے۔

## جمہوریت:

جمہوریت سے مراد حکومت میں عوام کی اشتراکیت ہے یہ اس وقت درست ہوگا جب قرآن وسنت میں حکومت کی تشکیل کا کوئی طریقہ موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کا تعین عوام ہی کو کرنا ہے لیکن جو چیز قرآن وسنت میں نہیں آئی ہے اس کا تعین مسلمان عوام کیسے کرینگے؟ آیا وہ اس میں قوموں اور ملتوں میں رائج طریقوں کی تقلید کریں یا وہ اللہ کی دی ہوئی عقل کی روشنی میں دیگر معاشرتی امور میں فیصلہ کرنے والے عقلاء کی رائے سے مدد لیں گے؟ آیا عوام کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عوام یکا یک رجوع کریں یہ تو ابھی تک دنیا میں شاید کہیں بھی نہیں ہوا ہے، اس کے علاوہ اس لحاظ سے تمام عوام اس کے اہل ہی نہیں ہیں کہ وہ سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ انتخابات کے ذریعے کوئی بھی پارٹی اس وقت تک نہ تو حکومت بنا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی شخص اس وقت تک حکمران بن سکتا ہے جب تک عوام ان کا ہاتھ نہ پکڑیں یا عوام اپنا کاندھا ان کے لئے نہ دیں یہاں تک تو عوام کی حکومت بنانے میں شرکت رہتی ہے لیکن جب امیدوار حاکم بن جاتا ہے تو اس کا عوام سے رابطہ ہر طرف سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ مکر جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں نے عوام سے کیا لیا ہے، عوام نے مجھے کیا دیا ہے اس کی دو مثالیں ہم بلتستان سے دیتے ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ قبلہ مولانا سلیم نے شیخ اعمالی کی حمایت سے انتخاب جیت لیا، تھوڑے عرصے کے بعد سلیم صاحب نے فرمایا مجھے عوام نے تو نہیں بنایا مجھے شیخ صاحب نے بنایا ہے۔ معلوم نہیں یوں کتنے ہزاروں عوام کے ووٹ ضائع ہوئے ہوں گے۔ اب سلیم صاحب کے بکس میں دین وملت فروش کا صرف ایک ہی ووٹ ہوگا۔

۲۔ گزشتہ انتخابات میں جناب اعظم خان پتہ نہیں کم سے کم بیس ہزار ووٹ لے کر جیتے ہوں گے۔ انہوں نے کراچی آکر کہا کہ اہالی شگر، کے عوام نے ووٹ مجھے تو نہیں دیئے ہیں انہوں نے تو ووٹ الطاف بھائی کو دیئے ہیں۔

۳۔ یہاں کا تو سب کو پتہ تھا ابتدائی دنوں سے ہی عوام ان سے نالان وخفاء رہے اور کہا کہ انہیں مزید نہ ستائیں زیادہ نہیں تو صرف بجلی ہی دے دیں۔ انہوں نے اپنے مخالفین یعنی حزب اختلاف سے مل کر حکومت چلائی، عوام کی فریاد کا جواب یہ نہیں تھا عوام کی شکایت سننی چاہئے تھی خود کو ان کا مخالف دکھانے والے نے بھی کہا ان کو مدت پوری کرنے دی جائے اس میں عوام کا بھی نقصان ہو تو کوئی بات نہیں۔

۳۔ جماعتیں انتخابات سے پہلے اور انتخاب کے دوران ایک دوسرے کی ضد اور مخالفت میں عوام کی ہمدردی اور ووٹ لیتی ہیں۔

منگل ۳ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ میں یورپی مبصرین نے انتخابات کے بارے نظریہ دیتے وقت کہا دس فیصد مراکز انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ جس ملک سے جہاد کے نام سے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے کمیونسٹ حکومت کو نکالنے کیلئے بھیجا ہو اس کمیونزم کے حامیوں کو یہاں کمیونسٹ حکومت کے قیام کی تحریک کیلئے کیسے آزاد چھوڑ سکتے ہیں۔ کوئی بھی سیاسی پارٹی جو کسی غیر ملک کی ایماء واشارے پر یہاں کوئی نظام قائم کرنا چاہتی ہیں اس کی یہ کوشش پاکستان کے نظریہ

کے خلاف ہے۔ ایکسپریس ۳ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز منگل ص ۴۹ پولنگ اسٹیشنوں پر ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد موجود ووٹوں سے بڑھ گئی ہے کیا یہ جمہوریت ہے کہ ہر سال مسیحیوں کو برابر کے حقوق دیئے جانے کی بات اور کوشش کی جائے کیا یورپ میں اسلامی جماعتوں کو سیاسی حیثیت میں انتخابات لڑنے کی اجازت ہے۔

**جمہوریت میں خرابیاں:** ۱۔عواطف وگرائش عوام

۲۔انتخابات کے مصارف ومخارج جو امیدوار خرچ کرتا ہے وہ عام آدمی خرچ نہیں کرسکتا ہے۔

۳۔امیدوار عوام کے ارادے کی نیابت نہیں کرتے ہیں ہر امیدوار اپنے ارادوں اور خواہشوں کی ترجمانی کرتا ہے۔

۴۔آزادی بے بہار اقتصادی دوبارہ پر جواز اسی سرمایہ دار کی دوکان کھولتا ہے۔ یہاں سے احتکارات اور صنعتیں شخصیات میں منتقل ہوتی ہیں۔

۵۔یہاں سے حکومت میں اقلیت کی طرف برگشت کرتی ہے یہ نظام اقامہ عدل سے قاصر ہے۔

۶۔یہ نظام اپنی دوسری شق اقامہ مساوات سے برگشت ہوگیا ہے۔

۷۔ایوان نمائندگان بیرونی سرمایہ داروں کے مفادات کے سامنے خاضع ہے۔

۸۔عوامی حکومت کا تصور لغوی اور بے معنی ہے اس کے لئے ضروی ہے کہ عوام اپنی مشکلات، ان کے حل اور نظام حکومت کی خوبیوں اور خرابیاں سے واقف وآشنا ہوں جب کہ عوام جاہل، ان پڑھ اور نادان ہوتی ہے۔

مثلاً اسی سال انتخابات میں ن لیگ اور تحریک انصاف ایک دوسرے کے سرسخت مخالف اور اپنے اپنے منشور میں بھی بہت اختلاف دکھاتے تھے بلکہ ہر ایک دوسرے کے جیتنے کی صورت میں ملک کو خطرات سے دوچار ہوتا دکھاتے تھے جبکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اکثریتی پارٹی انتخابات جیتنے کے بعد کم نشستیں رکھنے والی اپنی سخت مخالف پارٹی سے اتحاد کرلیتی ہے تاکہ وہ حکومت بنانے کے لئے مطلوب نشستیں پوری کرسکے ان کا یہ جواز کس منطق کے تحت ہے؟ اس ملک میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیاں بھی ہیں جو دین ودیانت کی خوب مخالفت کرتی ہیں۔ اگر آپ آزادی رائے کے اصول کے تحت کسی کو حق اظہار رائے دیتے ہیں تو اس سے مراد یہ تو نہیں کہ اس کو اس ملک کے تقدیر ساز اجلاسوں میں بھی نمائندگی دے دی جائے۔ یہ بھی انتہائی افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ اس ملک میں دینی جماعتیں الحادی جماعتوں سے اتحاد کرلیتی ہیں حالانکہ یہ اتحاد ان کے منشور کے خلاف ہے۔ کیا کسی پارٹی کا منشور اہم ہے یا جو منشور دین اسلام نے دیا ہو، اس منشور کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ۱۴۳۴ھ کے انتخابات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ۶۰ فیصد غیر متوقع ووٹ پڑے ہیں لیکن گزشتہ سالوں کی بنسبت اس سال زیادہ دھاندلی کی شکایات اور مقدمات درج کئے گئے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ پی پی کو عوام نے مسترد کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اپنے ووٹروں نے مسترد کیا ہے عوام کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔

سلطنت مادام الحیاۃ ہے۔ صاحب سلطنت اسے کسی اور کو تفویض نہیں کرتا ہے اور وہ کسی کو اس میں حق تصرف نہیں دیتا، یہ کسی قانون کے اندر نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ خود قانون ساز ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو مقید نہیں کرسکتا ہے نہ خود کسی مسئول کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ ایسی حکومتوں کو مطلق العنان بھی کہتے ہیں اس قسم کی حکومت خطرناک عیبوں سے پُر اور ذلت آور ہوتی ہے۔

اس عنوان کو دوسری عبارت میں امامت یا خلافت سے تعبیر کرتے ہیں۔ خلافت مترادف جمہوریت ہے جبکہ امامت مترادف ملوکیت ہے۔ لیکن استعمار نے مسلمانوں کو جنگ بلا امان میں مشغول رکھنے کی خاطر بہت کچھ از خود گھڑا ہے۔ الفاظ وکلمات کے معانی میں تدبر کی بجائے لفاظی جنگ میں مصروف رکھا ہے۔ ملوکیت بنام منصوصیت

خلافت لیکن یہ سب صاحبان قدرت و طاقت کے ابلیسانہ چالوں اور چوری ڈھاکہ کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کرنے کی پیش رفت اور ایک شکل ہے۔ جس طرح قدیم زمانہ میں ڈاکو رات کو لوٹتے تھے، آج اس کی پیش رفتہ شکل میں دن دھاڑے لوٹتے ہیں۔

انسان عاقل و دانشمند اور صاحبان غور و خوض کو ان دو میں سے کونسا نظام انتخاب کرنا چاہیے۔ دیکھنا ہوگا کہ ملوکیت میں کیا خرابی ہے اور جمہوریت میں کیا خوبی ہے۔ دلیل و منطق کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہوگا کہ بے نظیر اور ان کے شوہر کی جمہوریت کو انتخاب کرنا اگر یہاں جمہوری نظام کو ہی انتخاب کرنا ہے تو اس میں بھی جمہوریت کا خیال رکھنا ہوگا، پاس رکھنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ کون لوگ جمہوریت کے نام سے جمہوریت کا گلہ گھوٹنے والے ہیں۔ یہاں کونسی اور کس نوعیت کی حکومت ہونی چاہیے کے بارے میں فیصلہ معنی و مفہوم جمہوریت کی شناخت کے بعد ہی ہوگا۔

## ملک کے آئین ساز ایوانوں کے امیدواروں کے دینی سوالات پر اعتراضات:

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سرکاری نیم سرکاری یا خود مختار اداروں میں ملازمت کے لئے دستاویزات میں تعلیمی اسناد کے ساتھ تجرباتی تصدیقات بھی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے پھر بھی اس پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ مزید زبانی سوالات و استفسار کے لئے بھی بلا کر گھنٹوں میں سینکڑوں غیر متوقع سوالات کئے جاتے ہیں جس میں ان کے اندر مذہبی گرائش، بین الاقوامی تعلقات، ملک میں قائم سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ، حالات حاضرہ نمی دانم اور کتنے سوالات کرتے ہیں اس پر بھی ابھی تک کسی دانشور نے اعتراض کیا ہو تنقید کی ہو، سنا نہیں ہے۔ لیکن اس سال ۱۴۳۴ھ کے قومی اور صوبائی نشستوں کے امیدواروں سے دینی سوالات کرنے پر اتنا شدید ردعمل وہ اگر ان جعلی اسناد والوں سے یا کم پڑھے لکھے انسانوں کی طرف سے ہوتا تو بالکل پریشانی کا باعث نہیں تھا لیکن حیرت و حسرت و افسوس اس بات پر ہوا کہ یہ اعتراض اس ملک کے ممتاز اور اعلیٰ منصب پر فائز رہنے والے دانشوروں کی طرف سے ہوا جن میں سابق وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی، سپریم کورٹ بار کے صدر رہنے والے نگران وزیر اعظم کے امیدوار سپریم کورٹ بار کے سابق صدر سابق وزیر داخلہ رہنے والے قانون دان اعتزاز احسن، مہاجروں کے قائد الطاف حسین بھی شامل ہیں۔ ان کی طرف سے شدید تنقید سے واضح ہوگیا کہ یہ ملک جہاں ۹۵ فیصد مسلمانوں کا ملک ہے اس ملک کے پانچ سالوں تک مقدرات سنبھالنے والوں اور آئین بنانے والوں کو اپنی سرسری دینی معلومات کے بارے میں سوالات برداشت نہیں ہوتے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ روشن خیال نہیں ہیں، یہ منورین نہیں ہیں بلکہ ان کے صفحاتِ دل اسلام کے لئے سیاہ ہیں۔

### پاکستان میں بسنے والے:

پاکستان میں بسنے والے پاکستان کی خیر خواہی کا دعویٰ رکھنے والے چاہے وہ غیر مسلم مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہوں یا شناختی کارڈ کے مسلمان اور اندر سے الحاد والے ہوں وہ جان لیں کہ اسلام سے نفرت، اسلام سے عداوت اور اپنے ہم فکر بیرونی ممالک سے تعارف کے ذریعے یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کے ذریعے یہاں کو روکنے والے یہ سب جان لیں کہ پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ناقابل تحلیل ہیں۔ آپ کی اسلام و مسلمین سے نفرتوں، کدورتوں اور بیرونی تعاون سے یہ ملک زوال و نیستی کی طرف جائے گا، رہنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یاد رکھیں کہ چاہے یہاں کے لوگ منافق اور سیکولر ہی کیوں نہ ہو جائیں یہ ملک ترقی نہیں کر سکے گا۔ کسی ملک کی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس ملک کے عوام کے ساتھ ساتھ اس کے حکمران بھی اس کی ترقی کے لئے مخلص نہ ہوں۔ جب تک یہاں اسلام نہیں آئے گا حکمران فاسق و فاجر رہیں گے غیر اعلانیہ خیانت اور خورد برد ہوتی رہے گی اور حیلے بہانے سے چوری ڈاکہ لگائیں گے۔ اس ملک کے نظام میں ایک تضاد ہے یہاں مغربی نظام نہیں چل سکتا ہے جو کچھ یہاں خرابیاں موجود ہیں اور کرپشن ہو رہی ہے وہ سب مغربی نظام کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ عوام اندر سے اس نظام کو غاصب نظام سمجھتے ہیں لہٰذا اس مغربی نظام کی وجہ سے ہر جگہ چوری ہے۔

۵۔ پاکستان کا قیام دوقومی نظریے کے تحت وجود میں آیا تھا یعنی یہاں مسلمانوں کی الگ حکومت اور الگ ریاست ہوگی یہ باتیں بھی اپنی دونوں تفاسیر کے تحت کھوکھلی ہو چکی ہیں یہ قابل تفسیر نہیں رہیں۔ دو نظریوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں کا نظام اسلامی ہوگا جبکہ یہ بات پاکستان مسلم لیگ کے بنیاد گزاروں سے نہیں بنتی ہے اور اس کے بنیاد گزار سب اس عمل نزار سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اسمبلی نزاری وہ اسماعیلی ہے جس نے شریعت اسلام کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا ہے ابھی تک آغا خان اسی پر قائم ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی سربراہ کے لئے سلامی لینے کا مطلب یہی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قائدین کی نیت یہ تھی، یہ درست نہیں، ان کی سنت یہ نہیں ان کا قیام پاکستان کا نقطہ نظر آج کل کے کالج یونیورسٹیوں سے فارغ ہو کر سیاست میں حصہ لینے والے یا حوزات دین سے فارغ ہونے والوں سے کچھ فرق نہیں رکھتا۔ نئے صوبوں، نئے حلقوں اور نئی تحصیلوں کی تحریک انہی نام نہاد پڑھے لکھے حضرات کی نوکری وملازمت کی خاطر ہے یہ عوام کی خیر خواہی کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ اپنے اقتدار کی لالچ کے لئے ہے جس طرح آج کے تعلیم یافتہ حضرات کرتے ہیں اس سے زیادہ انہوں نے کوشش نہیں کی ہے۔

الجمہوریہ کتاب موسوعہ کشاف اصطلاحات فنون وعلوم ج ۱ ص ۵۸۲ میں آیا ہے هو نبيذ العنب: وقيل الشراب المتخذ من المثلث يجعل عليه الماء الذي الذهب عنه ثم يطبخ عض الطبخ و يودع في الاوعية و يخمر و قيل ما بقى نصفه عصير العنب بعد الطبخه عصیر کو کہتے ہیں اور عصیر مطبوخ کو جمہور کہتے ہیں۔ اس کو جمہور اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر اسے اپناتے ہیں۔

## جمہوریوں کے شعار:

۱۔ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔

۲۔ جمہوریت بہترین انتقام ہے بے نظیر بھٹو کا یہ کہنا تھا۔

۳۔ ووٹ دینا واجب ہے بقول راجہ ناصر۔ نوائے اسلام ج ۱۵ شمارہ ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ۔

۵۔ ووٹ ڈالنا حرام ہے بقول جواد نقوی۔

۶۔ ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔ تحریک انصاف۔

جمہوریت کی انواع واقسام ہیں جیسے:

۱۔ جمہوریہ نیابی جہاں بادشاہ نمائشی ہوتا ہے جبکہ حاکمیت دار العلوم کی ہوتی ہے۔

۲۔ پارلیمانی جہاں رئیس حکومت عوامی نمائندے انتخاب کرتے ہیں۔

۳۔ صدارتی جہاں رئیس حکومت عوام الناس بلا واسطہ انتخاب کرتے ہیں۔

جمہوریت یعنی زیادہ ووٹ سے اقتدار پر آنے والے حکمران کو کہتے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ووٹ کس عزم وارادہ سے دیا گیا تھا؟ غلطی میں دیا تھا جیسا کہ اس دفعہ شہباز شریف کے ووٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خوشی میں غلط جگہ ڈال دیا تھا اس سے خود ان کے ووٹ میں کمی آئی ہے یا عمران خان کا غلطی میں یہ کہنا کہ شیر پر مہر لگاؤ۔

۲۔ ووٹ کسی دباؤ پر تو نہیں دیا ہے۔

۳۔ ووٹ ڈر کر تو نہیں دیا ہے۔

۴۔ ووٹ تذبذب میں تو نہیں دیا ہے۔
۵۔ ووٹ کام میں آنا چاہیے، ضائع نہیں ہونا چاہیے، اس تصور کے آنے کے بارے میں زعم رکھنے والوں کے لئے دیا ہے۔
۶۔ ووٹ اس شخص کو دیا ہے جس کو جمہوریت اور ملک کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔
۷۔ ووٹ صرف نظریہ کو دیں تب پتہ چلے گا اس نظریہ کے خواہاں کتنے ہیں بدقسمتی سے اگر اس بنیاد پر ووٹ ڈالتے تو اس وقت ہم اس دور کے سیاسی دماغ رکھنے والے شخص جناب شاہ محمود قریشی یا جاوید ہاشمی کی بات کو ان کے اطرافیوں کے لیے تسلی بخش قرار دیتے کہ انہوں نے کہا عمران خان کو ایک کروڑ ووٹ ملے یہاں تو دس بیس ہزار ووٹ والے جیت گئے۔

## منورین ومواطنین:

کلمہ وطن عربی ہے جس کے معنی جائے اقامت ہے اس میں جائے پیدائش وسکونت دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ کلمہ مواطنین کے تحت یہاں پیدا ہونے والے اور سکونت اختیار کرنے والے دونوں ہم وطن ہیں۔ اس حوالے سے یہاں کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جو ضروریات زندگی ہر شہری کیلئے ہیں وہ بلا امتیاز سب کو دیں۔ یہ کلمہ افراد واجتماع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ اجتماع دو سے زائد ہم ہدف وہم مقصد گروہ کیلئے استعمال ہوتا ہے چاہے دوستانہ ہو یا دشمنانہ لیکن امت سب سے بڑے شامل وکامل اجتماع کو کہتے ہیں جو سب ایک ھدف کے پرچم تلے سکونت کرتے ہیں اور اس ملک کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں اس بیان کے تحت ہم اپنے آپ کو امت اسلام کہتے ہیں:
۱۔ قیام پاکستان کے بعد یہ اسم حدود محیط بھارت وایران وافغانستان وچین چار سرحدوں کی حفاظت کیلئے ہے جو جانیں ہتھیلی پر رکھے بیٹھے ہیں۔ قیادت عسکری کی اس مسلح افواج کی زندگی کا تنہا احترام وتکریم نہیں کرتے ہیں ان کے جسد خاکی کے ساتھ ان کے گھرانے کا بھی احترام کرتے ہیں۔
۲۔ یہاں کا آئین یہاں بسنے والے تمام افراد کے تمام حقوق کی نگہداری کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ بلتستان یا اخبار بلوچستان سے وزیرستان تک یکساں قانون ہے اگر حق نہ ملے تو اسلام آباد کی اعلیٰ عدالت کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔
۳۔ اس محدود زمین پر جہاں چاہیں سکونت کر سکتے ہیں مثلاً بلوچستان والے سرحد، میں پنجاب والے بلوچستان یا خیبر پختونخواہ میں، خیر پختونخواہ والے پنجاب یا سندھ میں اور گلگت بلتستان والے چاروں صوبوں میں کہیں بھی سکونت اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ سہولت صوبہ گلگت بلتستان میں حاصل نہیں ہے وہ اس ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں جہاں وڈیرے بنیں، لاٹ بنیں، اداکار بنیں اور عیاشی کریں۔ انہیں اس کی اجازت ہوگی لیکن ان کے ہاں دوسروں کیلئے یہ سہولت حاصل نہیں ہوگی۔ وفاق کے ایوان میں پہنچنے کے بعد ہر ایک اپنی زبان میں حلف اٹھاتا ہے۔ الگ صوبے وہ بھی وافر مقدار میں خودمختاری کے مطالبات کرنے والے پاکستان کے خیرخواہ ہو سکتے ہیں۔
۴۔ امت ایک قوم ہے ہم سب مسلمان کے نام سے اس ملک میں جمع ہوئے ہیں جب آپ اپنے تمام امتیازات وشناخت کو چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے تو یہ ہر آئے دن قومیت کی بنیاد پر نام بدلنے، نصاب بدلنے اور صوبہ بدلنے کی حوصلہ افزائی کرنے والے پاکستان کے مخلص ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس سے منافقت کی بو آتی ہے۔

چنانچہ اس سال ۱۴۳۴ھ کے انتخابات میں شامل نام نہاد دینی جماعتوں جمعیت علمائے اسلام، فرقہ جعفریہ کے قائد ملت اور وحدت مسلمین کے شعار سے واضح ہو گیا ہے کہ اب یہ لوگ نظام قرآن وسنت کو اندرون خانہ بالائے طاق رکھ کر علامہ اقبال اور محمد علی جناح کے نعرے اٹھانے نکلے ہیں جیسے خوشحال پاکستان

فلاحی پاکستان وغیرہ۔

## منورین قومین:

امت اسلامیہ اور وطن عزیز اسلام کو تتر بتر اور چیر پھاڑ کرنے کا سہرا منورین قومین کو جاتا ہے۔ قومیت ایک شجرہ خبیثہ و منحوسہ تھی اور رہے گی اس کی پیداوار و ثمرات طوائف الملوک سابق زمانے میں سرزمین عرب اور حالیہ زمانے میں ہماری صوبائی حکومتوں اور صوبائی حقوق کے نام سے دفاع کرتے ہیں۔ وہ اس کو اپنی شرف و عزت سمجھتے ہیں۔ آج تو خلعون تک مقامی زبان مقامی حکومت کی تحریک چل رہی ہے۔ قرآن نازل ہونے کے بعد سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳ میں اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریمؐ نے قوم پرستی و علاقہ پرستی کو ہمیشہ کے لئے زندہ درگور کیا تھا چنانچہ اوس و خزرج کی قومیں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئیں۔ گرچہ بنی امیہ نے عربیت کو اٹھایا اور بنی عباس کے تام الاختیار وزراء نے عربیت کو نیچا دکھایا اور فارس کی عادات و رسومات و نقابات کو اٹھایا تھا ان کے توسط و تعاون اسماء سے شعوبین نے اپنے خطاب و آشکار کلمات و کتب سے اس کو اچھالا تھا یہی وجہ ہے کہ خلیفہ محترم و معزز عند المسلمین آل بویہ سلاجقہ کے تنخواہ خوار ہو گئے، امراء بادشاہ بنے یہاں تک کہ وہ تتاریوں کے ہاتھ تتر بتر ہو گئے اس کو ہمیشہ کے لئے اٹھایا جاتا تاہم اس کے دوسرے مرحلے میں ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کی ندائے آزادی، مساوات اور اخوت و برادری کے شعار کو اٹھایا گیا جس طرح آج کل کے مغرب والوں نے اس کے حقیقی مفہوم کو اپنے لئے مخصوص کیا اور اس کے چمکیلے پن کو دوسروں کو بیچ کر فساد پھیلایا ہے۔ اس کے لئے فرانس نے بھی ایسا کیا تھا لیکن وہ اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ نابلیون قومیت فرانس کے نام سے آمریت واستبدادیت کا جھنڈا اٹھا کر مصر پہنچا، وہاں سے جرمن وغیرہ اٹھے، یہاں سے یہ بادسموم اور مملکت اسلامی کو پہنچی ایک ہی پرچم کے تلے، ایک کلمہ کے سائے تلے، ایک ہی قوم مسلمان کے نام سے جینے کیلئے حاصل کردہ مملکت کو آج بلوچی، پختون، پنجابی، سندھی بلتی گلگتی میں تقسیم کر دیا گیا۔ بطور مثال جس ہزارہ کے لئے آپ ملک کے طول و عرض سے سینہ مارتے ہوئے وہاں ان کی خدمت میں خیر سگالی کے لئے پہنچے، وہ کہتے ہیں ہم پہلے ہزارہ اور بعد میں مسلمان ہیں، اس لئے ان کو آسٹریلیا میں شہریت ملی، باقی علاقوں کا مجھے کچھ نہیں پتہ تاہم ہمارے بلتستان میں قومیت کی بنیاد رکھنے والے نام نہاد سادات اور خود کو ترقی پسند دکھانے والے روشن خیال علماء نے سوشلزم، اسماعیلزم اور کمیونیزم کی تاسیس کا بھی اعلان کیا ہے اس کی حمایت ورعایت و نظارت عاشقِ اقتدار آقائے جعفری نے کی ہے انہوں نے سب فرقوں کو شامل کرنے کے دعوئے سے قومیت کا پرچار کرنا شروع کیا ہے۔

### اقتدار مزے کی چیز ہے:

اقتدار وطن کی ترقی و تمدن و خوشحالی کے لئے پہلی سیڑھی ہے لیکن اقتدار چاہنے والے اقتدار ملنے کے بعد وطن کی خوشحالی و ترقی و تمدن کو بھول جاتے ہیں اور وہ صرف اپنے اور اپنے گھرانے کی خوشحالی کو پہلے مرحلے میں ترجیح دیتے ہیں۔ وطن کی ترقی و تمدن کے لئے اقتدار ایمان باللہ و ایمان بہ رسولؐ و روز آخرت رکھنے والا ہو اس کو اقتدار ملنے سے اس کی پہلی حالت میں فرق نہیں پڑتا ہے جیسا کہ عمر فاروقؓ کی خلافت میں دیکھ سکتے ہیں۔

## جمہوریت:

یکم رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کو نشر ہونے والی اخبار ایکسپریس کے اداریے میں جمہوریت کی فتح اور جمہوریت مخالف قوتوں کی شکست پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا ہے لیکن ہماری قسمت ایسی ہے کہ مصیبتیں سر پے آکے رکتی ہیں۔ کون ہیں وہ جو مصیبتوں کو ہمارے سروں پہ لا کر منڈلاتے ہیں اور پھر ہمیں خوش کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے ہیں کہ یہ قوتیں کون ہیں جو ہمیں مصیبت میں مبتلا کرتی ہیں نیز اس جمہوریت کی جڑوں کو پھر سے مستحکم کرنے

کے لئے کیا کرنا ہے۔ کیا جس طرح پتہ نہیں چلا ہے کہ ہمیں مصیبت میں مبتلاء کرنے والا کون ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ جمہوریت کس چیز کا نام ہے، کیا جمہوریت کسی مخصوص خاندان کے اقتدار کا پر رونق افروز ہونے کا نام ہے؟ کیا جمہوریت اسلام کی خوشبو سونگھے سے کراہت برتنے کا نام ہے؟ کیا جمہوریت ملک میں مادر پدر آزادی چاہنے والوں اور اسلام کا نام لینے سے احتیاط برتنے والوں کے اقتدار پر آنے کا نام ہے۔

اس جمہوریت کی وضاحت ہونی چاہیے تاکہ اگر یہ کوئی اچھی چیز ہے تو ہماری نسلِ موجود آئندہ آنے والی نسل کو بھی اس کی شجرکاری و آبیاری کی تلقین کرے جمہوریت یعنی کثیر یا اکثریتی لیکن یہ واضح کریں کہ یہ جو اکثریت ہے آیا اس نے ان کو منتخب کیا ہے اور اگر اکثریت نے کسی پارٹی کو منتخب کیا ہے تو اس نے ان کا کس بنیاد پر انتخاب کیا ہے، کیا کسی فرد کو انتخاب کرنے کے لئے کوئی شرائط بھی ہیں یا نہیں آیا کوئی انہیں گالی گولی گولیوں اور دھمکیوں سے تو ووٹ ڈالنے نہیں لے گیا آیا وہ کسی کے جھوٹے وعدوں سے متاثر تو نہیں ہوگئے۔ کیا ایسے ووٹ بھی جمہوریت کی فتح ہیں۔

## ووٹ کا فیصد:

ہفتہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ کو نشر ہونے والے اخبار ایکسپریس کے مطابق۔ ۱۹۷۰ء میں ۶۳ فیصد، ۱۹۷۷ء میں ۴۷ فیصد، ۱۹۸۵ء میں ۴۲ فیصد، ۱۹۸۸ء میں ۴۳ فیصد، ۱۹۹۰ء میں ۴۳ فیصد، ۱۹۹۳ء میں ۴۰ فیصد، ۱۹۹۷ء میں ۳۹ فیصد، ۲۰۰۸ء میں ۳۹ فیصد ووٹ ڈالے گئے۔

حقیقت و واقعیت میں قدیم و جدید نہیں ہوتا ہے اس کو تقدم نہیں کہتے ہیں جو کچھ کالا چار درستہبام وشو بنہور ردور کالم نو خیز لکھتے ہیں وہ حرف آخر ہے، وہ علم ہے اور ان کے مطابق جو اس کے خلاف ہے وہ خرافات ہے یا جو کچھ یہ لوگ لکھتے ہیں، وہ علم ہے اور جو دینی لوگ لکھتے ہیں یا کہتے ہیں وہ خرافات ہے اس تمیز کی کیا کسوٹی ہے اس کا الٹ بھی ہوسکتا ہے۔ جس کی طاقت وقدرت وسلطنت ہو اس کی بات صحیح کہی جائے گی چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور جو ضعیف و کمزور ہے اس کی صحیح بات کو بھی خرافات کہا جاتا ہے۔ ج ۲ ص ۳ رغبت وطمع دینی نفوس انسان میں ایک احالت رکھتے ہیں دین انسانی اجتماع کی ضروریات میں شمار ہوتا ہے۔ دین انسان کے وجود سے ناقابل انفکاک ہے چاہے جس قوت سے بھی ہو دین سے جدائی رذائل، بُرے اعمال اور فسق وفجور کی عادات سے ہی ہوتی ہے۔ دین امور تکاذی وطبیعی انسان ہے اس لئے کلیسا روما نے اندلس میں شراب وفجور کو داخل کیا۔

## جمہوریت بہترین انتقام ہے:

یہ ایک محاورہ ہے جس کی مخترع بے نظیر بھٹو ہیں۔ بے نظیر بھٹو نے اپنے باپ کی پھانسی کے بعد خود ساختہ جلاوطنی میں دور سے باپ کی تحریک الحادی کو جاری رکھا پھر وہ جنرل ضیاء الحق سے مذاکرات کے بعد وطن واپس آئی اور جب ۱۹۸۸ء میں ضیاء الحق حادثے کا شکار ہوگئے تو بے نظیر کو سیاست کے لئے راستہ صاف ملا انتخابات ہوئے اور اُسے بھاری اکثریت ملی اور یوں وہ پاکستان کی وزیر اعظم بن گئی تو جلاوطنی اور جیل کاٹنے والے جیالوں نے انتقام لینے کیلئے کہا جو کہ ایک ناممکن عمل تھا اور رہے گا چونکہ انتقام کا اصل ھدف اور آخری نشانہ قیادت عسکری ہوتا ہے جبکہ ان سے انتقام لینا ناممکن تھا اور اگر ان کے بعد والوں سے لینے کی کوشش کریں گے تو یہ لوگ کہتے ہیں پھر پنڈورا بکس کھل جائے گا۔ پنڈورا بکس کھلنے کے ڈر سے بے نظیر انتقام نہیں لی سکتی تھی ممکن ہے بے نظیر کو اس وقت اس عمل سے معذرت کے لئے فلسفہ تراشی کرنا ضروری ہو جو کہ انہوں نے واقعاً کیا اور اصلی ھدف پر تیر مارا لیکن لوگوں نے کچھ سمجھا جبکہ بے نظیر نے کچھ اور ارادہ کیا تھا جو اصلی دشمن تھے ان سے انتقام لینا تھا تاکہ راستہ بحث کے لئے صاف ہو جائے۔

بے نظیر بھٹو کا یہ جملہ کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے، صدر زرداری صاحب کو ہر مشکل پیش آمد کے موقعہ پر کام آنے لگا۔ ذلت وخواری اٹھانے کا سہارا یہ جملہ

بے نظیر بھٹو نے اپنے ان فدائیان، اذیت دیدہ وزندان دیدہ والوں سے کہا بے نظیر نے یہ جملہ پہلی بار اقتدار پر آنے کے بعد اپنے مخالفین سے بدلہ لینے کے تجویز دھندوں سے کہا ہے جسے پی پی کے ذلت خوردہ افراد اپنی تسلی کے لئے استعمال کرتے آئے ہیں۔اس جملہ کو ۱۴۳۴ھ کے انتخاب میں جب پی پی کو بدترین شکل وصورت میں شکست ہوئی تو ان کے مخالفین نے خود ان کے لئے استعمال کیا اور کہا کہ پی پی نے ظلم وزیادتی کی تھی عوام نے ان سے انتقام لے لیا ہے لیکن ہمیں اس جملے کے بارے میں دیگر زاویوں سے بھی تفسیر کرنے کی ضرورت ہے۔تنہا یہ زاویہ کافی نہیں ہے۔

۱۔بے نظیر کس سے اقتدار چھین کر جمہوریت کو بحال کرنا چاہتی تھی پہلی دفعہ وہ ضیاء الحق اور فوجی قیادت سے سمجھوتہ کر کے آئی اور دوسری دفعہ جنرل پرویز اشرف سے سمجھوتہ کیا اس دفعہ زرداری نے ان تمام افراد کو جو پرویز کی کابینہ میں اہم عہدوں پر فائز تھے، اپنی کابینہ میں شامل کیا تھا ان کو تمام سہولتیں مہیا کی تھیں کیا یہ ان کیلئے انتقام تھا یا انعام؟

د۲۔ان کی مراد قطعاً اپنے مخالفین سے انتقام لینا نہیں کیونکہ ان کی منطق یہ ہے کہ سیاست میں سب کچھ جائز ہوتا ہے یہاں کوئی دوست یا دشمن نہیں یہاں دشمن اقتدار سے محرومیت کو کہتے ہیں اور دوست اقتدار ہے لہذا یہاں کسی انسان سے دشمنی نہیں ہوتی بلکہ یہاں محرومیت اقتدار دشمنی ہے۔

۳۔بے نظیر کی دشمنی اسلام سے تھی بے نظیر کے ضد اسلامی افکار ونظریات وخیالات اور اہانات وجسارات کی وجہ سے مسلمان ان کو برداشت نہیں کرتے تھے اور وہ ان کے باپ اور ان کے نعرۂ اشتراکیت کو مسترد کر چکے تھے جبکہ بے نظیر اس کی مکمل داعی تھی۔وہ اپنے اقتدار کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو اپنا دشمن سمجھتی تھی وہ جانتی تھی کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں کسی بھی وقت ان کا یعنی کسی خاتون کا وزیراعظم بننا اسلام کی رو سے ممنوع قرار پاسکتا ہے۔لہذا وہ اسلام کو اپنا دشمن سمجھنے لگی تھی۔اسی لیے اس نے اسلام میں مجرمین کو ملنے والی سزاؤں کو وحشیانہ کہا تھا وہ اسلام کے خاتمہ کیلئے بہترین وسیلہ جمہوریت کو سمجھتی تھی یہ ان کی منطق اپنے لفظ ومعنی ومفہوم دونوں میں مطابقت کلی رکھتی ہے چنانچہ انہوں نے اس اقتدار کے طویل دورانیہ میں اسلام سے ہر قسم کا انتقام لیا۔

۱۔اس نے علماء اعلام افراد کو اپنے حق میں فتویٰ دینے اور اپنے اقتدار کے لئے خدمات پیش کرنے کے لئے تیار کیا۔جس طرح جلتستان میں علماء اعلام بالخصوص علامہ غروی بھی بے نظیر کے حامیوں میں سے تھے،ان کے فرزندان کو اس پر فخر وناز ہے اور جعفری اور ساجد کو تیر کا نمائندہ بنایا گیا۔

۲۔وہ ضد کل دین تھی جیسا کہ اس نے وہاں کے عوام الناس کو اس کے لئے آمادہ کیا ہے۔

۳۔زنا،فحاشی اور عریانی کو وسیع پیمانے پر رواج دیا۔

۴۔مغربی ملکوں کو یہاں مسلط کیا۔

۵۔آخر میں دست غیبی نے بے نظیر سے سمجھوتہ کرنے والوں ہی کے ذریعہ سے اس سے انتقام لیا۔

۶۔وہ جمہوریت کی داعی نہیں بلکہ جمہوریت کش تھیں۔

۸۔انتخابات کسی ملک کو چلانے کے لئے ہوتے ہیں۔آئین پر عمل سے ملک کو چلایا جاتا ہے اگر ضرورت پڑھے تو نیا آئین بھی بنا سکتے ہیں آئین میں ایسی ترامیم کر سکتے ہیں جو ملک کے طول وعرض والوں کیلئے قابل قبول ہوں جبکہ یہاں انتخابات میں ۱۵۔۱۶۔سے ۳۰ ہزار تک ووٹ لینے والے منتخب ہو کر آجاتے ہیں لیکن ۹۹ ہزار ۹۹ ووٹ لینے والے محروم ہو جاتے ہیں اس کی توجیہ کو کہاں سے پر کریں گے؟ یہاں سے پتہ چلتا ہے۔شاہ محمود قریشی اور جاوید ہاشمی جیسے مغز متفکر سیاسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔اس سے پہلے اس بنیاد پر کہ فوج عمران کو لا رہی ہے مشہور ہونے کے تحت وہ اپنی پارٹی چھوڑ کر یہاں آئے جن کا منشور ابھی تک واضح نہیں ہے آپ نیا پاکستان کا کیا مفہوم بتائیں گے؟

جمہوریت سے مراد اکثریت کہنا وہ اس کلمہ کے لغوی ومحاوری معنی کے خلاف ہے جمہوریت کا معنی کثیر ہے اور عام محاورات میں یہ کلمہ تعداد کثیر کیلئے استعمال ہوتا ہے ممکن ہے وہ حقیقت میں قلیل ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ ایکسپریس یا نوائے وقت یا ملت یا جنگ کثیر لوگ پڑھتے ہیں یعنی بہت لوگ پڑھتے ہیں لیکن ان کی اخبارات کو نہ پڑھنے والے پڑھنے والوں سے کہیں زیادہ ہیں خود انتخابات میں بھی جیسا کہ اخباروں میں آیا ہے ہمیشہ ۴۲ فیصد یا ۴۳ فیصد یا ۴۷ فیصد ووٹ ڈالے جاتے ہیں گویا آدھے سے بہت زیادہ لوگ ووٹ نہیں دیتے اس کے معنی یہ ہیں کہ پچاس فیصد سے زیادہ لوگ آپ سے اختلاف کرتے ہیں۔ جب سے ملک میں انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہو رہے ہیں تب سے ایسا ہی ہے چنانچہ اب تک بہت بڑی تعداد میں سیاسی جماعتیں وجود میں آئی ہیں یہاں دو صورت حال ہیں:

ا۔ مثلاً دس جماعتیں متحد ہو کر ایک نام سے انتخاب لڑیں۔

۲۔ دس جماعتیں الگ الگ انتخابات لڑیں ان انتخابات میں بعض لوگ بعض جگہوں سے دس پندرہ ہزار ووٹ لیکر بھی جیت جاتے ہیں اور ان کی حیثیت اور وزن ایک لاکھ ووٹ سے جیتنے والے کے برابر قرار پاتا ہے کیا یہاں دھوکہ نہیں ہے؟

## منورین کی واویلا جمہوریت کی نام:

الحادیت وکفرانیت اور اشتراکیت وقادیانیت چلانے والوں کو اسلام برداشت نہ ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دائیں بازو کی فتح وکامیابی کو اپنے لیے کتنا پریشان کن سمجھتے ہیں چنانچہ اسلام کی طرف جھکاؤ اور معمولی لگاؤ رکھنے والوں کو بھی کرسئ اقتدار تک پہنچنے سے روکنے کیلئے وہ واویلا کرتے رہتے ہیں۔ گرچہ نواز، زرداریان اور عمرانیان کے ٹکٹ پر جیتنے والے اسلام کی ہجوگوئی، اسلام سے مذاق اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے چاہے انہیں انتخابات میں شکست ہی کیوں نہ ہو اور چاہے مسلمان ان کے چہرے پر تھوک ہی کیوں نہ دیں۔ ان کو ان کے چور دروازے سے دوبارہ لانے والوں کو یہ پریشانی لگی رہتی ہے کہ وہ اسلام کی بات کرنے والوں کیلئے نرم گوشہ کیوں رکھتے ہیں؟ چنانچہ اس قسم کی پریشانی کا ایک نمونہ پیر ۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ ایکسپریس میں قرون وسطیٰ کی جمہوریت کے عنوان سے کراچی کے سید کاشف علی رضا نے حسرت اور افسوس کے ساتھ پی پی پر جام غضب پھینکا جہاں انہوں نے کہا کہ اس حکومت نے عوام کی ذہن سازی پر بھی توجہ نہیں دی، مذہبی جنونیت کے خاتمے کے لئے پاکستانی عوام کو انسان دوستی کے نغمے سنانے اور انسان کی عظمت کے گیت گانے کی ضرورت تھی ۲۰۱۳ء نے ثابت کردیا کہ انہیں مذہبی انتہاء پسندی سے پیدا ہونے والے خطرات اور تباہ کن نتائج کا اندازہ ہی نہیں ہے۔

عوام اب بیدار ہوچکے ہیں اب وہ رشید ہیں انہوں نے فیصلہ کر کے دکھایا ہے یہ الٹی سیدھی لفاظی سے بات نہیں بنے گی۔ اہل فکر ودانش کو حقائق ودقائق کو غریبوں کے کلمات میں بھی ڈھونڈنا چاہیے ایسا نہیں کہ حکمتیں اور فلسفہ صرف لفاظوں سمعوں قاضیوں کے کلمات میں ہی ملتے ہیں۔

عوام کی بلوغت سن وسال ہفتہ اور مہینوں کے گزرنے سے نہیں ہوتی۔ اگر عوام کی بلوغت ورشادت ہوچکی ہوتی تو وہ ان تمام سیاسی پارٹیوں بشمول مذہبی پارٹیوں کو دھوکے باز اور فریب کار کہہ کر دروازے سے واپس کردیتے۔ عوام یکسو ہو کر تمام پارٹیوں کے نشانات پر مہر اعتماد لگاتے ہیں اس طرح وہ دہشت گردی کو مسترد کرتے ہیں اور جمہوریت کے حق میں بھی ہوتے ہو وہ ووٹ تو دیتے ہیں لیکن انہیں سیاسی دھوکہ بازوں کی شناخت نہیں ہے۔

ایسا اظہار نظر بہت خطرناک آور مصیبت اور نتائج کا حامل ہوتا ہے کیونکہ قدیم زمانے سے یہ تصور مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملا نیم خطرہ ایمان جس طرح انسان کے جسم کی بیماری کی شناخت کے بعد طبیب دواء تشخیص کرتے ہیں اسی طرح قوم وملت کو لاحق بیماری کی شناخت جامعہ شناس اور معاشرہ شناس

علماء کرتے ہیں۔ آپ نے کون سے کام کیا تھا کہ یہ ملت اپنی مرضِ غنودگی و بے حسی و بے چارگی سے شفایاب ہو جائے۔ نہ یہاں مومن شناسی کیلئے کوئی درس وتدریس اور وعظ و نصیحت تھی نہ غیرت وحمیت دین کا درس تھا نہ یہاں غیرت وطنی اور شناخت استکبار و استعمار والا کوئی درس تھا تا کہ امیدوار کو پتہ ہو کہ ووٹ ڈالنے والے کو اس کی شناخت ہے کیونکہ پیاسا سیراب کی طرف ڈوتا ہے جب کہ قوم ہو دسر سرعاتیہ کی طرف ڈوری ہے۔ شاید لوگوں کا عمران اور نواز اور پی پی کی طرف دوڑنا اپنے ہاتھوں سے وبال جان یا جان لیوا مقام کی طرف دوڑنے جیسا ہے۔ جب تک بحیثیت ایک امت صراطِ مستقیم اور اللہ و رسولؐ اللہ کی بتائی ہوئی حقیقی منزل کی طرف حرکت نہ کریں گے، سکون وترقی وفلاح سے محروم رہیں گے۔ انتخابات میں حصہ لینے والی سیاسی جماعتیں آج جسے بیداری کہہ رہی ہیں اسے کسی صورت بھی بیداری نہیں کہا جاتا ہے یہ تو ریاضی وحساب کی رُو سے بھی غلط بات ہے کیونکہ آپ اندازہ کریں کہ کل اٹھارہ کروڑ عوام ہیں جن سے دس بارہ کروڑ بالغ ہیں اور ان میں سے تقریباً ۸ کروڑ کے ووٹ بنے ہیں جبکہ ووٹ ڈالنے والے تقریباً چار کروڑ ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ یہ ووٹ ڈالنے والے کل آبادی یا کل بالغ افراد کا کتنے فیصد ہیں اور ان کے ووٹوں سے جو منتخب ہوئے ہیں وہ کتنے فیصد پاکستانیوں کے نمائندے ہوں گے۔

**انتخابات میں شرکت:**

شیعوں کی شیعہ کی حیثیت سے انتخابات میں شرکت کئی حوالے سے غلط یا بے بنیاد ہے جسے آقائے ساجد اور ان کے ہمنواؤں نے اس قوم کو خوار و ذلیل کرانے کی خاطر اٹھایا ہے ذیل میں اس کی وجوہات بتائیں گے۔

۱۔ سنیوں کی تین جماعتوں نے سیاسی طور پر انتخابات میں شرکت کا فیصلہ کیا جن میں سے ایک، جماعت اسلامی دوسری جمعیت علماء اسلام اور تیسری جمعیت علماء پاکستان ہے ان میں سے کسی کا بریلوی یا دیوبندی کی حیثیت سے تعارف نہیں تھا۔

۲۔ شیعوں نے عام مسلمانوں سے ہٹ کر خود کو اقلیتوں میں شامل کرنے جیسا قدم اٹھایا ہے جسے اتحاد مسلمین کے داعیوں نے اکسایا اس کے توثیق وتائید کی جس کی کوئی منطق آقائے ساجد بھی پیش نہ کر سکے حتیٰ مرحوم آغا عارف اس بارے میں لکنت بیانی رکھتے تھے۔

۳۔ سب شیعہ الحادیوں میں بٹے ہوئے تھے ان کی قیادت تجزیہ کار اور کامیاب ہونے کی زیادہ امیدوار تھی، آپ تجربہ کار تھے لیکن کامیابی کی امید نہیں تھی۔

۴۔ شیعہ منتشر تھے کوئی جگہ ایسی نہیں تھی کہ جہاں سے وہ کامیاب ہو جائیں اگر ایک جگہ کامیاب بھی ہو جاتے تو پچاس جگہ ان کے ووٹ ضائع ہونے تھے۔ ان وجوہات کے تحت آپ سے گزارش کی گئی کہ آپ برائے مہربانی یہ کام نہ کریں لیکن خود کو لایسئل و مایفعل کا مصداق بنایا مسائل کو لایطاق تقصیر بنایا۔

۵۔ عرصہ بیس سال سے ۵ مرتبہ انتخابات کے بعد آپ نے حقائق کا اعتراف کیا۔

-------------------

جب ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے تو اس صورت میں آمریت واستبدادیت و جمہوریت دونوں بے معنی ہوں گی اگر کوئی شخص اس روئے زمین پر حاکمیت الٰہی کو نافذ کر رہا ہے وہ چاہے جس طرح بھی اقتدار پر پہنچا ہو حاکمیت الٰہی ضامن وسعادت بشر ہو گی اگر آپ اسی تناظر میں صلاح ومشورے سے کوئی فیصلہ کریں تو وہ قابل تحسین ہو گا۔

**کون علوم جدید کی محظوظیت سے انکار کرتا ہے:**

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ شرف الدین چوتھی فیل کو کیا پتہ کہ علوم جدید نے انسانوں کو کہاں پہنچایا ہے، اس علم کی قدر اس علم کے پڑھنے والے ہی جانتے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ علوم جدید کے فیوضات سے انپڑھ، نادان، پڑھا لکھا، فیل ہونے والے اور اعلیٰ تعلیمی اسناد لینے والے دونوں برابر مستفیض ہوتے ہیں۔

گرمی میں ٹھنڈی سواری، سردیوں میں گاڑیوں اور جہازوں میں سردی سے بچنے کیلئے بہترین انتظام، بجلی، گیس، موبائل اور ٹی وی کے استعمال میں سب برابر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

شرف الدین چوتھی فیل ایک دن اپنے گھر سے اپنی مختصر زاد صبح و شام دوش پر لے کر پیدل خس و خاشاک ٹیلے والے ریگستانی راستے کو طے کرتے ہوئے شوق علم دین سے لبریز ہو کر سکردو آیا، سکردو سے ۴۵ روپے دے کر ڈکوٹا جہاز میں بغیر سیٹ چادر بچھا کر پنڈی آیا، دارا نامی بحری جہاز سے عراق پہنچنے سے پہلے چندین قسم کے مرض میں مبتلا ہوا، ٹی بی کو مہلک بیماری سمجھنے کی وجہ سے کوئی اسے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوا، سرگردان ہوا، اس کا علاج جدید علم پڑھنے والے ڈاکٹر سے کرایا۔ جب ۶۵ء میں بلتستان میں عالم دین بن کر گیا تو یہ مولوی بار بردار بغیر لجام کے گھوڑے پر اپنے گاؤں گیا۔ گھوڑے والا آدھے راستے ہی میں چھوڑ کر چلا گیا آج اس شخص نے بارہا ائیر بس، جمبو جیٹ وغیرہ میں سفر کیا ہے گھر میں پہلے سالوں میں سارا سارا دن بجلی کے پنکھے نہیں چلتے تھے بالکل عام سے کپڑے پہنتے تھے آج علم کی بدولت پہلے سے بہتر اور نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ آج کل کے لباس اور کھانا پینا سب نئے علم کے ایجاد کردہ ہیں۔ ہم جیسی زندگی گزارتے اور بھی بہت سے لوگ اپنے گھروں سے نکلتے تھے ہم سب پسماندگی نادانی اور قرون وسطیٰ کی زندگی سے نکلے ہیں اعلیٰ تعلیم والے بھی ہمارے برابر جدید علم سے مستفید مستفیض ہوتے ہیں لیکن فرق اتنا ہے کہ ہم اللہ کے قرب کی تلاش میں نکلے تھے اور ابھی بھی قرب الٰہی کی تلاش میں ہیں جبکہ جدید علوم میں اعلیٰ اسناد حاصل کرنے والے افسری اور رشوت و کرپشن وغیرہ کی تلاش میں نکالنے والوں کو اللہ کہیں نظر نہیں آتا۔ ان کی گفتگو یا ریڈیو، ٹی وی کے خطاب میں کبھی نہیں سنا کہ وہ اللہ پاک کی اتنی زیادہ نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کہ جنہیں شمار کرنا انسان کے بس میں نہیں۔

## تحفہ خائنین:

دشمن جب دوبدو جنگ سے عاجز و قاصر آیا اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کو تلوار و نیزہ اور بندوق سے فتح نہیں کر سکتے ہیں تو وہ دوستی و ہمدردی اور خدمت خلق کے روپ میں مختلف مہلک ادویات اور زہریلے تحفے پیش کرنے لگے تاکہ گمنام طریقہ سے دشمن کو قتل بھی کریں اور گرفت میں بھی نہ آئیں۔ چنانچہ ان کے پالیسی سازوں نے یورپ والوں کو مشورہ دیا کہ یہ کام حکومت کی بجائے بعض افراد اور مخصوص گروہوں کو ٹھیکداری پر دیں تاکہ مسلمانوں کی نسلوں کو عن قریب اپنے خانہ و آشیانوں اور تاریک جھونپڑیوں میں مغرب نواز اور یورپ کا گرویدہ بنائیں تاکہ ان کے بیٹے، بیٹیاں، والدین اور بھائی خود اپنے دین و مذہب اور غیرت مند و دیندار مسلمانوں کے خلاف ہماری نمائندگی میں جنگ لڑیں۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج مسلمان آزاد لڑکیوں کو ان کے عزیز و اقارب کے سامنے اغیار اٹھا کے لے جا رہے ہیں اور وہ اس کو اپنا فخر سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ پرلے درجے کے بے دین اور غیر مسلموں اور قرآن حکیم کے تحت اسلام و مسلمین کے دشمنوں کے مخلوط اجتماع میں تعلیم یا روزگار کے نام پر جوان مسلمان لڑکیوں کا رہنا اور ان کی طرف سے منعقد کی جانے والی عریانی و فحاشی کو عام کرنے والی ہر بُری تقریب میں شرکت کرنا کہاں کے فخر کی بات ہے۔ یہ تو بے غیرتی، کمینگی اور نیچ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اس خیانت سے پردہ اٹھاتے ہوئے علامہ مرحوم انوار جندی اپنی کتاب تربیت الاجیال کے مدخل میں لکھتے ہیں اگر ہم سے کوئی سوال کرے کہ اس خنجر کا کیا نام ہے جسے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر مار کر جسد بلا روح چھوڑا جاتا ہے۔ ممکن ہے بعض مفکرین متعدد اور مختلف جواب دیں لیکن بعض دیگر ان اس جواب سے مطمئن نہ ہوں اور کہیں کہ مسلمانوں پر سیاسی اقتصادی اور عسکری طور پر قابض قوتیں اس کی ذمہ دار ہیں۔ لیکن بعض دوسروں کا کہنا ہے اس خنجر کا نام تعلیم و تربیت منہج غرب ہے۔ اور ہماری ذلت و رسوائی، بے سکونی و بے اطمینانی اور تمام تر تباہی و بربادی کی ذمہ دار مغربی تعلیم اور مغرب میں جا کر وہاں کا نصاب پڑھنے والے وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جنکے یورپ جانے پر ان کے ماں باپ اور خاندان والے بہت فخر کرتے ہیں۔

علم اور دین ﴿۱۶۸﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

جب مبشرین نے دیکھا مسلمان کی ختم ہونے والی افتخار وعزت لوٹ آئی ہے اور انہیں ان کا کھویا ہوا مقام دوبارہ مل گیا ہے اور ان کا بول دوبارہ بالا ہو گیا ہے تو یہ ان پر گراں گزرا۔ یہاں سے انہوں نے مقامی بے خبر لوگوں کو غرب گیری کی طرف دعوت دی جب ان کی بات چلنے لگی اور ایسے مسلمانوں پر بھی ان کا اعتماد اٹھ گیا تو ان کو مسیحت اپنانے کی دعوت دینا شروع کی۔ چنانچہ حالیہ سالوں میں ہمارے حکمران یورپ کے دوروں میں پاپ کی ملاقات کو بھی ایک اہم کارنامے میں شمار کرتے تھے۔

**منورین نسوانیات:**

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ کے ایکسپریس کے کالم نگار اختر پیدری نے فنکاروں اور فلمکاروں کا شکوہ کے عنوان پر کالم لکھا ہے اس میں ایک فنکار ڈرامہ نگار نے کہا ہے کہ ہمیں شرم نہیں آتی ہے۔

پاکستان کی اعلیٰ درسگاہوں میں ایک نصاب تاریخ ہے جہاں منورین تاریخ، تاریخ کو توڑ موڑ کر ایک مسخ شدہ تاریخ کے طور پر پیش کرتے ہیں مثلاً ان میں سے کسی نے عورت کی مظلومیت کی تاریخ لکھی ہے۔ اس سے ان کا مقصد ہماری خواتین کو مغربی خواتین کی بود و باش جیسا حق دینا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق جن خواتین کو مغرب جیسی آزادی نہیں ملتی ہے، وہ مظلوم ہیں یہ لوگ تاریخ پڑھے بغیر اور تاریخ میں پیچھے گئے بغیر اپنا تعارف مؤرخ محقق سے کرانا چاہتے ہیں۔ جب پڑھے بغیر رقم سے اور اگر رقم نہیں تو دین و اسلام کے خلاف بولنے سے ڈگری ملتی ہے تو یہ کیوں اسلام کے خلاف غلاظت نہ پھینکیں گے۔ جہاں ہنسی مذاق کے وقت دوست احباب کی عزت وتکریم اور مذکر ومونث کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے، یہ آپ کی تاریخ ہے یہ ان مؤرخوں کے نہ پڑھنے اور محققانہ انداز سے مطالعہ نہ کرنے کی دلیل ہے۔ تاریخ انسان ہی بناتے ہیں اور انسان ہی اسے خراب کرتے ہیں۔ بتائیں آپ نے کونسی تاریخ بنائی ہے پاکستان کے تاریخ سازوں نے اسلام کی تاریخ کو پس پشت ڈال کر مغرب کی تاریخ کو اپنایا ہے۔

منورین انہیں کہتے ہیں جو دین کی تفسیر وتاویل پیشرفت علوم و دین کے تناظر میں اور عقل وعلم کی روشنی میں کریں، ان کا دین علم کی روشنی میں تاویل ہوتا ہے۔

اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، اجتماعات اور نیلام گھروں میں اداکار اور بین الاقوامی این جی اوز آزادی نسواں کے نام سے کثیر تعداد میں لڑکیوں کو بے حجاب بنا کر پیش کرتے ہیں اور بہت سی لڑکیوں کو بے چارے عزیز والدین، عزیز بھائیوں اور خاندان سے آزادی دلانے اور بے حجابی اور عریانی وفحاشی کے صلے میں مقام ومنصب دیتے ہیں۔ ایسی شرائط پر خواتین کو کرسی اقتدار پر پہنچایا جاتا ہے کہ اپنی طرح کے دیگر سیاستمداروں کے ساتھ مل کر ایوانوں میں پہنچ کر عریانی و فحاشی کو شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اس حد تک پھیلائیں کہ لوگ اسلام کو پامال کرنے والی اور واضح وصاف طور پر نظر آنے والی اس برائی کو برائی نہ کہیں۔

اب الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس قابل نہیں رہے کہ یہاں باپ بیٹی یا بہن کے ساتھ اور ماں بیٹے کے ساتھ بیٹھ کر انہیں دیکھ سکیں یا خبریں سن سکیں۔ کوئی شریف آدمی اپنی بیٹیوں یا بہنوں کے ساتھ ضرورت کی اشیاء کیلئے بازار جا سکتا ہے اور نہ ہسپتالوں پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دولت ڈنڈے، گولی اور آمریت واستبدادیتِ مطلق کے زور پر چوروں، ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور عریانیت پھیلانے والوں کو ہر آئے دن زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایوانوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ ان مناظر کو دیکھنے کے بعد جب مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں قرآن کریم کے واضح احکامات کو بھی مسترد کیا جا رہا ہے اور اللہ کی کتاب کی اہانت کی جا رہی ہے تو ایسا کرنے اور کرانے والے جب یہ دیکھتے ہیں کہ اب مسلمانوں کی غیرت قابو میں نہیں رہ سکتی ہے اور یہ حالات مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہو گئے ہیں تو پھر ان کو اسلام یاد آتا ہے۔ یہ بے شرم وبے حیاء خود کو اسلام اور حکم اسلام کا طاغی وباغی بنانے کے بعد کس منہ سے اسلام کی بات کرتے ہیں۔ یہ ہیں منورین نسوانیات جو کہ خود دہشت گرد ہیں کیونکہ وہ خواتین کو کئی دروازوں سے ایوانوں میں لائے ہیں۔ یہ جو خود جو آئین سازی کے

لئے آئے تھے بتائیں کہ یہ کس آئین کے تحت ان خواتین کو یہاں لائے ہیں ہر آئین کی ایک معقول سند ہوتی ہے۔ان کو ایوانوں میں لانے کی سند ان کی من مانی اور اسلام دشمن قوتوں کے اشارے کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یہاں آپ کی الحادیزم کی تحریک کے باوجود اکثریت اسلام کے داعی و حامی افراد کی ہے اور آپ ان کے نمائندے بن کر یہاں آ کے خیانت کر کے چور دروازے سے فحاشی وعریانیات کو پھیلاتے ہیں۔

نور وحکم قرآن و محمدؐ کے تحت ان تمام منورین کے اذہان پر طاری ظلمات وخبائث غرب وشرق پرستی وخود پرستی جرائم کو عام کرنے اور مسلمانوں کو ان جرائم کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دینے کے جرم کی سزا میں ان تمام سیاسی پارٹیوں کو کالعدم تنظیموں کی طرح کالعدم قرار دیں کیونکہ یہ لوگ بھی ان جیسے دہشت گرد ہیں۔

منورین وذرائع ابلاغ:

بہت سوں کا کہنا ہے کہ ذرائع ابلاغ نے اب لوگوں کوشعور دیا ہے بیدار کیا ہے یہ اب وہ قوم نہیں جو پہلے تھی اب لوگ بیدار ہو چکے ہیں۔حکمرانوں اور اعلیٰ اقتدار پر فائز افراد کا کہنا ہے یہ ذمہ داری ذرائع ابلاغ کی ہے بعض کا کہنا ہے کہ ذرائع ابلاغ والے کوتاہی کر رہے ہیں جبکہ خود ذرائع ابلاغ والوں کا کہنا ہے ہمیں وڈیروں،زمینداروں اور سرمایہ داروں کی بجائے وسطیٰ یا ادنیٰ طبقات سے افراد کو اوپر لانا چاہئے۔گویا یہاں ان کے عقل و وجدان ودانشوری کا چہلم یا برسی منائی جائے تاکہ پھر ان پر ذمہ داری ڈالیں۔پوری مملکت کو داخلی وخارجی دشمنوں کے نرغے سے نجات دلانے کیلئے عوام الناس سے ان پڑھ اور نچلی سوچ کے افراد کو منتخب کرنا چاہیے جبکہ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں جمہوریت آنی چاہئے کیا جمہوریت میں صرف نچلے طبقے والے ہی آتے ہیں اوپر والے نہیں آتے؟ چاہے وہ اہلیت وصلاحیت کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔محسوس ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ وہی کمیونیزم کی زبان بولتے ہیں وہ اہلیت کی جگہ نچلے طبقے کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہ کونسی عقل وشرع کی بات ہے کہ صرف نچلے طبقہ کو لانا چاہئے؟ اس لئے ان کو ترقی پسند کہتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ ان کو اسلام سے چڑ ہوتی ہے جبکہ نظریہ پرویزی یہ ہے کہ یہاں سزا یافتہ لوگوں کی کابینہ ہو اور وہ قیادت ہو جو سزا کی مستحق ہو۔

## منورین بندری:

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورہ اسراء کی آیت ۶۹ میں انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے اور بہت سی آیات میں ان عرب بدوؤں، ان پڑھ جاہلوں اور لکیر کے فقیر سفید کاغذوں پر کھینچے گئے خطوط یا چند الفاظ کو نہ پڑھ سکنے والوں سے تند وتیز لہجے میں خطاب کیا ہے۔آسمان پر طلوع ستاروں، زمین پر نصب پہاڑوں، مدوجزر اور دریاؤں کو دیکھ کر دعوت دی کہ غور کرو یہ سب کچھ خود بخود وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کا کوئی خالق بھی ہوگا۔اللہ نے بصارت کے لئے آنکھ دی ہے، سماعت کیلئے کان اور سمجھنے کیلئے دل اور تدبر وتفکر کے لئے عقل عطا کی ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ ان پڑھ اور پڑھے لکھے حقائق کو درک کرنے کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

جب آپ حوزات سے فارغ ہونے والے اور درجہ اجتہاد پر پہنچنے والے کسی انسان کو عبا پہنے عبا لہراتے دیکھ کر ان سے کوئی کوئی حکم شرعی پوچھتے ہیں یا آیات قرآن کی تفسیر پوچھتے ہیں تو وہ خمینی، سیستانی اور حنبلی وجعفری سے اوپر نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کہتے ہیں کہ حضور قرآن وسنت سے کوئی استناد تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تقلیدی ہیں۔جب آپ یہاں کی اعلیٰ درسگاھوں سے فارغ ہو کر یورپ جا کر وہاں سے فارغ ہو کر آنے والوں سے یہی بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو علماء فرمائیں گے ہم تو ان کی تقلید کرتے ہیں۔یعنی ہمارے مسائل کے حل میں ہماری تحقیق علماء کی اہانت وجسارت اور مذاق کی حد تک ہے۔ملک اور دین شریعت کو ہم نے چھوا تک نہیں اور آئندہ چھونے کا ارادہ بھی نہیں۔ہم ابھی تک انسان نہیں بنے ہیں ہم بندر ہیں، سالہائے سال حتیٰ کہ صدیوں بھی

گزر جائیں ہم بندر ہی رہیں گے بندر کا امتیاز یہ ہے کہ وہ تقلید کا شاہکار ہے لہٰذا ان کو منورین بندرین کہہ سکتے ہیں۔

## منورین حوزات:

انقلاب اسلامی ایران کے بعد ایران سے باہر کے ممالک اور خصوصاً پاکستان میں مدارس وحوزات سے فارغ التحصیل حضرات سیاسی اداکاری کے لئے اٹھے ان میں سے بعض اعلیٰ درسگاہوں کو چھوڑ کر خمس کی رسید کاٹنے کی خواہش سے ایران گئے تھے جب کہ یہاں خمس پہلے سے ہی قبضہ مافیہ کے قبضہ میں تھا۔لیکن عجیب تضاد لفاظی اور عملی کچھ اس طرح سے سامنے آیا کہ ایران میں دو نعرے بلند ہوئے ایک اسلامی اتحاد کا اور دوسرا شیعہ سنی اتحاد کا۔لیکن یہاں خمینی بننے والے وہاں اسلامی اتحاد کے نعرے سے اختلاف رکھتے تھے مثلاً آقائے سید جوادی اتحاد سنی وشیعہ کے سخت مخالف تھے وہ فرماتے تھے پہلے اتحاد مومنین کریں اور اسلامی اتحاد کو بعد کے لئے چھوڑیں ہم اس وقت نہیں سمجھ رہے تھے کہ حوزہ کا پڑھا ہوا ایک انسان اور خمینی ومنتظری کا گرویدہ وکیل یہ جملہ کیسے استعمال کر رہا ہے۔بعد میں پتہ چلا آپ کا علاقہ ہی یہاں سے مختلف تھا جہاں کہتے سنا کہ ہمیں تقی ونقی امام نہیں چاہیئے ہم تو عباس واکبر کو امام کو مانتے ہیں۔کہتے ہیں آنے والے ایران میں جاری نعرے سے جہاں تک اسلامی حکومت کے لئے اٹھنے کی بات کی ہے اس میں آقائے ساجد نقوی کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔ملک میں نئے انتخابات کا اعلان ہوا تو شیعہ فرقہ بھی حرکت میں آیا کہ ہم بھی الیکشن لڑیں گے بعض چھوٹے قد اور بے حیثیت انسانوں کے علاوہ سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔جامعہ اہل بیت میں جناب آفتاب حیدر رضوی صاحب نے قبلہ آقائے ساجد سے استفسار کیا کہ آپ کیسے الیکشن میں حصہ لیں گے جبکہ آپ کی شیعہ آبادی یک جاء نہیں بلکہ منتشر و پراگندہ ہے جہاں سے کوئی نمائندہ انتخاب کرنے کے لئے مطلوبہ ووٹ نہیں ملیں گے اگر آپ کسی سے اتحاد کریں گے اور اگر آپ مسلمانوں میں سے اسلام کی بات کرنے والی اسلامی سیاسی جماعتوں سے اتحاد کریں گے تو شیعہ اسلام کے نام پر ووٹ نہیں دیں گے اور اگر آپ الحادی جماعتوں سے اتحاد کریں گے تو شریعت اجازت نہیں دے گی۔تو آپ نے فرمایا ہمارے اتحاد کرنے یا نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا۔شیعہ تو بہر حال الحادی جماعتوں ہی کو ووٹ دیں گے یہاں سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آغا ساجد صاحب خود کتنے منور تھے اور لوگوں کے لئے کتنی نورافشانی کر رہے تھے۔

## منورین نحو:

صاحب کتاب فکر ومباحث استاد علی طنطاوی اپنی اس کتاب کے ص ۵ پر مصر کے بڑے پائے کے عالم دین استاد زیات سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس وقت علم نحو ایک علم عقیم لاولد ہے۔طویل عرصہ عمر گزارنے کے بعد بہت سے قیل وقال تاویلات وتعلیلات ان کو یاد ہیں مناقشہ ومناظرہ کے ماہر ہو گئے ہیں لیکن نہ بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔علم نحو کی یہ خرابی ابھی نہیں آئی ہے بلکہ اس علم کے متقدمین بھی اس بیماری میں مبتلا تھے۔سیوطی لکھتے ہیں کسائی زعیم نحویین کوفہ متوفی ۱۸۲ھ کو حد نعم وبئس نہیں آتے تھے،خلیل کو نداء کی حد نہیں آتی تھی۔ایک شخص ابن خالویہ متوفی ۵۶۸ھ سے کہا آپ مجھے نحو اور زبان عربی سکھا سکتے ہیں تو اس نے جواب دیا جس علم کو میں پچاس سال سے پڑھ رہا ہوں اس سے ابھی تک اپنی زبان ٹھیک نہیں کر سکا تمہاری زبان کو کیسے ٹھیک کروں۔

جب بادشاہِ نحو کو پچاس سال میں کچھ نہیں آیا تو ہمیں کیا آئے گا۔

استاد طنطاوی اپنی کتاب کے ص ۱۸ پر نحوی میں اتنی تعقید گنگ معمی اور معضل کیوں ہے کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ علم پہلے دن سے علم کی خاطر نہیں تھا بلکہ پہلے

## علم اور دین ﴿۱۷۱﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

دن سے کسب وکمائی اور مال بنانے کی خاطر وجود میں آیا تھا چنانچہ جاحظ نے اخفش سے کہا کیوں اپنے علم کو پیچیدہ ومشکل پیش کرتے ہو تو اخفش نے جواب کہ دیا اگر میں اسے آسان زبان میں پیش کروں گا تو میرے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ جب اسے سمجھنے میں مشکل درپیش ہوگی تو لوگ میری طرف رجوع کریں گے۔ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ سیف الدولہ نے ایک دن اپنی محضر میں حاضرین سے ایک کلمہ پوچھا کہ وہ کلمہ ممدود ہے اور اس کی جمع مقصور ہے بتائیں کہ وہ کون سا کلمہ ہے کسی کو نہیں آیا پھر ابن خالویہ سے پوچھا آپ بتائیں تو انھوں نے کہا مجھے پتہ ہے وہ دو اسم ہیں۔ پوچھا کہ وہ کونسے ہیں تو کہا ایک ہزار درہم دو تب بتاؤں گا اس کی ایک اور مثال ابوعلی فارسی استاد ابن جنی عضد الدولہ نے ابوعلی فارسی سے کہا نحو میں ایک کتاب لکھیں تو ابوعلی فارسی نے کتاب ایضاح لکھی اور ایک دن اسے عزالدولہ کے سامنے پیش کیا تو عضد الدولہ نے دیکھنے کے بعد کہا آپ ہماری معلومات سے زیادہ کوئی چیز نہیں لکھ کر لائے تو وہ واپس لے گئے۔ ابوعلی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ اپنی سیرت اختصار پر چلے ہیں پھر وہ تفصیل سے لکھ کر لے گئے تو عضد الدولہ نے دیکھ کر کہا شیخ کو غصہ آیا ہے کوئی ایسی چیز لکھ کر لائے ہیں جسے ہم سمجھ سکتے ہیں اور نہ وہ خود۔

اس سلسلہ میں اس صدی کے مدارس کے نصاب میں پڑھائی جانے والی کتاب سیوطی شرح الفیہ ابن مالک ہے۔ اس وقت اپنے علم با اعلمیت کو دوسروں میں مقبولیت وپذیرائی بخشنے کے لئے ایک تو علم کو اختصار سے پیش کرتے تھے اور دوسرا اس کو شعر میں پیش کرتے تھے۔ اسی تناظر میں ابن مالک نے نحو کو شعر میں پیش کیا تو یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکی تو سیوطی نے اس کی شرح لکھی یہ پاکستان بننے سے تقریباً ۵۰۰ سال پہلے کی بات ہے۔ اب تک پاکستان کا نصاب تعلیم کتنا بدل چکا ہے یہ وزارت تعلیم کے عملے سے پوچھیں البتہ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ یہ ضرورت کے تحت کتنی دفعہ بدلا گیا ہے کم سے کم ۱۰ دفعہ تو بدلا ہوگا۔ بہت سے علمائے نوابغ دردمند امثال محمد باقر الصدر آیت اللہ مدرس نے تحریک چلائی کہ حوزات کے نصاب کو بدلیں تو کہتے ہیں کہ یہ اتنا مشکل ہے کہ اس کو بدلنا ان کے بس میں نہیں، اس کو پڑھنے والا ایک عمر ضائع کرنے کے بعد ملا بنتا ہے۔ بتائیں دیگر زبانوں کی گرائمر پڑھنے کیلئے کتنے سال درکار ہوتے ہیں اور یہاں کے دینی مدارس میں گرائمر پڑھنے والا کتنے سال لگاتا ہے۔ مقصد صرف یہ نہیں کہ طالب علموں کے بہت سے قیمتی سال برباد ہو جائیں بلکہ اس کے بہت برے عزائم ہیں ان میں سے ایک احتکار علم ہے تاکہ بہت محدود افراد ہی علم نحو پر اجارہ داری کا دعویٰ کرسکیں۔

ورنہ دنیا میں وہ کونسی زبان ہے جس کی گرائمر پر عبور کیلئے کئی سال سے زیادہ وقت درکار ہو، بتائیں کہ یہاں اردو زبان کی گرائمر کو سمجھنے کیلئے کتنے سال لگتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم نحو کو پروان چڑھانے والے لوگ دراصل لوگوں کی عمر کو تلف اور ضائع کرنے والے ہیں اور یہ سب بُری نیت والے لوگ ہیں وہ دینی درسگاہوں میں پڑھنے والے طالب علموں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے ان کی عمروں کو ضائع وبرباد کرتے ہیں اور آخر میں یہ صم بکم والے اور قرآن سے چڑنے والے بن کر ان درسگاہوں سے فارغ ہوتے ہیں۔ قرآن کے حوالے سے گونگا بن کر درسگاہوں سے فارغ ہونے والوں اور قرآن سے چڑنے والوں سے ہماری دوستی نہیں ہوسکتی۔ یہ لوگ منورین نحویلین وخائنین ہیں۔

چنانچہ یہ حوزات میں محدود ہوتے ہیں۔ پورے حوزۂ نجف میں مدرس سیوطی مطول میں نامور شخص مدرس افغان تھے ان کے درس کے شرکاء آقائے خوئی کے درس کے برابر تھے۔

جن لوگوں نے نحو کو پروان چڑھایا وہ حسن نیت کے مالک نہیں تھے وہ ایران وفارس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہنر وقابلیت ولیاقت کی نمائش کرکے ارباب اقتدار سے مال وزر حاصل کرتے تھے ان میں سے بعض شعوبی تھے وہ ضد عرب وضد اسلام تھے۔ انہوں نے شواہد نحو کیلئے قرآن اور سنت رسول کو چھوڑ کر جاہلیت عرب کے مجہول السند شعروں کو بطور سند پیش کیا ہے۔ ان اشعار میں سے بہت کم اشعار ہونگے جو جاہلیت اولیٰ سے منسوب ہیں یہاں تک کہ

معلقات سبع جو بعثت اسلام سے پہلے کا بتایا جاتا ہے وہ بھی بعد کی اختراع ہے۔ خلفاء میں سے حضرت علیؑ سے منسوب دیوان کو بزرگ تہرانی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آپ کا نہیں ہے۔

## منورین نحویین :

### منورین نمک حلال :۔

جس جس نے مروجہ درسگاہوں سے پڑھا ان میں سے اکثر و بیشتر نے کم و بیش اپنے کرم نوازوں سے نمک حلالی کا حق ادا کیا ہے، بہت کم انسان ہونگے جو نمک لینے کے بعد حق نمک اداء کیے بغیر انکے بالمقابل آ گئے ہوں۔ استاد علوم عربیہ جامعہ دمشق سعید الافغانی اپنی کتاب فی اصول النحو ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں اختلاف بین نحویین کوفہ و بصرہ حد اعتدال اور دین و شریعت سے تجاوز کر کے اپنے علوم کو صرف کسب مال و جاہ و مقام کی خاطر ٹوکری میں ڈال کر عکاظ بغداد کیلئے نکلے۔ وہ اس میں سبقت آزمائی میں کوفہ نکلے تھے جہاں کسائی پہلے ہی سے دربار رشید میں پہنچے ہوئے تھے لہٰذا وہ خلیفہ اور ان کے خاندان اور وزراء کے گھروں میں کوفیوں کو لگاتے تھے۔ چونکہ علم میں فوقیت و برتری بصریین کو حاصل تھی لہٰذا کوفیوں نے احساس حقارت اور وعقدہ عصبیت میں کوئی کسر چھوڑے بغیر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بصرہ سے متعلق نحویین کو دور کرنے کی کوشش کی۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے علماء بصریین کے مقابل ضعیف ہیں گویا کسی نقلی کارخانے کے مالک نے سفارش لگا کر اصلی کارخانہ والے کے لائیسنس کو منسوخ کیا ہے لہٰذا کوفی علم بصرین کی تحقیر کرنے لگے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں کسائی اور اصمعی یہ دونوں ہارون الرشید کے دربار میں ہوتے تھے دونوں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں حاضر ہوتے تھے اور ساتھ ہی نکلتے تھے۔ ایک کلمہ کے رفع و نصب میں اختلاف ہوا تو کسائی نے اصمعی سے کہا کہ چپ ہو جاؤ تو کیا جانتا ہے اصمعی خاموش رہے۔ کسائی کے اصمعی سے خطاب کا اندازہ ملاحظہ کریں۔ سیبؤیہ سب سے پہلے کتاب جامع علم نحو کو کسب مال و جاہ اور تعصب کی خاطر اپنے علم کو ٹوکری میں ڈال کر عکاظ بغداد روانہ ہو گیا۔ وہاں کسائی نے اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے سیبؤیہ کو شرمندہ کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کیا آخر میں اس دکھ اور شرمندگی میں ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

یزیدی کہتے ہیں مہدی نے مجھے اور کسائی دونوں کو بلایا دونوں ساتھ دروازے پر پہنچے تو کسائی نے کہا اعوذ باللہ من اسرہ یا ابا محمد، یزیدی نے کہا میری طرف سے کوئی شر نہیں ہوگا۔ علماء نحویین کی اقطاب سر برآوردہ شخصیات کا علم نحو کو زراندوزی میں صرف کرنے کی بھرپور کوششوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ علم ابتداء ہی سے قرآن کریم کی خدمت کے لئے وضع نہیں کیا گیا تھا بلکہ قرآن کو مشکل و معمہ اور گونگا پیش کرنے اور جڑ سے اکھاڑنے کے لئے وضع کیا گیا تھا لیکن آیت وعدہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ ان کے عزائم میں حائل ہو گئی۔

### ابن امضاء: [کتاب نشاۃ نحو ص ۱۳۶]

ابوالعباس احمد بن عبدالرحمٰن لخمی قرطبہ کے ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے، اشبیلہ میں ابن رماک سے کتاب سیبؤیہ پڑھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کتب لغت و ادب پڑھیں۔ وہ نحو کے ساتھ دیگر علوم میں سے ہندسہ سے بھی شغف رکھتے تھے۔ وہ اپنے دور میں میدان علم میں وحید عصر تھے۔ حکومت موحدین میں دور یوسف بن عبدالمومن میں رئیس قضات بنے۔ انہوں نے نحو میں ایک کتاب المشرق فی النحو کے نام سے لکھی ہے اسی طرح ایک اور کتاب الرد النحاۃ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مشرقی نحات اور ان کے بعض قواعد کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ انہوں نے ایک اور کتاب لکھی تنزیہ القرآن عما لا یلیق بالبیان بھی لکھی ابن حروف نے اس کتاب کی رد میں ایک کتاب تنزیہ ائمہ نحو کے نام سے لکھی ہے جس میں علماء کو

خطاء وسہو سے مبرہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد ابن امضاء غصے میں آئے اور کہا کہ ایسے لوگوں کی رد سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ انہوں نے ۹۲ھ کو اشبیلہ میں وفات پائی۔

## نحویین اور قرأت قرآنی:

[کتاب اصول نحو و دراسہ فی فکر الانباری تالیف محمد سالم صالح ۱۶۶] قرآن اور قرأت دونوں مترادف کلمات ہیں معنوی لحاظ میں قرآن اور قرأت ایک دوسرے سے مختلف نہیں جس طرح قرآن وحی ہے قرات بھی وحی ہے یا قرآن اور قرأت دو متعارض ومتضاد حقیقتیں ہیں جن میں آپس میں تضاد وتنافی پائی جاتی ہے۔ یہاں اگر اصل قرات کی بات ہے تو وہ ٹھونسی تو نہیں جاتی ہے قرآن اصل ہے اور قرات اس پر ٹھونسی گئی ہے اس صورت میں اگر قرات مترادف قرآن ہوگی اور وہ وحی ہوگی تو ہر قرات حجت ہوگی اس حساب سے قرأتوں کی تعداد کے حساب سے قرآن کی ایک آیت اور ایک کلمہ کے کثیر معانی بنیں گے یہ ایک حقیقت ناقابل انکار ہے کہ قرآن کریم اصل ہے اور قرآن ہی سے لغت ونحو کی صحت وسقم کا استشہاد ہوگا۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ علماء نحو نے اس صورت میں قرات استشہاد کو درست قرار دیا ہے کہ:

۱۔ صحت وسند ہو یعنی اس قرات کی سند اپنی جگہ درست ثابت ہو۔

۲۔ رسم عثمانی کے ساتھ موافقت رکھتی ہو ولو احتمالاً۔

۳۔ اصول لغت عربی کے ساتھ موافقت رکھتی ہو یہ ایک دولا ٹخل ہے۔ لغت کی صحت کا استناد استشہاد قرآن سے ہوگا اور قرآن کی آیت سے استناد اس وقت ہوگا کہ یہ قرات اصول عربی کے ساتھ موافقت رکھتی۔ ہو علم نحو حفظ قرآن اور فہم قرآن کے لئے وجود میں آیا ہے اس بات کا پول اس وقت کھل جاتا ہے کہ جب نحویین نے قرات کثیرہ کو سادہ شرائط میں جائز گردانا، یہ بھی ادیبوں کے ادب کی ایک کہانی ہے اس کا رد ہم نقد علم نحو میں کریں گے۔

## منورین نمک حرام:

ان سے ہماری مراد مدارس وحوزات علمیہ سے فارغ یا بھگوڑے اور نام نہاد علماء اعلام ہیں۔ ان کو نمک حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان مروجہ درسگاہوں سے پڑھے ہوئے لوگ بین الاقوامی این جی اوز کی اسکالرشپ سے پڑھتے ہیں اور ان کے مقاصد میں ہے کہ اس ملک وملت کو سیکولر بنانا ہے۔ انہوں نے اسے مغرب کی مستعمرات بنانے اور یہاں استعمار کے مقاصد کے حصول کیلئے ہر قسم کا اور ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہوتا ہے جس پر وہ کاربند ہیں اور ذرہ برابر سر وعدہ خلافی نہیں کرتے اس لحاظ سے وہ ان کے ساتھ نمک حلال ہیں۔ لیکن انہوں نے جہاں سے پڑھا ہے مجھے اس بارے میں معلومات نہیں البتہ یہ بھی این جی اوز کے یا نیم این جی اوز کی امداد پر چلنے والے ادارے ہوں گے کیونکہ بہت سے مسلمان خوش فہمی میں بھی رہے کہ یہاں کے اخراجات مومنین کی خیرات سے پورے ہوتے ہیں بہرحال انہوں نے دین کے نام سے پڑھا اور لوگوں کو نور دکھانے کے وعدے کیلئے لیکن یہ نور قرآن اور محمدؐ سے نہیں لیا انہوں نے عرب کے جاہل بدوؤں کے اشعار پڑھ کر بندوں کو دھوکہ دیا۔ مسلمانوں کو نور دکھانے والے ظلم کدوں اور الحادیوں کے رہنما بن گئے اور ان کے منشور کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

## منورین ومنتشرین:

اس ملک میں جو بھی جرم وخیانت کا واویلا اٹھتا ہے، قومی دانشوران ٹیلی ویژن پر اخبار وجرائد کے صفحات پر نمودار ہوتے ہیں۔ اداکار صحافی اور وزراء

اس بڑھتے ہوئے جرم و جنایت کا حل ان دانشوران کے سامنے رکھتے ہیں تو وہ ہر ایک سے کلمات والفاظ بدلتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں ہم جب نجف میں تھے تو ہمارے بلتستان سے ایک حکیم تشریف لائے تو بہت سے طلبا اپنے اپنے امراض کی شکایتیں لے کر ان کے پاس گئے۔

۱۔ کسی نے پیٹ کے درد کی شکایت کی۔

۲۔ کسی نے سینے کے درد کی۔

۳۔ کسی نے سر میں درد کی۔

۴۔ کسی نے بچہ نہ ہونے کی۔

۵۔ کسی نے حافظہ کم ہونے کی۔

۶۔ کسی نے جوڑوں میں درد کی شکایت کی۔

۷۔ کسی نے داڑھی نہ ہونے کی شکایت کی۔ اس طرح کی بہت سی شکایات سامنے آئیں تو موصوف نے سب کیلئے دواء کا ایک نسخہ دیا جو اسہال و پچپس کی دوا تھی۔ ہمارے دانشوران بھی تمام مسائل کے حل میں یہی تجویز دیتے ہیں کہ اس ملک میں علم کا فروغ ہونا چاہیے۔ اور جب آپ ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی، ہتکِ ناموس وغیرت کے نام سے قتل اور دہشت گردی وخودکشی کو روکنے کیلئے چارہ جوئی اور منصوبہ بندی کی بات کرتے ہیں یا سرقت و چوری اور بھتہ خوری کو روکنے کی بات کرتے ہیں تو کبھی وہ کہتے ہیں کہ انتہا پسندی اور دیگر مذکورہ مسائل کے حل کے لئے پانچ وقت کی نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور حج کو جاتے وقت ہاتھ میں تسبیح رکھیں یہ تمام مشکلات کا حل ہے۔ اور عموماً یہ دانشوران تمام مسائل پر یہ تجویز دیتے ہیں کہ تعلیم کو فروغ دینا چاہیے جبکہ یہاں قومیت کو ہوا دینے اور ہر آئے دن نئے صوبے بنانے اور صوبوں کو زیادہ خودمختاری دینے، ضلع اور گاؤں کی زبان کو نصاب میں شامل کرنے اور اردو کی چھٹی کرانے کی تحریک بھی یہی تعلیم یافتہ اور نام نہاد دانشوران ہی چلاتے ہیں۔ پاکستان ایک وطن ہے جہاں مرکز سے دور دراز علاقوں میں گورنر ہوتے تھے۔ ان علاقوں کے انتظامی امور سنبھالتے تھے پھر انہی روشن خیالی اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد نے صوبے کی تحریک شروع کی جونہی ان تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھتی گئی انہوں نے اپنی نوکری اور کرسی کے لئے نام نہاد حقوق کے جھنڈے اٹھائے صوبہ در صوبہ ضلع در ضلع آخر میں قوم کو کیا ملا ساری دولت انہی بے ضمیر لوٹا سیاستمداروں کو ملی۔ وزارت میں قوم کے حقوق تلف ہوئے اگر اس ملک کے کوئی غدار لوگ ہیں تو بھٹو نے اپنے اقتدار کے خاطر ملک کے بڑے حصے کو بیچ دیا۔ اگر مزید چھوٹے صوبے بناتے تو آج پاکستان بنانے والے قائدین کا ختم نہ ہونے والا ادھار نہ چکاتے۔ یہ والا حق کسی گراں چیز کی خاطر تھا؟ الگ صوبے بنائیں وزارت، گورنر دیں پھر بھی انہیں محسنین اسلام کہتے ہیں۔ بلکہ ضلع کھرمنگ میں نام نہاد جھنڈے اٹھانے ہندوستان کی طرف گئے لوگ بھی مسلمان ہیں ہمیں کہتے ہیں کہ وہاں چیزیں سستی ملتی ہیں۔

## منورین کی روشن خیالی کی شعائیں:

اگر ہم پوری تاریخ برصغیر میں مسلمان منورین کی تاریخ کو اٹھائیں تو اس کی لمبی فہرست بتاتے ہیں جہاں ترقی پسند روشن خیالوں کی سوانح حیات تدوین ہوئی

## علم اور دین ﴿۱۷۵﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

ہمارے پاکستان میں اس کاروان کے میران میں سرسید احمد خان‘ محمد علی جناح‘ اقبال سرفہرست ہیں۔ان کے بعد حکیم سعید،عبدالقدیر خان کا نام لیتے ہیں۔ آج تک لوگ ان کی روشن خیالی کی داد دیتے اور ثناخوان ہیں بلکہ یہ ذوات اب ہمارے لئے نمونہ مثال بنی ہوئی ہیں۔تنہا سیاسی اجتماعی دانشوران ملک کے اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات بلکہ علماء اعلام جنہوں نے جدید علوم کی تحفہ العوام بھی نہیں پڑھی ہے وہ بھی ان کے گرویدہ ہوگئے ہیں۔وہ زندگی میں اپنے آپ کو حضرت محمد سے بے نیاز دکھاتے ہیں۔اس سلسلہ میں شیعہ سنی جو ہمیشہ ایک دوسرے کے دست وگریبان ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم انہی کی سیرت پر چل کر پاکستان کو دوام بخش سکتے ہیں۔آگے جا کر ترقی پذیروں سے ملا سکتے ہیں۔یہ منطق اپنی جگہ ان کی طرف سے درست لگتی ہے اگر ہم آج بھی حضرت محمد کو ہی اسوہ بنانے پر اصرار کرتے تو بھٹو کو کیا جواب دیں گے؟ ہم قائد عوام کی روح کو کیا جواب دیں گے نواز شریف کو کیا جواب دیں گے؟ عبدالقدیر خان کو کیا جواب دیں گے۔اگر محمد پر اصرار کریں گے تو وہ فرمائیں گے قل یاایھا الکافرون لکم دینکم ولی دین۔

۱۔ایوانوں میں اعلیٰ اسناد کی شرط کے ساتھ جعلی اسناد کی فروخت حتیٰ کہ دین وملت سے ماورا آزاد درس گاہوں کے علاوہ دینی مدارس سے بھی خودساختہ فارغ تحصیل اسناد ان کی نور افشانی کی ایک جھلک ہے۔

۲۔انتخابات میں امیدواروں سے ضروریات دین سے متعلق سوالات پر فریاد وغوغا اور سراپا احتجاج ہونا۔

۳۔سکولوں کے نصاب کتابوں سے اصحاب امہات المومنین آیات جہاد وقتال کا اخراج۔

۴۔دین پرستوں پر انتہاء پسندی کی الزام تراشی لگا کر قوم پرستوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۵۔۹۵ فیصد مسلمان نشین پاکستان میں وسعت فراغ دلی،روشن خیالی کی بنیاد پر حکومت بنانے کی تحریک۔

۶۔دین وشریعت سے آزاد منورین کی صحافت۔

۷۔دین وشریعت سے آزاد تنظیم۔

۸۔دین کے نام سے کفر والحاد سے الحاق تنظیم۔

۹۔ایوان اسلامی بے حجاب فحاش اداکاروں کا استقبال اور اس پر فخر وناز۔

۱۰۔خواتین کو ڈبل حق ووٹ دے کر چور دروازے سے ایوانوں میں پہنچانے کی دھوکہ بازی۔

۱۱۔جمعہ وجماعت یا منبر اسلام دینیات کے مراکز میں دین کے اصول وعقائد اور تاریخ اسلام سے نابلد لوگوں کے ٹھیکے میں دنیائے منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۲۔حوزات ومدارس میں داخل ہونے کے بعد علم واستدلال کی منطق کے جنازے نکلنے تک سرمایہ اسلام،سپاہ امام زمان کے القاب سے نوازنا منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۳۔اسلام کے موسس وبانی نبی کریم کے نام گرامی اور نمونہ زندگی کو مٹانے بھلانے کے لئے امریکہ اور برطانیہ کی درس گاہوں سے فارغ تحصیلان رعایت یا فتوں کے راہ ورسم وخطاب کو مشعل راہ نمونہ بنانا منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۴۔کوئی قابل ہو یا نالائق،اصلی اسناد کے حامل ہوں یا جعلی اسناد کے،پڑھے لکھوں کے روزگار کو تنگ کر کے نالائقوں کو سرمایہ دار،اعلیٰ مقدرات دولت کا مالک بنانا منورین کی شعائیں ہے۔

بعض منظمات نابالغان بلوغ ناپذیرو بالغان لیس علی القواعد جن کا نام امامیہ رکھا یہ نام اپنی جگہ مشترک لفظی ہے۔زیدی اسماعیلی بہری نصیری فتحی،اثنا عشری

ہے۔ واضح رہے کہ تاریخ فرق مذاہب شناسوں نے ان کے اور بھی فرقے بتائے ہیں۔ ان میں سے بعض نے شریعت کی منسوخی کا اعلان کیا۔ انہیں صرف زندگی گزارنے بعض دیگر نے شدت سے شریعت کی بقاء پر اصرار کیا ہے۔ لیکن ہمارے جدید ممتاز عمائدین کا فرمان ہے کہ ہمیں سب کو ساتھ لے کر جانا چاہیے ہمارے پاس فرقے نہیں ہیں ہم سب ایک جیسے ہیں۔ قبلہ آ قائے ساجد نقوی و ناصر اور ان کے مجالس نظار والوں کا کہنا ہے کہ بعض علماء اعلام نے ان کو بارہویں امام کا چشم و چراغ اور نور دید بتایا ہے۔

بعض کو انہی کے چہرے میں مستقل درخشان نظر آتا ہے سب کے ساتھ ہمیں بھی نظر آنے لگا کہ یہ منورین ہر سال کوشش کرتے ہیں۔ جہاد ادا کار نواشوں کی حاجتوں کو امام زمانہ تک پہنچانے کے لئے گاڑیاں بک کرتے ہیں تا کہ قریب نالہ تک پہنچا کر وہاں خضر کے حوالے کریں۔ پھر خضر وہاں سے جزیرہ برمودہ پہنچائیں جہاں آپ قیام فرما رہے ہیں۔ یہ ان کی نور وہدایت کی شعائیں ہیں جہاں سے وہ ایک ہزار سال پہلے مرے ہوئے انسان کی معرفت لینا چاہتے ہیں۔ دنیا میں پیدا نہ ہونے والے مہدی کے سپرد امامت کرنا چاہتے ہیں۔

وجود امام مہدی کے مصرین منافقین ہیں کہ وہ اس عقیدہ دم بریدہ، سر بریدہ کو شکستہ چہرہ ناشناختہ کے عقائد کو ٹھوس کر خلائق کو کرب واضطراب میں ڈالنے کے عزائم کے علاوہ انقلاب مہدی کو انقلاب کمیونیزیم کی فکر سے استناد کر رہے ہیں۔ جہاں لوگ بادل نخواستہ ان کے تسلیم ہو جائیں ان دو برے نظریات کے ذریعے وہ مہدی حاضر خانی کو تسلیم کرنے کی تمہید بنا رہے ہیں۔

## جماعت اسلامی:

اگر علم ارباب اقتدار اس ملک کے ایوانوں سے باہر عوامی اجتماع مساجد وغیرہ میں علم کے خود افشانی پر تیار نہ ہو جائیں یہ تو طلسمات کدوں تک محدود رکھیں گے وہ ظلم وزبانی کے لئے مسلحہ بن کر رہیں گے۔

## شاخہ مسیحی:

سنا ہے جماعت اسلامی کی تنظیمی شاخوں میں سے ایک شاخ مسیمی کی ہے اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مسیحیوں سے دوستی یکجہتی سننے میں آتی ہے۔ دین اسلام کے دونوں مصادر قرآن وسنت میں اللہ نے مسیحیوں کو یہودیوں کی بانسبت زیادہ عنایت سے نوازا ہے نیز ایمان بہ مسیح ہماری جزء اعتقادات میں سے ہے لیکن ان کے تمردات مسلمانوں کی عدوات وبغضاء کی وجہ سے نبی کریم اور اسلامی حکومت کے دور راشدین میں انہیں مسلمانوں کی رعیت ورعایت میں رہنے والے قرار دیا گیا ہے۔ ان کو اپنے تنظم کا حصہ بنائیں عام مسلمانوں کے برابر بنائیں اس کی منطق سمجھ نہیں آئی ہے۔

جہاں آپ نے مسیحیوں کی شاخ بنائی ہے کیونکہ شیعوں کی بھی کئی شاخیں ہیں لیکن سوائے ساجد و وحدت مسلمین کے علاوہ اپنی کتابخانوں میں کوئی مظاہر نہیں ہے۔ اسلام دوسری ملت سے اس وقت تک دوستی کرتا ہے جب تک وہ تعدی وتجاوز نہیں کرتا ہے لیکن پاکستان کے مسیحی بین الاقوامی مسیحیوں کے منشور اہداف کے تحت یہاں تخریبی کاروائیاں کرتے ہیں چنانچہ ہر سال نبی کریم کی اہانت و جسارت کرتے آئے ہیں جبکہ یہاں ہندو سکھ بھی رہتے ہیں ان کی طرف سے کوئی اہانت و جسارت سننے میں نہیں آئی ہے۔ جماعت اسلامی کا بظاہر الحادی سیکولروں کے ساتھ اتحاد بھی قرآن و سنت سے متصادم نظر آتا ہے۔

## روشن خیالوں کے منافقانہ عزائم:

۱۴۳۴ کی انتخاباتی انتظامیہ کس کے ایماءاور ہدایت پر چلتے تھے یہ ہماری رسائی سے باہر ہے۔تاہم ان کی متضاد حرکات وکلمات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ منافقت کی راہ پر چلتے تھے یعنی ایک دفعہ سیکولرز، دین ومذہب سے نا آشنا امیدواروں سے نماز روزہ وکلمہ کا امتحان لے کر یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہاں آئندہ قائم ہونے والی حکومت طالبان یا اسلام کی ہوگی لیکن اس کے بعد علامہ نقوی امام خرافات نے اپنے بیانات اور اپنے جریدے میں کالم نگار سبطین شیرازی کے ذریعے اس کی فلسفہ تراشی کی ہے۔

ہم جیسے بے وقوف ذرائع بیان سے محروم لوگوں کے کہنے ان سے سننے یا سمجھنے کی صلاحیت سے محروم انسانوں کی یہ تفسیر کی تھی کہ یہ لوگ اسلام کے مخلص اور شیداء ہیں فرقوں کے ہوتے ہوئے یہاں اسلام کا اٹھانا ناممکن ہے۔شاید وقت آ گیا ہے اسلام کو فرقوں کی دلدل سے نکالنے والے لوگ میدان میں اتر چکے ہیں لیکن ملک کے سپہ سالار کے بیان اور اس پر کالم نگاروں کی تفاسیر سے پتہ چلا ہے کہ الیکشن کمیشن نے اسلام کا نام لیا ہے۔چنانچہ سپہ سالار نے اس غلط یا ضد اسلامی اعلامیہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ملک پاکستان کے نام سے بنا ہے لہٰذا اسلام کو پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اُن کے بیانات سے اس امید پر پانی پھیرتے ہوئے اعلان کیا کہ مذہب کے نام پر ووٹ لینا جرم ہے۔اس سے پتہ چلا ہے ان کے دل میں اسلام کے بارے میں حقد وکینہ بغض وعدوت کی کتنی مقدار پائی جاتی ہے۔یہاں یہ واضح نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے کسی فرقے کی بنیاد کیا ہے یا اسلام کے نام سے کہا ہے بہر حال ان کے ہمنوا روشن خیال یہ تفسیر کریں گے کہ ان کی مراد فرقوں کی بنیاد پر ووٹ مانگنا جرم ہے چنانچہ اس اعلامیہ کی توثیق وتائید کرتے ہوئے خالص اسلام وکفر کے درمیان الیکشن ہوگا یہ تفسیر اپنی جگہ مستحسن ہے لیکن ان کے چہرے ان کے حرکات پر چسپاں نہیں ہونگے۔ہمہ وقت فرقوں کے لئے لیکن فرقے والے سال بھر اسلام سے الرجی رکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ بھی کہتے ہیں اسلام ایک مشترک دین ہے اس پر سب کو مل کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔فی الحال ہم خود اپنے فرقے کے لئے کرتے ہیں لیکن جب پانی ان کے سر سے گزر جاتا ہے تو اسلام کو استعمال کرنے میں جس طرح اس ملک کو جمہوریت سے تنگ آ کر آمریت سے پناہ لیتے ہیں۔یہاں بھی اسلامی جماعتیں ہمیشہ سے سیکولر اور لادین طاقتوں سے اور الحادیوں سے تنگ آ کر اسلام کے خلاف غلاظت پھینکتی ہیں۔میں ان علماء اعلام اسلامی جماعت یا اسلامی فرقوں کے نام سے ووٹ مانگنے والوں سے سوال کرتا ہوں پوچھتا ہوں کہ یہ جو کہتے ہیں نظام راشدہ یا نظام مرتضٰی یا نظام حنفی جعفری یا مصطفوی یہ شعار کیا خود آئمہ طاہرین وراشدین استعمال کرتے تھے یا بعد کے منافقین باطنیہ کی اختراع ہے؟ بتادیں، نظام اسلام کے شعار میں آخر کیا قباحت نظر آتی ہے۔

## ملاؤں کی روشن خیالی:

اس میں جائے شک وتردید نہیں کہ اس ملک کا اقتصادی اور سیاسی آزادی دیوالیہ کرنے میں دانشوروں کی روشن خیالی ہی کارفرما ہے۔تاہم ملاؤں کے کردار کو نظرانداز کرنے ان کی خدمات کو نادیدہ لینا بھی ناانصافی ہے بطور مثال تحریک اسلامی یا شیعہ علماء کونسل کے سربراہ جناب آقائے ساجد نقوی نے اپنی قیادت کا آغاز نظام مصطفٰی والوں سے، شریعت بل والوں سے ان کے بقول داڑھی والوں سے بلا آمان جنگ کا اعلان کیا ہے۔اس جنگ میں گرفتار افراد کا مقدمہ لڑنا، قید خانوں سے آزادی دلانا بیرون ملک ان کے لئے پناہ گاہ تلاش کرنا مرنے کے ان کے بعد ان کے اہل خانہ کو شہید فنڈ دلوانا ہماری ذمہ داری ہے۔

قاضی حسین احمد جیسے سیکولر انسان سے اتحاد کر کے ملی یکجہتی کونسل کا قیام اور ایران میں قائم انسداد فرقہ واریت کی تنظیم دار التقریب اسلام اشعال، فرقہ واریت کی تنظیم عالمی مجلس اہل بیت ان دونوں کے نمائندگی عوامی اسلامی حکومت کے قیام کیلئے تحریک اسلامی کے قیام کے ساتھ اپنی تمام تر جدوجہد کا لب لباب اور مقصد اسلام محمد نہیں، قرآنیات نہیں بلکہ صرف علی ولی اللہ کی خاطر اتنی زحمتیں برداشت کر رہے ہیں اور یہ عزم بھی دیکھا جائے گا کہ یا علی مدد سے پناہ لینے

والوں کو کسی اور پناہ گاہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ پھر مستہزاء اسلام یہ کہ پیپلز پارٹی بے نظیر سے بھی ہم شعار ہیں، کیا یہ متضاد عمل روشن خیالی کے لئے کافی ہے؟

## جدت پرست قدامت پرست اصول پرست:

ان دونوں کلمات کے استعمال میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ سامع متکلم کو ایک دوسرے کو اجازت نہیں دیتے ہیں وہ اس کلمہ کا وضاحت پیش کریں اگر کسی نے کہا ہم اصول پرست ہیں کہ کہیں گے پھر تو آپ گدھے پر سوار ہو جائیں کوئی علاج ومعالجہ نہ کریں، گاڑی یا جہاز میں سوار نہ ہوں۔ بجلی استعمال نہ کریں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم جدت پسند ہیں ہم عصرین ہیں قدامت پسند نہیں ہم زمانے کے ساتھ چلتے ہیں ٹھیک ہے اس میں کیا حرج ہے لیکن جدت پسند بننے کے لئے کیا کیا کرنا چاہیے؟ زمانہ ساز بننے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ روشن خیال بننے کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ کیا یہ جواب ہوگا کہ آپ ہر چیز میں مغرب کی تقلید کریں اگر ہم ایک ترقی پسند مہذب قوم کی حیثیت سے اپنا تعارف کرانا چاہیں، عورتوں کو گھروں سے نکالیں، مجامع عمومی میں اجنبی مردوں کے دوش بدوش بیٹھیں، گاڑیوں میں مل جل کر بیٹھیں یا بند کمروں میں میٹنگ میں بیٹھیں۔ ثقافتی اجتماعیات کرائیں گانا ورقص کرائیں پھر ہی ترقی خود بخود آئے گی؟ اس کے مقابلے میں ان قدامت پرستوں کا بھی سامنا ہے جو ہر قدم ہر لحہ کیلئے تیار رہتے ہیں کہ پھر تو کچھ نہیں رہا، اب کیا رہا ہے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دونوں گروہ خدمتگزار مغرب ہیں اسلام اس وقت لاوارث ہے۔

**جدت پسندی:** کیوں موضوع بنا ہوا ہے؟ اس کی کیا وجوہات ہیں تو اس سلسلے میں تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امت اسلامی اس وقت زبوں حالی، پسماندگی حالت زاری محرومیت، ترقی ناپذیری کی صورت حال میں ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ سیاست اقتصاد اجتماعیات، اخلاقیات دفاعیات سب میں ہم پیچھے ہیں۔ اس میں جائے اختلاف ہے کہ ہم ان سب کا ازالہ چاہتے ہیں، علاج چاہتے ہیں دواء چاہتے ہیں کیسے تقدم کریں؟ کس طرح پیشرفت حاصل کریں؟ ایک تو ہے کہ صراحت صاف گوئی میں یا لغز معمہ نفاق گوئی یا صراحت گوئی میں یہ ہے کہ آپ دین و دیانت کی بات کرنا چھوڑ دیں، اللہ باللہ نہ کریں مغرب جو کہتا ہے وہی کریں یا نفاقی زبان میں اپنے بچوں کو پارسی مجوسی مسیحی این جی اوز کے اسکولوں میں چھوڑیں وہاں جو سکھایا جائے سکھائیں۔ عورتوں کو گھروں سے نکالیں حج وعمرہ پر جانا بند کریں۔ اس طرح سے انہوں نے آیات قرآن کریم کو بھی پرانی کتاب کہا ہے۔ باخلاف الفاظ وکلمات لغت عربی میں اپنی من مانی تفاسیر وتاویل پیش کی ہیں جس طرح سر سید احمد خان وغیرہ کہتے ہیں۔

### قائداعظم اور محمد علی جناح کا اسلام:

اسلام کو محمد علی جناح اور علامہ اقبال سے جوڑنے پر اصرار وتکرار کی وجہ مغرب نوازوں کے پسند والے اسلام کو پیش کرنا ہے۔ جس اسلام کا ہم یہاں نام لے رہے ہیں وہ اسلام قرآن ومحمد نہیں۔ دو حوالے سے انہیں پسند نہیں۔ انہیں وہ پسند ہے جو برطانیہ کی درس گاہوں سے پڑھے ہوئے دانشوروں کا اسلام ہے۔ یہ نعرہ ان کا نعرہ ہے جو اسلام کو قرآن ومحمد سے جوڑنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔

۲۔ انہیں وہ اسلام پسند ہے جو ہندوستان کے بریلوی، دیوبندی یا تہران والوں کا ہے۔ اسلام کو قرآن ومحمد تک لے لیں۔ یہ لوگ سیاسی ہیں خالص سیاسیوں کے لئے اسلام خالص سیاسی ہونا چاہیے۔ اس میں اسلامی کلی قبول نہیں یا یہ ان گروہوں کی تاسیس کرتے ہیں جن کا اسلام بریلی کے مولانا احمد رضا پر ختم ہوتا ہے۔ جب ان لوگوں نے اسلام اپنے علاقے کی شخصیات تک محدود کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا لہٰذا جو میدان میں ہارنے والے، ہزیمت دکھانے والے،

جیتنے والے ملے۔ دنیا میں کافرین اور منافقین بنتے ہوئے سنتے تھے لیکن مسلمانوں کو منافق بنتے ہوئے ابھی دیکھا گیا ہے۔
میری کتب ان علماء کیلئے کانٹا بنی ہوئی ہیں۔ اس کا اندازہ علماء اعلام کے میری کتابوں کے بارے میں تادیبی جواب سے ہوتا ہے۔ ناواقف بے قرار سائل کے استفسار کے جواب میں سرکار آیت اللہ کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے جو مجلّہ دقایق اسلام ۲۰۱۲ ص ۱۴ پر دیا گیا ہے۔ سرکار آیت اللہ سے پوچھا گیا تھا کہ مولوی علی شرف الدین کی ہر نئی کتاب میں عقائد کو چھیڑا جاتا ہے لیکن اس کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ بے چارے سائل کو معلوم نہیں کہ ہمارے علماء کی کیا شان ہوتی ہے وہ ایسے مواقع پر پہلے اس شخص کے مقام حیثیت کو ناپتے ہیں پھر دیکھتے ہیں اس کا جواب دینا ہے یا نہیں اگر دینا ہے تو کیسے جواب دینا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جواب تحریر میں دیں کیونکہ یہ جواب تادیبی بھی ہوسکتا ہے۔ سائل کو معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا تحریری جواب دینا فرقے کی خود ساختہ شناخت کے خلاف ہے۔ یعنی پیداوار گرنے کا خطرہ رہتا ہے اس لیے یہ علماء ایسی باتوں کے تادیبی جواب دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

## اسلام اقبال و جناح:

ملک کی عسکری و انتظامی قیادتوں کا اسلام اقبال و جناح پر رکنا اور فرقہ و مذاہب والوں کا اسلام کلینی صدوق طوسی بخاری مسلم مسند پر رکنے کے فلسفے اب سمجھ میں آتے ہیں۔ ارباب اقتدار اس فکر کے حامی و داعی اس لئے ہیں کہ پاکستان ایک مسلم ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا ہے۔ بانیان کی بھی یہی نیت تھی ہمیں آگے نہیں جانا ہے یہ بات قرین صحت نظر آتی ہے۔ اس وقت کے بانیان اور اس وقت کے لطف اندوزوں کے لئے آگے تاریک رات ہے۔ یہ لوگ اپنی حجت کو ثابت کرنے کے لئے دو کام کرتے ہیں ایک حجت کو محمد سے تنزل کر کے آئمہ و اصحاب پر لاتے ہیں تاکہ جھگڑے کا مرکز میدان جنگ یہاں رہے۔ دوسرا کام یہ کرتے ہیں اپنے قائدین کو ایک درجہ اوپر لے جاتے ہیں تاکہ ان کے قائدین محفوظ رہیں نزاع وہاں چلتا رہے۔ اس وجہ سے ان کے ایک بانی لیاقت علی خان جس کی بیوی وہ پہلی خاتون تھی جس نے پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بیگمات لانے کی کاوشیں اس عزائم سوء کی نبیاد پر ہیں لیکن انسان مسلمان کے لئے یہ منطق مشرکین ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کی دین پر رہیں گے آگے نہیں جائیں گے۔
اسی طرح فرق و مذاہب کے داعیوں کو کلینی، صدوق، ابن تیمیہ، ابن جوزی، محمد بن عبدالوہاب سے آگے جانے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ آگے باطنیوں نے خندق نہیں بلکہ خندقیں کھود رکھی ہیں۔ یہ سارا غصہ ان لوگوں پر نکالتے ہیں جو اس خندق کو عبور کرنے کا اردادہ کرتے ہیں۔ بطور مثال اگر کسی نے کہا زنجیر زنی نہ کریں تو کہتے ہیں اصل میں خود عزاداری کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر عزاداری میں اصلاح کرنا چاہیں تو کہتے ہیں آگے جا کر کہیے گا۔ اگر مجتہدین کو حجت نہ مانیں تو کہتے ہیں اللہ کو نہیں مانتے۔

## محمد علی جناح و اقبال کا اسلام:

یہاں اسلام قبول کرنے اسلامی حکومت اور معاشرہ کی اقدار قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے والے جان دینے والے مسلمان کے حق میں ظلم و ناانصافی ہے۔ محمد علی جناح اور اقبال اور دیگر اسماعیلی عمائدین نے اپنے لئے مسلمانوں کیلئے ایک علاقہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مسلمانوں کے خیال میں اسے محمد علی جناح اور اقبال کا اسلام کہنا غفلت اور دھوکہ ہے۔ اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات کو اپنے کلمات کی قد و قامت طول و عرض اور ان کا پتہ کرنے والوں کا بھی خیال کرنا چاہئے کہ ایدا کیسے کہہ رہے ہیں۔
چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی:

ایک عرصہ سے توسل نبی کریم، پھر آئمہ طاہرین جو کہ نص قرآن ﴿ ﴾ (نساء ۱۷۱) ﴿ ﴾ (مائدہ ۷۷) غلو در عیسیٰ کے علاوہ ہر آئے دن توسل کے متوسلین کی تعداد میں اضافہ بڑھتا گیا یہاں جو مزارات بنے ہوئے وہ ان کیلئے کم پڑ رہے۔ یہاں تک کہ فقیہ پاکستان حوزہ نجف نے فرمایا کہ کسی لاٹھی کو بھی سامنے رکھ کر توسل کر سکتے ہیں لیکن اس دور میں ایک فقیہ نسیان میں نکلے جنہوں نے جو بت پرستی خرافات گزاف گویوں کو جھاڑو پھیرا لیکن آج ۹ رجب المرجب ۱۴۳۴ کو بینات صادر از الھدا یہ جمادی الاول والثانی ۱۴۳۴ میں آیا ہے جس میں اس فقیہ فقید کے فرزند خلیل نے اس فتویٰ پر پانی پھیرتے ہوئے کہا ہے جہاں کہیں ان کے نام سے قبور بنائیں، ہمارے لئے محترم ہیں۔

-----------

## اغلاط دانشمندان:

بڑے سے بڑا دانشور بھی کبھی بہت بڑی غلط گوئی کرتا ہے اس وقت اس کی عقل حالت غنودگی میں ہوتی ہے یا غیر شعوری حالت میں چلی جاتی ہے۔ پھر یہ قرآن اور سنت محمد کے مقابل میں دیوار چین بن جاتی ہے کہ کسی کو اس سے آگے آنکھ کھولنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا انہوں نے غلط بات کی ہے کیا آپ کا علم ان سے زیادہ ہے؟ ان کی اصلاح دوسروں کی نسبت دشوار ہوتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے چھوٹا منہ بڑی بات ہو جاتی ہے آیئے ہم آپ کو اس سلسلے میں مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اس صدی میں امام خمینی کے فرمودات سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اس طرح حق و واقعیت کے متلاشی انسان کے درمیان شخصیت کی دیوار کھڑی کرنے کیلئے خود اس کی شخصیت کو اور ملت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ سب سے بڑا نقصان اس کی چالیس پچاس سالہ تحقیقاتی گاڑی کو جام کرنا ہے۔ چنانچہ ایران عراق جنگ میں امام خمینی فرماتے تھے کیا ہم صدام کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ سکتے ہیں؟ پیچھے سے نعرہ بلند ہوتا تھا جنگ جنگ یا آزادی، نہ صلح نہ سازش جنگ جنگ تا پیروزی کا ورد کرتے تھے۔ گویا سپاہ کا یہ نعرہ قرآن کریم کی آیات، نبی کریم کی سیرت کے ساتھ اس کے برعکس امام خمینی کے لئے ایک مصیبت تھی۔ علم والوں کے لئے تو علی کی سیرت ہے جنہوں نے صلح کی تلخی کو پی لیا۔ دوسری طرف دیکھیں تو ہاشمی رفسنجانی رئیس جمہوریہ کو رئیس کی جگہ وزیر گزاری کا لقب ملا۔

امام خمینی کا ایک اور فرمان عزاداری کے بارے میں ہے کہ یہ جو ماتم میں ہم اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہیں یہ حقیقت میں ہمارے سینے پر نہیں لگتا بلکہ ہمارے دشمن کے سینے پر لگتا ہے، امریکہ کے سینے پر لگتا ہے، ہم ان کے درمیان ہیں۔ یہ محکم سند ہمارے سینے پر نہیں بلکہ امریکہ کے سینے پر لگتی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو یہاں سے وہاں جا کر سینہ زنی کرنے والوں کو تو روکنا چاہیے تھا۔

جبکہ اس عزاداری کی بعض رسومات کو بقول سید محمد باقر حکیم ان کے والد سید محسن حکیم نے فرمایا یہ ہمارے گلے میں پھنسنے والی ہڈی ہے۔ آیۃ اللہ محمد حسین فضل اللہ عقل اور قرآن سے استناد کر کے بعض کو قبول اور بعض کو رد کرتے تھے۔ انہوں نے مجتہدین کے درمیان ایک معاہدے کا ذکر کیا ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مرے گا، زندہ رہنے والے کو عالم برزخ کی خبر بتائے گا حالانکہ انسان کا مرنے کے بعد دنیا سے رابطہ ٹوٹ جاتا ہے کسی کے لئے بھی رابطہ ممکن نہیں ہوتا ہے۔

مرحوم شہید الصدر نے اپنی کتاب جو سیرت آئمہ سے متعلق لکھی ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا جو بھی شخص ہمارے رفتہ حق کی بازیابی کی راہ میں قتل ہو جائے گا ہم اس کے اہل و عیال کا خرچہ اور نفقہ کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ کئی لحاظ سے غلط ثابت ہوتا ہے:

۱۔اس حق کی بازیابی کے لئے پہلے اپنی اولاد کو دعوت دیتے جہاں اسماعیل عبداللہ بطح محمد وغیرہ سزوار تھے۔
۲۔ابوخلال نے آپ کو پیش کیا تھا جسے آپ نے مسترد کیا۔
۳۔منصور دوانیقی نے انس بن مالک کو ایک فتویٰ دینے کی سزا میں تازیانے بمعہ جیل بھیجا۔
۴۔آپ کا یہ فرمان منصور دوانقی کے خلاف اعلان بغاوت یا سول نافرمانی تھی لیکن اس نے اس بارے میں کوئی کاروائی یا اہانت وجسارت آپ کے ساتھ کی ہو۔منصور دوانیقی یا اس کا کوئی نمائندہ مدینہ کی تاریخ میں نہیں ملتا ہے لہٰذا یہ جملہ چھوٹا منہ بڑی بات کی طرح ہے۔اپنی جگہ غلط ہے۔بڑے لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں چھوٹے لوگ چھوٹی غلطی کرتے ہیں یہ حذف کردینے والا جملہ ہے بھول جانے والا ہے۔

یہ مقولہ اپنی جگہ غلط ہے تاہم ہم یہاں چند ایسی غلطیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اعلیٰ مناصب علم دانشوری پر فائز انسان کرتا ہے یا کہتا ہے۔مثلاً کہتے ہیں بدترین جمہوریت سے بہترین آمریت بہتر ہے یہ کس نے کہا ہے اس کی کیا سند ہے معلوم نہیں کیونکہ بدترین جمہوریت لوٹ مار، انارکی لوگوں کے مال ناموس غیر محفوظ لوٹ مار کو کہتے ہیں۔بہترین آمریت بقول ملوکیت میں جیسے جاپان برطانیہ میں بادشاہ فوجی حکمران ہیں۔جہاں عوام الناس کی مشارکت سے چلاتے ہیں۔حکومتیں کفر سے دائم وقائم رہتی ہیں لیکن ظلم سے نہیں، یہ مقولہ کس کا ہے؟ معلوم نہیں لیکن مجہول سند کا ہے۔میدان عمل میں بھی فرعون کی حکومت، بنی امیہ، بنی عباس کی حکومت دوام پذیر تھیں۔علی کی حکومت فقط چار سال رہی۔صدام حافظ اسد، قذافی کی حکومت چالیس پچاس سال آمریت کے ساتھ چلائیں اور سب نے دیکھیں۔

---

روشن خیالوں، مغرب نوازوں، سیکولریزم وسوشلزم الحادیزم کے گماشتوں کا یہ وہم وزعم ہے کہ اگر یہاں کے علماء کو شکست دی تو انہوں نے گویا پورے علمائے اسلام یا خود اسلام کو شکست دی ہے۔جیسا کہ مغرب ومشرق کے دانشوروں نے کہا ہے کہ ہم نے تصور دین کو قصہ پارینہ بنادیا ہے۔چنانچہ یہاں کہ پرانے دانشوران مغرور غلام مہدی اور ماسٹر موسیٰ وغیرہ کہتے تھے کہ بلتستان کے علماء کے عاجز وقاصر ہونے کے بعد علماء اسلام ان کے سوالات کا جواب دینے سے عاجز وقاصر ہیں۔یہ دین نصرانیت نہیں جس کی اساس معمہ گوئی اور جھوٹ پر مبنی ہو۔جس کے مطابق نظام الوہیت اللہ، روح القدس اور حضرت مریم سے مل کر تشکیل پاتا ہے یا جیسے یہاں کے غلات مثلاً وحدت المسلمین والے کہتے ہیں کہ پنجتن کا خلاصہ ہو تو اللہ بنتا ہے اور اللہ جب کھل جاتا ہے تو پنجتن بن جاتا ہے۔اس دین میں کوئی معمہ گوئی اور خود ساختہ اور جھوٹی قصہ کہانیاں نہیں ہیں۔اس دین کے اصول وفروع دلائل وبراہین کے حوالے سے تمام ادیان پر غالب رہیں گے' چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں فرمایا ہے۔

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ ''اور ہرگز نہ گمان کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ یہ جو ہم مہلت دے رہے ہیں ان کو یہ بہتر ہے ان کے لئے یہ ہمارا ان کو مہلت دینا محض اس لئے ہے کہ خوب اضافہ کرلیں وہ گناہوں میں اور ان کے لئے ہے عذاب ذلیل وخوار کرنے والا''۔(آل عمران ۱۷۸)

﴿ اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ''بیچ دیا ہے انہوں نے آیات کو اللہ کی حقیر معاوضہ کے بدلے پھر روکنے لگے اللہ کی راہ سے صورت حال یہ ہے کہ بہت برے ہیں وہ کام جو یہ کررہے ہیں''۔(توبہ ۹)

﴿ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ﴾ ''اور ایمان لاؤ اس پر جو نازل کی ہے میں نے جو تصدیق

کررہی ہےان کی جوتمہارے پاس موجود ہیں اور نہ بنوتم ہی سب سے اول منکراس کے اور مت بیچو میری آیات کوتھوڑی قیمت پر اور میرے غضب سے بچو''۔(بقرہ ۴۱)

﴿وَلاتَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الْكَافِرُونَ ﴾''اور نہ بیچو میری آیات کوحقیر معاوضہ پر اور جولوگ فیصلہ نہ کریں ان احکام کے مطابق جونازل کیے ہیں اللہ نے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔(مائدہ ۴۴)

تیسرا وہ علم ہے جسے باطنیہ یا صوفیوں نے اختراع کیا ہے وہ کشفیات ومشاہدات کاعلم ہے یہ علم صرف عطائے الٰہی تک محدود ہے اس علم کے حاملان کا کہنا ہے کہ اس علم کے حصول کے بعد بھنگ، چرس، شراب وغیرہ سب حلال ہوجاتے ہیں۔

چوتھا مصدر وحی الٰہی ہے۔ یہ وہ علم ہے جس تک رسائی کسی بشر کی طاقت وقدرت میں نہیں ہے اس علم کے بغیر پہلا اور دوسرا علم نقصان دہ اور تضاد وتناقص والے علم ہیں۔اس میں یا پسماندگی ہے یا قہقرائی ہے یا تشدد وتذلیل ہے۔اس علم کے حامل وعامل ومعلم انبیاء کرامؑ ہیں۔

اگر کسی بھی ملک کو اپنی زندگی کی ضروریات اولیٰ میں استقلال اور آزادی ملی ہے تو اس کا سہراء اس ملک کے انشمندان کو ہی جاتا ہے مثلاً کوئی ملک اپنی ضروریات بیرون ملک سے درآمد کرنے کی بجائے ان میں خود کفیل بنا ہے تو اس تبدیلی کا محرک اس کے دانشمندان اقتصاد ہی ہونگے اسی طرح اگر کوئی ملک جنگی سازوسامان میں خودکفیل بنا تو اس کی وجہ وہاں کے وہ سائنسدان ہونگے۔اگر کسی ملک کو آزادی وخودمختاری ملی ہے تو وہ سیاست دان دانشمندان ہونگے۔اگر کوئی ملک دینی امور میں خودکفیل بنا ہے تو یہ کامیابی علماء دین کے ہی مرہوں منت ہوگی۔اگر ہم اپنے ملک کے مختلف شعبوں میں دانشوران کا احتساب کریں تو ہمیں یہاں ان کی دوقسمیں ملتی ہیں:

دانشوران سے مراد ان دونوں درسگاہوں سے فارغ التحصیل افراد ہیں۔اگر صرف اور صرف دانش کا حساب کیا جائے۔قطع نظر اس کے کہ کسی کا حلیہ کیسا ہے، شکل کیسی ہے، وہ پابند صوم وصلات ہے یا خمس خور ہے، امام جماعت جمعہ ہے یا مدارس وحوزات کا فارغ التحصیل ہے۔اس سے بھی قطع نظر کرنا ہوگا کہ الحادزم، فسق وفجور یا استہزاء مروجہ درسگاہوں سے فارغ التحصیل ان دانشوران پر کس قدر اثر انداز ہوئے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ان دانشوروں نے الحادیزم، سیکولرازم، فسق وفجور، مغرب پرستی اور اسلام سے ہنسی ومذاق کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔لیکن ایک نظریے کے تحت وہ اپنی دانش اور حاصل کردہ تعلیم کے مطابق چلتے ہیں اور اپنے شعبہ تعلیم کے مطابق روزگار تلاش کرتے ہیں مثلاً ایک شخص نے اقتصادیات میں پڑھا ہوتو وہ اقتصادیات کے شعبے میں کام کرتا ہے۔فزکس ،کیمیکل اور دواء سازی میں ڈگری لینے والے ان ہی شعبوں میں ملازمت کرتے ہیں، سیاسیات میں ماسٹر کرنے والے سیاست کو اپناتے ہیں۔اسی طرح رشوت اور لوٹ کھسوٹ کے خواہشمند اپنی تعلیم کے مطابق پولیس، انکم ٹیکس اور کسٹم کے شعبوں میں جاتے ہیں۔الیکٹریکل میں انجینیر نگ کرنے والا سول انجینئر کا منصب نہیں سنبھالتا اور سول انجینئر کبھی بھی الیکٹرانکس کے شعبے میں نہیں جاتا۔اسی طرح امراض دل کے ماہر سرجن دل کے علاوہ کسی اور حصے کا آپریشن نہیں کرتے۔الغرض مروجہ درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرنے والے اپنی تعلیم سے ہٹ کر روزگار کی تلاش نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو ان کی تعلیم سے ہٹ کر روزگار دیا جاتا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کے زوال اور پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ دینی مدارس وحوزات سے پڑھے لکھے افراد جو کہ صرف ونحو، اصول فقہ اور فلسفہ ومنطق میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے شعبہ تعلیم سے ہٹ کر تاریخ اسلام، عقائد اسلام، تفسیر قرآن اور فلسفہ قرآن کے علم کے بغیر اسلام کے تمام شعبوں کے مالک بن جاتے ہیں۔تاریخ اسلام کی ابجد سے ناواقف تاریخ سقیفہ، تاریخ حقوق الناس کی قضاوت پڑھے بغیر قضاوت کرتے ہیں۔انہیں کے بارے میں امیر

المومنین نے فرمایا تھا وتضیع من الموارات ۔

دانشوروں کی یہ کوشش رہی ہے علم دین کی فضیلت میں وارد آیات وروایات کو عام علم کیلئے استعمال کریں تا کہ اس طرح وہ بھی مردان الٰہی میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ بہت سوں نے کلمہ **اقرء باسم ربک ٘ن ولقلم وما یسترون** سے عام علم اور عام قلم مراد لیا ہے تا کہ وہ صف انبیاء میں شامل ہو جائیں یا وارث انبیاء بن جائیں۔ قارئین یہاں اس سے یہ مراد نہ لیں کہ ہم عزت واحترام کو صرف عمامہ پوشوں اور عبا پوشوں کیلئے مخصوص جانتے ہیں حتیٰ کہ ان علوم کے حامل ان علماء کے لیئے بھی نہیں جو ان علوم کو کسب مقام ومنصب ودولت یا خدمت اغیار کیلئے صرف کررہے ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ قرآن کے تحت اللہ اور رسولؐ کے بعد عزت کی بنیاد ایمان وتقویٰ ہے علم نہیں ہے۔

ایک مسلمان کا مسلمان رہنے کیلئے کونسے عقائد پر ایمان رکھنا ضروری ہے ان عقائد پر روشن خیال منورین عقلی ومنطقی دلائل وبراہین سے بات کرتے ہیں یا قرون اولیٰ کی کہانیوں کی تقلید کرتے ہیں۔ یہاں وہ ہر قسم کی ذمہ داری ومسئولیت لینے سے عاجز قاصر یا تواضع وانکساری تصنع یا نفاق دکھاتے ہیں اور جب ان سے ان کے دین کے اصول وفروع کی اسناد ومصادر کی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں اس بارے میں علماء فرمائیں گے اس وقت انہیں علماء نظر آتے ہیں، حالانکہ روشن خیال جانتے ہیں علماء بھی خود ان جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ فرسودہ ہوتے ہیں۔ جس طرح مروجہ درسگاہوں کے اسناد یافتہ مغرب کی تقلید کی بات کرتے ہیں، انہیں اٹھتے بیٹھتے انگریزی کلمات استعمال کرنے اور جلاؤ گھیراؤ اور ہڑتال کرنے کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ یہاں دین کے نام سے کچھ نہیں ہے۔ بچا کچھا اگر کچھ تھا تو انہیں روشن خیالوں نے تحریک چلا کر اس کا بھی خاتمہ کیا ہے۔ خالص زبان شناسی ہو یا دنیوی زندگی کی ضروریات کے علاوہ کچھ ہو سب میں شیطانیت شامل ہے۔ علماء حضرات ان سے بدتر ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن وسنت تاریخ کی بجائے عربی زبان کو علم دین کے نام سے سیکھا ہے جبکہ انہوں نے دین کو غالیوں کے اشعار وقصائد اور غلو کی غلاظتوں سے لیا ہے جن میں ضد دین کے علاوہ کچھ نہیں پھر بھی انہیں عالم دین کہتے ہیں۔ جب انہیں کہا جائے کہ آپ الحادی اور لادینی قوتوں کی سرگرمیوں کے بارے میں اظہار خیال کریں تو وہ اس خوف سے اس بارے میں بات نہیں کرتے کہ کہیں لوگ انہیں دقیانوس، فرسودہ، خرافات پسند یا قرون وسطیٰ کے دور کی باتیں کرنے والا نہ کہیں۔ وہ خود کو عالم ودانشمند روشن خیال منور دکھانے والے اپنے بنیادی عقائد میں سر نیچے کیئے ہوتے ہیں۔

ا۔ ان درسگاہوں کے فارغ التحصیل دانشوران کو دیکھیں تو ان کی دانشوری کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے اپنے علاقوں میں موجود دیگر فرقوں سے تناؤ کھچاؤ کی صورت حال پیدا کرتے ہیں۔ جلوس وجلسہ، سال گرہ اور برسی وماتم جیسے بدعتی اجتماعات منعقد کرتے ہیں جن کا آغاز ۳۵۲ھ میں معزالدولہ نے کیا تھا۔ اسی طرح چھٹی صدی میں مظفر الدین شاہ کی ایجاد کردہ بدعت کو جاری رکھتے ہوئے میلاد مناتے ہیں اور اس کے لیے رقص کے ساتھ پہاڑوں پر چراغاں کرتے ہیں۔ اس کیلئے ان کے درمیان عبادت گاہوں پر قبضہ کی جنگ میں لڑائی جھگڑا چلتا ہے، ان بدعات کی مخالفت کرنے والوں کو یہ بزدل وہابی کہتے ہیں۔ عام انسانوں سے نفرت وبیزاری کا مظاہرہ کرنے، دین اسلام اور قرآن کو ناقابل سمجھ گردانتے، لادین اور الحادی گروہوں سے وابستہ رہنے، عورتوں کے کم سے کم حق مہر یہ کو رواج دینا اور متعہ کو پسندیدہ قرار دینے اور اسے رواج دینے کے علاوہ ان کا کہنا ہے کہ اگر انسان آبرومند عیش وناز کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے مغرب کا گرویدہ ہونا ہوگا۔ اسلام کی ہر شق کا استہزاء اور مسخرہ کرنا ہوگا یہ لوگ ترغیب دیتے ہیں کہ جتنا ہو سکے مولویوں کی تذلیل وتحقیر کریں چنانچہ آپ کو اس خطے کے بہت سے دانشور ملیں گے جنہوں نے علم ودانش کے نام سے اس ملک کو مغرب والوں کا گرویدہ اور غلام بنا کے رکھا ہے جیسا کہ سر سید احمد خان، حکیم سعید اور دانشور عبدالقادر خان کی سوچ وفکر ہے۔ ان دانشوروں کا کہنا ہے کہ پاکستان کے مسلمان پاکستان حج وعمرہ کو چھوڑ کر ان اخراجات کو اس

# علم اور دین ﴿۱۸۴﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

ملک کی تعمیر و ترقی میں لگائیں تا کہ سیاستدانوں کو ملکی دولت لوٹنے اور باہر کے اکاونٹوں میں جمع کروانے کے وافر مواقع ملتے رہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی سوچ رکھنے والوں کے دلوں پر مہر لگنے والے کہا ہے۔

﴿وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ ''ان کے دلوں پر لہٰذا ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا''۔ (توبہ ۸۷) (تمام آیات کے ترجمے کو دیکھنا ہے)

﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾ ''پھیر دیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو اس بنا پر کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھ رکھتے''۔ (توبہ ۱۲۷)

﴿وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا﴾ ''ہم نے ان کے دلوں پر پردے کو سمجھ سکیں وہ اس کو اور ان کے کانوں میں گرانی اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیاں تو بھی ایمان نہ لائیں ''۔ (انعام ۲۵)

﴿وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ ''اور چڑھا دیتے ہیں ہم ان کے دلوں پر غلاف نہ سمجھ سکیں وہ اسے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے''۔ (اسراء ۴۶)

﴿إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا﴾ ''ہم نے چڑھا دیے ہیں ان کے دلوں پر غلاف تا کہ نہ سمجھ سکیں یہ قرآن کو اور ان کے کانوں میں بہرہ پن اور اب یہ حال ہے کہ اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو نہ ہدایت پائیں گے یہ اب کبھی''۔ (کہف ۵۷)

﴿قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ﴾ ''شعیب نے کہا! اے میری قوم! کیا میری برادری زیادہ طاقتور ہے تمہارے لئے اللہ سے؟ اور اسی لئے ڈال رکھا ہے تم نے اللہ کو پس پشت بے شک میرا رب تمہارے سب اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے''۔ (ہود ۹۱)

﴿فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾ ''اور اگر پہنچتا ہے ان کو کوئی نقصان تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری وجہ سے ہے کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو کہ نہیں لگتا کہ یہ سمجھیں کوئی بات''۔ (نساء ۷۸)

ان کے دیگر مسلمانوں سے ہٹ کر امتیازی عقائد میں سے ہے کہ بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا ہے یہ امامت کو اصول دین میں قرار دیتے ہیں۔

مجتہدین کے فتویٰ کے مطابق تین اصول دین توحید، رسالت اور قیامت پر ایمان لانے کے لیے تقلید جائز نہیں اس کے باوجود ان سے پوچھیں کہ کیا انہی مقامی علماء کی تقلید کرتے ہیں۔ یہاں ان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں کہتے ہیں اچھا اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کیا فائدہ ہے بحث کرنے کا۔ یا علی مدد کے انکار کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔

یہ منطق حقیقت پر مبنی نہیں ہے کہ دین اسلام انکی سمجھ میں نہیں آرہا ہو گا بلکہ ان کی عناد لدود پر مبنی ہے وہ سرے سے اسلام کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے ہیں ان کو یہی سکھایا گیا ہے کہ ہر بات پر کہو ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ ان سے پوچھیں کہ کیا دین اسلام کے عقائد وفروعات مسیحیوں اور مجوسیوں کے عقائد جیسے ہیں کہ جو انسان کو سمجھ نہیں آتے اسلام میں معمہ گوئی نہیں ہے۔ یہاں دو اور دو چار کی منطق ہے۔

اسلام کے جن چیزوں کے بارے میں عقلی وفطری دلائل اور آیات محکمات سے دلائل وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں اور دنیا میں علوم جدید کے نوابغ نے ان حقائق کو تسلیم کیا ہے اور اپنے قلم وبیان سے بھی ان پر روشنی ڈالی ہے یہ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں آپ جتنے دلائل دیں گے وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ انہیں سمجھ نہیں آیا۔ لیکن متعہ، تقلید کورانہ، نابالغوں کی حجت ہونا، غیاب میں رہ کر نا معلوم جگہ سے ان کی رہنمائی ورہبری کرنا، ان کے نام عرائض بھیجنا، مشکلات میں اللہ کی بجائے انہیں پکارنا ان کے عقائد غیر متزلزل میں سے ہیں۔ یہ غیر عقلی اور غیر شرعی باتیں انہیں خوب سمجھ آتی ہیں۔

۲۔ یہ دانشوران دین ہیں جنکا تمام تر اصرار اس بات پر ہے کہ آپ تقلید کو محکم کریں، تقلید کے مخالفین کے حالات کو تنگ کریں اور اگر ایسا کریں گے تو ہم تقلید میں خود کفیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ میانوالی میں صحیفہ خرافات لکھنے والے سرپرست خرافات کا کہنا ہے کہ ہماری تقلید سے مستشرقین پریشان ہیں۔ ان کی نظر میں کارخانہ خرافات سے دیگر خلاف شریعت چیزوں کے ساتھ ساتھ ان تک تقلید بھی پہنچی ہے اور یہ دیگر فرق و مذاہب کی دکانوں میں نہیں پہنچی ہے۔ یہ ان کے سوتیلی ماں جیسے برتاؤ کی نشانی ہے اور یہ ان کے مذہبی مطالعات نہ ہونے کی واضح و روشن دلیل ہے۔ بزرگ محققین کا کہنا ہے یہاں اسلام صوفیائے کرام کے ذریعے پہنچا ہے۔ صوفیوں کے اسلام کی اساس و بنیاد تقلید ہے تقلید سے اعراض کا سرا محصور و مقید ہے اسی لئے یہاں سے اسلام کو سربلندی نہیں ملی ہے۔ ان دانشوروں کے پاس قرآن وشریعت سے مطابقت رکھنے والی کوئی نئی بات اور نئی منطق نہیں ہے جس سے وہ استفادہ کریں یا جسے عوام کے سامنے پیش کریں۔ وہ ہمیشہ سے اہل دلیل و منطق کے سامنے سرنگوں ہوتے آئے ہیں انہوں نے ہمیشہ تشدد اور بائیکاٹ جیسے حربوں سے اپنے فرسودہ عقائد سے دفاع کیا ہے اور انہیں تحفظ دیا ہے وہ مشرکین قدیم و باطنیہ جدید کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔

انہیں اپنی مقلدانہ تحقیق کے ماوراء کوئی تحقیق نظر نہیں آتی ہے چنانچہ حضرت علی نے فرمایا کہ اپنے نظریات کے علاوہ کسی نظریہ کے مفروضہ کا احتمال نہ کریں خطبہ ۱۷۔ ۵۷۔ ۵۹ آپ جن کی تقلید کرتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ اصول دین میں تقلید نہیں لیکن آپ یہاں ان کی بات بھی نہیں مانتے۔

علم کی قدر و قیمت اس کے مصادر و ماخذ سے بنتی ہے لیکن مصادر علم کتنے ہیں اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے ایک ہی مصدر بتایا ہے بعض نے دو اور بعض نے تین مصدر بتائے ہیں جبکہ بعض نے چار بتائے ہیں سوال یہ ہے کہ ہر مشکل کا حل علم میں ہے لیکن مشکل علم کا حل کہاں سے ملے گا؟ یہ بنیادی اور پیچیدہ سوال ہے کہتے ہیں کہ ایک چیز حس ہے حس کی سند با تصدیق یہ بتائی ہے کہ جسے مس نہ کر سکتے ہوں جیسے وھم وخیال وخواب ہے۔ البتہ حس سے مراد بلا واسطہ و بالواسطہ دونوں مراد ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام اخبار یا ادیان جو ماورائے محسوسات بتائے جاتے ہیں جیسے وجود جن وملائکہ وقیامت و وجود اللہ یہ سب باطل ہیں ایسی خبروں کو وہ اساطیر اولین کہتے ہیں۔

دین اسلام کے دوستون اصول دین اور فروع دین ہیں۔ اصول دین بغیر دلائل قاطعہ و براہین تسلیم نہیں کیئے جاتے جیسے ایمان اعراب ہے جس کی قرآن میں مذمت آئی ہے۔ یہ برھان قطعی کے بغیر نفاق میں شمار ہوتے ہیں اصول دین بغیر عمل بہ فروع دین عقیدہ مرجئہ ہے جسے خلفاء بنی امیہ اپناتے تھے۔ اصول دین میں از خود تحقیق دلیل و برہان سے حاصل کرنا ضروی ہے۔ چنانچہ شہید محمد باقر الصدر اپنی کتاب ''موجز فی اصول دین'' میں فرماتے ہیں اصول دین میں تقلید مردود اور تحقیق ضروری اس لئے ہے کیونکہ اصول دین گنتی کے چند ہیں یہ انگلیوں کی تعداد سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔

تمام فقہا و مجتہدین نے اصول دین میں تقلید کو کلی طور پر رد کرنے کے فلسفہ میں فرمایا ہے اصول دین کے دلائل و براہین واضح و روشن ہیں ان کیلئے ادنیٰ سی توجہ کافی ہے۔ پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں انہیں ان پڑھ بھی درک کر سکتا ہے چنانچہ اثبات وجود اللہ، نبوت خاتم النبیینؐ، ایمان با آخرت سب دلائل عقلی و آیات محکمات سے مختصر عرصہ میں حاصل کر سکتے ہیں۔

نیز اس کے دلائل عقلی پر کسی کو اعتراض نہیں، یہ مسلمہ عند العقلاء ہیں اور آیات محکمات اس بارے میں کثیرہ ہیں۔ تاہم فروع دین میں اپنی وسعت ابواب کے علاوہ دلائل میں وضع وجعل، روایات میں فرق کی وجہ سے اجتہاد مشکل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر شک وشبہ نہ ہو تو بغیر دلیل کسی تحقیق کنندہ عادل عالم کے کہنے پر عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن حیرت کی بات ہے اگر کوئی ان سے کہے کہ آپ کا یہ عقیدہ غلط اور باطل ہے تو ہنستے اور مسکراتے ہیں جبکہ اصول دین اور فروع دین میں تمیز کرنے کی کسوٹی وضع کی گئی ہے۔ واضح ہونا ضروری ہے کہ اس تمیز سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ملتستان کے بڑے علماء نے ناقابل جبران فسادات اپنی

امت کیلئے تحفہ میں دیئے ہیں بطور مثال قصہ، کہانیوں جھوٹھوں، غالیوں اور گانا سازوں کے سرائے گئے مرثیوں اور قصائد، رحمۃ اللہ اور انصاری جیسوں کی مزاحیہ تقاریر و مجالس و جلوس اور جلسوں کو واصول دین میں شمار کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق نماز کو ستون دین کہا گیا ہے جبکہ یہ لوگ نماز کو فروع دین کہہ کر طنزیہ انداز میں ٹالتے ہیں۔

جبکہ آپ عزیز ان دانشمندان چودہ پندرہ سال دینی مدارس میں پڑھ کر اعلیٰ سند لینے کے بعد کہتے ہیں کہ ایک عام انسان کیسے تحقیق کر سکتا ہے؟ مقام و منصب لیتے وقت، تقریر کے وقت اور جب وہ آپ کو عزت و احترام سے پیش آتے ہیں تو اس وقت آپ ان عام انسانوں کو دانشور کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جب چند اصول دین جن کے لئے عام فہم اور موٹے موٹے دلائل ہیں اس بارے میں بولنے کی بات ہو تو کہتے ہیں یہ عام انسان ہیں۔ چنانچہ کمال بے شرمی سے کہتے ہیں کہ ان کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کیا توحید، نبوت اور آخرت کے بارے میں واضح و آشکار آیات محکمات بھی سمجھنا ان کیلئے مشکل ہے۔

## اجتہاد:

کلمہ اجتہاد کے اصطلاحی معنیٰ لغوی معنی سے فاصلے پر واقع ہیں کیونکہ اجتہاد کلمہ جہد سے بنا ہے جو جسمانی تگ و دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں یہ کلمہ اس معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تحقیق، استنباط تلاش از حقائق کے لئے استعمال ہوا ہے پھر بھی علماء اسے اس معنیٰ میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ جس طرح ایک غیرت مند مسلمان مرد ظلم و ستم خوردہ از انگریز کا انگریزی میں بات کرنے کا دل نہیں چاہتا ہے لیکن مجبوری کے عالم میں انگریزی کا کوئی نہ کوئی لفظ تو کہنا پڑتا ہے۔ ہم بھی اس ضرورت کے پیش نظر ایسا کرتے ہیں کیونکہ ہم تنہا تحقیق کے حامی نہیں بلکہ داعی ہیں کیونکہ یہ میرے مذہب کا حصہ اور ہدایت ہے کہ تحقیق کئے بغیر کوئی چیز قبول نہ کریں۔ تحقیقات علمی لغت سے ہی شروع ہوتی ہیں۔ اگر کسی کلمہ کے لغوی معنی میں غلط بیانی ہوئی ہو تو تحقیق ادھوری رہ جائے گی لیکن کاوش اس پر رک جاتی اور مدعیان اسی پر اکتفاء کرتے تو حرج نہیں تھا لیکن انہوں نے ان تھک زحمت کرنے کے لئے استعمال کردہ کلمے کو ایسی تقلید کے دروازے پر جا کر باندھا ہے کہ جہاں کسی کو عقل کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کہتے ہیں ہماری تمام تر کوشش، دھواں دھار تقریریں، دعاؤں اور اربوں روپے کے خرچ سے ہم نے عوام کو یہاں تک پہنچانا تھا اس سے آگے ہماری ذمہ داری نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ دوسرے فرقوں نے دین کو قرآن و محمدؐ سے باندھنا چھوڑ دیا ہے اور وہ تقلید کورانہ استعمال کرنے لگے ہیں۔ فقہ جعفریہ والے خوش تھے کہ یہاں تحقیق ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ یہاں تحقیق پر پابندی ہے یہاں تقلید ہے۔ اس سے بدتر صورت حال اس فرقے میں یہ ہے کہ اس میں مجتہدین کو ان کے مذہب کو خراب ویران و برباد کرنے کے عوض میں کثیر اختیارات بھی دیئے گئے ہیں جن کو ہمارے محاورے میں مطلق العنان کہا جاتا ہے جو تاریخ میں کسی بشر کو حاصل نہیں تھے یہاں تک کہ سابق زمانے کے بادشاہان کو بھی ایسے اختیارات حاصل نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ صرف کلیسا والوں کو دیئے گئے تھے۔ یہی اختیارات آج کل امام زمانہ کے نائب اور وکیل فقہا و مجتہدین کو دیئے گئے ہیں۔

۲۔ یہ تمام مالیات شرعی خمس و زکوٰۃ، فطرہ و نذورات کو اپنے لئے بغیر کسی خطرے کے چھین سکتے ہیں اور انہیں ہڑپ بھی کر سکتے ہیں۔

۳۔ ان پر ان مالیات و رقوم کے استعمال و اجراء میں کسی بھی قسم کی بندش نہیں ہے وہ ان میں اسراف و تبذیر بھی کریں وہ اسے اپنی قوم و ملک کی عزت و آبرو کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔

۴۔ جعلی ضریحیں جس کسی کے نام سے بنائیں اور ان پر جتنی مرضی دولت خرچ کریں ان کی نظر میں جائز ہے کیونکہ یہ انہیں شعائر اسلامی کہتے ہیں۔

۵۔ یہ ان رقوم کو کفر و الحاد و سیکولرزم اور فاسد عقائد پر مبنی آغا خان کی سرپرستی میں قائم انگریزی اسکولوں کے لئے بھی خرچ کرتے ہیں۔ لاحرج ہے کہ ان

تصرفات نے تنہا ان کے دعوائے اجتہاد و استنباط از قرآن وسنت کو مشکوک نہیں بنایا ہے بلکہ جس امام کے وہ نائب وکیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ امام بھی مشکوک ہے حتیٰ کہ خود یہ فرقہ شک وشبہ کا نشانہ بن گیا ہے۔

علماء وفقہاء نے تقلید کی حدود وابعہ دو بیان کی ہیں۔لکھا ہے کہ اعتقادات میں تقلید درست نہیں نیز موضوعات شخصیات کے بارے میں بھی تقلید نہیں۔تقلید صرف فروعات میں ہے اس کے باوجود اگر مجتہدین نے مزید اپنی حدود واختیارات کو بڑھایا اور مقلدین کو زیادہ بڑا گدھا بنانے کی کوشش کی تو یہ تعدی وتجاوز آگے بڑھ کر خود اجتہاد پر حملہ کریں گے۔جب مقلدین اندھے اور بہرے بنے تو تحقیق کرنے اور دلائل وبراہین تیار کرنے کی ضرورت کیا پڑی؟ یہاں سے اجتہاد مزید کباڑ اور ردی میں فروخت ہوگا۔مجتہدین کی تعداد میں روز افزون اضافہ ہو رہا ہے یہ اس لئے نہیں کہ یہاں علوم وفنون کو فروغ مل رہا ہے اور علوم وتحقیقات کی قدردانی اور حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔یہ اس لئے ہے کہ آقائے بھجت مسجد کے امام جماعت سے اٹھ کر مفتی بن گئے ان کے اجتہاد کا محور تاریخ ظہور امام مہدی تھا۔تحقیق کے درجات آئے دن گرتے گئے چنانچہ آج مراکز اجتہاد میں دیکھتے ہیں کہ جہاں آیت اللہ حافظ بشیر کپڑا، لاٹھی اور دری سب کو وسیلہ بنانے کے جواز کے قائل ہو گئے ہیں۔

۱۔کہتے ہیں باب اجتہاد کھلا ہے یہ ایک طرح کا سفید جھوٹ ہے۔اس جیسے سفید جھوٹ کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ہے اجتہاد کی تعریف علماء کے نزدیک عوارض و طواری مسائل کا حکم قرآن وسنت سے استنباط کر کے پیش کرنے کو کہا گیا ہے جبکہ اس وقت قرآن محمدؐ وعقل تینوں چھوڑ کر پاپوں کی طرح لوگوں کی عقل کو لجام دے کر گویا گردن سے گھسیٹ کر ان کو علماء کے فتویٰ کے سامنے خاضع وتسلیم ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی مخالفت کرنے والے کو بدترین سزا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ سوال واستفہام پر بھی پابندیاں ہیں چنانچہ اس عذاب میں معذب پانے والا یہ حقیر بھی ہے:

۲۔باب اجتہاد کو بند کر دیا گیا ہے اور تقلید کے عقیدہ کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے یہ توحید ورسالت جیسا ہو۔اب تو کسی معروف ومشہور مجتہد سے انتساب کی بجائے جماعت کی طرف گھسیٹنے لگے ہیں۔حنفیوں حنبلیوں جعفریوں اور اسماعیلیوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

۳۔عقل ہی معیار صحت وسقم افکار ونظریات وادیان ہے عقل ہی کی بنیاد پر مخاطب مکلّف بہ احکام شرعیہ قرار پاتے ہیں۔عقل ہی سے قرآن کریم کے قول اللہ ہونے کو سمجھا جاسکتا ہے۔عقل ہی سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہ کتاب سند رسالت محمدؐ ہے۔عقل نے ہی قرآن کو اصول واعتقاد اور اعمال کے لئے کسوٹی معین کیا ہے جبکہ انہوں نے عقل کو کنارے لگا کر اور مثل بغیر تسمہ باندھ دیا ہے۔اپنی طرف سے جسے چاہیں اصول دین اور جسے چاہیں فروع دین قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کے مطابق امامت اور عزاداری بھی اصول دین میں ہے۔

## قرون ترقی یافتہ امت اسلامیہ:

گرچہ فی زمانہ مسلمانوں نے اپنے تمام ادارے سیاسیات، اقتصادیات، اجتماعیات، تقاضات اور ادنیٰ نرسری سے اعلیٰ درسگاہوں تک مراکز تعلیم مغرب کے حوالے کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ یہ ہمارے لئے پائے ماندن نہ جائے رفتن ہو کے رہ گئے ہیں۔تاہم یہاں کے لوگ اس انسان جیسے بن گئے ہیں جو خود تو کسی وزیر کے ہاں نوکر وملازم ہو گئے لیکن کہتے ہیں پدرم سلطان بود۔جہل ونادانی میں ڈوبا ہوا یہ معاشرہ فخریہ انداز میں کہتا ہے ہمارے آباء واجداد مبتکران علوم وفنون تھے اگر ایک زمانہ میں یورپ قرون وسطیٰ تھا تو ہم علوم وفنون صادر کرنے والے تھے۔آج آپ قرون وسطیٰ کی تاریکی میں چلے گئے ہیں یا دور جاہلیت اولیٰ یا دور کلیسا کی نمائندگی کر رہے ہیں۔یہ افتخار بے جا اس طرح کا لگتا ہے کہ ایک لڑکا کسی مغربی ادارے کی طرف سے اسکالرشپ لے کر مغرب کی درسگاہ میں پڑھ رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ سارے علوم ہمارے ہاں سے لائے گئے ہیں۔اس قسم کے تفاخر کو عربی میں لایسمن ولایغنی من جوع کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے ان جیسے تفاخر کو ان آیات کریمہ سے مسترد کیا ہے الھاکم التکاثر اس وقت تم کہاں کھڑے ہو؟ کیا تم اس عظمت رفتہ کو واپس لانے کا سوچتے ہو؟ علوم وفنون میں ترقی وتمدن تو دور کی بات ہے آپ اس حد تک ذلیل وخوار ہو گئے ہیں کہ آپ اپنی مادری زبان بولنے سے شرماتے ہیں۔ آپ ابتدائی چھوٹے بچوں کے نصاب میں بھی ان کی تقلید کرتے ہیں برائے مہربانی یہ ماضی کی یاد دہانی کی کہانیاں چھوڑیں، اپنے عصر حاضر یا مستقبل کیلئے ان سے رہائی کیلئے سوچیں۔ تنہا علم وفنون کی بات نہیں اب تو آپ رات کو دن کہنے لگے ہیں۔ پستی وزوال کو ترقی، ذلت کو عزت اور نقصان کو فائدہ کہنے لگے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

اسلام لانے والے محمدؐ بن عبداللہ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن ہے۔ اس کا آغاز مکہ اور نفاذ مدینہ سے ہوا ہے لیکن آج مسلمان دیوبند، بریلی، قم اور نجف سے اپنے مذہب کا استناد کرتے ہیں چنانچہ اہل حدیث، بریلوی، دیوبندی اور جعفری کے نام سے جو فرقے بنائے گئے ہیں انہوں نے امت اسلامیہ کو اس طرح کے مراسم عبادت میں مصروف کیا ہوا ہے جن کا قرآن وسنت پیغمبرؐ سے کوئی واسطہ نہیں ہے دونوں پاوں کٹے ہوئے ہیں۔ دو امام نابالغ گزرے ہیں۔ کسی بھی دین وملت میں حتیٰ کہ منحرفین اور منافقین کے ہاں بھی یہ دستور ہے کہ نابالغان کے بالغ ہونے تک ان کے اُمور ان کے ولی یا سرپرست چلاتے ہیں۔ چہ جائیکہ بالغ کے ہوتے ہوئے نابالغ کچھ اُمور چلائے جو عقل انسانی اور قرآن کے سراسر منافی ہے۔ تیسرے امام وہ ہیں جن کے پیدا ہونے کے بعد انہیں کسی عام مسلمان، مشہور ومعتبر وعادل شخصیت نے نہیں دیکھا۔ ہاں البتہ مجوسیوں، یہود ونصاریٰ اور کئی نامعلوم افراد نے ان کا بتایا ہے۔ اس کی تفصیل باطنیہ کے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

## منورین کنونشن:

یہاں منورین کے معنی کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کسی بھی لفظ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی میں موجود فرق واضح نہ ہونے کی صورت میں انسان ایسا گمراہ ہو جاتا ہے جس کا دوبارہ ہدایت پانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہاں منورین کے لغوی معنی مراد نہیں ہیں یعنی روشنی پھیلانے والے ہدایت دینے والے، جادۂ مستقیم دکھانے والے نہیں ہیں بلکہ یہاں منورین سے مراد گمراہ کرنے والے ہیں۔ تاریکیوں اور اندھیروں میں رکھنے والے، اندھے، بہرے اور کانے بنانے والے مراد ہیں ورنہ ان کی تمام کاوششیں ضائع ہو جائیں گی۔ اسی لیے ان کا اصرار ہے کہ ناموجود امام کے لئے مردہ آدمی کے توسط سے عریضہ بھیجیں پھر بھی ہمارے لوگ ان کی دانشمندی ودانشوری کی قدر نہیں کرتے۔

کنونشنوں اور سیمناروں کی یہ خصوصیات ہوتی ہیں کہ ان میں جید اور مایہ ناز محقق علماء اپنی تحقیقاتی مقالہ جات اور معروضات پیش کرتے ہیں۔ اس سال ۱۴۳۴ھ میں اسلام آباد مسجد امام صادق میں عریضہ پھینکنے والے جھولے داروں کی طرف سے ایک کنونشن منعقد ہوا تھا جس میں اپنے ملک کے مایہ ناز اساتید مدارس اور امام جمعہ وجماعت حضرات شامل تھے جن میں قبلہ آقائے شفا نجفی بھی شامل تھے۔ آپ کے فضل علمی کی وجہ سے استاد جامعہ اہل بیت خرافات پرستی کے ساتھ سب خلفاء سے شغف کی وجہ سے ہر آئے دن اس کی تردید بھی کرتے رہتے ہیں۔ آقائے شبیر میثمی جو کہ علم طب کے چوتھے سال میں مصروف دیندار برادران امامیہ میں سے تھے، قم میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے لئے تشریف لے گئے تھے نیز قبلہ جناب آقائے گرویزی صاحب اور قبلہ آقائے نجفی محتاج تعارف نہیں۔

کنونشن میں خطباء ومقررین کی ترجیحات کہیں یا موقع مناسب ملنے پر تیر باہدف لگاتے ہوئے یا اپنے بوسیدہ وفرسودہ، کمر شکستہ وخمیدہ عقائد کو استدلال وبراہین سے بے نیاز کرتے ہوئے سامعین کی ذہانت کی رعایت کرتے ہیں یا موقعہ عملی پر فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے علماء اعلام نے اشارات میں یا واضح انداز میں اس

## علم اور دین ﴿۱۸۹﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ ھ ق)

حقیر کونشانہ بنا کر فرمایا تھا کہ علم پڑھنے سے کیا فائدہ ہے جب ایمان ہاتھ سے چلا جائے۔''ولقد احسن واجاد ماتفضلوا'' یہ پڑھائی بغیر ایمان کے بت جامد شیطان افرس کی طرح ہے۔ لیکن کیا کریں ہمارے جدت پسند علماء اور غرب پسند دانشوران کا کہنا ہے کہ علم دائرہ ایمان وشریعت سے باہر کوئی چیز ہے بلکہ وہ دبے الفاظ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ علم علم ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہم سب کو پہلے ایمان عنایت کرے بعد میں علم لیکن ایسا ایمان نہ ہو جس کا سر بریدہ ہو اور جسے اوپر سے ثابت نہ کر سکیں یا دم بریدہ ہو اور آخر سے ثابت نہ کر سکیں یا چہرہ بدشکل ہو اور اس کو چھپا کر رکھیں اور کہاوتوں کا نقاب پہنائیں۔انسان ایسے ایمان کو نہ چھوڑ سکتا ہے اور نہ اس کا اظہار کر سکتا ہے۔اجتماع میں یہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کا احترام اور تعظیم کرتے ہیں اور جب امت مسلمہ کے اجتماع سے الگ ہو کر آپس میں بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان پر لعنت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا ایسے علم کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ بڑے بڑے ہمہ گیر دائمی مسئلہ ہونے اور مسلمات ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کریں لیکن قرآن وسنت سے متصادم ہونے کی وجہ سے اہل سنت جو اپنے نظر وعقیدے کے تحت مطعون ہوں لیکن ایسی خرافات کے لئے چراغ و زاد ہدایت ان سے لینی پڑے، مقام افسوس ہے۔

تالیف محمد رضا رشید ص ۲۳۱ پر لکھتے ہیں علم جفر ایک علم اجمالی ہے جو لوح قضاء وقدر پر لکھا گیا ہے جس میں کان ویکون کلی وجزئی سب لکھا ہوا ہے۔بعض متون روایات میں اس کے ساتھ کتاب جامعہ کو ملاتے ہیں بعض نے دونوں کو ایک کہا ہے اور بعض دونوں کا موضوع علم غیب بتاتے ہیں۔بعض نے کہا جفر لوح قضاء تک محدود ہے جبکہ جامعہ لوح قدر کے لئے بعض نے کہا ہے حضرت علی نے ۲۸ حروف کی ترتیب اعظم کی صورت میں جفر پر لکھا۔جفر بکری کے چمڑے کو کہتے ہیں یا چار ماہ کے ہونے والے گوسفند کے بچے کو کہتے ہیں۔یہ علم آپ کے بعد اہل بیت کی وراثت میں گیا پھر یہ مشائخ کے ہاتھوں پہنچا ہے وہ اس کو بہت ہی زیادہ مخفی رکھتے تھے۔جرجانی نے کہا ہے حضرت علی نے اس علم الحروف کو طریقے سے ترتیب دیا۔رشید رضا لکھتے ہیں بعض نے اس کو امام صادق سے نسبت دی ہے چنانچہ کتاب حیوان میں دیری نے لکھا ہے انہوں نے ادب کاتب ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے پھر رشید رضا لکھتے ہیں حقیقت میں یہ کتاب ہارون بن سعید عجلی نے لکھی ہے انہوں نے اس کو امام صادق سے نسبت دی ہے یہ زیدی تھے۔

اس میں قیام قیامت تک کے حوادثات وواقعات کو ثبت کیا گیا ہے ہمارے ائمہ اطہار اس میں دیکھ کر غیبی خبریں بتاتے تھے۔آپ کا یہ فرمان اگر ملک کے گوشہ وکنارے کا کوئی ذاکر وخطیب کہتا تو کچھ جائے افسوس نہیں تھا کیونکہ ان کے موضوعات ہی خرافات گوئی پر مبنی ہوتے ہیں۔اگر یہ بات قبلہ آقائے افتخار نقوی کی طرف سے پیام زینب میں نشر ہوتی تب بھی جائے افسوس نہیں تھا لیکن ہماری بدقسمتی کہ یہ بات اس ملک میں انقلاب اسلامی کے داعی اور پاکستان میں ولایت فقیہ کی حکمرانی چاہنے والے نے کہی ہے۔ان کے بقول امام حاضر وناظر اور غیب میں بیٹھ کر ہماری مشکلات سے واقف اور ہماری فریاد سننے والے کو ہزار سال پہلے مرنے والے خود ساختہ وکیل کے توسط سے عرضیوں میں لکھی ہوئی ہماری حاجات ومشکلات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔اس کنونشن سے فرقہ عریضہ پرستی کے حامی اور اس ملک کے مایہ ناز محقق علوم عربیہ کے ماہر مفسر قرآن وہ بھی نئی سائنسی اکتشافات کی روشنی میں بات کرنے والے اور اپنی اجازت کے بغیر کسی چھوٹے قد کے آدمی کو چند صفحات سیاہ کرنے کی اجازت نہ دینے والی ہستی کے منہ سے ایسی بات نکلنا باعث حیرت وافسوس ہے۔لیکن بہرحال یہ باتیں قبلہ آقائے نجفی صاحب کی اپنی اختراع نہیں بلکہ ان کا ذکر حضرت علی کی حیات پر لکھی کتابوں میں آیا ہے۔

اس کتاب کے مکتوب فیہ کے بارے میں لکھا ہے وہ چمڑے پر لکھی ہیں تو بتائیں یہ چمڑہ کتنے ٹن اور کتنے من کا ہوگا؟ کہتے ہیں جو کتابیں بغداد میں ہلاکو کے حملے کے موقع پر دجلہ میں پھینکی گئی تھیں اور ان سے پل بن گیا تھا تو گویا ان کتابوں میں قیام قیامت تک کی خبریں ہوں گی بتائیں وہ کتنی ہونا چاہییں۔

اگر کتب حدیث میں وارد احادیث کو قطع نظر از تصادم دیکھیں تو اس بات کو قرآن اور عقل اور واقعیت خارجی سے بھی متصادم ہوتا ماننا پڑے گا۔مسئلہ یہاں پر

ختم ہوجائے گا لیکن اگر اس حدیث کو عرض بقرآن کریں گے تو امام تو چھوڑیں رسولؐ کے علم غیب کے لئے بھی جائے تاویل نہیں رہے گی۔علاوہ ازیں اگر یہ چیز کسی ریاضی دان تک پہنچائیں تو مشکل ہوجائے گی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے قیام قیامت کے لئے ضروری مسائل اسی میں درج ہیں۔سوال یہ ہے کہ کتاب فی محارب الامم والشعوب تالیف ریاض محمد حسب ناصری ج ۲ ص ۱۷۱ پر آیا ہے سید مرتضٰی کے پاس اسی ہزار کتابیں تھیں۔صاحب بن عباد نے لکھا ہے کہ ان کتابوں کو اٹھانے کیلیئے سات سو اونٹ درکار تھے شاید اس وقت تو کاغذ بھی نہیں تھا لہذا حضرت کے دور میں قیام قیامت تک کی خبروں کو لکھنے کے لیے کتنا چمڑا اور کتنا کپڑا اور پھر کتنے اونٹ درکار ہوں گے۔خود حضرت عراق تشریف لے جاتے وقت یا امام حسین کے عراق کی طرف روانہ ہوتے وقت ان خبروں کو ساتھ لے جانے کے لیے کتنے اونٹ درکار ہوں گے یہ وضاحت ضرورت تھی۔

آپ نے اس کی تفسیر و توضیح حسب نقل راوی یوں فرمائی ایک کتاب علی ہے جس کی املاء رسول اللہ نے کرائی اور تحریر علی نے فرمائی ہے اس میں کائنات و مافیہا کے بارے میں معلومات درج ہیں۔یہ کتاب آپ کے بعد آئمہ کی وراثت میں گئی آئمہ اس کتاب کو دیکھ کر غیبی خبریں دیتے تھے اس کتاب کو مختلف نام دیتے ہیں بعض نے کتاب جفر کہا ہے بعض نے اس کو جامعہ کا نام دیا ہے۔بہر حال قرآن کریم کو غور سے پڑھیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آئمہ علم غیب نہیں جانتے تھے لیکن علماء جب کہتے ہیں آئمہ علم غیب جانتے تھے تو وہ اس کا حوالہ قرآن سے نہیں بلکہ اس مذکورہ کتاب سے دیتے ہیں۔

۲۔اگر علم غیب کے ذرائع آئمہ کے پاس تھے تو آئمہ کو اس علم کے توسط سے ہر ناکامی اور خطرات ونقصانات سے بچنا چاہیے تھا جبکہ ائمہ ہمیشہ خطرات اور مصائب ومشکلات میں گھرے رہے۔اگر حضرت علی علم غیب جانتے ہوتے تو انہیں شش رکنی شوریٰ میں شرکت نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس میں شرکت کے باوجود انہیں خلافت نہیں ملتی ہے۔

۳۔آپ کو صفین میں نہیں جانا چاہیے تھا۔

۴۔اگر آئمہ پاس علم غیب ہوتا تو ۱۹ رمضان کو امام علی کو مسجد میں نہیں جانا چاہیے تھا اور امام حسن کو زہر نہیں پینا چاہیے تھا۔

سوال کیا گیا کہ یہ کتاب کتنے صفحات اور کتنی جلدوں پر مشتمل تھی کسی نے اس بارے میں وضاحت نہیں فرمائی ہے۔لیکن کہتے ہیں یہ چمڑے پر لکھی ہوئی تھی اس کے صفحات اور جلدوں کا اندازہ ہمارے درمیان موجود کتابوں کے حجم سے لگا سکتے ہیں مثلاً صاحب بن عباد کی کتابوں کو اٹھانے کے لیے کم وبیش پچاس اونٹ درکار ہوں گے اسی طرح کتاب بحار اس وقت ۱۱۰ جلدوں پر مشتمل ہے یہ کتاب اچھے کاغذ اور اچھی طباعت کے ہوتے ہوئے ایک انسان سے نہیں اٹھائی جاسکتی ہے۔اگر اس کو کپڑے یا چمڑے پر لکھیں گے تو اس کی کتنی جلدیں ہوں گی یہ کتنی جگہ گھیرے گی اس کو اٹھانے کے لیے کتنے اونٹ کافی ہوں گے یا ٹرک لانا پڑے گا بہر حال وہ اہم نہیں، اگر آپ خطیب ومقرر سے ایسے سوال کریں گے تو آپ کا اس مجلس سے باعزت نکلنا جان بچانا مشکل ہوجائے گا اور آپ کو جواب بھی نہیں ملے گا۔اس کا جواب ہے کہ اللہ خیر کرے آپ سلامتی سے یہاں سے نکل جائیں ان علماء کے بقول ان پر بیان کرنا فرض ہے اس کی دلیل دینا نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سائل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۱۔علم غیب جاننے والے اور نہ جاننے والے میں کیا فرق ہے۔جاننے والے کس فائدہ میں رہیں گے اور نہ جاننے والے کو نہ جاننے کی وجہ سے کتنے نقصانات کا سامنا ہوگا۔

بہر حال یہ حضرات تو جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان کے نزدیک تمام مسائل چاہے اعتقادی ہوں یا فرعی، ان میں تقلید ضروری ہے عقائد میں بھی ان کے لیے بہتر یہ ہے کہ تقلید کرائیں تا کہ دلائل کی زحمت سے جان چھوٹی رہے۔

خود اسماعیلی اس کا جواب آسانی سے دیتے ہیں وہ کہتے ہیں آپ اللہ کو عالم الغیب جانتے ہیں یا نہیں؟ ہاں جانتے ہیں تو یہی اللہ جب امام کی شکل میں زمین پر نزول فرمائیں گے تو کیا اس وقت علم غیب نہیں جانیں گے وہ علم غیب جسے وہ پہلے جانتے تھے زمین پر اترنے سے کہاں گیا وہ جانتے ہیں۔لیکن ہم یہاں دونوں کے جوابات پر اعتراض رکھتے ہیں۔جو مثل بشر،صفات بشر کے ساتھ لباس بشر پہن کے نیچے اترتا ہے وہ اللہ نہیں ہوتا ہے۔ازلی حدوث میں منقلب میں منقاب نہیں ہوسکتے ہیں۔یہ الحادیوں کی منطق ہے جو نفاق کا لباس پہن کر سامنے آئی ہے۔

۱۔اولیاء کی ولایت تکوینی

۲۔عصمت آئمہ

۳۔خلیفہ بلافصل علی بن ابی طالب

۴۔آئمہ علوم غیب از ذریعہ مصحف فاطمہ جفر جامعہ جانتے ہیں۔

۵۔آئمہ خلقت کائنات سے پہلے تھے یعنی حضرت محمدؐ اور آپ کے اہل بیت اطہار بابا شبلی حلاج آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے موجود تھے جو ساتویں میلادی کے بعد طفولیت لا یسمع ولا یبصر ولا یعقل کی صورت میں وجود میں آئے ہیں۔

۶۔امام غیبت میں ہوتے ہوئے ہماری ہدایت ونگرانی بھی کرتا ہے۔

۷۔۱۴۳۴ھ میں اسلام آباد میں منعقدہ کنونشن میں خطاب کرتے ہوئے آقایان شفاء نجفی اور حسنین گرویزی اور جناب میثمی صاحب نے آئمہ کی ولایت تکوینی کو نہ ماننے والوں کو شرف الدین سے مثال دی ہے۔

ان بعض لغزشوں کے جواب میں اس سال ۱۴۳۴ھ ق اسلام آباد میں منعقدہ کنونشن میں عمائدین نے وضاحت فرمائی ہے اس میں ہمیں زیادہ مطالعہ کتب کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ یہ وضاحتیں اس ملک کے برجستہ مایہ ناز علماء نے فرمائی ہیں ہم انہی کی بیان کردہ وضاحت کو پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اسلام آباد امامیہ کونیشن کے صدر نشین تقلید کے پرچم دار علماء اپنے عمائدین کی سیرت واسوہ پر چلتے ہوئے امام مہدی کے بارے میں آپ کے پیدا ہونے اور ابھی کہاں تشریف فرما ہیں اور کب ظہور فرمائیں گے کے بارے میں دلائل دینے سے گریز کرتے ہوئے اپنے مدعیٰ کو اقامہ دلیل سے قاصر وعاجز ہونے کی وجہ سے ثابت کرنے کی بجائے کبھی فلسفہ تراشی کرتے ہیں اور کبھی اعتراض کرنے والے پر جام غضب پھینک کر طفرہ مارتے ہیں۔ان بزرگوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ امام محافظ توحید ورسالت وشریعت ہیں،اساس دین ہیں،ملت کے پیش رو ہیں لیکن وہ دشمنان سے لاحق خطرات کے پیش نظر پردۂ غیب میں گئے ہیں لہٰذا وہ ہماری نماز،اجتماع اور جنگ کے میدانوں میں صف اول میں نہیں ہیں۔اس وجہ سے ملت ان سے ہدایت ورہنمائی سے محروم ہے پھر بھی وہ ہمارے امام ہیں اور ہماری ہدایت وقیادت بھی کرتے ہیں لیکن ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ امام کی قیادت کے ہوتے ہوئے وہ عراق اور پاکستان میں کیوں پھنس گئے؟ خاص کران کا کہنا ہے کہ ایسے بدترین حالات میں امام مہدی کا ظہور ہوگا اور پوری انسانیت کی تقدیر بدل جائے گی لیکن آپ کا وجود ہر دلیل شرعی قرآن وسنت سے خالی ہونے کی وجہ سے ان کو اس مسئلہ کو نظریۂ ضرورت میں لے جانا پڑا ہے جسے اس وقت کی عدالت عالیہ رد کرچکی ہے۔نظریۂ ضرورت بوسیدہ ہوچکا ہے یہ اساس لبرل ازم ہے لیکن عدالت عالیہ کا حکم ان پر اس لئے نافذ نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ہم کسی غیر معصوم کی اطاعت نہیں کرتے اگر چہ وہ عادل بھی کیوں نہ ہو چونکہ معصوم نہیں ہے ان کی جگہ وہ ملحدین،مے نوش بھٹو،بے نظیر اور زرداری کی اطاعت کرتے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ ہر قوم نے ایک مہدی کا انتظار کیا تو ہمارے انتظار میں کیا حرج ہے۔جب بنی اسرائیل نے موسیٰ کا انتظار بچھڑے سے کیا اور عیسیٰ کا انتظار

صلیب سے کیا گیا اسی طرح ہم بھی کریں گے۔ اگر ہم کالم نویسوں کی سیرت وسنت پر چلتے ہوئے مجرمین سے دفاع کریں اوران کے عمل کا جواز پیش کریں تو کہیں گے آپ کی یہ بات درست ہے منتظرین کی سیرت ایک ہی لگتی ہے۔ ان کے عمل سے یہ واضح ہے کہ ان کے عقیدے کے تحت امام کی آمد تک سب حلال ہے اور تب تک شریعت معطل ہے۔ جب بعض کو غیبت کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا تو یہ غیبت کی فلسفہ تراشی کرنے لگے امام کے معنی ایک ایسے شخص کے ہوتے ہیں جو کسی قوم وملت کے آگے اور سامنے رہ کر قیادت ورہبری کرنے والا ہو، غائب امام نہیں ہوتا، چنانچہ قرآن اور سیرت انبیاؑ سے مطابقت نہ رکھنے کی وجہ سے غیبت امام کے عقیدے سے لوگوں کو مطمئن نہ کر سکے تو پھر اس کے لئے تمہیدات اور فلسفہ تراشیاں کرنے لگے۔ اس گروہ کے عقائد کا دلائل و براہین پر مبنی نہ ہونا الگ بات ہے ان میں حسن نیت بھی نہیں پائی جاتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اس عرصے کے دوران اپنی ذمہ داریوں میں دھاندلی کی راہ اپنائی ہے۔

<u>مجھے اپنی حیرت وسرگردانی سے نجات اس وقت ملی جب یہ پڑھا کہ خلفاء بنی عباس کے دور میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کو دربار میں حاضر کیا گیا اس سے جواب طلبی کی گئی تو اس نے سامعین بھی۔</u> (ادھورا ہے) خرافات میں کسی سے پیچھے نہ رہنے والے علامہ افتخار ہر سال پوری ملت کے عرائض مرحوم حسین بن روح متوفی ۳۲۹ھ کے توسط سے دریاؤں پر موکل خضر کے ذریعے جزیرہ برمودا پہنچانے کے لیے گاڑیاں کرائے پر بک کراتے ہیں۔

## علمائے اعلام کی بے عدالتی:

کنونشن سے مخاطب علمائے اعلام نے جو فیصلے میرے خلاف سنائے ہیں وہ دنیا کی کسی عدالت میں نہیں ہوئے ہیں جن کے لئے عام طور پر ایک مثال سے مدد لی جاتی ہے چونکہ مثال کا کلمہ جسارت آمیزی پر مشتمل ہے اس لیے ہم وہ کلمہ استعمال نہیں کرتے کیونکہ یہ ذوات میرے لئے محترم ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کسی کو پابند سلاسل کر کے دوسرے کو کھلی چھٹی دینا ہی بہتر ہے میری کتاب جس سے ان بزرگان کو اختلاف ہے اسے بازار میں رکھنے ان کے طلاب کے اس کو پڑھنے پر پابندی اور اسے پڑھنے پر فتویٰ حرمت صادر کرنے کے بعد اس کے لیے مذمتی بیان صادر فرمایا ہے۔ اپنے بیان میں یہ جملہ بھی اضافہ فرماتے ہیں آپ حضرات اس کتاب کو پڑھیں تو آپ کو خود پتہ چل جائے گا کہ ان علماء نے اس علمی دور کے دانشوران کی استعداد، صلاحیت اور لیاقتوں کو بھی میری کتاب پڑھنے کیلئے ناکافی قرار دیا ہے۔

یہاں امام مہدی کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والے ہم نہیں۔ یہاں آغا خانیوں کے اخراجات پر پڑھنے والے اوران کے اداروں میں نوکری پر لگنے والے اپنی نمک حلالی کیلئے جو شکوک وشبہات پھیلاتے ہیں، آپ وہاں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ امام مہدی غائب کی بجائے امام مہدی حاضر پرنس آغا کی طرف رجوع کریں۔ جس طرح یہاں صادق حسن صاحب اور مدبری صاحب لوگوں کو امام خمینی سے دور کر کے آقائے سیستانی کیلئے کرتے آئے ہیں۔ لیکن بے جا آقائے شفا نجفی، آقائے میثمی اور علامہ نجفی صاحب نے غیض وغضب کو میرے سر پر پھینکا ہے کہ فلاں منکر مہدی ہے۔ ہم مہدی کی طرف دعوت دینے والے تھے ہم نے اپنی کتاب باطنیہ کا ایک عنوان تصور امام مہدی پر لکھا ہے۔ اس میں اس کائنات میں قائم تمام ظلم واستبداد، جبر ودہشت وغارت گری اور تذلیل کا خاتمہ کر کے نظام قائم کو دگر گوں کرنے والی اور تمام مذاہب باطلہ کا خاتمہ کرنے والے ہستی کے بارے میں محمد حسین کاشف الغطاء محمد باقر حکیم، فضل اللہ، شہید الصدر نے طفرہ مار کر اصل پیدائش امام کو ہضم کر کے طول عمر کے بارے میں وارد اشکالات کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اگر اللہ کسی ہستی کو دائم وباقی رکھنا چاہے تو ایسا ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ اسی طرح قبلہ آقائے محسن نجفی نے طفرہ مار کر فرمایا کہ ہمیں اہل سنت کی کتابوں پر زیادہ بھروسہ ہے۔ نجرانی کی ۴۵ سے زیادہ روایت مسلم کی ہیں ان روایات پر ناز کے بارے میں کہا تھا کہ یہ دلائل مخدوش ہیں۔

اس کے علاوہ اس صدی کے نابغہ روزگار مفکر و فلسفی فقیہ استاد نے آیات و روایات سے استناد و استدلال کو چھوڑ کر اور انہیں پس پشت ڈال کر اقوام و ملل اور عالم کے مفاد پرست و دہشت گر مفسدین کی طرف سے طول تاریخ میں دعوائے امام مہدی کرنے والوں کی سیرت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے حالانکہ اس ایران میں عرصہ دراز سے ابھی تک کئی لوگوں نے دعویٰ امام مہدی کیا ہے جنہیں سزائے موت سنائی گئی ہے۔ نیز امام مہدی کے نام سے کمائی کے جائز و ناجائز ہونے اور حدود شریعت کو پامال کرنے والے امام زمانہ کے گورنر بننے والوں کے بعد اس نام سے قائم قباحت خانوں کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے والوں کی سیرت نے ان کے دعویٰ وجود و آمد کو مزید مشکوک بنا دیا ہے۔ اس پر میثمی صاحب نے آج اپنے آپ سے باہر ہو کر مسجد امام صادق اسلام آباد میں میرے اوپر جام غضب پھینکا۔ آپ کا اثنا عشری کے نام سے مجھ پر یہ غصہ و غضب دراصل اسماعیلی آغا خانیوں کیلئے میدان خالی کرنے کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔

علم غیب کو سوائے چند موارد جہاں رسول اللہ کے لئے استثناء ہے کے علاوہ اللہ نے قرآن کریم میں اپنی ذات کے لئے مختص کیا ہے۔ قرآن کریم سے آئمہ کے لئے علم غیب تک رسائی کا راستہ مسدود ہونے کے ثبوت کے بعد غالیوں نے اس کو خود ساختہ روایات سے مصحف فاطمہ، جامعہ جفر نامی لغزیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب اتنی بڑی فضیلت کو ان لغزیات سے استدلال کرنا خود معمہ بن گیا تو انہوں نے اسے جعلی کتاب علی کے ذریعہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہاں انہوں نے اپنی کتابوں سے استناد پر اعتراض اور اشکال کے ڈر سے اہل سنت سے استناد کرنا شروع کیا کیونکہ اہل سنت کی کتابوں سے استناد کرنے کے بعد پھر اشکال کی جگہ باقی نہیں رہتی۔

کارل مارکس کے نظریات کے تحت یہ کائنات کسی غرض و غایت کیلئے وجود میں نہیں آئی ہے۔ اس کی تخلیق میں کوئی غرض و غایت اہداف خطوط و مراسم نہیں ہیں۔ کل کائنات کی اصل ذرہ اور حرکت ہے ذرہ خود بطور صدفہ وجود میں آیا ہے۔ حرکت اس کی لازمہ ذات ہے جو ناقابل تفکیک ہے یہاں سے مادہ پرست کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مادہ کے علاوہ کسی اور وجود کا قائل ہے وہ وہم و خیال اور دھوکہ میں ہے۔ ان کے مطابق ہر موجود کو حس کے اندر ہونا چاہیے، مشاہدے میں آنا چاہیے جو موجود ہو اور نظر نہ آئے اسے وہ وہم و خیال میتافیزکی جدلین کہتے ہیں وہ کون سے عوامل ہیں جو ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ماوراء مادہ کسی وجود کو تسلیم کریں۔

جن مسائل نے پہلے دن سے ذہن انسان کو مصروف کیا ہے وہ یہ دو مسائل ہیں ایک مسائل اعتقادیات ہیں۔ قدیم زمانے سے عصر حاضر تک انسان کسی نہ کسی اعتقاد کو اپناتے آئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ اقتصاد ہے کہ زندہ رہنے کیلئے انسان کو خوراک اور سکونت و لباس درکار رہتا ہے۔ ہر زمانے سے اس مسئلہ میں غور و خوض کرنے والے مفکرین موجود رہے ہیں۔ یہ رفتہ رفتہ خود دو گروہوں میں بٹ گئے ایک نے تمام تر توجہات روح کو دیں کہ اس کو سکون ملنا چاہیئے لہٰذا وہ اعتقادات میں مصروف ہو گئے یہ بعد میں فلاسفہ کے نام سے معروف ہوئے۔ دوسرے نے تمام تر توجہات جسم کو دیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے جسم کو تقویت ملنی چاہیے یہاں سے وہ ماورائے مادہ سے صرف نظر کر کے محسوسات تک محدود ہو گئے انہیں مادیین کہتے ہیں۔ مادیین اپنی جگہ دو گروہوں میں بٹ گئے:

مادئیین دنیا مسکین اور مادئیین جدلین۔

## کیا دین سمجھنا مشکل ہے:

عدم فہم دین کی برگشت چند عوامل کی طرف ہو سکتی ہے:

۱۔ غموض و پیچیدہ عقائد، جیسے عقائد اقالیم ثلاثہ۔

۲۔ سمجھتے ہیں لیکن کہتے ہیں ہم نہیں سمجھے، جس طرح عمائدین قریش آیات قرآن کے بارے میں کہتے تھے۔

۳۔ سمجھنا چاہتے ہیں لیکن وضاحت چاہتے ہیں۔

دور رسالت کے ابتدائی دور میں دین شناسی کے لئے کوئی نصاب یا کوئی کتاب، کیسٹ یا مطالعہ نہیں تھا۔ عرب بدو انپڑھ تھے اگر مسجد میں بیٹھتے تھے تو وہ نبی کریمؐ کے کلمات سنتے تھے اور کچھ دن کے بعد کسی قریہ یا گاؤں یا شہر جا کر عالم و معلم دین بن کر جاتے تھے۔ حتیٰ کہ روایت میں آیا ہے کہ ایک بدو کو نبی کریمؐ نے کسی صحابی کے حوالے کیا کہ اس کو دین سکھائیں اس صحابی نے سورہ زلزلہ کی تلاوت کی اس میں جب یہ آیت پڑھی ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه (۷) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾ یہ سنتے ہی وہ اٹھ کر چلا گیا۔ نبی کریمؐ نے اس کے بارے میں فرمایا رجع فقیھا۔ لیکن اس دور میں کتب و مجلّات کے علاوہ کمپیوٹر، مطالعے اور نیٹ جیسے وسائل سے استفادہ کرنے والے اور سالہا سال اس عرب صحابی سے زیادہ پڑھائی کرنے والے اور دانشوری کے دیگر شعبوں میں ڈائریاں پُر کرنے والوں کے لیے اپنے تین یا پانچ چھ عقائد دین سمجھنا بھی مشکل ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ دین سمجھنا چاہتے ہیں اور نہیں سمجھ سکتے ہیں یہ وہی مشرکین قدیم ہیں جو انبیاء سے کہتے تھے ما نفقه ما تقول یہ لوگ وہی ہیں۔

جس اسلام کے ہم داعی ہیں جس دین سمجھنے کی دعوت ہم دے رہے ہیں یہ وہ دین نہیں ہے جو یورپ یا ان کے ترجمان، کارندے اور شیاطین غرب بتائے ہیں۔ ان کے دین کا مضمون و محتویٰ یہ ہے کہ دین علم سے جدا ہے، دین علم کے خلاف ہے دین سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، دین سمجھنا صرف کلیسا والوں کا کام ہے۔ ہم یہاں پر دین اسلام کے وہ عمودی امتیازات بیان کریں گے جو دیگران سے مختلف ہیں ان میں وضاحت و صراحت و صداقت ہے۔ جس دین کی طرف اسلام دعوت دے رہا ہے وہ دین وصل باللہ ہے وہ دین اخلاق و سلوک عالیہ ہے وہ دین نظام حیات ہے جس میں گھریلو، محلے، معاشرے، ملک اور بین الاقوامی تعلقات سب شامل ہیں اس کا واضح ثبوت کتب فقہ میں ملے گا۔ اس میں عبادت کیلئے صرف تین ابواب کتاب صلاۃ، صوم، الحج کھولے ہیں باقی گھریلو زندگی کتاب نکاح وطلاق و نفق زوج واطاعت زوج سے متعلق ہیں۔ اسی میں ایک باب، باب جہاد ہے جو متمرد دین سرکشان، شبخون مارنے والوں یا اغواء برائے تاوان جیسے مسائل کو حل کرنے اور یرغمالیوں کو چھڑانے سے متعلق ہے۔ کتاب صلح بین الاقوامی تعلقات سے متعلق ہے۔ اسلام جس دین کی طرف دعوت دے رہا ہے وہ ترقی و تمدن سے کراہت و نفرت نہیں کرتا ہے اور نہ بندروں جیسی ہر چیز کی نقل اتارنے اور اٹھتے بیٹھتے، کھانستے، سوری جیسے لفظ کو ترقی میں شمار کرتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ کچھ نمک حرام ان ابواب کو پڑھنے کے بعد عبا قبا پہن کر روشن خیالی دکھانے کے لیے کفر والحاد کے ساتھ ہمبستگی و وابستگی کرتے ہیں۔ ان کی زبان پر صرف ملت اسلامیہ سے وابستہ افراد کیلئے لعن و نفرین ہوتی ہے اور وہ اسے ہی کل دین سمجھتے ہیں۔

شمولیت دین۔ اسلام کے خاص امتیازات میں سے ایک شمولیت خصائص ہے، احاطیت ہے۔ یہ احاطیت اپنی جگہ ان موارد پر محیط ہے:

۱۔ طول زمانی یعنی یہ دین اپنے نزول و ظہور سے لے کر قیام قیامت تک کے لئے آیا ہے اس لئے یہ دین گزشتہ ادیان سماوی یہودیت و نصرانیت سے ممتاز ہے جو کہ خاص محدود مدت کیلئے تھے۔ پیغمبرؐ جو شریعت لے کر آئے وہ خاص عرصہ کے لئے نہیں بلکہ قیام قیامت تک کے لئے ہے کیونکہ آپ کی نبوت خاتم نبوت ہے آپ کی نبوت کے بعد طول و عرض میں کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۲۔ عرض زمین: یعنی دین آفاقی و عالمی ہے روئے زمین پر کوئی خطہ و علاقہ اس کے دائرہ سے باہر نہیں۔

۳۔ محیط بعمق ہے یعنی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے۔

۴۔ روح و جسم دنیا و آخرت دونوں کیلئے۔

اسلام مصدر و منبع کے لحاظ سے علم ملحدین پر بہت برتری رکھتا ہے۔اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے ایک تمہید پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دوسری چیز پر برتری اس کے مصدر و منبع سے ہی ہوتی ہے۔بنکوں کی برتری ذخائر ارض اور مالیات سے ہوتی ہے۔اشخاص کی برتری انواع درآمدات سے ہوتی ہے اسی طرح علوم پر تحقیقات کی برتری اس کے مصادر و منابع سے ہوتی ہے مثلاً ملحدین کے مصادر علم حواس خمسہ ہیں اگر کسی کا ایک حواس کم ہو مثلاً اگر کوئی نابینا ہو تو وہ آنکھ سے دیکھ کر حاصل ہونے والے علم سے محروم ہوگا یا گونگا ہو تو اس حوالے سے اس کا علم بھی کم ہوگا۔

جو شخص نابینا ہے علوم مرئیات اور جو بہرہ ہے وہ سمعیات سے محروم ہوگا اس لئے یہ مقولہ مشہور ہے **من فقد حسا فقد علماء** مادیین جو تجربات حسی پر انحصار کرتے ہیں وہ علم عقلیات سے محروم ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے عقلیات کو بھی محسوسات میں شامل کیا ہے جبکہ وہ محسوسات میں نہیں آتا ہے۔اس طرح عقلیات والے تجربات سے محروم ہونے کی وجہ سے اس علم سے محروم رہے جبکہ دین ان دونوں سے ایک اضافی مصدر رکھتا ہے جہاں ان دونوں کی رسائی نہیں تھی وہاں یہ بذریعہ وحی پہنچا ہے۔وحی ایسی نہیں جس طرح عقلیات والے کہتے ہیں یہ تجربات میں غلطی کرتے ہیں اشتباہ کرتے ہیں یا تجربات والے کہتے ہیں۔ عقل افسانہ ہے جبکہ وحی کا کہنا ہے تجربات اور عقل دونوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

## بلتستان فرقہ واریت سے پاک علاقہ ہے:

یعنی یہاں گلگت چلاس کوہستانی دانشوران کے خیال کے مطابق یہاں پاکستان کے دیگر علاقوں جیسی قتل و کشتار نہیں۔ یہاں آنے والے سیاسی واقتصادی این جی اوز کے نمائندے قبلہ آقائے جعفری سے ملاقات میں انہیں عنایت کرنے والے تمغات میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں فرقہ واریت نہ ہونے کا سہرا آپ کو جاتا ہے۔لیکن کسی آنے والے نے قبلہ سے پوچھا ہو کہ آپ کے پاس وہ کون سا نسخہ ہے جس کی وجہ سے یہاں فرقہ واریت نہ آسکی یا خود آپ نے فرمایا ہو کہ ہم نے یہاں اس نسخہ کو آزمایا ہے دوسرے علاقوں والے بھی اگر اس کو آزمانا چاہیں تو وہاں فرقہ واریت رک سکتی ہے۔ایسا نہیں ہے لیکن اگر مجھے اس کی اجازت ہو تو میں یہاں اس ناقص رائے کو پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہوں کہ یہاں فرقہ واریت اس لئے نہیں ہے کیونکہ دانشوران کے مطابق یہاں کے لوگ تربیت یافتہ ہیں اس لئے نہیں یا یہاں رہنے والے اہل سنت انتہائی تحمل و برداشت رکھنے والے لوگ ہیں جو دوسرے علاقوں میں رہنے والوں سے مختلف ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ یہاں گنتی میں انگلیوں کی تعداد سے زیادہ نہیں ہیں۔شیعوں کے کہنے کے مطابق کھٹل سے بھی ختم ہو جاتے ہیں بلکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک اتحاد ہے جو دوسرے علاقہ والوں کو نصیب نہیں ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں خلفاء اور امہات المومنین کو لعن و شتم کرنے والے سوشلزم، اسماعیلیزم، الحادیزم اور قوم پرستی اور مفاد پرستی میں سب کا ایک نکتہ پر اتفاق ہے کہ ہم یہاں کسی صورت میں اسلام کو نہیں لائیں گے آپ مطمئن رہیں۔اس وقت صرف اپنے ملک کے علماء اور دانشوران کے اذہان میں جو اقدار نزدیک سے نظر آ رہی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔وہ اس دنیا کے مال و متاع، اقتدار اور کرسی و شہرت کو ہی ماحصل زندگی سمجھتے ہیں ان کی نظر میں یہ دنیا ہی ان ھی الا حیاتنا الدنیا ہے۔

۲۔وہ صرف مال و متاع دنیا پر قانع نہیں ہوتے ہیں بلکہ نام و نمود اور شہرت کے بھی خواہاں رہتے ہیں اس کے لئے تگ و دو اور زحمت کرتے ہیں۔

۳۔مال و متاع دنیا کے لئے اس حد تک پریشان رہتے ہیں کہ وہ کسی دن دوسروں کے سامنے دست نگر نہ ہو جائیں۔

۴۔وہ اتنا مال و دولت جمع کر کے کسی غریب و نادار کی خدمت کرنا نہیں چاہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کے اصل وجود کا تصور ایک حقیقت ہے یا یہ ایک تصورات موروثی یہودی یا دیگر اقوام و ملل کے لوگ ہیں پھر ثبت ہوتے ہیں یا نہیں ان کی صفات سلبیہ سب سے چشم چراتے ہوئے فلسفہ انتظار پر رقم طراز ہوگئی ہیں۔اس سلسلہ میں انہوں نے آپ کے ظہور سے پہلے اٹھنے والی ہر قسم کی تحریک کو

ضلالت وگمراہی قرار دیا ہے اور شریعت کو حرام و نا جائز گردانا ہے چاہے ولو اسلام کے نام سے ہی کیوں نہ ہو یہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس مذہب میں غیر معصوم کی اطاعت منع ہے۔ وہ اس فکر کی روشنی میں مرتب منفی اثرات کا ذکر کرتے ہیں اس صورت حال میں آپ کے منتظرین کو زیادہ رونے پر زور دیتے ہیں چنانچہ عوام صرف رلانے والے کو ہی پسند کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ علماء کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

ملحقہ دین و دنیا جاوید چودھری:

نظافت جزء ایمان ہے۔ حدیث شریف ہے نظافت اگر یہی طہارت ہے تو اس طہارت کے بغیر نماز، طواف، قرات قرآن قبولیت نہیں پاتے ہیں جیسا کہ وضو سے متعلق یہ آیت اپنے مفہوم و دلیل میں محکم ہے۔ وقت نزول نبی کریمؐ اور مومنین باللہ و رسولؐ نے اس پر عمل کیا ہے بتائیں اس آیت پر کیسے عمل کرتے تھے وہ سادہ پانی سے وضو و غسل فرماتے تھے موجود لباس میں نماز پڑھتے تھے یا نئے لباس پہنتے تھے۔ آیا اس وقت نظافت اسلامی کو برقرار رکھنے کیلئے یہودیوں کے بنائے ہوئے صابن اور شمپوؤں سے نہانا ضروری ہے یا ان کے بغیر بھی جائز ہے۔ اسلام میں طہارت پر زور دیا گیا ہے کیونکہ طہارت جسدی سے طہارت وحی کو تقویت ملتی ہے۔ اس سے ایک ضرورت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اسلام نے طہارت جسدی کے ساتھ طہارت روحانی کا بھی حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے فاجتنبوا الرجس انما المشرکون نجس کہا ہے یہاں تو یہودیوں اور غرب کی مختلف اقسام کے صابنوں اور شمپوؤں سے نہا دھو کے اللہ کے حضور کے بدلے مشرکین کے حضور میں جاتے ہیں۔ غرض یہ صفائی و ستھرائی نیلام گھر میں جانے کیلئے کرتے ہیں کیا یہ بھی اسلام کا حصہ ہے۔

**طہارت ازالہ نجاست قاذورات:**

طہارت رجس کا ازلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ کلمہ نجاست با اینکہ نجاست جسم انسان سے جداء اور ناپذیر ہے۔ وقفہ وقفہ سے انسان ہر قسم کی نجاست اور قاذورات کو پھینکتا ہے خود سے دور کرتا ہے۔ خون پیشاب و پاخانہ اس کے علاوہ ناک منہ کی رطوبت دیگر عوارض کی شکل میں پھینکتا ہے۔ اس کے باجود کلمہ نجاست صرف ایک دفعہ آیا ہے۔ جبکہ کلمہ طہارت تکرار کے ساتھ آیا ہے نجاست کی گندگی و خباثت کی وجہ سے قرآن میں اس کا ایک دفعہ سے زیادہ ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ نجاست اس گندی چیز کو کہتے ہے جس سے عام انسان نفرت و دوری چاہتا ہے قرآن کریم میں نجاست کا ذکر کرتے وقت نجاست مخروج از انسان کی جگہ نجاست فکری وعقیدتی کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے مشرکین کو نجس کہا گیا ہے اور کہا ہے کہ کافر و مشرک کو مسلمانوں کے اجتماع سے دور رکھا جائے۔

## دین و دنیا:

یہ ایک کالم کا عنوان ہے جو اتوار ۷ جمادی الثانی کو ایکسپریس میں آیا جسے کالم نگار جاوید چودھری نے لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے مہذب قوموں کے مراکز دینی اور مظاہر شخصیات میں صفائی اور مسلمانوں کے مراکز اور مذہبی شخصیات میں صفائی کے فقدان پر تاسف کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مراکز تعلیم میں بہت اچھی اور دلکش صفائی نظر آتی ہے جبکہ ہمارے اسکولوں میں ایسا نظر نہیں آتا۔ بعد میں انہوں نے اپنے یونان کے دورے میں ایک پادری سے ملاقات کا ذکر کیا اور کہا کہ انہوں نے اسلام کی بہت تعریف کی اور یہ بھی کہا کہ مسلمان کتنے خوش قسمت ہیں کہ انہیں حضرت محمدؐ جیسے نبی ملے جبکہ ایسی نبوت کسی اور قوم کو نہیں ملی ہے۔ کسی کو آپ کے نبی جیسا اچھا انسان نہیں ملا ہے تو ہم نے پوچھا آپ حضرت عیسیٰ کو سب سے اچھا کیوں نہیں کہتے ہیں تو کہنے لگے عیسیٰ کو صرف ۳۳ سال ملے ہیں جس میں انہوں نے صرف مظلومیت سہنا اور ابتلاء برداشت کرنا سکھایا باقی نظام زندگی مثلاً میاں بیوی کے تعلقات اور باپ ماں کا احترام، معاشرے کا قیام ملک چلانے کا صحیح طریقہ کار اور حاکم اور محکوم کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں، یہ نہیں سکھایا ہے اس پر جاوید صاحب خاموش ہو گئے۔

اس پادری کا اسلام کے بارے میں اظہار خیال اس عربی مفکر جو عربوں کو غیر عربوں پر برتری گردانتے کے نظریہ کے موجد عبداللہ بن مقفع کے بیانات جیسے لگتے ہیں جس نے اہل بصرہ سے خطاب میں کہا عرب قوم بہت خوش قسمت قوم ہے انہیں اپنی ذہانت وظرافت کی وجہ سے دین اسلام سے نوازا گیا ہے محمد عیسی قیادت ملی ہے۔ بعد میں پادری نے حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے خلفاء کے درمیان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے کیا کہا، مذمت کرنا شروع کی اور ہم سنتے رہے یہ کہتے ہیں کہ مذہب کو دنیا کے ساتھ چلنا ہے اس کے چند مفروضے ہیں:

۱۔ دنیا جس طرف چلتی ہے دین کو اسی طرف چلانا چاہیے۔

۲۔ دین اور دنیا میں کوئی مشترکہ نقطہ نہیں ہے، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

۳۔ دین اور دنیا میں رشتہ والد ومولود ہے اس کی بھی دو شق ہیں۔

۱۔ دین نے دنیا سے جنم لیا ہے۔

۲۔ دین سے نظام دنیا نکلا ہے۔

## خلاصہ کلام:

۱۔ نظافت ایمان سے ہے نظافت صابن، شمپو اور قیمتی استری اور بجلی کے بغیر ممکن نہیں یہ چیزیں کسی معقول حجت کے بغیر ممکن نہیں لہذا ایمان صرف پادریوں ، وزراء اور صحافیوں کے لئے مخصوص ہے۔ ان کے بغیر ایمان قبول نہیں ہے۔

۲۔ اسلام میں تفرقہ واختلاف زیادہ ہے جو دیگر ادیان میں نہیں ہے اور یہ اختلاف خلفاء کے دور سے ہی شروع ہوا ہے۔

۳۔ اسلام کے دردمند صحافی، روشن خیال اور غرب نوازوں جیسے سوالوں پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں تا کہ اسلام پر کفر کو برتر دکھایا جائے۔

## علماء دین کی بے غیرتی یا روشن خیالوں کی خیانت:

اس وقت اگر اس ملک میں مروجہ علوم کی درسگاہوں کا حساب کریں تو اپنی کم وکیف میں علماء دین کی اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں سستی وبیوقوفی اور بے غیرتی یا روشن خیالوں کی چالاکی اور خیانت کی وضاحت کے لئے اگر کوئی مثال تلاش کریں تو حضرت داؤد نبیؑ کے پاس حاضر دو خصموں کی شکایت ہے جہاں ایک خصیم نے داؤد نبی سے کہا میرے پاس ایک گوسفند ہے جبکہ اس کے پاس ۹۹ گوسفند ہیں یہ کہتا ہے کہ وہ ایک بھی مجھے دے دو۔ ہماری حکومت اور این جی اوز کی ایماء واشارے پر چلانے والے سرمایہ داروں کے تجارتی سکولوں کے باوجود نام نہاد دینی مدارس والوں سے کہتے ہیں کہ آپ کے مدرسوں میں مروج علوم سکھانے کا کوئی بندوبست نہیں، آپ مدارس کے نصاب میں مروجہ علوم کو بھی شامل کریں۔ ایسی باتوں کا انتہائی گرمجوشی سے استقبال کیا جاتا ہے چنانچہ جناب سید حیدر نے اپنے مدرسے میں انگریزی زبان سکھانے کیلئے پروفیسر رکھا تھا وہ فرماتے تھے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہاں اردو سمجھنے اور بولنے والے نہیں ملیں گے لہذا ہمیں انگریزی زبان پر زور دینا چاہیے لیکن ان روشن خیال علماء نے کبھی بھی مروجہ علوم کی درسگاہوں میں عقائد اسلام، تاریخ اسلام اور واجبات ومحرمات اسلام سکھانے کا مطالبہ نہیں کیا ہے بلکہ ان روشن خیالوں نے اپنے سکولوں میں جو تھوڑا اسلام پڑھایا جاتا ہے اسے بھی نکالنے کی تحریک چلائی ہے۔

## امت:

مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۶۵ صادر از طریق مقالہ نگار سید صدرالدین قبانجی امت کی یوں تعریف کرتے ہیں۔ امت ایک گروہ کو کہتے ہیں جو قومی شعور میں

اشتراک رکھتا ہے علماء سیاست نے ملت کے اتحاد کے لئے اس تصور قومی کو بنیاد بنایا ہے۔ اس تعریف کی روشنی میں علاقائی ثقافت قوم کو سنبھال نہیں سکتی اس طرح دین بھی لوگوں کو یکجا جمع نہیں کرسکتا۔ تنہا شعور وعواطف قومی ہی دوسری قوموں کے مقابلے میں لوگوں کو متحد کرسکتے ہیں اس تصور میں قوم کو دوسری قوموں کے مقابل میں متحد نہیں کرسکتے ہیں یہ فاصلے ان کو ہمیشہ ایک دوسرے سے الگ رکھ سکتے ہیں نہ ان کے درمیان اتحاد ہے نہ ان کے درمیان اتحاد رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح مارکس کی ایجاد کردہ بنیاد، صاحب سرمایہ ومزدور کے تحت نہیں ہے کہ کون ملکیت رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا مسئلہ تعامل تعاون ایک الگ مسئلہ ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ مسلمان قومیت بڑی ملت پر اتفاق رکھتی ہے یا نہیں؟ مسلمان کسی بیرونی قوم سے مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی قوم کو منتشر کرنے پر تلے ہوئے ہیں:

۱۔ کوئی صوبائی خودمختاری کے لئے لڑ رہا ہے۔

۲۔ کوئی الگ ضلع کے لئے۔

۳۔ کوئی علاقائی زبان کو نصاب میں شامل کرنے کے لئے لڑ رہا ہے۔ سب نے ایک ہی ہتھیار استعمال کرنے پر اتفاق کیا ہے کہ جتنا ہوسکے ایک قومی اثاثے کو نقصان پہنچائیں۔ مسلمان اس وقت اپنوں سے مصروف جنگ میں ہیں۔

## منورین سیاسی:

ملک کے مقدرات پر حاکم وقابض جو بھی ہوں وہ اس وقت ملک کو دور قرون وسطیٰ کی طرف دھکیل رہے ہیں یا فسطائیزم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہر آئے دن قانون شریعت کو مزید رخصت کرتے جا رہے ہیں جس قانون کو مانتے ہیں یا جسے خود انہوں نے بنایا ہے وہ اس کو بھی نام نہاد قومی مفاد کے نام سے التواء میں ڈال رہے ہیں۔ اس کی واضح مثال پرویز مشرف پر عائد سنگین مقدمات ہیں ان میں سے ایک شریف برادران کی ملک بدری اور منتخب حکومت کا تختہ الٹنا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اسوہ رسولؐ کا پیرو پیش کرکے فتح مکہ کی مثال دے کر اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کو معاف کرتے تو شاید ان کے اس عمل پر لوگ خاموش ہوجاتے۔ لیکن وہ تمام مقدمات کو تعطل میں ڈال کر یا اس کو مریض بنا کر یا ضمانت دے کر بیرون ملک جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ شہباز شریف کا بیان جو ۹ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز منگل نشر ہونے والی ایکسپریس میں آیا ہے اس کے مطابق اس وقت ملک شدید بحران میں ہے اور اس قسم کے اقدامات سے صورت حال مزید خراب ہوسکتی ہے۔ جو شخص انتخابات لڑنے کیلئے آیا تھا، اسے انتخاب نہیں لڑنے دیا گیا لیکن اس سے ملک میں کوئی بحران نہیں آیا۔ قانون کے مطابق مجرمین کو سزائیں دی جاتیں تو اس سے کون سا بحران آنا تھا بہرحال اس وقت ہر حال میں قانون معطل ہے۔

## تحریک انصاف کے قائد:

نامور کھلاڑی عمران خان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کھیل کے اصول سے سیاست چلائیں کیونکہ اب سیاست کھیل بن گئی ہے لیکن یہ طنز اپنی جگہ درست نہیں کہ وہ سیاست میں نابالغ ہیں۔ یہ بات غیر منطقی ہے کیونکہ انسان کا کسی اور میدان سے وابستہ ہونا اور پھر اس کو چھوڑ کر سیاست میں آنے

میں کوئی قباحت نہیں ہے یہ کوئی مشکل اور ناممکن کام نہیں ہے۔نواز شریف اور شہباز شریف صنعت کار تھے لیکن اب وہ سیاست دان بن گئے ہیں۔ انسان سیاستدانوں کے تجربات سے سیاسی بن سکتا ہے اور خاص کر اس وقت کے سیاستدانوں اسکے لئے مغرب سے تربیت لے کر آتے ہیں۔ چنانچہ بے نظیر جب پہلی دفعہ پاکستان آئی تو بہت سے اسکالر مربی ان کے ساتھ آئے تھے وہ انھیں انداز گفتگو سکھاتے تھے اور خطاب کا طریقہ بتاتے تھے۔اس بارے میں مولانا عابد حسین نے اچھی بات کہی ہے جب ان سے پوچھا گیا قبلہ ایک شخص کے رہبر بننے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ان کی طرف سے عوام کا دھیان نہیں جاتا تھا کیونکہ کھلاڑی سیٹ ہوتا ہے۔تو انھوں نے فرمایا کوئی شرائط نہیں، میدان میں اترنے کے بعد انسان خود سیکھ جاتا ہے۔آغا عارف کچھ نہیں جانتے تھے سیاست میں آنے کے بعد سیاست کو سمجھ گئے۔عمران کے خلاف یہ بھی بولا جاتا ہے کہ وہ یہودی ایجنٹ ہے یہ کہنے والوں کے پاس اس کی سند یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے داماد ہیں لیکن ہمارے ملک کے مسلمانوں کے لئے ہر وہ شخص یہودی ہے جو یہودیوں کی سیاست اور ان کے اقتصادی نظام پر عمل کرتا ہو اور ان کی حمایت کرتا ہو۔

کہتے ہیں کہ کھلاڑی کو کیا معلوم کہ سیاست کیا ہے وہ تو صرف اس لیے کھیلتے ہیں کہ اس سے خوب کماتے ہیں چنانچہ وہ کسی بھی جماعت سے اتحاد نہیں کر سکے لیکن سنا تھا کہ وحدت المسلمین کے لوگ ان سے اتحاد کرنے کے لئے گئے تھے شاید ان کی پارٹی میں موجود مشیروں نے عمامہ دیکھ کر دینی گرائش کا اندازا کر کے انہیں مسترد کیا ہو البتہ زرداری نے ہر کس و نا کس عالم و ظالم و جابر اور بدنام زمانہ سے اتحاد کیا ہے لیکن عمران نے تو اپنے ہم ہدف اور ہم منزل زرداری سے بھی اتحاد نہیں کیا۔گرچہ بعض صحافی حضرات ان کی قیادت کی صلاحیت کی داد دیتے رہے ہیں لیکن یہ جان لیں کہ ان کی داد کی سند کا کوئی ماخذ نہیں ہوتا اگر ہوتا تو کسی کے علم میں نہ آتا۔دوسرا ان کا کھلا رشتہ یہودیت صریح سے ہے جوامت مسلمہ کے نابالغ بچوں کو بھی پسند نہیں کرتے لیکن وہ عمران کے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کر رہے ہیں اگر ایسے افراد کو کسی یورپی ملک کا سربراہ بنانا چاہیں تو ممکن ہے بن جائیں چونکہ وہاں سربراہ مملکت ایک گروہ کی نگرانی میں حکومت کرتا ہے۔دیکھتے ہیں ان کے ساتھ کون ہیں لیکن ہمارے ہاں سیاست دان مادر پدر آزاد ہوتے ہیں۔

**عمران خان کا منشور نیا پاکستان کالم نگار ظہیر اختر بیدری:**

۱۔اقتدار میں آکر تیس دن بعد کرپشن کا خاتمہ کریں گے۔

۲۔گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے نجات دلائیں گے۔

۳۔ایک نیا پاکستان بنائیں گے۔

ظہیر کا کہنا ہے کرپشن کا خاتمہ تو ممکن نہیں ہے یہ خیالی بات ہے لیکن پاکستان کا آج کا مسئلہ ظہیر اختر کی نظر میں دہشت گردی اور مذہبی انتہاء پسندی ہے۔یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ملک کی دو بڑی بلکہ تین بڑی جماعتوں کو انتخابات لڑنے کی کھلی اجازت دی گئی جبکہ تین جماعتوں پی پی، متحدہ اور خیبر پختون خواہ کو ایسی اجازت نہیں دی گئی۔ظہیر کا کہنا ہے کہ یہ دونوں ان کے خلاف کچھ بولیں تو ان کے نئے پاکستان کا ذکر آتا ہے تو یہاں پرانے پاکستان کا ذکر ضروری ہے۔عمران خان کے نئے پاکستان کا ادراک کرنا چاہیے اور جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے۔

۲۔عمران خان کا نعرہ غلط، بیہودہ بلکہ پاکستان کے خلاف تھا وہ عقلاً بیٹھتے، تجزیہ کرتے کہ یہ نیا پاکستان کیا ہو سکتا ہے۔

۳۔ یہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے پاکستان کا بدل تھا یا اس سے مختلف تھا؟ یہ ظاہری طور پر سیکولروں کے لئے قابل قبول تھا یا نہیں عمران کا ساتھ دینے والے یہی لوگ تھے۔

۴۔ قرآن وسنت کے احکام وتعلیمات وقوانین پر مبنی پاکستان جو کہ یہاں سترہ کروڑ مسلمانوں کا خواب ہے یہ بھی سیکولروں کے لئے قبول نہیں تھا علامہ فضل الرحمٰن صاحب کی بھی جرات نہیں ہوئی کہ اس کی مخالفت کریں۔

۵۔ کیا اس نئے پاکستان سے مراد یہ ہے کہ وہ سارے روٹوں کے رخ موڑ دیں؟ بندرگاہوں کو اسلام آباد اور دارالخلافہ کو کوئٹہ بلوچستان لے جائیں گے۔

۶۔ کیا عمران ملک میں بچے کچھے اسلام کا خاتمہ کر کے اتاترک جیسا ملک بنانا چاہتے ہیں جس کا خواب پرویز نے دکھایا تھا۔

۷۔ عمران یہ نہ کہتے کہ اگر میں کامیاب نہ ہوا تو جو سخت حالات آئیں گے انہیں قوم برداشت نہیں کر سکے گی اور قوم کو ہمیشہ رونا پڑے گا۔ آپ اگر قوم پر مہربان اور مخلص ہوتے تو آپ کم سے کم اس نئے پاکستان کا نقشہ ٹیلی ویژن پر ضرور دکھاتے۔

عمران کا نئے پاکستان کا نعرہ بہت خطرناک نعرہ تھا چنانچہ اس کا ثبوت ان کے پرویز سے اتحاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید وہ پرویز مشرف یا کسی اور بھی ہم فکر جماعت سے مل کر یہاں اتحادستان بنانا چاہتے تھے لیکن یہ یقین کریں یہاں کے مسلمان کسی سے حسن ظن دھوکے سے یا ڈر کر الحادیوں کا ساتھ دے سکتے ہیں لیکن وہ جانتے بوجھتے ہوئے ایسا نہیں کریں گے چنانچہ یہاں کے عوام نے بے نظیر کو پذیرائی اسی لئے نہیں دی۔

عمران خان کے نیا پاکستان کے وعدہ کو سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ عمائدین واکابرین پاکستان اور گزشتہ وحاضر سیاستدانوں کے وعدے کبھی وفا نہیں ہوئے۔ ایک دفعہ کسی جہاز میں خطرے کی گھنٹی بجی اور کپتان نے کہا دعا کریں، سب نے دعا کرنا شروع کی مگر ایک شخص اخبار پڑھتا رہا دعا نہیں کی۔ کچھ دیر بعد کپتان نے اعلان کیا کہ خطرہ ٹل گیا تو مسافروں میں سے ایک نے ان کے پاس آ کر سوال کیا کہ سب نے دعا کی آپ نے کہا کچھ نہیں ہوگا، آپ کو کیسے اور کہاں سے پتہ چلا کہ کچھ نہیں ہوگا تو کہنے لگے کہ اگر جہاز تباہ ہو جاتا تو کون مجھ سے سوال کرتا؟ چنانچہ اگر عمران جیت جاتے تو کون ان سے کہتا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ یہ کریں گے وہ کریں گے تو ممکن ہے کہ وہ جواب نہ دیں یا ممکن ہے کہ چودھری صاحب کا جواب دیں اور ممکن ہے کہ یہ جواب دیں کہ پہلے جا کر پی پی سے پوچھیں انہوں نے جو روٹی کپڑا مکان کا وعدہ کیا تھا کیا انہوں نے بار بار حکومت ملنے کے باوجود یہ وعدہ پورا کیا ہے، انہوں نے تو سیلاب میں عوام سے ان کی روٹیاں تک چھین لی ہیں۔

**تحدیات وحضارات وتمدن کا مقابلہ:** [اصول محاضرہ ص ۸۲۸]

۱۔ نظام رائج سے اعراض نجم ۲۷۔۳۰

۲۔ قیم واقدار اعراف ۶۹

۳۔ تحدیات مقابلہ نظامی غافر

۴۔ اجتماع مائدہ ۱۰۵

۵۔اقتصاد سباء۱۵

**نجات از تحدیات حضارات:** [اصول محاضریہ ص ۸۲۸]

۱۔معنی بے معنی طریقہ کار پر عمل کرنا۔

۲۔مخلوط طریقہ ۳۔ابداعی ابتکاری۔

**دنیا تضاد و تصادم اور گھیراؤ کا میدان جنگ ہے:**

اس تضاد و تصادم کی جنگ میں اگر اللہ مداخلت نہ کرے تو روئے زمین فتنہ وفساد سے برباد ہو جائے گی بقرہ ۲۵۱۔حج ۳۹۔مائدہ ۲۔

انسانی زندگی کا ایک موضوع جنگ ہے۔یہ جنگ ہمیشہ ان دو گروہوں کے درمیان رہی ہے:

۱۔انسان اور شیاطین کے درمیان جنگ، اس جنگ میں اللہ جنت کی طرف دعوت دیتا ہے بقرہ ۲۲۱ جبکہ مقابلے میں شیاطین جہنم کی طرف بلاتے ہیں فاطر ۶

۲۔انسان مصلح وانسان مفسد کے درمیان جنگ نمل ۴۵۔۴۸

۳۔خود انسان کے اندر موجود دو طاقتوں عقل اور ہوائے نفس کے درمیان جنگ عبس ۷۔۱۰

۴۔حیات جائے اختلاف خیر وشر ہے یونس ۲۴۔۲۸

۵۔افکار وعقائد کے درمیان جنگ

**اضداد کو ختم کرنے کا طور وطریقہ:**

۱۔اضداد کو مغلوب اوران کا خاتمہ کرنا۔بعض اضداد میں تساہل وتسامل ومصالح ممکن نہیں یہاں باطل کا خاتمہ ہی کرنا ہے اعراف ۸۰۔۸۴

۲۔انسان کی فحشاء شعراء ۲۷

۳۔توازن واعتدال اضداد بین حیاۃ دنیاوی وآخروی اسراء ۱۸۔۲۰

اقامہ توازن کے تین تصور ہیں:

۱۔تصور عرفانی نساء ۷۸ ۲۔تصور فلسفی نساء ۷۹ ۳۔تصور فقہی ۱۲۳۔۱۲۴

عقل کا ناکارہ پن فہم دین میں اصول محاضرہ ص ۵۸۳ عجز عقول عن درک الامام

**شخصیت امن ورفاہیت:** محاضرات ص ۴۸۰

۱۔استقرار ابراہیم ۳۵

۲۔امن نفسی رعد ۲۸

۳۔رفاھید توبہ ۱۰۷

علم اور دین ﴿۲۰۲﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

جب تشخص ختم ہو جاتا ہے رفاہیت کی قدر نہیں رہتی سورہ محمد ۱۲

تشخص بقرہ ۲۱۔۲۲

الصد عن سبیل اللہ سلب ہو جاتی ہے۔

رفاہیت مسائل ہو یہ بقرہ ۱۶۸

امن و رفاہیت آسمان کے ساتھ بقرہ ۵۷

---

سابق زمانے کے علم سحر و جادو اور آج کل کی آبادیوں کو ویران کرنے اور انسانوں کو معذور بنانے والے مواد کی اختراع کرنے والوں کو عقل شرع اور فطرت سلیم والے داد نہیں دیتے حتیٰ کہ وہ افراد جو ضروری و ناگزیر علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے حاصل کردہ علم و دانش کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے تو قرآن نے انہیں جاہلیت اولیٰ کے نام سے یاد کیا ہے۔اسی طرح جو افراد اپنے عقلی تقاضوں کو پورا نہ کریں انھیں سفیہ کہا ہے۔علم انسان کا ہدف اور مقصد نہیں بلکہ علم کسی ہدف و مقصد کا وسیلہ و ذریعہ اور واسطہ ہے۔ ہر وسیلہ کا مقصد کسی مقصود و مطلوب و ہدف تک پہنچنا ہے اور وسیلے کی فضیلت و اہمیت یہی ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان کسی ہدف و مقصد تک پہنچتا ہے۔اگر وہ ہدف کو پانے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی بجائے وسیلے پر رک جائے تو وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا چنانچہ وسیلہ جیسا بھی ہو اس پر رکنا اور توقف کرنا بت پرستی ہوگی۔ یہاں سے اللہ پرستی اور بت پرستی میں فرق واضح ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو وسیلہ پر رکتے اور توقف کرتے ہیں وہ بت پرست ہیں۔علم حاصل کرنے کے بعد علم کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے والوں کو قرآن کریم میں سورہ جمعہ میں گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جو کتابوں کا بار یا وزن اٹھا کر کسی دوسری جگہ پہنچا تا ہے۔علم کا تقاضہ ہے کہ اس کو مفت لوگوں کے لئے پیش کریں چنانچہ قرآن کریم کی یہی منطق رہی ہے کہ انبیاء فرماتے ہیں ہم تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتے چنانچہ کثیر آیات میں قل لا اسئلکم علیہ اجرا تکرار سے آیا ہے چنانچہ جو علم کو کاروبار یا درآمد بناتے ہیں انھیں کو آیات فروش کہا گیا ہے:

دینی جماعتوں کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کتاب الطفل ترجمہ کودک تالیف محمد تقی فلسفی مشہور سخنور ایران میں آیا ہے ایک زمانے میں بصرہ میں قحط سالی آئی اس دوران ایک خاتون ایک مردے کے سرہانے رو رہی تھی اس سے پوچھا گیا کیوں رو رہی ہو جواب دیا میرا بھائی ہے جو مر گیا ہے۔میرے ہوتے ہوئے میرے لوگ میرے بھائی کو خود کھانے کیلئے لے جا رہے ہیں کیا یہ ظلم نہیں۔گویا اس کے خیال میں مردہ بھائی کو وہ خود کھائے تو یہ ظلم نہیں لیکن کوئی اور کھائے تو یہ ظلم ہے۔ جہاں شقاوت و قساوت کی ہر حد ختم ہو جاتی ہے وہاں انسانیت کی بجائے حیوانیت کا راج ہوتا ہے۔

۲۶۔۲۷ جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ کو نشر ہونے والے اخبار ایکسپریس میں وحدت المسلمین کے ایک اشتہار کا عنوان یہ تھا ۱۱ مئی کو پر امن اور خوشحال پاکستان کے لئے اپنے گھروں سے نکل کر فرقہ واریت، لسانیت، دہشت گردی اور لاقانونیت کے خاتمہ کیلئے خیمہ پر مہر لگائیں، مضبوط پاکستان کی تعمیر کریں۔۱۱ مئی کو مثل یوم عاشورا اپنے گھروں سے نکل کر ۸ بجے پر امن اور خوشحال پاکستان کے لئے خیمہ پر مہر لگائیں ۲۶ جمادی الثانی بروز منگل کے اخبار میں بھی کم و بیش یہی فقرات تھے۔کیا کہنا ان لوگوں کا کہ اول تو اتحاد مسلمین سے چیڑ کو مسلمین کا شعار بنایا، اسلام و مسلمین کی دوستی کے لئے نہیں بلکہ اسے سیڑھی بنا کر الحاد کیلئے ایک پل بنایا ہے۔

---

کتاب عین الادب والسیاسه ص ۲۵۸ سفیان ثوری نے اپنے بعض برادران کو وصیت کرتے ہوئے کہا اطلب العم للعمل به ولا تطلبه لتباهی یه العلماء و تحاری به السفهاء و تاکل به الاغنیاء و تسخدم به الفقراء فقر بلغت ان من طلب الخیر صار غریبا فی زمانه۔

**تعمیر مساجد:** [روائع البیان ج ا ص ۵۶۹]

سورہ توبہ میں آیا ہے کہ مشرکین کو تعمیر مسجد کی اجازت نہیں ہے۔علماء تفسیر فرماتے ہیں کہ تعمیر مساجد کے دو مفہوم یا دو تصور ہو سکتے ہیں:

ا۔تعمیرات مادی یعنی زمین پر دیوار کھڑی کرنا، چھت بنانا اور رنگ وغیرہ کرنا۔

۲۔تعمیرات معنوی اور درخت کرنا یعنی مساجد بنانے کے مقاصد کے حصول کے لیے قیام کرنا۔

۳۔انسان تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

ا۔مقلد۔ ۲۔مجتہد۔ ۳۔محتاط

اس میں مقسم کا ذکر نہیں۔مقسم انسان مسلمان اپنے دین کے بارے میں چند حالات سے خالی نہیں ہے۔

ا۔مسلمان حالت مقسم میں ہے مرفوع القلم ہے۔

۲۔انسان مسلمان حالت بیداری میں تکالیف ان کی طرف مسئلہ ہے۔حالت ہوش وہواس میں مسلمان، مسائل کے لئے مکلّف ہے۔

۳۔انسان بیدار متوجہ تکالیف شرعی ہے:

ا۔جاہل مرکب ۲۔جاہل بسیط ۳۔عاصی وطاغی ہے۔ ۴۔عالم وعامل

۵۔عامل تین حالت سے خالی نہیں ہے۔

عامل عالم عامل جاہل عامل محقق عامل محتاط

عامل مجتہد درفہم نصوص، مجتہد درفہم عقائد، مجتہدین درفتوی، مجتہد حق لقد خلق الانسان فی احسن تقویم:

ا۔زواج عالم جماد ونباتات وحیوانات میں غیر اختیاری ہے جبکہ صرف انسانوں میں اختیاری ہے۔

۲۔انسان اشرف وافضل مخلوق کی زندگی انفرادی نہیں اجتماعی ہے۔سب سے پہلے اجتماعی مرحلہ ازدواج ہے ازدواج ایک مقاھدہ ومعاہدہ ہے۔

موسوعۃ کتب الحدیث ورجال۔

ا۔رجال عام ۲۔رجال صحاح ۳۔رجال ضعفاء ۴۔رجال المجھول

کتب الحدیث' بخاری' مسلم' مسند کافی' من لا یحضر الفقیہ' استبصار' تہذیب' وافی' مقنعہ

**دہشت گرد فرقے احزاب سیاسی کے پوتے نواسے ہیں:**

ملکی حکمران سیاستدانوں کا کہنا ہے دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے فرقوں کے علماء کو اٹھنا چاہیے۔یہ بات اپنی جگہ نیم درست ہے کیونکہ ظاہری طور پر وہ فرقہ علماء کے فرزند ہیں ان کے مولود ہیں لیکن عندالتحقیق وہ یہاں کے اصلی فرزند نہیں بلکہ ان کے فرزند متبنی ہیں۔ان کا اصل نطفہ حکمرانوں سے نکلا ہے جہاں یہ مقولہ معروف ومشہور ہے کہ تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔چنانچہ دور قدیم سے بلکہ یہ پدر فلسفہ ارسطو طالیس کی بات ہے کہ تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔اس کا واضح

ثبوت ہے کہ جب یہ چاہتے ہیں کہ جلوس پرامن گزاریں تو وہ پرامن گزرتے ہیں اور جب یہ کہتے ہیں کہ دھماکہ ہوگا تو دھماکہ ہوتا ہے۔

## عیاش لذت خوران:

لہو ولعب میں مستغریان، معنویات، روحانیات سے آزاد خواہان ہی نبرد آزما دین رہے ہیں۔لہذا تاریخ میں ہمیشہ اسلام کے خلاف مختلف ناموں سے کئی احزاب برسرپیکار رہے ہیں۔فی زمانہ پاکستان میں یہ درج ذیل گروہوں میں مزاہم ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔مسیحیت | ۲۔یہودیت | ۳۔ھندویت |
| ۴۔قادیانیت | ۵۔اسماعیلیت | ۶۔سیکولاریت |
| ۷۔مشرکیت | ۸۔قرامطیت | ۹۔غرابیت |
| ۱۰۔احزاب سیاسی | ۱۱۔فرقہ واریت | ۱۲۔مغربیت |
| ۱۳۔مزدکیت | ۱۴۔عرانیات فاحشیات | ۱۵۔حرام خوران |
| ۱۶۔مفت خوران | ۱۷۔نوابیان شراب | ۱۸۔نام نہاد احزاب دینی |
| ۱۹۔این جی اوز | ۲۰۔ھندوستان | ۲۱۔منظمات دینی |
| ۲۲۔کفر وطاغوت | | |

بیک وقت اس دین کو دفنانے کے لئے میدان میں اتر آئے ہیں لیکن اس دین کی طرف سے کوئی مبارزہ نہیں ہے۔صرف اور صرف خانہ نشینوں کو یہ آیت سنائی دیتی ہے۔یریدون لنظمو نو اللہ بافواھم۔

## مجھے مغرب یا امریکہ دونوں سے نفرت نہیں ہے:

میں اپنے تکلم میں انگریزی شامل نہیں کرتا ہوں چونکہ میں نے وہاں کی شہریت نہیں لی نہ ان کا گرویدہ ہوں اور ان کو اشرف المخلوقات کہنے والوں کے مطابق انہیں مہذب قوم سمجھتا ہوں۔نیز انگریزی میری زبان نہیں، میری زبان اردو ہے گرچہ مجھے صحیح اردو نہیں آتی لیکن میں پاکستانی ہوں چونکہ میں حضرت محمدؐ کی امت میں پیدا ہوا ہوں اس لیے میں میلادی تاریخ نہیں لکھتا لیکن حضرت عیسیٰؑ بھی میرے نبی ہیں لیکن ان کی تاریخ موثق ومعتبر نہیں ہے۔نیز مجھے اپنی تاریخ لکھنی ہے۔میں یورپ یا امریکہ کے عوام اور ان کے ہر فرد سے نفرت نہیں کرتا ہوں کیونکہ ہمارے اوپر ظلم کرنے والے تو پرویز وزرداری اور ان کی طرف جھکاؤ رکھنے والے عمران جیسے لوگ ہیں۔نیز میرے بچوں اور دامادوں کو مجھ سے چھیننے والے یہاں کے ظالم سرمایہ دار ہیں۔میری کتابوں پر پابندی لگا کر دیمک لگانے والے یہاں کے علماء وعمائدین اور یہاں کے دینی مدارس کے طلباء اور کتب خانے ہیں۔میرے اوپر ظلم وستم کی ڈوری اگر وہاں جاکے ملتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں وہاں کی پوری قوم سے نفرت کرنے لگوں جبکہ ہمارے یہاں ظلم وجبر کرنے والے وہاں کے ارباب اقتدار ہیں۔وہ تو اپنی قوم کے لیے بھی ظالم ہیں مگر یہ کہیں کہ ان کی قوم ان سے راضی ہے یہ ان کی استضعاف عقلی ہے اور یہی علیٰ ضعفاء من حرج ہے۔

## تاریخ اسلام سے ناواقف صحافی:

ہمارے صحافی منورین کی آنکھیں ترقی یافتہ ممالک کی چمک ودمک سے خیرہ ہیں۔انہیں ان کو دیکھ کر حسد ہو جاتا ہے کبھی وہ کہتے ہیں کاش ہمارا ملک بھی ایسا

ہوتا اور کبھی کہتے ہیں کہ ہمارا ملک کیوں ترقی نہیں کرتا بلکہ ترقی سے تنزل کرتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار ۳ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کو نشر ہونے والی ایکسپریس میں جاوید چودھری کے کالم میں کہا گیا ہے جہاں کالم کا عنوان تھا ٹوپر بیٹھ کر ۱۹۳۲ء میں ہماری ٹرینیں کراچی سے لاہور آٹھ سے دس گھنٹے میں پہنچتی تھیں لیکن آج ۲۴ گھنٹے میں بھی نہیں پہنچ پاتی ہیں۔ اسی طرح ۱۹۷۰ تک دنیا کا کوئی جہاز چین نہیں جاتا تھا، سب سے پہلا جہاز پاکستان کا گیا تھا۔ آج صرف تیس سال میں چین کہاں پہنچا ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ یہ ان کا اپنی تاریخ کے علاوہ دیگر معیارات کا بھی پتہ نہ ہونے کی علامت ہے۔

آخر انسانوں کے پاس معیارات بھی فرق کرتا ہے مثلاً ہمارے نبی کریمؐ کی وفات کے بعد بہت سی جگہوں سے دعویٰ نبوت شروع ہوا تو لوگوں نے ان سے معجزات طلب کئے کہ تم معجزہ دکھاؤ کہا کس قسم کا معجزہ دکھاؤں تو کہا کہ نبی کریمؐ جس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہاں بال اگ آتے تھے۔ جس کنویں میں پانی خشک ہوجاتا تھا تو آپ اپنا لعاب دھن اس میں پھینکتے تھے تو وہاں پانی نکل آتا تھا تو کسی مدعیٰ نبوت نے بھی ایسا ہی کیا تو جب وہ لوگوں کے سروں پر ہاتھ رکھتا تھا تو جو بال تھے وہ بھی گر جاتے تھے اگر وہ کنویں میں لعاب دھن پھینکتا تھا تو جو تھوڑا بہت پانی ہوتا تھا وہ بھی خشک ہوجاتا تھا اعتراض پر مدائے نبوت نے کہا کہ دونوں معجزے ہی تو ہیں۔ معجزہ یا اس طرح ہوتا ہے جیسے پیغمبر اکرمؐ نے دکھایا یا اس طرح سے جیسے میں نے دکھایا۔ اسی طرح ہماری ترقی ہماری ریل کے پہنچنے میں تاخیر سے ظاہر ہوتی ہے۔

آج بھی دنیا میں کسی ملک کی وزارت میں کوئی بے قاعدگی سامنے آجائے یا کسی سے زیادتی ہو تو متعلقہ وزیر مستعفی ہوجاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں وزیر یا وزیر اعظم مجرمین میں سے ہی منتخب ہوتا ہے چونکہ یہاں معیار الٹا ہی چلتا ہے جب ابتداء میں پاکستان وجود میں آیا تو کہتے تھے آزادی آزادی۔ آج کہتے ہیں مغرب کی غلامی غلامی پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آج کہنے لگے لا الہ الا اللہ اسلام اقبال و جناح کے نظریات پر عمل کا نام ہے۔

معائر ترقی ۹ رجب المرجب جاوید چودھری ناانصافی نہ کریں ترقی کو یک طرفہ نہ لیں اس حقیقت کو بھی دیکھیں چین کے وزیر اعظم جب ہمارے ہاں آتے ہیں ہمارے لوگوں سے خطاب کرتے ہیں تو اپنی زبان میں خطاب کرتے ہیں اور ہمیں مترجم کا بندوبست کرنا پڑتا ہے لیکن ہمارے سربراہان ہمارے ملک میں حلف وفاداری کے وقت انگریزی میں خطاب کرتے ہیں گویا اپنی عوام ان کا خطاب سننے کی اہل ہی نہیں ہے وہ یہاں سے یورپ والوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ یہ بھی ترقی کی ایک نوعیت ہے چینی وزیر اعظم کی سوچ یہ ہے کہ ہم جہاں جائیں چینی ہی رہیں وہ اپنی قوم کو پیغام دیتے ہیں کہ ہم جہاں جائیں گے چینی ہی رہیں گے لیکن ہمارے سربراہان یہ پیغام دیتے ہیں ہمیں انگریزی آتی ہے لہذا جلد از جلد ہمیں دہری شہریت دیں۔

## مصادر ظلم:

۱۔ جہل و نادانی میں ظلم کرتے ہیں۔ جہل موضوع جہل حکم

۲۔ خواہشات نفسانی

۳۔ ضعفت امتیاز فرحت

## مسلمانوں کی قوت تجدید فکری:

مجلّہ بصائر شمارہ ۱۰۱ ص ۱۰ انسان لامتناہی قدرت کا حامل ہے وہ اداع و تجدید و تطور اور اصلاح وفساد سب رکھتا ہے۔ وہ اپنے اندر جس کسی کا بھی تطلع آگاہی اور فتنہ ناپذیر رکھتا ہے ان سب کی برگشت کا منبع و مصدر وہ عقل ہے جس سے اس کے خالق نے اُسے نوازا ہے۔ یہ صفات انسان کے اندر اس کی ابتدائی

خلقت سے اس کے ساتھ تھیں ایسا نہیں کہ پہلے اور خلقت کے ابتدائی دور میں انسان کم عقل تھا اور ابھی اس میں عقل کی صلاحیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اگر انسان عاد وثمود مصری کی عمارتوں کو دیکھے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی طاقت وقدرت کو قرآن کریم نے بھی سخر لکم طاقت وقدرت کن فیکون اور کبھی احسن تقویم سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین نے فرمایا انسان کے پاس دوقسم کی عقل پائی جاتی ہے لیکن چور انسانوں نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ کبھی تو وہ دن دھاڑے ہماری نسل کے لائق وقابل بچوں کو نرسری ہی سے اپنی کفالت میں لے کر اپنے ہاں لے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں تعلیم کے شعبے میں اعلیٰ کارکردگی دکھانے والے جوانوں کو سکالرشپ کے بہانے سے جھانسہ دیکر یورپ لے جاتے ہیں اور ہم اپنے ملک میں یورپ کی طرف سے کی جانے والی اس چوری پر خوشیاں مناتے ہیں حالانکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے ان جوانوں پر ملک اور والدین نے بہت سرمایہ خرچ کیا ہوتا ہے۔ یہاں تک پہنچانے میں ملک وقوم اور خصوصاً والدین نے بہت قربانیاں دی ہوتی ہیں، پھر اس تیار فصل سے غیر مسلم تو خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ جوان دنیاوی سہولتوں اور پر تعیش زندگی کے دھوکے میں ملک اور والدین کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہماری قوت تخلیق یورپ والوں سے کم نہیں چنانچہ امریکا نے بھی ہمارے جوانوں کی قوت تخلیق کی تعریف کی تھی لیکن جب انہی جوانوں کو وہ تربیت دے کر یہاں اعلیٰ عہدہ دیکر پاکستان بھیجتے ہیں تو یہ پاکستان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں۔

## ترقی پسندی وروشن خیالی: [توحید ص۴]

ترقی پسندوں اور روشن خیالوں کا دعویٰ ہے کہ ہم جب تک مغرب کے دوش بدوش نہ ہوں ہم ترقی نہیں کر سکتے ہیں یہاں سوال یہ ہے کہ ہمیں مغرب کے ساتھ یا ان کے پیچھے چلنے کیلئے کیا کیا کرنا پڑے گا اس کے مختلف اور متعدد نمونے ہیں۔

ا۔ کھانے پینے سمیت ہماری جتنی بھی ضروریات زندگی ہیں ہم ان میں کفایت شعاری کریں اور اپنی اولادوں کو بھی مشینیں بنانے، علاج معالجہ، آپریشن کرنے ،اسلحہ بنانے اور مواصلاتی وسائل پیدا کرنا سکھائیں۔

۲۔ ہم اپنا فکر وعقیدہ وایمان باللہ، ایمان بہ رسالت وشریعت اور ایمان بروز آخرت چھوڑیں، ہم دین کا مسخرہ واستہزاء کریں، دین کو ویران و بوسیدہ کہیں اور اسے خرافات اور اساطیر اوّلین کہیں اور مسلمانوں کو کہنہ پرست کہیں۔

۳۔ سلوک زندگی میں ان کی تقلید کریں ہم بندر بنیں، طوطا بنیں، سوری کہیں، نونو کہیں، گڈ مارننگ کہیں، ادھار لے کر اچھے لباس پہنیں۔ جائیداد فروخت کر کے گاڑی خریدیں اور ہماری بیوی اور ہر بچے کے ہاتھ میں موبائل ہو۔

شراب بغیر کسی تکلف کے پئیں۔ ترقی ومطالعہ دکھانے کے لئے اپنی ہر چیز سے نفرت ودوری کا مظاہرہ کریں عقل کو بھی چھوڑیں یہ یہاں کی پیدوارا ہے عقل بھی انہی کا استعمال کریں کیونکہ یہاں کی عقل میں تنزل کی بوآتی ہے جس طرح بندر نقل کرتا ہے ہم بھی اسی طرح عقل کو یورپ والوں کی نقل کرنے اور ان کی پیروی کے لیے استعمال کریں اور ہم کھانے پینے میں ان کی پیروی کریں۔ ان کی گزشتہ سو سال کی واضح ترقی وحقیقت کے تحت ملک وملت سب ظاہری طور پر ہمیشہ کے لئے ان کے حوالے کریں اور جو وہ کہیں اسے مانتے جائیں۔

## ترقی وتمدن کے معیار: [البصائر ۱۲۔۱۳ اص ۱۴۸]

ترقی وتمدن کے کیا معیارات ہیں آیا بہترین عمارات رہائشی سہولتیں جہاں گرمی وسردی کا کوئی فرق نہ ہو، شہر سرسبز وشاداب ہوں اور وسائل نقل وحمل میں یورپ کے برابر ہوں اور بین الاقوامی رابطے آسان ہو اس کو کہتے ہیں۔ اگر یہ ترقی ہے تو خلیج کی ریاستوں کو ترقی پذیر ممالک نہیں ترقی یافتہ کہنا چاہیے گرچہ وہ

تعلیم میں پیچھے ہی کیوں نہ ہوں اور چاہے وہ ڈاکٹر اور مجتہدین باہر سے ہی کیوں نہ لاتے ہوں کیونکہ ان کے پاس تیل کے کنویں ہیں اس لیے اعلیٰ سے اعلیٰ اسناد علمی ان کے لئے بے کار ہیں۔ان کی ترقی ان کی عقلی صلاحیتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ تیل کے کنوؤں کی وجہ سے ہے گویا ان کا عقل و دماغ ان کے سر میں نہیں ان کے کنوؤں میں ہے۔یہی وجہ ہے کہ کویت کی اس وقت نصف مملکت پر امریکہ بیٹھا ہوا ہے جبکہ جاپان اور جرمن بھی صاحب ثروت کثیرہ ہیں لیکن ان کے کنویں ان کی عقل میں ہیں۔

## دین کا مبارزہ و مقابلہ دیگر ادیان کے نظریات و سلوک کے ساتھ:

دین نظریات میں صداقت وصراحت کا حامل ہوتا ہے دین دلیل و منطق و برہان کا رجز ھا تو برھانکم ان کنتم صادقین پڑھتا ہے۔دین ہوس رانی، لذات، حیوانیت اور تنزلات اور بہیمیت سے نبرد آزما ہوتا ہے جبکہ کفر اکاذیب، افتراء شہوانیات و اباحیات کی طرف دعوت دیتا ہے۔کفر کا لشکر نفاق، سیکولرزم قومیت اسالیت اور خونی ہوتا ہے۔ نفس انسانی کا میلان پستی، انحطاط اور تنزلی کی طرف ہوتا ہے یہ نیچے جانے کی طرف دعوت دیتا ہے۔نیچے کی طرف جانا آسان ہے جبکہ پانی کو اوپر چڑھانے کیلئے زور لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔دین ارفع اور اونچائی اور بلندی کی طرف دعوت دیتا ہے۔دین ہمیشہ دو چیزوں کی دعوت دیتا ہے۔

۱۔ایمان باللہ وہ ہوتا ہے جو حواس سے ادراک نہیں ہوتا ہے یہ عقل سے ادراک ہوتا ہے جب کہ لذات اباحیات اور بتوں کی طرف دعوت محسوسات کی طرف ہوتی ہے۔

۲۔دین کی دعوت لذات آخرت کی طرف ہوتی ہے وہ لذات جو انسان اس جہاں سے کوچ کرنے کے بعد دیکھتا ہے۔لہذا دین کے دشمن اور مخالف دین سے جنگ کرنے والے ہوتے ہیں۔

## فرقوں کی دہشت گردی:

دہشت گردی کسی کو تازیانہ مارنا اور صرف قتل کرنا ہی نہیں بلکہ دہشت گردی بغیر کسی دلیل و منطق کے کسی کو خوف زدہ کرنا اور کسی کی قرآن وسنت کے مطابق اور عقلی و منطقی بات کو نہ سنا بھی دہشت گردی ہے۔یہاں سے اس بارے میں مثال پیش کرتے ہیں فرقوں کے خصوصی اعتقادات کے بارے میں یہ کہنا کہ اپنا عقیدہ چھوڑو مت اور دوسروں کے عقیدے کو مت چھیڑو۔اس بات پر مکالمہ ہونا بھی دہشت گردی ہے کیونکہ یہ فکر قرآن وسنت اور سیرت انبیاء کے خلاف ہے۔انبیاء نے دلائل و برائین کے ساتھ لوگوں کے عقائد پر سوالیہ تنقید کی ہے، لہٰذا یہ جملہ انہوں نے مغرب والوں سے سیکھا ہے۔انتہاء پسندی مولود فقدان دلیل ہے۔افعال واعمال کے حوالے سے انسانوں میں دو گروہ پائے جاتے ہیں۔

۱۔پہلے گروہ والے کوئی بھی فعل و عمل بغیر کسی دلیل و منطق کے انجام نہیں دیتے، ان سے جس وقت بھی پوچھا جائے وہ اس کے منطق کو پیش کرتے ہیں۔

۲۔دوسرے گروہ میں وہ انسان آتے ہیں جو اپنے افعال واعمال کو پہلی فرصت میں انجام دیتے ہیں اس کے دلائل و براہین کے بارے میں کہتے ہیں کہ بعد میں دیکھا جائے گا اس تمہید کے بعد اب ہم عقلیت اور ضد عقلیت کے تاریخی پس منظر کو دیکھتے ہیں۔

بنی عباس جب اقتدار پر آئے تو علویوں نے ان کی مزاحمت کی چونکہ طاقت وقدرت بنی عباس کے پاس تھی، وہ میدان میں رہے علوی طاقت و

قدرت نہیں رکھتے تھے لہذا وہ زیر زمین چلے گئے۔ جب بنی عباس کے عروج کے دور کا خاتمہ ہو گیا تو انہوں علویوں کو بھگانے کیلئے دلائل تلاش کرنا شروع کیے تو انہوں نے مذاکرات و مفاہمت کا دروازہ کھولا۔ طاقت کی بجائے عقل استعمال کرنا شروع کی، بنی عباس والے جو پہلے طاقت استعمال کرتے تھے اب وہ افہام تفہیم کی بات کرنے لگے۔

دہشت اور ڈر و خوف اور اچانک خطرات کا منڈلانا بھی اپنی جگہ اقسام و انواع رکھتا ہے جیسے خوف زلزلہ، ہولناک ستاروں کا گرنا بارش و سیلاب کا خوف۔ انسانی دہشت گردی میں سے ایک علمی دہشت گردی ہے۔ جس طرح ہمارے معاشرے میں خانہ و آشیانہ، عبادتگاہیں، بازار وغیرہ دہشت گردی کا نشانہ بنے ہیں لوگوں کے افکار و عقائد اور دین و ایمان بھی دہشت گردوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ زمین پر انسانوں اور املاک کے خلاف دہشت گردی حمایت ارباب اقتدار میں مخفی و روپوش ٹھکانوں میں رہتے ہیں انہیں بے شک عدالتوں میں لے جایا جائے، انہیں گواہوں کے پیش نہ ہونے، عدم ثبوت اور سفارش کی وجہ سے رہائی مل جاتی ہے لیکن فکر و عقیدہ و ایمان کو نشانہ بنانے والے، دین کا مذاق اڑانے والے اور توہین رسالت کا سنگین جرم انجام دینے والے قید و بند سے آزاد حفاظتی دستوں میں گھومتے ہیں۔

## دہشت گردوں کے عمائد:

### ابتداء میں دہشت گردی:

ملک میں ایک طویل عرصے سے فرقوں کے درمیان میں قتل و کشتار جاری ہے لیکن کچھ عرصے سے فرقہ واریت مذہب سے نکل کر احزاب سیاسی میں سرایت کر گئی ہے۔ اس وقت بھی مذہبی لوگ قتل و کشتار کا شکار ہوتے تھے۔ مذہب گردی ہوتی تھی لیکن اس کو دہشت گردی نہیں کہتے تھے لیکن جب سے امریکہ نے افغانستان میں لشکر اتارا تو اصطلاح طالبان عام ہوگئی لیکن ہمیں یہ تمیز کرنا ہوگی کہ کیا دہشت گردی اور شدت پسندی دو مترادف کلمات ہیں یا ان میں آپس میں فرق ہے۔ انتہاء پسندی کس کو کہا جاتا ہے، جنگیں ہوتی ہیں لیکن کسی نے دوسرے کو دہشت گرد یا شدت پسند نہیں کہا۔ تحلیل گران کہتے ہیں کہ اگر کوئی کسی چیز کا دعویٰ مطالبہ کرے تو اس کو دہشت گرد یا شدت پسند نہیں کہا جاتا ہے لیکن اگر کسی نے بغیر مطالبہ یا بغیر دعویٰ کسی پر شبخون مارا یا وجہ بتائے بغیر کسی کو قتل کیا تو اس کو تشدد پسندی اور دہشت گردی کہیں گے۔

اس حوالے سے ملک میں جاری خودکش حملوں وغیرہ کو دہشت گردی کہتے ہیں کیونکہ وہ بغیر کسی دعویٰ و مطالبہ کے یہ اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس میں قصوروار اور غیر قصوروار سب لقمۂ اجل بنتے ہیں۔ اب تو یہ مجہول ہو گیا ہے کہ یہ کس کے خلاف ہیں۔ یہ شیعوں کے خلاف ہیں تو ان میں سنی بھی مر رہے ہیں اگر سنیوں کے خلاف ہیں تو ان میں سیکولر بھی مر رہے ہیں۔ اگر یہ شہریوں کے خلاف ہیں تو ان حملوں میں انتظامیہ کے افراد بھی مر رہے ہیں لہٰذا ان کو دہشت گرد اور شدت پسند کہنا زیادہ صحیح ہے لیکن یہ اس نقطہ کے مصداق ہیں اور انہوں نے انتہاء پسندی کا اضافہ تو کیا ہے لیکن یہ لوگ آخر کون ہیں، ان کی کیا نشانی ہے یہ جو جیکٹ اور کلاشنکوف والے ہیں بقول بعض کہ یہ لوگ ان پڑھ، جاہل لوگ ہیں۔

یہ لفظ ارباب فکر و قلم و بیان اور صحافی بھی مداحیت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ ان سے مراد کون ہیں؟ یقیناً یہ یقیناً پانچ وقت کی نماز تو پابندی سے پڑھتے ہیں اور باقی دنیا و مافیہا سے انہیں کوئی سروکار نہیں کیونکہ شاید یہ نماز بعض صحافی بھی پڑھتے ہوں گے لیکن اس کو جاننے کے لئے ہمیں قرعہ نکالنا پڑے گا۔ چونکہ ہمارے ہاں اعلیٰ ارباب اختیار و اقتدار والوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے، وہ اپنی جگہ مستفید سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ حالیہ انتخابات کے دوران چیف الیکشن

کمشنر کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ کوئی بھی مذہب کے نام سے ووٹ نہیں مانگ سکتا کیونکہ مذہبی گروہ کو اقتدار کے خواب دکھانے کی اجازت دینا شاید بقول بعض ایک قسم کی انتہاء پسندی ہے۔

چنانچہ اس بنیاد پر جماعت اسلامی اور تحریک کو ووٹ نہیں ملے لیکن ان کا موازنہ فضل الرحمٰن کی پارٹی سے نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ انہوں نے عرصہ دراز سے سیکولروں کے ساتھ رہ کر مذہبی اقتدار چاہنے والوں سے خود کو الگ کیا ہوا ہے۔ دین کو کونے پر لگانے اور اسلام کی طنزیہ انداز میں تحقیر و تذلیل کرنے والے طنز گویا ان بھی دہشت گردوں کے سرغنہ ہیں۔ اگر اس ملک میں کوئی دہشت گردی سے نجات کا خواہاں ہے اگر اس ملک کا وفادار ہے اگر کوئی صدق دل سے کلمہ اسلام پڑھنے والا مسلمانوں کی الحادیوں کے نرغے سے نجات چاہتا ہے تو اس کو ان نکات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا، حقائق کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اگر آپ اپنی قوم و ملت کو لاحق اس مرض کا علاج اور اس درد کی دوا چاہتے ہیں تو تین نکات پر غور کریں:

۱۔ سب اہانت خلفاء اور ان کے خلاف سبّ وشتم کا خاتمہ کریں اور جو اس بات کو نہ مانیں ان کے ساتھ دعوت مناظرہ مجادلہ دیں۔

۲۔ یہ ملک نظام اسلام کی بنیاد پر آزاد ہوا یہاں الحادی احزاب کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۳۔ فرقہ واریت کی حمایت اور پشت پناہی سے حکمرانوں کو روکیں۔

دہشت گرد عام، سادہ، ان پڑھ اور بے روزگار انسان ہوتے ہیں جبکہ پڑھے لکھے دانشور، اور ماہرین معاشیات وسیاسیات اور شریعت کی شقوں سے ناواقف بہت سے علماء اپنے اختراع کردہ مذہب کو چھپوا کر اور اسے کوئی مقبول نام دے کر لوگوں کو ورغلا کر دہشت و وحشت پھیلا رہے ہیں۔

اس ملک کے دانشوروں، احزاب سیاسی و دینی، منظمات علاقائی اور فرقوں کی مثلثات مخمسات نے اس ملک کے سکون اور مسلمانوں کا گلہ گھونٹ دیا ہے۔ اگر کوئی اسلام کا وفادار ہے، قرآن کریم کے حق وحقانیت پر یقین کامل رکھتا ہے اور حضرت محمدؐ کے بعد کسی بھی نام کے خود ساختہ قائدین پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کو اپنی ذات کی حد تک ان سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے۔ ان سب سے کسی بھی قسم کے تعاون سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہی لوگ سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔

--------

۴۔ توازن عقائد واعمال ماموارت ومنہیات میں توازن وانسجام تام پایا جاتا ہے رحمٰن ۹۷

۵۔ اس میں کوئی ایسی شق نہیں جو نا قابل عمل ہو یعنی یہ کتاب ہر دور وزمانہ ومکان میں قابل عمل وتطبیق ہے۔

۶۔ حادی تحدیات سے ہے۔ پہلے مرحلے میں کل قرآن کے مقابلہ کی دعوت دی ہے اسراء ۸۸ ہود ۱۳۔۱۴ یونس ۳۸۔ یعنی قرآن ہر دور و ہر زمانہ میں ہر طبقہ و اجتماع کو دعوت مقابلہ دیتا ہے۔ ہم یہاں اس مقابلے کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۴۔ مقابل تشریع جو قانون ونظام قرآن نے پیش کیا ہے۔

۵۔ حفظ میں اعجاز قرآن دو مراحل پر مشتمل ہے حفظ الصدور سورہ قیامت ۱۶۔۱۹ حفظ کتابت۔

---

کلمہ ''علم'' قرآن میں ۸۶۵ بار آیا ہے اس کے مترادف کلمات فقہ، معرفت، ھدایت، عقل وفکر وتدبر وتذکر ونظر وبصیرہ ہیں ان میں سے ہر ایک کلمہ قرآن میں تکرار سے آیا ہے۔ علم کے مقابل میں جہل سفہ الظلال الغمہ الظن الباطل افک استعمال ہوا ہے۔

۱۔فضیلت علم میں یہ کافی ہے یہ صفات اللہ ہے العالم العلیم العلام۔
۲۔امتیاز آدم بر ملائکہ یہ علم تھا۔
۳۔اول نزول قرآن علم ہے۔
۴۔علم صفات انبیاء ورسل ہے۔
۵۔علم منہی عمران ۷

## اسلام کے راستے:

۱۔اصلاح حکمرانان۔اس سلسلہ کی مثال سرھندی کی دی جاتی ہے کہ وہ اوران کے فرزندان وشاگردوں نے کافر ومشرک جہاں گیر کے گھرانے سے اورنگ زیب کو نکالا۔
۲۔دعوت شیعہ عوامی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں محمد بن عبدالوھاب کو گردانا جاتا ہے۔
۳۔دعوت تجدید افکار ونظریات جیسا کہ جمال الدین افغانی نے کہا تھا۔
۴۔فتح مدارس ومراکز تعلیم جیسا کہ دھلوی نے کیا تھا۔
۵۔دعوت بوسیلہ مصحف ومجلّات وکتب ورسائل
۶۔دعوت قیام مسلح جیسا کہ اس زمانے میں ہم نے دیکھا ہے۔
۷۔دعوت منظمات خونین دوہری جس کی قوم متحمل نہیں ہے۔

یہ سب ایک ایسی تخمینا فی تخرص وخود پسندی شکوک وشبہات یا تصادفی خام خیال سے بھری ہوئی باتیں ہیں۔قرآن اور سنت محمد میں ان میں سے کسی کی تائید نہیں کرتے اسلام قابل تقسیم نہیں۔یہ سب اصنام انسانی ہیں اللہ کے دین تک جانے کے لئے راستے میں کھڑی خاردار دیواریں ہیں۔

## فرقوں نے اسلام کا گلہ گھوٹ لیا:

گرچہ اس خون ریزی کے بانی مبانی مسلمانوں کے دو بڑے فرقے شیعہ اور سنی کو گردانا جاتا ہے۔یہ دونوں آپس میں دست وگریبان رہے لیکن یہ اتنے سادہ بھی نہیں ہیں بلکہ خود اہل سنت اپنے فرقوں کے ساتھ اور شیعوں کے ساتھ ایک دوسرے کے گلے گھونٹنے اور دست وگریبان رہے ہیں۔تاہم شیعہ فرقوں میں آپس میں جنگ وجدال اور کشت وکشتار کم نظر آتا ہے۔شاید بعض روشن خیال اس کو ان کی مستحسنات میں گردانتے ہیں لیکن ایسا نہیں بلکہ انہوں نے باطل فرقوں کو اپنے بغل یا خیمہ میں چھپا کر رکھا ہے۔یہ دین ہے یہ دنیا نہیں اگر کوئی مسلمان دلسوز غیرت اسلام کا حامل ہو،مسببات کو اپنے علل واسباب وتحقیق تک پہنچانا چاہے یہاں تک کہ اس کے مافوق کوئی سبب نظر نہ آئیں تو تلاش کریں۔

مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۱۲۔۱۳۔۱۳۹۴ص ۲۴ پر آیا ہے کہ قوموں کی بربادی غلامی،استحصالی سرنگونی کا سہرا سب ارباب اقتدار کرسیوں کو جاتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ ایک عقل مند ہوشمند قوم کیوں کس لئے ظالموں کی بات میں آتی ہے تو کہتے ہیں جب قوم اختلاف وانتشار کا شکار ہوتی ہے تو اس وقت یہ لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ آخر کیوں کوئی قوم اختلاف وانتشار کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہی ارباب اقتدار کا مقولہ ہے کہ تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔

کہتے ہیں سکندر ذوالقرنین نے اپنے مشیر وزیر ارسطو ملیس سے سوال کیا کہ اب میں نے فارس کو توفتح کیا ہے لیکن مستقبل کے لے کیا کروں تو ارسطو نے لکھا تم ان کو قتل بھی نہیں کر سکتے اگر کرو گے تو یہ لوگ تم سے انتقام لیں گے سب اپنے ساتھ بھی نہیں لے جاسکتے ہو اگر ساتھ لے گئے تب بھی تمہارے لئے خطرہ ہے یہ بات تاریخ کامل ج ا ص ۱۶۵ پر آئی ہے۔

چنانچہ ایک طویل عرصہ بابیوں اور بھائیوں کے شرق وغرب سے وابستہ ہوکر ان کی آشیر باد تھی کہ ہر مسلمان میں اختلاف پھیلاؤ چنانچہ اس سلسلے میں حجار کے سنیوں اور ایران کے شیعوں کے درمیان اختلافات ملاحظہ کریں۔ ہاشم رفسنجانی اپنی کتاب امیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اچانک احمد احسائی نامی ایک شخص منظر عام پر آیا اس نے شرح زیارات جامعہ لکھی اور ایک قیامت برپا کی۔ تفرقہ کی تحریکیں آپ کو ملیں گی وہاں انہی کی طرف سے اتحاد المسلمین والے بھی ملیں گے۔ جس طرح مسلمانوں میں تفرقہ ڈالو واشنگٹن بر لیم برطانیہ سے نکلا ہے اسی طرح شعار اتحاد بھی انہی کی طرف سے نکلتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان دونوں کے خریداروں اور مبلغین کی ذمہ داری بھی مسلمانوں نے اپنے سر پر ہی لی ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں بھی اتحادی کانفرنسیں ہوتی ہیں وہاں کا بہترین اور نہ ختم ہونے والا موضوع ان شخصیات کا نام لینا ہوتا ہے۔ ان داعیان، بانیان اور وحدت اسلامی کی شخصیات کا یہاں نام لے کر میں ان صفحات کو سیاہ نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ایک تحلیلی مسئلہ ہے جسے بہر حال حل کرنا ہوگا۔

رہبران سیاسی وثقافتی واجتماعی کی قدر نہیں کرتے ان کی فہم وفراست وذہانت اور دوراندیشی دنیا بھر میں کسی قوم کو نہیں ملی ہے جو ہم کو ملی ہے۔ دنیا میں قدیم زمانے سے عصر حاضر تک سب نے کہا ہے کہ تفرقہ نہ کرو فرقوں کو ختم کرو لافرق جماعت تشکیل دو۔ جس کیلئے متحد ہو ان کے تابعدار رہو۔ وہ کہتے ہیں فرقوں کو ختم کرو روشن خیال کہتے ہیں کہ سچ ہی کہتے ہیں فرقوں کو ختم کرنا چاہیے بلا فرقہ رہیں یعنی بغیر دین رہیں۔ چونکہ وہ جانتے ہیں مسلمان فرقوں کے اندر بھی کچھ نہ کچھ اسلام کا بچا کچا رہتا ہے۔ مغرب والوں کو یہاں کے لوگوں سے اسلام کی بو بھی نہیں آنی چاہیے۔

دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ فرقوں کو انہی کی حالت میں رکھ کر اتحاد کرو۔ جیسا کہ اس وقت کے مغز متفکر سید جواد نے اپنے منشور وحدت میں فرمایا ہے کہ اتحاد قائم کرو یعنی فرقوں کو قائم ودائم، زندہ جاوید تر وتازہ رکھ کر اتحاد کرو۔ اس کا یہ مطالب نہیں کہ ہم بلا مذہب اتحاد چاہتے ہیں، قطعاً ایسا نہیں بلکہ ہم تو تہتر چھتر فرقوں کا تحفظ کر کے اتحاد چاہتے ہیں۔ نہ تو بلا مذہب والا اتحاد منظور ہے اور نہ ہی با مذہب والا اتحاد منظور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اہل الحاد، اہل مغرب کے علانی اتحاد کے قائلین جو مذہبی انتہاء پسند ہیں، شدت پسند ہیں انہیں اپنی جگہ پر رکھ کر بس اتحاد کو ہی قائم کریں۔

ہمیں یہ عدوات یہ نفرت جو شیعہ اور سنی یا مدعیان جانب داری خلفاء اور اہل بیت میں اور ان کے چھپانے والوں میں ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ نبی کریم کی وفات سے لے کر بیس سال میں علی اور خلفاء میں خون ریزی تو دور کی بات ہے تلخ کلامی کشیدگی بھی نظر نہیں آئی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے حامیوں کے درمیان نظر نہیں آئی ہے۔ حضرات حسنین کے دور میں ان خلفاء کے ساتھ اہانت وجسارت ھمز ہ ولمز ہ دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔ جو کچھ ہوا جنگ مرتدین جنگ صلبین جنگ مجوسی میں شکست ہزیمت خوردوں کے کوفہ میں جمع ہونے کے بعد یہ زور پکڑتا گیا ہے۔ یہاں تک خلیفہ سوم ان کا پہلا عقیقہ بنا ہے اس کے بعد انہوں نے علی کے لشکر میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت علی کو اپنا عقیقہ باطنیوں نے ان مجرمین وجاہلوں سے دفاع کرتے ہوئے انہیں جذباتی مخلصین کا نام دیا ہے۔ انہوں نے اپنے وجود کا اعلان کیا ہے اپنا نام شراۃ دین رکھا ہے جو بعد میں خوارج سے متعارف ہوئے۔

۵۔ فرقہ نہیں فرقہ بغیر انتساب بہ اسلام اولاد مجہول نسب کا حکم رکھتے ہیں اسلام نہ ہونے کے بعد آیت ﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ﴾ ''کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پاس سے گڑھ لیا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے گڑھا ہے تو اس کا جرم

میرے ذمہ ہے اور میں تمہارے جرائم سے بری اور بیزار ہوں'' (ہود۔۳۵) ﴿وَ إِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾ '' اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے عمل سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں'' (یونس ۴۱) مجھے اسلام پر رہنا ہے میرے رب نے مجھے اسلام پر جینے اور مرنے کا حکم دیا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ '' ایمان والو اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک نہ مرنا جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ'' (آل عمران ۱۰۲) کوئی مجھے یہ بتا دے ان خلفاء کی زندگی کے صفحات متفقہ علیہ مناقب غلو آمیز و مثالب عداوت سے لبریز سے پاک صفحات کو سامنے لانے سے دین اسلام اور مسلمانوں کو کیا نقصان ہوگا۔

منصوصیت و جمہوریت میں رسہ کشی ہے۔ جہاں کہیں دو باطل میں مقابلہ ہوگا وہاں کمتر برائی کو ترجیح دینے کی منطق اکثر و بیشتر مواقع پر حق کو ضائع کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں مسلمان اسی کو بنیاد بنا کر باطل کا ساتھ دے رہے ہیں آج کا یہ عنوان اوس و خزرج کی داحس وغبرا جیسا ہے۔

اس کا ثبوت فرقوں کے بارے میں وارد حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس میں آیا ہے میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اس میں صرف ایک ناجی ہوگا باقی سب جہنمی ہونگے۔ دوسرا آ کر کہتا ہے نہیں راستہ الگ ہونے سے فرق نہیں پڑتا ہے سب جنت میں جائینگے۔ آپ کو مہدی اور عیسیٰ کا انتظار کرنا ہوگا تیسرا آ کر کہتا ہے صحیح ہدایت رہبری کرنے والے تیس سال کے بعد ختم ہونگے یا بارہ خلیفہ کے بعد دنیائے مسلمان کو گلہ گوسفند کی مانند چھوڑیں گے وہ اپنا فیصلہ خود کریں گے۔ اس صورت میں بھی وہی بات بنے گی جو سیکولر کہتے ہیں۔

ان کے مقابل ایک گروہ کا کہنا ہے ہماری ہدایت ہمارا دین صرف عترت میں ہے' عترت کا دور بھی واضح نہیں ہے وہ اگر محدود ہیں تو ان کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اگر غیر محدود ہیں تو وہ فاسق و فاجر کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اس حوالہ سے بھی ایک نظام اسلامی کا تصور نہیں بنتا چنانچہ اس فرقہ کے داعیوں کی حرکات و سکنات سرگرمیوں سے واضح ہے کہ وہ ہمیشہ سیکولروں علمانیوں کے حامی و داعی رہے ہیں۔ اس حقیقت کے تناظر میں امت افراط و تفریط میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ ہم مسلمانوں میں اجتماعی اور اقتصادی و سیاسی طور پر درپیش مسائل کے حل کے بارے میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے لہٰذا امت اس مسئلے میں آزاد و خود مختار رہے۔ اس مفروضے کے تحت مسلمان ایک حکومت قرآنی اور محمدی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ کثیر آیات محکمات' اور نبی کریم کے ہدایات' بے معنی ہو کر رہ جائینگے۔ اقتدار اعلیٰ اسلام سے محروم کرنے کے بعد اب آخر کار نماز روزہ رہ گئے ہیں کہ ہر طرف سے نماز پر وار شروع ہو گیا ہے۔ یہ جسم اسلامی پر آخری وار ہے پرویزی نماز کے خلاف اپنے طلوع اسلام میں مکرر لکھتے ہیں قرآن میں اتیمو الصلوۃ سے مراد اقامہ نظام مراد ہے جبکہ دوسرے گروہ نے جوانوں کو نماز سے روکنے کیلئے بعض امام بارگاہوں میں کتبے لٹکائے ہوئے ہیں کہتے ہیں نماز فروع دین میں سے ہے اور مدح اہل بیت، خلفاء پر تبراء اصول دین میں سے ہے۔ آئمہ نے نماز کو معاف کیا ہے۔ انہی ترجیحات کی بنیاد پر ضیاء الحق کو برا گردانا جاتا ہے اور آمر پرویز کے حق میں دعا کی جاتی ہے۔

## دہشت گردی ہماری اپنی جنگ:

ایک عشرے سے یہ عنوان ملک کے ارباب اقتدار سیاست دانوں، کالم نگاروں، فلسفیوں اور گول میز کانفرنسوں کا موضوع نقاش بنا ہوا ہے کہ حقیقت میں یہ کس کی جنگ ہے ۱۴۳۴ ۵ رجب المرجب کو نشر ہونے والی ایکسپریس میں بابر ایاز نے دوبارہ اس کو موضوع بنا کر اپنی مراد مقصود کو پیش کیا ہے۔ تعین کریں اس ملک میں صحافت سے وابستہ افراد تحقیق و انکشافات جیسے فضائل و شرائف سے ہمیشہ قاصر و عاجز رہے ہیں۔ یہ لوگ بھی دیگر محکموں اڈے کسٹم پولیس وغیرہ جیسے ہیں اگر حق و حقیقت تلافی صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا عزم رکھتے تو ان کی گزر اوقات ممکن نہیں۔ حقائق کو توڑ

موڑ کرنا، مجرموں پر پردہ ڈالنا، چوروں میں ثالثی کا کردار نبھانے والوں جیسے ہیں۔ بہر حال یہ موضوع اب موشکافی تحقیقاتی مخبروں کے اصول کو اپناتے ہوئے تمام مفروضوں کو سامنے لاکر یکا یک سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ دہشت گردی کے ذمہ دار طالبان کی بنیاد رکھنے والے ہیں۔

۲۔ دہشت گرد افغانستان کے مسلمان ہیں جو پاکستان کا الحادیوں میں شامل ہونے کا انتقام لے رہے ہیں۔

۳۔ دہشت گردی اس ملک کی سیاسی پارٹیوں کا حصہ ہے۔

۴۔ یہاں الحادیوں کا اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کے خلاف ضد میں وجود میں آئی ہے۔

۵۔ درخت تندویس پہاڑ خشک میدانوں کا درخت

ان مفروضوں کو سمجھنے کے لئے بہت گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے اور بعض مصطلحات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے بعض مصطلحات کی اوٹ پٹانگ انسان کی اپنی ہوتی ہے جو کسی ریلے میں لگاتے ہیں۔ جذبات سے سرشار اجتماع میں مقبولیت بتاتے ہیں پھر وہ تلقی بن جاتے ہیں۔

۱۔ جمہوریت بہترین انتقام ہے۔

۲۔ ایک زرداری سب پر بھاری۔

۳۔ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔

خلافت کے علاوہ دیگر مسائل بھی ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُم﴾ ''اور آپس کے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں'' (شوریٰ ۳۸) اسی طرح پیغمبر اکرمؐ سے بھی وارد بہت سی احادیث میں سے کوئی اس بارے میں خاص روایت وارد نہیں ہوئی کہ جس کے تحت پیغمبرؐ کے بعد اسلام کیلئے کسی خلیفہ کا انتخاب کریں۔

. . . . . . . . . . .

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُوْلَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کرکے ہجرت نہیں کی ان کی ولایت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو تمہارا فرض ہے کہ مدد کردو علاوہ اس قوم کے مقابلہ کے جس سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے کہ اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے''۔ (انفال ۷۲)

۳۔ فقہاء و مجتہدین کی دیوار: فقہاء و مجتہدین کی دیوار سد سکندر کی مانند قوی، ناقابل زوال اور خطرناک ترین دیوار ہے جس دن سے اس دیوار کی بنیاد پڑی ہے اس دن سے قرآن اور سنت محمدؐ کی چھٹی ہوئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دین میں فقاہت اجتہاد تحقیق کے خلاف ہیں دین سرسبز و شاداب فقاہت اجتہاد ہی سے رہتا ہے۔ ہم موجودہ دور کے فقہاء و مجتہدین کے بارے میں قائم دو تصورات کے خلاف ہیں۔

۱)۔ مجتہدین سے تفصیل مصادر و منابع فتویٰ مسئلہ پر وارد اشکالات اعتراضات نہیں پوچھ سکتے جب پوچھ نہیں سکتے ہیں۔ تو فسئلو اہل ذکر کا حکم منسوخ قرار پائے گا۔

۲)۔ دوسرا جو اختیارات وہ استعمال کرتے ہیں یا ان کو دیئے گئے ہیں اس کے خلاف ہیں۔
اب مسلمان یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ کا یہ حکم قرآن کی کس آیت یا کس سنت رسول سے استنباط ہے بلکہ کہتے ہیں اس مسئلے میں مجتہد کا فتویٰ کیا ہے اگر کہیں یہ فتویٰ قرآن وسنت سے متصادم ہے تو عمار کاظمی جوھری توحیدی وغیرہ فورا کہتے ہیں وہ ہمارا کام نہیں ہے ہم نے دین کو انہی سے لیا ہے۔ ہماری آخری حجت یہی ذوات ہیں۔
یہ تقلید قرآن وسنت کے علاوہ عقل سے متصادم ہونے کے علاوہ خود تصور اجتہاد کے بھی خلاف ہے کیونکہ دنیا میں قدیم دور سے عصر حاضر تک تحقیق نے دیواروں کو گرایا اور مسافتوں کو ختم کیا ہے جبکہ یہ جو فقہاء مجتہدین کا تصور ہے اس نے ہر آئے دن نئی دیوار کو کھڑا کیا ہے۔ نئے فرقوں کی بنیاد ڈالی ہے۔
جمہوریت میں لوٹ مار، بے حیائی، فحاشی حرام خوری، گالی، پدر مادر آزادی سب جائز ہوتی ہیں یہاں اگر اسلام میں جمہوریت کی جگہ مسلمین رکھیں تو مسلمین میں دو فکریں پائی جاتی ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اسلام میں خلافت ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے نہیں اسلام میں امامت ہے۔ پہلا گروہ جن کا کہنا ہے اسلام میں خلافت ہے لیکن یہاں وہ جس خلافت کو پیش کرتے ہیں وہاں اقتدار کی کرسی پر ہمیشہ ملوکیت ہی نظر آتی ہے۔
ہمارے ملک میں تمام اقتدار والوں کے پاس فحاشی بے دینی بے حیائی تبرا غرور سب کے سب شاہکار ملوکیت وفرعونیت ونمرودیت ہی رہتے ہیں۔
اسی طرح اسلام میں خلافت کی جگہ امامت کو پیش کرنے والوں نے کلمہ امامت کو فاسقین ومجرمین وظالمین وصالحین وعادلین دونوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ یہ کلمہ کسی کو آگے لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کسی کے آگے جانے کیلئے نظام چاہیے۔ یہ خود نظام کے محتاج ہیں نظام امامت والوں کے پاس امامت کے لئے بالغ ہونا ضروری شرط نہیں۔ امام آگے قیادت کرنے والے کو کہتے ہیں جبکہ ان کی قیادت کرنے والے اماموں میں غائب ہونا نابالغ ہونا بلا حرج ہے۔
نقطہ افتراق آپ کے لئے شہروں میں جہاں بہت سے ووٹروں کی ضرورت ہے وہاں نہیں چل سکتا ہے۔ یہ آپ کے لئے ممکن نہیں ہے۔ آپ کو ووٹ نہیں دیں گے جبکہ جماعت اسلامی کو اس طرح کا مسئلہ نہیں تھا انہیں ووٹ کیوں نہیں ملے؟ صرف سیکولرازم کی بنیاد کی وجہ سے لوگ قاضی صاحب کے بدلنے پر یہ سوچ رہے تھے کہ منور صاحب کھویا ہوا مقام واپس لائیں گے لیکن وہ اور قاضی دونوں ایک ہی فکر کے انسان تھے، دونوں عمران پر متفق تھے۔
آپ کہیں باہر سے یہاں نہیں آئے ہیں کہ آپ کسی بھی حقیقت کا تجزیہ نہ کرسکیں۔ آپ یہاں کے شہری ہیں اگر ایسا تھا تو کیوں اصرار کیا کہ ہم ضرور حصہ لیں گے۔ آپ نے وحدت مسلمین کے انتخاب میں شرکت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہماری پالیسی واضح ہے، ہم ووٹ کے لئے بھیک نہیں مانگ سکتے ہیں تو ابھی کیا ہو گیا ہے، کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔
۱۔ میں اس منصب عظمیٰ کے لئے آپ حضرات کا رقیب وحریف نہیں ہوں نہ میں کسی اور کا حامی ہوں نہ حسد سے میرے سینے میں جلن ہے۔
۲۔ نہ میں اپنی ذات سے متعلق کسی دل آزردہ بات کا انتقام لے رہا ہوں۔ غرض مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ اس میں بھی خواہش کے برعکس میں وضو یا غسل کر کے قربۃ الی اللہ اس ذات کے خوشنودی کی خاطر آپ دونوں ودیگر دینی جماعتوں کی خاطر ساکت وخاموش ہوں۔
۳۔ قارئین کرام اور خود آقایان ذی العزت پر یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ مجھے آپ دونوں کے مادی لطف اندوزوں اسراف جوئی کی مختلف شکل وصورت میں خرچ پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ جس کسی نے دیا ہے جہاں سے لیا ہے خالص اسلامی والوں سے لیا یا غیر اسلامی والوں سے، فرق صرف اتنا ہے کہ غیر اسلامی والوں سے لینا قرآن کریم کی آیت لیست متحد المضلین عضداء کے خلاف ہے۔ جبکہ اسلامی والوں سے لینے میں میں صرف اخوان الشیاطین آیا

ہے۔ مسلمانوں سے لینے اور فضول خرچی کرنے والوں کیلئے اخوان الشیاطین کا لفظ آیا ہے۔

## امتوں کا اتحاد:

خون، علاقہ، رنگ و نسل وثقافت کوئی چیز قوموں کو جمع نہیں کرسکتی اگر اس بنیاد پر اکٹھا کرلیں تو چند سالوں میں پھر ٹوٹ جائیں گے۔ اگر کچھ کو زیادہ سے زیادہ چند سال تک جمع کر بھی لیں، پھر بھی ٹوٹ جائیں گے بلکہ اس طرح سے ٹوٹیں گے کہ دوبارہ ملنے کا امکان بھی نہ ہوگا۔ اس کی واضح مثال بلوچ ہیں ایران کے بلوچ اور پاکستان کے بلوچ جس دن سے ٹوٹے ہیں ابھی تک جمع نہیں ہوسکے۔ اسی طرح کُرد جو ایران سوریا عراق ترکیہ میں منتشر ہیں کبھی جمع نہیں ہوسکتے جبکہ وہ لوگ استحصالی زندگی گزار رہے ہیں۔ صرف اور صرف عقیدہ ہی متحد کرسکتا ہے چنانچہ اوس وخزرج کو عقیدے نے ہی متحد کیا تھا جو پھر ٹوٹا نہیں۔

تاریخ انسانی میں مختلف اقوام وملل کثیرہ کے باوجود ایک چھتری کے نیچے جمع ہونے کی انمول مثال اسلام ہی میں ملتی ہے۔ اگر پاکستان سے کوئی وفادار ہے تو تمام پاکستانیوں کو کسی نکتے پر متحد کرسکتے ہیں جو افکار نظریات اس ملک کو انتشار سے دوچار اور افتراق کر سکتے ہیں ان میں تمیز ہونی چاہیے کوئی گول میز کانفرنس کریں، اہل فکر و دانش غیر غرض مند کو بلائیں، نمک حراموں کو بلائیں، بے لوثوں کو بلائیں اس وقت یہاں کے دانشوروں میں ہر ایک اپنی حدود میں افتراق کا داعی ہے۔ تاریخ اسلامی میں قومیت کی بنیاد رقابت پر رہی ہے:

## نبی کریمؐ کے بعد امت:

۱۔ مہاجرین میں

۱۔ بنی ہاشم ۲۔ غیر بنی ہاشم

بنی ہاشم میں

۱۔ عبدالمطلب ۲۔ غیر عبدالمطلب سے

۱۔ عباس ۲۔ طالبی

۱۔ جعفری ۲۔ علوی ۳۔ حسنی ۴۔ حسینی

اگر اوپر لے جائیں عبدالمطلب اور عبدالشّمس کو نبی کریم نے جمع کیا۔ اوس وخزرج اور قریش کے تمام بطون سب کو اس طرح یکجا کیا کہ دوبارا اوس و خزرج نہیں اٹھے۔ اگر پاکستان ایک مضبوط اور محبوب ملک ہے تو کیوں اس اقتدار پر بیٹھے سندھی، بلوچی، پختون کشمیری کو اٹھایا۔ جو بھی مغرب سے پڑھ کر آئے ہیں انہوں نے اختلاف کا نعرہ اٹھایا ہے۔

## قبلہ راجہ ناصر صاحب:

آپ نے فرمایا ہم فرقہ والے تو ہیں لیکن فرقہ واریت سے بے زار ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں لیکن میں عرض کرتا ہوں آپ فرقہ والے ہیں لیکن دوسرے فرقے والوں جیسے نہیں بلکہ سخت متعصب فرقے والے ہیں۔ آپ کے خطاب مینار پاکستان سے واضح ہے جہاں آپ نے فرمایا آج کے بعد شیعہ دو

نہیں بلکہ ایک فرقہ ہے۔آپ نے فرقہ واریت سے نفرت کی بات کرنے کے باوجود فرقہ واریت سے اتحاد رکھنے کا رویہ اپنایا جس کا واضح ثبوت مینار پاکستان کے سائے میں آپ کا خطاب ہے جہاں آپ نے فرقہ واریت کی آتش بھڑکانے والے سب گروہوں کو جمع کر کے کہا تھا آج سے ہم شریعت محمدؐ شریعت حسین، شریعت تبرا اور شریعت غلات والے سب ایک ہیں۔اس کے علاوہ جیسے قادری اور عمران سے بھی آپ کا اتحاد ہے کیونکہ آپ سب نے متحد ہو کر ایک ہی سمندر میں گرنا ہے اور وہ سمندر سیکولرازم کا سمندر ہے۔آپ کو جہاں کہیں کوئی خاطر خواہ آدمی نہیں ملا وہاں آپ نے سیکولرازم کو معیار بناتے ہوئے پکے سیکولروں کو ووٹ دیا ہے لیکن آپ کی کامیابی آغا ساجد جیسی ہے جو ہارنے کے باوجود خود کو کامیاب گردانتے ہیں۔آپ نے اپنے چاہنے والوں کو پی پی کو ووٹ دینے سے روکا۔آپ کی پی پی سے ناراضگی کی وجہ دو شخصیات ایک جعفری اور دوسرے آغا ساجد ہیں۔

**وحدت ساجد و ناصر:**

جناب آغا ساجد نے ضد نظام مصطفیٰ اور ضد شریعت بل پر مبنی اپنے طویل بیانات دینے، داڑھی والوں کے خلاف باتیں کرنے اور اپنی قوم کو اس مشن میں بھرپور تعاون کی دعوت دینے کے بعد اچانک ملی یکجہتی کونسل کے متحدہ محاذ اور تحریک اسلامی جیسے شعار اٹھانا شروع کیے۔شاید یہ سیاسی دباؤ تھا یا محترم قاضی صاحب اور فضل الرحمٰن صاحب کی تلقین تھی کہ ہم بھی آپ جیسے ہیں اور اپنے ووٹ سیکولروں کے لئے ڈالتے ہیں لیکن اپنی عوام کو تسلی دیتے ہیں کہ اسلامی دعوت کا اثر ہو رہا ہے۔چنانچہ آپ بھی یہی بات کرتے ہیں کہ ہماری جدوجہد علی ولی اللہ اور علی اللہ کے لئے ہے ہم نے اسمبلی میں اپنا آدمی بھیجا ہے تاکہ ہمارے خلاف کوئی بل نہ آجائے۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں، وہ کسی سے سہارا نہیں لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں اتحاد مسلمین کی اتنی کاوشوں کے باوجود راجہ ناصر صاحب کو وحدت مسلمین بنانے کی کیا ضرورت تھی۔اتحاد مسلمین کی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ قادری صاحب نے بھی اتحاد کے نعرے بلند کیے تھے، آپ نے ان سے بھی اتحاد کیا تھا، آپ نے عمران خان سے بھی اتحاد کیا تھا، دونوں نے اتحاد کی کوششوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔اتحاد میں اختلاف نہیں تھا تو پھر اتحاد کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

**اتحاد کی کوششوں کا آغاز:**

اس صدی میں برطانیہ اور امریکہ نے ادیان سماوی کے اتحاد کی تحریک شروع کی۔جس وقت ایک طرف اشتراکیت اور کمیونزم اپنے عروج پر جا رہے تھے اور دوسری طرف سے اسلامی تحریکیں بھی چل رہی تھیں تو اس وقت جب استعمار نے مسلمانوں کو بیدار ہوتے دیکھا تو انہوں نے اتحاد کی تحریکیں شروع کیں، ان کی تحریک کا منشور ادیان سماوی میں اتحاد تھا۔

یہ اتحاد اپنی جگہ حسن نیت پر نہیں بلکہ بُرے عزائم کا حامل تھا، وہ اس اتحاد کے ذریعے بہت سے فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے:

۱۔روس چونکہ ایک بڑی طاقت بن کر ابھر رہا تھا، اس کو ختم کرنے کیلئے انگریز استعمار نے مسلمانوں کو استعمال کرنا تھا۔

۲۔وہ اس اتحاد و اجتماع کے ذریعے مسلمانوں کی اندرون خانہ کی باتوں کو جاننا چاہتے تھے۔

۳۔مسلمانوں میں موجود فرقوں کے آپس میں اختلافات کی جڑوں کو جاننا چاہتے تھے۔

۴۔انہیں اپنی پسند کے گروہ کو ہی نمائندگی دینا مقصود ہوتا ہے مسلمانوں کے اندر ایسے منافق کا پتہ چلانا مقصود ہوتا ہے جس کے اندر حقد و کینہ سے بھرا ہوا انسان ہو۔ایسے میں اعتماد و بھروسہ کہاں تک کیا جا سکتا ہے۔کیا ان کے وعدوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے جس دین کے ماننے والے مسلمانوں نے اپنی دعوت کے آغاز سے لے کر ابھی تک کسی ان پڑھ اور جاہل مسلمان نے بھی حضرت عیسیٰ کے ساتھ اہانت و جسارت نہیں کی اور نہ ہی کوئی مسلمان ایسا کرنے کا سوچ

سکتا ہے۔انجیل یا کتاب مقدس جو اس کے ماننے والوں کے اپنے علماء کے مطابق تحریف شدہ ہے آج تک اسے کسی مسلمان نے جلانے کی کوشش نہیں کی لیکن یہود و نصاریٰ اب تک نہ جانے کتنی دفعہ قرآن کو جلا چکے ہیں جنہوں نے حضرت محمدؐ کی اہانت و جسارت کی ہے کیا ان کے وعدوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں اور یہود و ہنود و نصاری کے درمیان فرق اسلام ہے کلمۂ اسلام ہے جس کے کان میں پڑنے سے انسان مسلمان کا دل خوش ہو جاتا ہے دشمنان اسلام ادیان عالم کے اتحاد کے توسط و وسیلہ سے بچے کچے اسلام کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ان کے اس مذموم عزائم کو فقیہ عالی شیخ محمد حسین نے درک کر کے جواب دیا، اسی طرح ایران میں انقلاب اسلامی کی کسی حد تک کامیابی کے بعد یہود و نصاری نے تفاہم ادیان کے عنوان کو دوبارہ اٹھانا شروع کیا۔

## اتحاد کی کاوشیں:

اتحاد کی جو کاوشیں اس وقت چل رہی ہیں وہ ظاہری طور پر غذاء، مرغیات، مشروبات کے علاوہ سیر و سیاحت اور ایک دوسرے سے ملاقات و آشنائی کی حد تک ہیں بلکہ سیکولروں کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے یہ لوگ نظام اسلام کے متبادل کیلئے سوچ بچار کر رہے ہیں۔ ہر فرقہ اپنے موقف پر ڈٹا ہوا ہے ان میں سے بعض فرقوں کے کچھ لوگ ایسے افکار و نظریات پر استقامت دکھاتے اور ڈٹے رہتے ہیں جو قرآن و سنت عملی رسول اللہ سے متضاد و متصادم ہوتے ہیں ان کی اسی ضد پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے باہر سے مجہول و غیر معلوم اطراف سے سزائیں بھگت رہے ہیں۔سیکولروں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ تعاون و اتحاد کرنے کی وجہ سے دشمنان اسلام انہیں ایک ایسے فرقے پر متحد کرنے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں جو مغرب کے مفادات کے تحفظ کا ضامن ہو چنانچہ مغرب والے اپنے عزائم پر ڈٹے ہوئے ہیں اس وقت بقول مغرب وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ کا تو کی قانون حیثیت کو سب تسلیم کرتے ہیں دنیا بھر کے مسیحیوں کے ایک ہی پیشوا و مقتداء کو مسلمانان روشن خیال و منورین رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو اتحاد کی وجہ سے وہ کہاں پہنچ گئے ہیں اور ہم کہاں کھڑے ہیں جبکہ ہمارے گلی کوچوں میں ہر آئے دن فرقوں کے نئے نئے قائد پیدا ہوتے ہیں۔قائد بننے سے ہر ایک کی گزر اوقات ہو جاتی ہے۔سنیوں اور شیعوں کے کتنے مراکز بنے ہیں، کتنے قائد بنے ہیں، ریاض مدینہ، دیوبند، بریلی، تہران اور شام و عراق وغیرہ۔ ہر آئے دن قوم کے انتشار سے ان قائدین فرقہ کی گزر اوقات ہوتی ہے۔

## وحدت اتحاد: [المنطلق ۱۴۰۹۵۱ او لبنان ص ۵۰:]

تعاون انسان کی فطرت و وجدان میں شمار ہوتا ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے اقامۃ دلائل و براہین کی ضرورت و نیاز نہیں ہے۔ ہر انسان اپنے نفس کی گہرائی میں ایک وجدان کا حامل ہے جس سے وہ جلب منافع و دفع ضرر کرتا ہے انسان اپنے اندر ایک ضعف و کمزوری و ناتوانی بھی محسوس کرتا ہے اور خود کو غیر محفوظ بھی محسوس کرتا ہے، یہاں سے وہ تعاون اور ہمہ کاری کا نیاز مند رہتا ہے۔لہٰذا وحدت فطرت وجدان کا جڑواں ہمنوا و ہم خیال بلکہ دوسرا عنصر ہے اس میں شک و تردید کی گنجائش نہیں۔اس کی حسن و خوبی کے غیر متنازع ہونے کا ثبوت اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اگر کسی بھی فرقے کے کسی بھی فرد سے سوال کریں کہ وحدت کیسی چیز ہے وہ کہیں گے کہ اس میں خیر ہی خیر ہے اور اگر پوچھیں کہ تفرقہ کیسی چیز ہے تو کہیں گے اس میں شر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ وحدت کی ضرورت کے بارے میں ایک دو مثالیں بھی عرض کرتا چلوں، چند قومیات متضارب و متصارب یا چند فرقے ایک گاڑی میں سوار ہو گئے ہر ایک اپنی قوم اور فرقے کے قصدے پڑھ رہا تھا جبکہ وہ دوسروں پر تنقید کر رہے تھے اسی دوران ڈاکوؤں کے ایک ٹولے نے گاڑی کو گھیر لیا اس وقت بغیر کسی درخواست تعاون و

ہم کاری کے، سب متفق ہو گئے کہ ڈاکوؤں کو دفع کریں گے۔ اس طرح بچوں کا ٹولہ دیکھیں جہاں وہ کھیل رہے ہوتے ہیں آپس میں متحد ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کو مارتے ہیں گالی دیتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں ناراضگی میں گھر جاتے ہیں والدین سے شکایت بھی کرتے ہیں پھر دوسرے دن بھول کر آ جاتے ہیں۔ آپس میں شیر وشکر بن جاتے ہیں کیونکہ اس وقت ان میں انانیت نام کی چیز نے جڑ نہیں پکڑی ہوتی ہے۔ امت اسلامیہ جس وقت ایک مسلم قیادت کی سائے میں تھی تو شرق وغرب شمال وجنوب ایک حکومت ایک سلطنت تھی۔ یہاں ایک امت نے وحدت کی خاطر میں بنی امیہ بنی عباس کی حکومت کو بھی برداشت کیا۔ ہاں اپنے اندر سیاسی قیادت کے لئے اختلافات کیا لیکن وہ حکمرانوں کے خلاف تھا امت میں تضارب (انتشار) میں نہیں تھا۔ امت اسلامی میں شگاف اس وقت شروع ہوا جب خلفاء نے اپنے اوپر ہالہ تقدس آج کل کی اصطلاح کے مطابق اجرک لینے پر اکتفا کیا تھا۔ اقتدار غیروں کو دیا۔ یہاں سے امت میں انتشار شروع ہو گیا یہاں تک کہ یہ ملک ابھی ۴۳ ممالک میں تقسیم ہو گیا۔ ایک مسلمان ایک زمانے میں مدینہ سے سندھ واندلس جاتا تھا آج یہاں مہاجرین اپنے آبائی گھروں میں نہیں جاسکتے ہیں سنی ایران نہیں جاسکتے ہیں شیعہ سعودی عرب نہیں جاسکتا ہے۔ ہر ایک کا الگ پرچم الگ شناخت ہے جو ناقابل اتحاد ہے۔

## تفاہم ادیان کے مقصد ومظاہر:

۱۔ اپنے عقائد کو مت چھوڑو دوسروں کے عقائد کو مت چھیڑو یہ مقولہ ضیاء الحق کا ہے ضیاء الحق کی ہر چیز بری لگتی ہے صرف ان کا یہ مقولہ ان کو پسند ہے۔ پھر بھی فرقہ واریت کی ذمہ داری ضیاء الحق پر لگاتے ہیں لیکن ضیاء الحق سے دشمنی کے آغاز کی ذمہ داری کسی پر عائد ہوتی ہے اس کی بھی ابھی تک کوئی تحقیق نہیں ہوئی ہے۔ سب کہیں اللہ ایک ہے رسول ایک، قیامت برحق ہے، قرآن حق ہے باقی اپنے خاص خاص بتوں کو مت چھیڑو یہ اتحاد قرآنی نہیں محمدی نہیں۔ اس اتحاد کے داعی پہلے مشرکین تھے ان کے بعد یہودیوں نے شروع کیا ہے۔ یہ مسلمان مسیحیوں کو ملا کر ایک بنانے کی کوشش ہے وہ اس طرح سے نہیں ایک دوسرے کے عقائد کو مت چھیڑو نہیں نکال کر باہر پھینکو بلکہ دونوں کو ملحد بنائیں۔ ایک دوسرے کے عقائد کے شرائع کو نہ چھیڑیں۔

۲۔ مشترکہ عقائد کا ورد کریں۔

۳۔ بین الاقوامی ہمہ گیری

۴۔ ایک دین پر متحد ہو جائیں، اس فارمولے سے پہلے دین مسترد ہو جاتا ہے۔

ہمیں ان کی وحدتی کاوشوں کے بارے میں بدگمانی بدظنی یا امیدیں وابستہ رکھنے سے پہلے اتحادیوں کے اتحاد کے اتفاقی دائرے کا جائزہ لینا چاہیے۔ وحدتوں کے کتنے اہداف ہیں جب آغا ساجد نے اتحاد کا نعرہ بلند کیا تھا تو راجہ صاحب کو کوئی اور نعرہ بلند کرنا چاہیے تھا کیونکہ وحدت مسلمین کی بنیاد کا ایک ہدف آغا ساجد کے خلاف ہے تو وحدت تو آغا ساجد سے نزدیک کرتی تھی یہ حضرات ان میں سے کس کے داعی ہیں:

۱۔ سرسری بیانات کی حد تک اس کو عملی جامے پہنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۲۔ ایک ہی مذہب کے اندر جمع کر کے باقیوں کو تاریخ کے سرد خانے میں بھیجنے کی کاوش ہے جو کہ ناممکن ہے اس کے لئے کوئی پریشانی ہونے کے ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ ایک نیا مذہب لانے کی کاوش بھی مقبول نہیں جیسا کہ اسے آغا جواد نقوی نے مسترد کیا۔

۴۔ وحدت صوفی کے مطابق سب صحیح ہیں سب جنت میں جائیں گے۔

۵۔وحدت اجتہادی کی غلطی کرنے والوں کو ایک ثواب اور درست کرنے والوں کو دو ثواب ملیں گے، اس پر کیسے یقین کریں؟
۶۔فرقوں کو مسلمانوں کے راستے سے ہٹائیں گے صرف اسلام کو لائیں گے۔
۷۔سب مل کر بیٹھیں آپس میں سلام کلام کریں۔ایک دوسرے کو دھکا نہ دیں کافر نہ کہیں، کہیں بھی گولی نہ چلائیں۔
۸۔اتحاد دیگر فرقوں سے نہیں جیسا کہ صلاح الدین جواد ہادی اور ناصر کی نظر میں ان نکات کو سامنے رکھنے کے بعد یہ حوزات باہر سے نہیں آئے بلکہ شہر کے پلے بڑھے ہیں۔ان کی نشست و برخاست عزائم نیات سے سب اتفاق ہے۔آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ان آقایان کا اتحاد کونسا اتحاد ہے۔

## قائد و قیادت:

رائج مصطلحات میں سب سے زیادہ پسندیدہ دل پذیر جاذبیت پرکشش کلمہ قائد و قیادت ہے جس کے بارے میں کسی قسم کے اعتراض واشکالات مسموع نہیں ہوتے ہیں۔جس طرح لفظ میں حسن پایا جاتا ہے اس کے حامل انسانوں کے عیش ونوش میں بھی لذت پائی جاتی ہے لیکن ان کے عیش ونوش کا ذمہ داران کے ناجائز اقدامات حرکات تصرفات کے نقصان بھگتنے والوں کو جو معاوضہ ملتی ہے وہ تحقیق طلب ہے۔اگر انہیں لذت کی جگہ لقمہ مصیبت ملتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے یہاں جس دن سے اس ملک کی بربادی کی منصوبہ بندی کا آغاز شروع کیا گیا ہے ولا یلومن الا نفسہ خاص کر اپنے اس ملک میں دیکھا جانا مراد ہے۔اگر کلمے کے حسن وخوبی کو کسی چیز جوڑیں تو بہترین کلمہ مور ہوگا جو اپنے پاؤں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔کاش دوسروں کی نظریں اس پر نہ پڑتیں۔یہاں بھی ایسا ہے کاش اس کی سند مل جائے ایسی اصطلاحات محاورات کی اسناد تلاش کرنے کے لئے کئی معاجم ومفہارس کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے:

۱۔معجم الغتہ اس کلمہ کی اصل ورشید کہاں سے ملتی ہے کس محاورے سے ماخوذ ہے؟
۲۔معجم الحدیث نبی کریم کی سنت پر مشتمل معاجم میں نہیں دکھا یہ کلمہ کن احادیث میں آیا ہے؟
۳۔معجم المفہرس قرآن کریم کی کس آیت میں یہ کلمہ آیا ہے جسے ہم استعمال کرتے ہیں۔
۴۔صدر اسلام دور اصحاب وتابعین کے محاورات کے مجموعات میں تلاش کرنا ہوگا۔اس کی اسناد تک دسترس کے بعد اس کی صفات وشرائط احکامات معاجم فقہ میں دیکھنی ہوں گی۔
۵۔معاجم دینی دیکھنا ہوگا کہ یہ اصول اعتقادات میں شمار ہوتا ہے یا احکام شرعیہ میں۔
۶۔معجم فقیہ اس کے احکام خمسہ میں ہوگا لیکن احکام خمسہ خود کس میں آتا ہے۔

کتاب عیون اخبار اور قصص العرب میں آیا ہے کہ انسان کیلئے سعادت قیادت وسیاقت دونوں کی نیاز مند گردانتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کا بھی فقدان انسان کو ہلاکت ونابودی کی طرف لے جاتا ہے۔

ایک قیادت صالحہ کی نظارت ونگرانی کے بغیر' انسانی معاشرہ انفرادی واجتماعی اقتصادی استقلال سیاسی ترقی اور تکامل نہیں کر سکتا۔صالح رشید قیادت وفادار سائق بھی نصیب ہو جائے۔حضرت علی کی خلافت کے دوران رونما ہونے والی شورشوں کے بارے میں سوال کیا گیا؟ کیا وجہ ہے خلیفہ اول ودوم کی خلافت کے دوران معاشرہ پر امن وسکون میں رہا لیکن عثمان اور آپ کی خلافت کے دوران معاشرہ پر آشوب ہو گیا۔حضرت نے جواب دیا وہاں میں اور عثمان ان کے معاون ومددگار تھے لیکن آج ہمارے پیچھے کوئی صالح انسان نہیں ہے جو لوگوں کو سمجھائیں چنانچہ حضرت نے اپنی بے بسی وبے چارگی کا اظہار ان کلمات میں فرمایا۔''اے لوگو! کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو۔اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن وتشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو اُلٹے پیروں لوٹ جاتے ہو تم اب

نصرت کے لیے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لیے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔ موت کے یا اپنی ذلت ورسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آکر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جُدائی ڈال دے گا۔ درنحالیکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور تمہاری کثرت کے باوجود اکیلا ہوں'' (نہج البلاغہ ۱۷۸)

صالح قیادت اپنی جگہ سہل الحصول متاع اسواق جیسی نہیں جہاں قدرت خرید رکھنے والے سرمایہ دار حسین وجمیل غلام وکنیز کو خرید کر لاتے ہیں نہ بقول آقائے عابد حسینی قیادت ملنے کے بعد خود بخود دیکھتے ہیں اور ناممکن بھی نہیں جو بقول مجدد صدیوں میں نصیب ہوتی ہے زمانہ ایسی ہستی دینے سے عقیم و نامراد ہے۔ یہ کلمات کفر ہیں اللہ کے خزانے میں قیادت کا قحط نہیں اللہ فرماتا ہے ننسخ من آیات او ننسھا جس طرح صدیوں میں پیدا ہونے کی بات خزانہ اللہ میں کمی یا اللہ کی عطاء قیادت میں بخل درست نہیں اس طرح گلی کوچوں میں فراوانی کی منطق بھی درست نہیں۔ آقائے عابد حسینی کی منطق بھی درست نہیں کہ قیادت ملنے کے بعد سیکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ امتوں کی تقدیر ترقی صالح قیادتوں سے ہی ممکن ہے درست نہیں کیونکہ قیادت اور امت کی مثال سرسبز درخت سے دیتے ہیں۔ درخت کی سالمیت عمودی سے دیتے ہیں عمود کی سالمیت جڑوں سے دیتے ہیں۔ قیادت زمین سے نکلنے والی پیداوار جیسی ہے۔ اچھی صالح زمین سے اچھا ثمر دار سودمند درخت نکلتا ہے، صالح معاشرے سے صالح قیادت نکلتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے ہمیں امام بننے کی تلقین کی ہے'' اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکی چشم عطا فرما اور ہمیں صاحبان تقویٰ کا پیشوا بنادے'' (فرقان) قیادت طبیعی مراحل سے گزرتے ہوئے پروان چڑھتی ہے۔

اسی طرح ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (١٠٥) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (یوسف ۱۰۵-۱۰۶)'' اور زمین وآسمان میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے لوگ گزر جاتے ہیں اور کنارہ کش ہی رہتے ہیں۔ قرآن کی زبانی اسلام میں صاحب رشد بننے کے لئے اس کے مراحل ودرجات سے گزارنا ہوگا۔

عصر علم یعنی عصر ذرہ شگافی کے دور میں علماء دانشوران کا اپنے سربراہاں کے لئے یہ کلمہ انتہائی حیرت آور ہے خاص کر صرف ونحو میں غوطہ زن علماء سے پوشیدہ نہیں کیونکہ یہ کلمہ مادہ قود سے اسم فاعل ہے۔ کلمہ قود استعمال عرب میں کسی کو کسی کی دیت میں دیئے جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قائد کے ساتھ اگر سائق نہ ہو اور سائق کے ساتھ قائد نہ ہو تو دونوں صورت میں ہلاکت مقدر ہے لیکن یہاں کسی آزاد وخود مختار انسان کو گلے گوسفند کی مانند چراگاہ میں لے جانے کی چرواہے کی شکل اختیار کی ہے۔ چنانچہ کتاب عیون الاخبار میں ابن قتیبہ میں آیا ہے قائد مقابل سائق آیا ہے کسی گروہ کو بغیر سائق کے لے جانا انتہائی خطرناک ہے جتنا بغیر سائق لے جانا ہے یہ دونوں لازم وملزوم ہے۔

اب یہ لوگ حواس باختہ ہوگئے ہیں ان کو سالہا سال سینہ کوبی سرکوبی کے مقاصد بھی بھول گئے ہیں کہ عاشورا آیا قیادت صالح کیلئے قیام کیا تھا یا قیادت فاسدہ کے لئے۔ بتائیں اس وقت آپ کی نظر میں قائد پاکستان کون نظر آرہا ہے زرداری نواز نظر آرہا ہے یا کوئی اور۔

## منورین قائدین:

ملک میں چار قیادتیں ہیں چاروں قیادتوں کو چلانے والے روشن خیال دانشوران ہیں:

۱۔ قیادت عسکری

۲۔ قیادت عدلیہ

۳۔ قیادت قانون سازی

۴۔ قیادت مجریہ چاروں قیادت کے نیچے سے اوپر تک روشن خیالوں کے قبضے میں ہے۔

ان چاروں کی حسن وخوبی اورخوبیوں کو ہمارے روشن خیال ترقی پسند جن کا سلسلہ نسب مغرب سے ملتا ہے۔ان کا حسن وقبیح ناپنے کا میزان مغرب ہے۔اگر ان جیسا ہے تو صحیح ہے اگران کے معیار سے گرے ہوئے ہے تو خراب ہے لیکن ہمارے خیال میں عسا کر وعدلیہ پورے اصول پسند انسجام انضباط نظر آتے ہیں۔گرچہ وہ اصول ہم جیسے رجعت پسند قدامت پرستوں کے نزدیک بے اصول ہی کیوں نہ ہوں لیکن باقی دومقنہ ومجریہ خودان کا کہنا ہے کہ ہمارے اصول مادر پدر آزاد ہیں۔ان کا کوئی اصول نہیں ہوتا ہے۔یہ جو کہتے ہیں دائیں بازو بائیں بازو یہ صرف دھوکے کے لئے بنائے ہیں۔تناؤ کھنچاؤ اھداف عطیات، اعلیٰ اھداف ومقاصد ملک وملت کے لئے نہیں ہیں ان کے اپنے اقتدار کے لئے ہیں۔ان کی دور معاویہ کی امارت مدینہ دوگروہوں میں گردش کرتی ہے ایک مروان دوسرا عمرو بن العاص کے درمیان دونوں آل بیت سے دشمنی رکھتے تھے۔یہ دونوں خود آپس میں کیسے رہتے تھے اقتدار کی خاطر ہمارے ہاں اصول وہی ہے جو ہم طے کرتے ہیں گرچہ ہم بے اصولی کے دروازے سے ہی کیوں نہ آئے ہوں۔عسکری قیادت کی عسکری تاریخ دوصفحوں پر مشتمل رہی ہے۔

ا۔زیر قیادت ورہبریت حضرت محمد کی قیادت جہاں قائد کل حضرت محمدؐ تھے پوری امت بغیر تنخواہ عسکریت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔قیادت موجود تھی عسکریت متشخص نہیں تھی۔یہاں تک کہ پوری امت عسکری بھی نبی کریم کے چاروں خلفاء بھی اسی طرح تھے۔خلفاء امیہ اورعباسی کے نصف اولیٰ بھی اسی طرح رہا ہے۔اس دور میں عسکری کے فرائض صرف حدود وسرحدات کی حفاظت رہی۔یہ بہترین دور عسکریت تھا عسکر کا ہم وغم ومقصد ایک ہی رہا ہے۔لہٰذا بغاوت استقلال سربراہ کی نہیں ہوئی۔

۲۔دوسرا دور بنی عباس کے اول دور کے بعد بعض واثق باللہ سے شروع ہوا جہاں انہوں نے عسکری طاقت کے لئے ایک خاص تشخص دیا جو خلیفہ کے ماتحت نہیں تھے بلکہ خلیفہ کے متوازی تھے گذشتہ زمانے کے بعد خلیفہ خود تنخواہ دار بنے یا پورے نظام خلافت کو ان کے اجارے پر دیا۔

حقیقت میں خلافت کا جنازہ اس دن نکلا جس دن خلعت قیادت عسکری کو واثق باللہ نے فوج کے سربراہ کو پہنایا۔اس دن سے سربراہان قیادت عسکری کے عقیقہ بنے ہیں۔قیادت عسکری پانا چہرہ مرعوب اسم مرعوب حرکت مرعوب کے باجود ان کے اندر ایک خلاء احساس کمتری پایا جاتا ہے کہ ان کو رعایا میں آمریت ڈکٹیٹر کہتے ہیں۔یہ لقب ان کی اپنی ذمہ داریوں سے تجاوز تعدی کرنے سے ملا ہے نہ کہ ان کے رعب دبدبہ سے۔لیکن یہ بھی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ جو ان کے توسط سے قتل ہوئے ہیں وہ مظلوم مرے تھے ایسا بھی نہیں۔یہی ہماری فسطائیت ازم اور روشن خیالوں کا نظریہ ہے جب قائد دندناتے پھرتے ہیں لوگ ان سے پریشان نالان ہوئے ،مظلوم ان کی نفرین کیلئے دست بدعا ہوتا ہے۔ملک وملت دین وشریعت ان سے نجات وپناہ مانگتے ہیں لیکن جس دن وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کیلئے اپنے پاؤں چل کے آتے ہیں کہتے ہیں انہیں انصاف ملنا چاہیے ان پر رحم کرنا چاہیے ان کے بچوں کا کیا قصور ہے اسلام عفو ودرگزر کا درس دیتا ہے۔یہ فقرات کالم نگاروں ملک کو فسطائیت ازم بنانے والوں کے ہیں۔مظالم ظالم سے ہی ہوتے ہیں۔چاہے وہ دندناتے پھرتے جاتے ہیں لیکن آخر کار یوم عذاب کی گرفت میں آجاتے ہیں۔

## عسکری قیادت:

جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے کلمات امیر المومنین میں ملاحظہ کریں کتب ۵۳ ص ۲۳۴ یں ملاحظہ کریں۔ان کی بنیادی ذمہ داریاں زمین وبحر وفضاء کی حدود کی پاسبانی ہے۔جب تک یہ اپنے محاذوں اور سرحدوں میں رہیں گے اللہ کی رضایت وعنایت الطاف ان کے شامل حال رعایا کے چشم وچراغ ہوتے ہیں۔ان کی دعائیں ان کیلئے ہوتی ہیں جب یہ لوگ ملت کے پیسے سے خریدے گئے بندوں کو ان کے منہ کے بل چلاتے ہیں تو ان کے حق میں نفرت ہوتی ہے۔ جیسا کہ روایات اور آیات میں ہے ملت کی دعائیں ان کے شامل حال رہتی ہیں۔ان کا اپنا نفس اطمینان طمانیت عزت میں نفس آتا ہے دشمنوں کی آنکھوں

میں خار بنتا ہے۔ جونہی یہ لوگ واصل شہر ہوتے ہیں یہاں سے غضب اللہ غضب الناس ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے نیز خود ان کے نفوس فضاء پاک سے نکل کر شہروں کی گندگی آلودگی بے حجابی، اسراف تعیش بے کاری، بے چینی مجالس رقص وشراب دیکھتے ہیں خراب ہوتے جاتے ہیں۔ ساتھ دشمن مطمئن رہتا ہے اور ملت پریشان ہو جاتی ہے۔ ایک وقت میں دو بوجھ بنتے ہیں۔ یہ انتظار اب دوہرا ہو جاتا ہے۔ یہاں سے رفتہ رفتہ جو نفرت پولیس کے لئے ہے وہ فوج کی طرف پلٹتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ فوج بھی پولیس ہی بن جاتی ہے۔

یہاں تک یہاں کے عوام کا پھر مار تیر سحر مارنے کی خدشہ رہتا ہے اہل بغداد نظام عسکری متوکل عباسی تنگ آ گیا تو متوکل عباسی سے کہا ان مسلحوں کو یہاں سے نکالیں گے یا ہم خود بندوبست کریں گے متوکل نے پوچھا تم کیا کرو گے تو عوام نے کہا ہم انہیں تیر مار کر مٹا دیں گے۔

اس کا مطلب یہ راجہ پنت کی منافقت اور کزاب گوئی سے خوش ہیں عوام مدینہ جس طرح مروان اور اشدق دونوں سے پریشان تھے امام کے عوام بھی ایسے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ راقم شہری نظام کو سنبھالنے کیلئے قابل لائق جمہوری ڈھانچے کو سمجھتا ہے۔ اب یہ ڈھانچہ لوگوں کی نظر میں ڈاکوؤں سے بھی گندہ ہو گیا ہے ان سے بھی بدتر ہے۔ اب تو یہ ایوانوں، نالائق بے ایمان والوں کی نیلامی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اب تو ملک کا بجٹ اداکاروں کا ایوارڈ بن گیا ہے۔ یہ لوگ اس ملک کی بچت سے غیروں کے مفادات کے خادم بنے ہوئے ہیں۔ اگر نام نہاد جمہوریت کے نام سے شہر میں تمام حدود کو پامال کریں یا اسلام کے نام سے کفرستان بنائیں گے تو اس سے دفاع کرنے کیلئے فوج شہر میں داخل ہو جائے تو یہ قباحت نہیں ہوگی۔

## دین وملت کی بربادی قیادت پرستی:

وطن عزیز میں ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دوبارہ یکجا کرنا منتشر ملت کو دوبارہ دین جامع وکامل کے کنارے پر لگا کر کفر والحاد کو جاگزین کرنے اور متحد کرنے کیلئے نئی تنظیم نئے قائد کا انتظام وہ بھی تمام سہولتوں اختیارات کے ساتھ دوبارہ بحال کرنے کی کوشش صرف ناکام نہیں ہے بلکہ محال وناممکن کہنا بہتر ہو گا۔ ہم مسلمانوں کی بربادی وویرانی کا رمز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ ہم نے پہلے اسلام ومسلمین کے تعارف میں بتایا ہے کہ اسلام ایک جامع اور کامل دین ہے اس میں تجزیہ ناممکن ہے۔ یہ بقول فلاسفہ تجزیہ ناپذیر ہے لیکن ہم میں سے جس کسی نے بھی اپنے وقت وحالات مسائل کے تحت کوئی اقدامات کئے ہوں ۔جس کیلئے اپنے ماضی قریب کی کسی ہستی کی مثال دیتے ہیں وہ درست نہیں۔ ہمیں ہمہ وقت پورے دین کے نفاذ کیلئے کام کرنا چاہیے تھا لیکن کم گنجائش نکالتے ہیں۔ مسلمانوں کا دشمن لدود کے کہنے پر یا عقل وشعور سے عاری جذبات واحساسات یا مفادات یا وقتی تسکین اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کیلئے کئے گئے قرآن وسنت سے متصادم عمل کا تنہا رواج نہیں ہے بلکہ اس کیلئے اپنی جانیں ملک ووطن اور دین دیانت سب کچھ نچھاور کر رہے ہیں جبکہ دنیا بھر کے گوشہ وکنارے میں اس کی صحت ودرستی کیلئے کوئی مہر نہیں لگا سکتا ہے۔ ہم دور نہیں جاتے ہم اپنے ہی ملک سے مثال پیش کرتے ہیں کہ یہ ملک اپنے ساٹھ ستر سال کی عمر میں اوپر نیچے دائیں بائیں الٹ پلٹ ہو کر رہ گیا ہے لیکن کچھ اصول وضوابط ابھی بھی برقرار ہیں۔

ملک میں قائم جامعات جس میں جامعات ہندسہ طب قانون اہم جامعات ہیں ان کے سربراہ کسی بھی وقت جامعہ ہندسہ کیلئے طب پڑھنے والے طب میں قانون کی سند رکھنے والے یا ان جامعات میں نیچے چلنے والی جعلی اسناد سے کوئی سربراہ منتخب ہوا ہو نہیں سنا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے ملک کے نظم ونسق میں مداخلت کی لیکن یہاں جب دین کے بارے میں بات آتی ہے تو جو عام علوم عربی نحو وصرف پڑھ کر آتا ہے اصول وفقہ کلام بے معنی پڑھ کر آتا ہے وہ جہاں چاہے مداخلت کرنا چاہے تو کوئی نہیں روکتا ہے گویا یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

جامعہ منتظر اہلبیت سے فارغ ہونے کے بعد حوزہ قم کے درس خارج پڑھنے والے یہاں علوم جدید کا انتخاب کرتے ہیں۔ کوئی اصول پڑھنے والا جو کچھ کرنا

چاہتا ہے، آزاد ہے یا غلط ہے غلط کام پر داد ہی داد ملتی ہے جو بھی نقد واستثناء کی زبان کھولتا تو اس کا فیہ نفس کاش اس تک ہی محدود رہتا۔ بلکہ مالک علم لدنی صاحب سلونی ملک کل صاحب مفوضہ بن جاتے ہیں اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی قائد رہتا ہے۔ مسلمانون میں الحادی فکر رکھنے والے مردوں کی قیادت میں چلنے پر زور دیتا ہے۔

اس کو اس بچے کی مانند ہمیں آخرت ودوام دو کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ خدمت تنہا اقتدار کے راستے ہی سے ممکن ہے جیسے جمال الدین، علامہ سرھندی کسی کی بدعتوں کے اکھاڑ بچھاڑ ہی سے ہوسکتا ہے جیسے محمد بن عبدالوہاب۔ کسی نے شعروشاعری نئے انداز اور نئے طریقے سے کی جیسے علامہ اقبال۔ کسی خمینی کو تنہا انہی کے راستے کو اپنا مشکل راہ نمونہ بن جاتا ہے۔ یہ درحقیقت ومزیق ہے جہاں سے یہ امت گری ہے۔ امت اسلام کے لئے قیادت کامل وجامع صرف قرآن ومحمدؐ ہیں۔ دستور میں قرآن تطبیق وعمل میں محمدؐ ہے لیکن دین آسمان سے آتا ہے نہ کہ زمین سے جبکہ یہ خود ساختہ دین ہوا میں اڑنے والے غبارے جیسا ہے جو تھوڑی دیر بعد ہوا نکلنے کے بعد خود بخود زمین پر آجاتا ہے لیکن سامری نے اس کو زندہ رکھا ہے۔

یہاں کے علماء اعلام کی سوچ ہے کہ انہیں جہاں کہیں کوئی بھی موقع ملے تو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ اپنے مدرسہ کی تدریس میں پچاس سال پہلے پڑھے ہوئے رشتہ بے وقوف کی طرح ہیں۔ اب وہ نشرا کاذیب کے لئے ممبر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر اس میں ہاتھ ڈالیں تو بہتری مستند لانے کی بجائے رٹہ لگانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر کسی کو صحیح قیادت چلانے کی خواہش ہو تو وہلتستان کے قائد علاقہ علامہ جعفری سے سبق لے سکتا ہے۔ دین کا بیڑا غرق ہو جائے علاقہ فحاشوں عریانوں شرابیوں پرستوں کی آماجگاہ بن جائے ان کا بال بھی نہیں بھیگتا۔ انہوں نے تمام تر توجہ پی پی کی مساوات پر مرکوز کی ہوئی ہے، ان دونوں کو چھینک نہیں آنی چاہیے بس۔

بہرحال ان مادر پدر دونوں کی طرف سے نسب کا فقدان ہے۔ آپ کو قرآن وسنت میں دور بنی امیہ یا عصر عباسی میں یہ مفہوم یا کلمہ استعمال کیا ہوا نہیں ملے گا بلکہ کتاب اخبار ابن قتیبہ نے کیا ہے۔ قائد۔۔۔۔اس کیلئے سابق نہ ہو ہلاکت ونابودی کا نسب ہے۔ بلکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے سوء نیتی پر مبنی ہے کہ انسان اپنے گاؤں یا علاقے کے لئے الگ سے قائد منتخب کریں۔ دین اسلام میں ہر فرد مسلمان کو اپنی وسعت اور گنجائش کے مطابق انہیں حدود میں امت کی رہنمائی کرنی چاہیئے۔

**انقلاب اسلامی:**

ہم آپ سے کسی نامعقول امتیاز کے حصول، انعام، لالچ یا ویزہ کی خواہش نہیں رکھتے تھے بلکہ ہماری خواہش اور وابستگی صرف اتنی سی تھی کہ انقلاب اسلامی ایران کو یہاں بھی نمائش کیا جائے۔

میں تو اس غلط فہمی میں تھا کہ آپ کا یہ خانہ فارس نہیں بلکہ یہ خانہ اسلام ہے۔ مزید برآں اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اسلام اہل بیت کے پیروان کہلانے والوں کی طرف سے بلند ہو رہا ہے۔ آپ یہاں سے چیدہ چیدہ شخصیات دینی وعلمی اور دانشوران سیاسی کو وحدت اسلامی کے عنوان پر گفت وشنید کے لئے تہران لے جارہے تھے وہاں سے شخصیات یہاں آرہی تھیں، یہاں خانہ فرہنگ اسلامی میں بھی اجتماع ہو رہا تھا۔ گرچہ اس امید وآرزو پر یاس وناامیدی سایہ فگن ہو گئی تھی تاہم دنیا کے کسی بھی گوشہ میں اسلام کا نام بلند ہو جائے اس کی حمایت از روئے شریعت ہمارے لئے واجب تھی۔ لیکن جب انقلاب کی سالگرہ کے موقعہ پر رقاص کرنے والوں اور گانا گانے والوں کو ایک روایت یا ثقافت کے نام سے خانہ فرہنگ اسلامی میں بھیجنا شروع کیا تو مفاد پرست علماء اور علمانی نظام کے داعیان اور سوشلسٹ، کمیونیسٹ دانشوران کی تعظیم وتوقیر روز افزوں بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت زہراء مرضیہ کی ولادت کی مناسبت سے منعقدہ

روز خواتین کا بشکل روز خواتین نیلام گھر برپا کیا گیا جس کی شرکاء میں ناشرات شعور یعنی کھلے بالوں والی خواتین ہی غالب تھیں۔ وہاں مہمان خصوصی اور صدارت کے لیے ملک میں فحاشی پھیلانے والی تحریک کی بانیان عریاں اور سر برہنہ ناشرات شعور ظاہر و باطن کو استقبالیہ دینے کے لئے حجاب کلی میں آقائے نظری و موسوی نے خطاب فرمایا تھا۔ اس کے دیکھنے کے بعد میرا وہاں ان ایام میں شرکت کرنا از روئے شریعت نہ صرف نامناسب تھا بلکہ دین اسلام کے ساتھ ایک بڑی خیانت تھی۔

لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ایک طرف امام خمینی اور ان کے قائم مقام منتظری کی طرف سے ہفتہ وحدت منانے اور وحدت واتحاد اسلامی کے فروغ کے لئے دار التقریب اسلامی وجود میں لائی گئی تھی پھر جبکہ دوسری طرف بعض افراد کی جانب سے ۹ ربیع الاوّل کو عید زہرا کے نام سے مٹھائیاں اور حلووں کی تقسیم سے خوشیاں منانے کا سلسلہ بھی جاری رکھا گیا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھنے اور ضد و نقیض والی حرکات اور فسطائیزم سامنے آنے کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کے اور ہمارے درمیان رشتہ دین نہیں تھا کہ ہم جتنا ہو سکے اس انقلاب کی حمایت کریں تاکہ یہاں حکومت اسلام کی جڑیں محکم ہو جائیں۔ جب ثابت ہو گیا کہ ہماری حیثیت آپ کی سیاسی پشت پناہی کرنا ہے اور ہم محض ایک دباؤ والے گروپ کی حیثیت رکھتے ہیں تو اس صورت میں ہمارا کیا بنے گا یہاں تو سیکولروں کی موج ہو گی آپ نے دراصل یہاں دین انحرافات کی پشت پناہی کی ہے۔

ان تمام ناگوار اور ناقابل برداشت حالات اور ذہنی خلفشار کے باوجود یہاں کے سیاسی و مذہبی خبر رساں افراد کو میرے پیچھے لگایا۔ چنانچہ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آپ کے پروگراموں میں جاتا رہا۔ بتائیں اس شرکت مذکوہ سے میری آخرت سنورنے میں کیا مدد ملے گی اس کی وضاحت کریں۔ ہم آپ کے ساتھ اس خاطر سے تھے کہ یہ خانہ فارس نہیں خانہ اسلام ہے۔ یہ کتنی عزت وافتخار کی بات ہے کہ نام اسلام اہل بیت سے وابستگی کا ہی بلند ہوتا ہے لیکن مفاد پرستوں کی تعظیم و توقیر و تکریم مثل انگریز ثقافت فارس کے فروغ اور بے حجاب بلکہ انتہائی بے شرم عورتوں کے اجتماع سے کہ جہاں صدارت مثلاً بیگم عنایت اللہ کے ہاتھ میں ہو اور عریانیت و فحاشی کو عام کرنے کی تحریک چلانے والی اس بے حجاب عورت کے استقبالیہ کلمات سننے کے لیے آقائے نظری و سراج موسوی سامنے تشریف فرما ہوں تو بتائیں کیا ایسے پروگراموں سے اسلام کو سربلندی نصیب ہو گی یا اسلام پامال ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں اور کالجوں سے فارس شناسی کے نام سے کمیونیسٹوں اور سوشلسٹوں کے تقرب نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا چنانچہ کسی بھی دن کسی بھی مناسبت سے یہاں کوئی علمی مذاکرہ ہو جس میں علماء اور دانشوران بھی شامل ہوں اور وہاں سیاست اسلامیہ، ثقافت اسلامیہ اور اقتصاد اسلامیہ کا تعارف ہو، یہ تصور فنا ہو کر یاس و ناامیدی سے بدل گیا۔

دعوت اتحاد اسلامی کی جگہ دعوت افتراق مسلمین کے کارڈ تقسیم ہونے لگے اور اس سلسلے میں ۹ ربیع الاوّل کی خوشی منائی گئی۔ نمائندہ ولی فقیہ وہاں فلسفہ انتشار و افتراق کی نگرانی کرنے لگے لیکن وہ افراد جنہوں نے ہمارے خلاف چغلی کی تھی ان کی کمیونسٹ دوستی، الحاد دوستی اور امریکہ دوستی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ غور فرمائیں کہ ان کے کتنے لوگ امریکہ گئے ہیں اور ہماری طرف سے کتنے سعودی عرب گئے ہیں۔ کیا میں جس تنہائی اور مظلومیت و محرومیت کی زندگی گزار رہا ہوں یہ ان کیلئے کام کرنے کا ثبوت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں کے شیعہ ایران کے لئے ایک پریشر گروپ یعنی دباؤ والی پارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایران سے ان کا کوئی مذہبی رشتہ ہے؟ انقلاب اسلامی کے تیس بتیس سالوں میں آپ نے یہاں ہر آئے دن شیعوں میں دین سے انحراف اور ملت میں افتراق وانتشار دیکھا۔ اس دن یا کسی دن اس موضوع پر یہاں کوئی مذاکرہ کیا ہو یا کوئی پیغام دیا ہو یہ دیکھنے سننے میں نہیں آیا کہاں از روئے سیاست آپ کو یہ اجازت نہیں ہے تو بتائیں آپ کی حمایت میں ہونے والی سرگرمیوں کی اجازت کیسے ملتی ہے۔

نمی دانم کن عام چغل خوران کے کہنے پر میرے بیٹے کے ویزاء زیارتی پر آٹھ ہزار روپے خرچ کروانے کے بعد بھی جانے کی اجازت نہ دی۔ محسوس ہوا کہ آپ نے مجھے چشم حقارت سے دیکھنا شروع کیا ہے لیکن تعجب اس وقت ہوا جہاں ایک طرف میرے بیٹے کو زیارت کے لئے ویزاء دینے کے لئے تیار نہیں تھے وہاں دوسرے بیٹے کو وہاں نوکری دے دی گئی۔ یقیناً کسی میرے مخالف کی طرف سے سفارش کی گئی ہوگی کہ یہ اپنے باپ کی فکر سے اختلاف رکھتے ہیں۔ پھر خار چشم اسلام اور یہاں نظام ولایت فقیہ کے نام سے الحادیوں اور سیکولروں کی پشت پناہی کرنے والوں کے کہنے پر آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کے ابو سعودی کونسلیٹ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اہل مناطق کہتے ہیں مجہول موضوع چاہتا ہے جس طرح آپ نے الزام لگایا میرا سعودی کونسلیٹ سے رابطہ ہے مجھے اور قارئین دونوں کے لئے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

ا۔ سعودیہ اور ایران دونوں اسلامی مما لک ہیں۔ کیا ان میں ایک سے تو رابطہ رکھنا واجب یا مستحب ہے اور دوسرے سے رابطہ رکھنا حرام اور جرم ہے؟ اس صورت حال میں دونوں میں موجود امتیاز اور فرق واضح ہونا ضروری ہے جہاں تک ان کے درمیان اشتراک کی بات ہے تو اسے تو ہم نے درک کیا ہے لیکن امتیاز واضح نہیں ہوا۔ اس کی وضاحت کا طالب ہوں کیونکہ دونوں اسلامی مما لک ہیں۔

ا۔ قرآن کریم کے بارے میں دونوں یکساں نکتہ نظر رکھتے ہیں سعودی حجاج کو قرآن کے نسخے تحفہ میں دیتا ہے ایران میں استخراج آیات کے لئے قاری تیار کیے گئے ہیں جس طرح فواد باقی نے معجم بنائی ہے۔

۲۔ سعودی قرآن پر حدیث کی حاکمیت کے قائل ہیں۔ ایرانی اس عمل کو اخبار اہل بیت کے نام سے قرآن پر ترجیح دیتے ہیں۔

۳۔ سعودی سلف صالحین کا نام لیتے ہیں اور ایرانی متقدمین فقہاء کا حوالہ دیتے ہیں۔

۴۔ دونوں حفظ قرآن کرنے والوں کے لئے انعامات دیتے ہیں۔

ان میں جو فرق ہم نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ سعودی کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ یا آئمہ سے بقیع میں حاجتیں نہ مانگنا جبکہ ایران والے کہتے ہیں تنہا رسولؐ اللہ اور آئمہ اطہار ہی نہیں ان کی اولاد اور زوجات شہر بانو اور بابا شجاع سے بھی حاجتیں مانگ سکتے ہیں۔ جہاں تک یہ بات کہ ہم نے سعودیہ سے دولت بنائی ہے۔ تو اس سلسلے میں میرا کھانا پینا اور رہن سہن آپ کے دعوے کے ثبوت میں معاون و مددگار ہوگا اور میرے مرنے کے بعد اولاد کے لیے چھوڑی جانے والی دولت سے پتہ چلے گا کہ میں نے بمعہ تہمت ذلت اپنے قعر خانہ میں محصوریت خرید کر کتنی دولت چھوڑی ہے اور آپ کے خدمتگزاران اور آپ سے لینے والوں آغا ساجد، راجہ ناصر، آغا جواد وذیشان جوادی اور محسن نجفی و دیگران نے کتنی دولت بنائی ہے۔ اس کے بعد بحث ہوگی تو معلوم ہوگا کہ توسل ہی عین توحید ہے یا یہ توحید پر پیوند ہے۔

بتائیں سعودی کونسلیٹ سے وابستگی اور ایران سے وابستگی دونوں میں کتنا فرق ہے اور جب کوئی ہمارے دین اور ہماری عزت سے کھیلے تو کیا اس کے بعد بھی اس کے ساتھ وابستگی ہونی چاہیے۔ تاہم دانشوری کے دعویدار یہ ثابت کریں کہ یہ جو باتیں ہم نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں اور ان کے مطابق یہ جو آپ پر تہمت والزام تراشی کی ہے یہ زمینی حقائق پر مبنی ہے یا جھوٹ ہے اور کیا یہ داغ سیاہ آپ کے اندر موجود ہے کہ جسے آپ نے چھپا کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کے علماء کا کہنا ہے کہ یہ باتیں سب کو کہنے کی نہیں ہیں کیا یہ کوئی ایسا مذہب ہے کہ جس کے عقائد شریعت اور اخلاق سب اعلانیہ ہوتے ہیں یا یہ بند کمرے میں مخصوص لوگوں کا مذہب ہے جنہیں بند کمرے میں چھپا کر کچھ اور بتایا جاتا ہے اور باہر اجتماع میں کچھ اور بتایا جاتا ہے۔

آغا ساجد نقوی صاحب ان کے اجتماعی سیاسی تحریکی عنوان اور مراحل و مراتب طے کرنے سے حاصل شدہ کامیابیاں:

۱۔آپ پہلے تحریک نفاذ فقہ جعفری کے سربراہ بنے پھر تحریک جعفری اور پھر تحریک اتحاد اسلامی۔حالیہ انتخابات میں صرف تحریک کا عنوان رکھا ہے یہ بھی آپ کا سیاسی دانشمندانہ فیصلہ ہے۔وقت و مصالحت کے تحت نام بھی بدلتے رہتے ہیں۔

۲۔منشور: آپ کا منشور شیعہ ووٹ بینک کو انتشار و افتراق سے بچا کر پی پی کی امانت کو ان کے حوالے کرنا ہے چنانچہ اس کے لئے آپ نے شیعوں کے الگ تشخص کے ساتھ انتخابات میں داخل ہونے کیلئے طویل سفر طے کیا ہے۔مینار پاکستان سے جس طرح دوسرے شروع کرتے ہیں آپ لوگوں نے شروع کیا تھا۔شیعہ قوم آپ کے ساتھ اسلئے نہیں تھی کہ آپ اپنے تشخص کے ساتھ انتخابات میں داخل ہو جائیں۔یہ شیعوں کے لئے فی زمانہ اور مستقبل دونوں میں خطرات کا باعث تھا۔فی زمانہ کے ووٹ تقسیم ہوتے تھے اور مستقبل میں شیعوں سے بھی اتحاد کر سکتے تھے لہٰذا شیعہ آپ سے ملتے جلتے کسی اور گھر تک چلنے کے لئے تیار تھے لیکن ووٹ میں آپ کے ساتھ نہیں جس پر آپ خود ایمان کامل اور عقیدہ راسخ رکھتے تھے کہ شیعوں نے پی پی سے ہٹ کر آپ کو ووٹ نہیں دیا تھا۔اس کے بہت سے شواہد ہیں چنانچہ جب آپ قائد بننے کے بعد ایران تشریف لے گئے اور وہاں سے نمائندہ ولی فقیہ بن کر واپس تشریف لائے تو کراچی میں آپ کے اعزاز میں عزاخانہ زہراء میں ایک اجتماع کا اہتمام کیا گیا جس میں ہر شخص نے آپ کے ساتھ تعاون و ہمکاری کا یقین دلایا۔لیکن ہم جیسے چھوٹے قد، بدشکل، کوتاہ فکر اور بے ادب مولوی نے مقام مشایخ اور نمائندہ ولی فقیہ کا جو احترام ہوتا ہے اس کا خیال رکھتے ہوئے آپ سے وضاحت طلب کی کہ آغا صاحب ہم اس ملک میں اسی فیصد سنیوں کی اور شیعہ فرقے کے غالیوں اور نصیریوں کی مخالفت مول لے کر آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں لیکن صرف ایک شرط پر کہ آپ استقلال دینی کو برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔کہیں کوئی ایسا موقعہ نہ آئے کہ ہم آپ کے پیچھے ہوں اور آپ ہمیں لے کر الحاد کے کسی دروازے سے باندھ دیں آپ لوگوں کو یہاں رہنا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔اس بارے میں کوئی وعدہ دینے اور انشاءاللہ لگانے کی بھی زحمت کئے بغیر آپ نے صراحت سے جواب دیا کہ چونکہ میں ولی فقیہ کا نمائندہ ہوں اس لیے آپ پر ہماری اطاعت واجب ہے۔

۳۔مدرسہ جامعہ اہل بیت میں آفتاب رضوی نے آپ سے پوچھا کہ آپ انتخابات میں حصہ لے کر کس طرح کامیاب ہوں گے جب تک کسی جماعت کے ساتھ اتحاد نہ کریں جب کہ سنیوں سے آپ اتحاد نہیں کر سکتے، شیعہ پی پی کے ساتھ ہیں وہ ان کو نہیں چھوڑیں گے اور آپ اس لیے بھی ان سے اتحاد نہیں کر سکتے ہیں کہ وہ سیکولر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں ووٹ نہ دینے یا ہمارا کسی سے اتحاد نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے، قوم تو اسی طرف جا رہی ہے چنانچہ بے نظیر کے پہلے انتخابات میں آغا ساجد ان کے دوش بدوش تھے۔

۴۔حالیہ ۱۴۳۴ھ کے انتخابات میں آپ کے نمائندہ اور علماء اعلام قبلہ واحدی صاحب اور قبلہ جناب آقائے میثمی صاحب کا پی پی کے قائدین سے ملاقات کے بعد آپ نے حکم نامہ جاری کیا کہ آپ نے تیر پر مہر لگانی ہے۔

تحریک جعفریہ اور پی پی کا اتحاد طبیعی ہے چنانچہ ۱۹۸۸ء میں صوبوں میں اور ضلعوں میں اور بہت سی دیگر جگہوں پر تحریک جعفریہ کے جو صدور تھے وہ پی پی کے ہوتے تھے۔حیدر آباد میں قبلہ جوادی نے تحریک کا صدر پی پی والوں کو بنایا تھا بھکر میں قبلہ تقی شاہ صاحب غلطی سے یہاں فارم بھرنے کیلئے آئے تھے تو وزارت نقوی صاحب نے کہا کہ پی پی کے ہوتے ہوئے ہم آپ کو انتخاب میں حصہ لینے کے لیے فارم بھرنے نہیں دینگے کہہ کر واپس کیا۔تحریک کا الیکشن میں حصہ لینا اس لیے نہیں ہوتا کہ کہیں سے انہیں کوئی ووٹ مل جائیں بلکہ وہ اس لیے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں کہ ان کے پاس جہاں ووٹ ہیں وہ پی پی کو دینے ہیں اور جو پی پی کے مقابلے میں ہے ان کے ووٹ کو کم کرنا ہوتا ہے اسی لیے آغا ساجد فرماتے ہیں کہ ہم جیت گئے ہیں۔

یکم مئی تا ۱۵ مئی والی صفحات پر ملاحظہ کریں۔

۵۔اسی سال پی پی کو پنجاب میں ہر جگہ شکست ہوئی تو گویا ان کے حلیفوں کو بھی شکست ہوئی لیکن بقول نادان برادران و اساتید اور حالات حاضرہ سے ناواقف علماء نے اس کو شکست کہنے کی جسارت کی تو کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے۔مسلم لیگ ن جو کہ طالبان سے صلح و مذاکرات کرنا چاہتی ہے آپ نے جھنگ میں اس کے امیدوار شیخ وقاص اکرم کو ووٹ دے کر بقول شیعہ قوم طالبان کو ووٹ دیا۔گویا آپ نے چھوٹے دشمن جھنگوی کو شکست دے کر بڑے دشمن طالبان کو کامیاب بنایا جس پر آپ نے اپنے اخبار میں اپنی کامیابی کا لوہا منوانے کی فلسفہ تراشی کی ہے۔بعض جگہوں پر جشن منایا خوشیاں منائیں لیکن یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں شکست فاش پر جشن منانا شکست خوردہ کو مبارک باد دینا ہار پہنانا ہمارے اقتدار اعلیٰ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کی وراثت ہے اچھا کیا۔

۶۔آپ نے خود الیکشن نہ لڑنے کی توجیہ میں فرمایا کہ اس ملک میں فضل الرحمٰن کے علاوہ کوئی بھی دینی جماعت کامیاب نہیں ہوئی حتی جماعت اسلامی کا بھی حشر سب نے دیکھا ہے۔ہاں یہ بات آخر جماعت اسلامی کو شکست کیوں ہوئی تو اس کے اسباب تلاش کرنا ہوں گے۔جس جماعت نے ہمیشہ اسمبلی تک اپنا نمائندہ پہنچایا ہوا سے ابھی شکست کا سامنا کیوں ہوا؟ آپ اور ان کی شکست میں ایک لفظ اختراق ہے ایک نقطہ اشتراک ہے۔نقطہ اشتراک یہ ہے کہ آپ بمعہ آپ کے ساتھی مرحوم قاضی صاحب جیسے شعلہ بیان فلسفہ تراشی نے اسلام کی نمائندگی کر کے پرویز جیسے کو دس سال حکومت کا موقع دیا۔باہر سے اسلامی اندر سے سیکولروں کے خادم رہے۔یہاں کے مسلمانوں نے دیکھا کہ جب خدمت سیکولروں کی ہی کرنی ہے جس طرح وہ بے ادب مولویوں نے آپ سے کہا تھا اگر کفر کے دروازے پر جانا ہے تو ہم خود تنہا ہی کیوں نہ جائیں۔

## مجلّہ تحریک:

یکم مئی سے ۱۵ مئی۔اسلامی تحریک کا پیپلز پارٹی سے اتحاد دانشمندانہ فیصلہ ہے۔جہاں تحریک اسلامی نے پیپلز پارٹی کو پیپلز پارٹی نے شیخ وقاص کو اور شیخ وقاص نے مسلم لیگ کو ووٹ دے کر دانشمندانہ فیصلہ کیا جو یہ سیاست دان کرتے آئے ہیں لیکن تحریک اسلامی کی کامیابی انوکھی ہے۔اس سلسلہ میں پہلے بھی جس وقت ہاشمی رفسنجانی یہاں آئے تھے انتخابات میں تحریک نے سپاہ صحابہ کو ووٹ دیا تھا وہ بھی ان کی کامیابی ہے۔نوائے اسلام شمارہ ۱۱۳۵ تا ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۴ ھ الیکشن کے دن روز عاشورہ کی طرح گھروں سے نکلنے کا دن ہے۔علامہ راجہ ناصر نے کہا کہ اس دن گھر میں بیٹھنا گناہ ہے اگر گھروں میں بیٹھے رہے تو ظالم الیکشن کو ہائی جیک کر لیں گے۔ظالم کو ووٹ دینا اس کے ظلم میں برابر کا شریک ہونے کے مترادف ہے۔

## شیعہ قائدین کا پی پی سے الحاق:

بعض قلم کاروں نے اس الحاق کو فراست و ذہانت سیاست صاحب فیصلہ قرار دیا ہے۔بعض دیگر نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ علامہ صاحب نے یہ جو ووٹ تیر کو دیا ہے بلکہ یہ تیر دین کو مارا ہے۔جبکہ تیسرے فریق نے کہا ہے تعریف و مذمت دونوں بے بنیاد اور غلط ہیں۔تاریخ قیادات سے نا آشنا لوگوں کے تخمینے ہیں۔قائدین جتنے بھی ہیں چاہے فقہ جعفری ہو یا تحریک جعفری کا یا وحدت مسلمین کا سب پی پی کے فرزند ہیں۔انہوں اپنے جیالوں کو موقع محل پر غیر جانبدارانہ انداز میں بحالی جمہوریت کا عقیقیہ کرنے کے لئے جنم دیا تھا۔انہوں نے بھی ہمیشہ سے اس احسان کو فراموش نہیں کیا ہے حق الوت اداء کیا ہے۔ تاہم اولاد عیش ونوش کے جنون میں اگر بھگوڑا ہو جائے تو انہیں غیر جمہوری طریقہ سے ادب سکھایا جاتا ہے۔آغا ساجد کسی دور میں نشہ قیادت میں تھوڑی سطحی سیاست کرنے لگے تھے تو ان کو سبق سیکھانے کیلئے متبادل قیادتیں بناتے رہے لیکن جب ساجد کو دھچکہ پہنچا تو دوسرے بھی کامیاب نہیں ہوئے۔تاہم خود پی پی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے کیونکہ شیعہ قائدین اور ان دونوں میں نہ ٹوٹنے والا رشتہ کفر دوستی اسلام و مسلمین سے چڑ ہے۔اس خاصیت کے ساتھ یہ گروہ کسی

بھی وقت کسی مسلمان تحریک یا گروہ سے نہیں بن سکا ہے کیونکہ ان کی کفریات خود پی پی سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ تاہم ممکن ہے کہ پی پی خود ختم ہو جائے اگر ایسا ہو گیا تو اس ملک میں کفری رجحانات رکھنے والے منورین کی کمی نہیں جو انصاف و غیر انصاف کی شکل میں آسکتے ہیں۔

### علامہ ساجد کی پی پی کی کلی حمایت:

اسلامی اتحاد کے سربراہ قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد نے پی پی سے اتحاد کرنے کے بعد قوم سے اپنے خطاب میں فرمایا ہے جیسا کہ پندرھویں روزہ یکم تا ۵ ۔۔۔ کے اداریہ میں لکھا گیا ہے کہ ووٹ محض ایک پرچا نہیں بلکہ قومی امانت ہے۔ اپنے محبوب قائد و رہبر کی اطاعت کرتے ہوئے اس کا صحیح اور موزوں استعمال ہر مرد و زن پر لازم ہے۔ قائد کے بیان اور اداریہ میں جو لکھا ہے اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت میں یہاں چند نکات پیش کرتے ہیں:

ا۔ شخصی ووٹ محض ایک پرچی نہیں ہے۔

۲۔ یہ قومی امانت ہے۔

۳۔ اسے صحیح اور موزوں جگہ پر استعمال کرنا ہے۔ یہاں جس کلمہ کی وضاحت ضروری ہے وہ قوم سے مراد کون سی قوم ہے؟ قوم مسلمان ہے مسلمان قوم کی امانت ہے تو کس مسلمان کی امانت ہے جبکہ آپ نے تیر کا نشان دیا ہے یہ اسلام کا تو نہیں ہے یہ سیکولر اور الحادی تھے لہٰذا آپ نے قوم کو، مسلمانوں کو غلط نشان دے کر خیانت کی ہے۔ آپ نے کہا یہ قومی امانت ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا یہ پی پی کی امانت تھی۔ آپ نے اس پرچی کو بچا کر وہاں تک پہنچنے کے لئے کمیشن لیا ہے۔

یہ منافقین کا چہرہ نہیں بلکہ حقیقی چہرہ ہے جمعرات ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۴ پی پی کی انتخابی معاونت و باہمی تعاون کے سمجھوتہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے تیر پر مہر لگائیں۔ علامہ کا تیر پر مہر لگانا واضح ہے لیکن پی پی کا ساجد سے کہا گیا تعاون صیغہ راز میں رکھا گیا ہے اگرچہ یہ فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اس کو پی پی نہیں مانتی ہے۔

### شیعہ اور نواز:

نواز کی شیعہ مخالفت پرانی ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ ساجد ڈیرہ میں فضل الرحمٰن دیوبندی کے حق میں دست بردار ہو گئے تاکہ ان کے بقول شیعہ کفر کے فتویٰ کو روکیں۔ باقی دیگر جگہوں پر مارنے کا حکم دیتے تھے وحدت مسلمین نے بھی دوسرے طریقے سے نواز کو ووٹ جانے سے روکنے کیلئے اپنا نمائندہ کھڑا کیا۔ سنا ہے جہاں عمران کھڑا ہے ان کے حق میں ووٹ دیں گے لیکن عند التحلیل ان سے یہ دشمنی مخالفت سمجھنے میں دشوار صانع خرافات کے مجلّات میں چھپنے والے مضامین کی تحلیل کی ہے۔ ان میں لکھا ہے کہ شیعہ اور بریلوی ایک ہیں کیونکہ ہم دونوں قبر پرست ہیں۔ اس وقت دیوبندی وہابی نواز اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی اس حوالے سے انہیں نواز کے ساتھ اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نواز بھی داتا سے <u>متوسل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنی جلاء وطنی کے ابتدائی سال میں حج کے ایام میں مسجد نبوی میں اپنے شائقین اور چاہنے والے خاص کر لاہور والے ان کی گرد جمع ہو گئے۔ اس وقت نواز صاحب نے کہا کہ داتا کے پاس دعا کریں اور سفارش کریں۔ نواز صاحب کا روضہ رسول پر حاضر افراد سے واپسی پر داتا کے پاس جا کر دعا کروانا، حاجتیں مانگنا معنی خیز ہے۔ اس کے دو احتمال ہیں کہ یہاں تو وہابی روضے پر جانے نہیں دیتے تو اس لئے داتا کے پاس دعا کریں۔ یا صاحب روائی میں رسول اللہ داتا سے زیادہ اپنے چاہنے والوں پر توجہ نہیں دیتے ہیں۔</u>

## انتخابات میں شرکت:

اس میں آپ دونوں علامہ عارف حسینی اور علامہ ساجد نقوی کا کوئی ابتکاری کردار تھا نہ آئندہ ہوگا۔آپ دونوں جتنی فلسفہ تراشیاں کریں شیعہ قوم یہاں کے علماء اعلام امثال علامہ غروی آقائے علی موسوی جعفر جیسی ہستیوں کی توجہات وعنایات کی وجہ سے ہمیشہ خدمتگزاران وحامیان سوشلزم سیکولرزم رہے ہیں اور رہیں گے یہ آپ دونوں بخوبی جانتے ہیں یہ کسی عالم کے اختیار میں نہیں ہے اس کو جلانے والے بقول آقائے جعفری مخفی ایادی ہیں تاہم جب آقائے عارف اس قوم کا رہبر منتخب ہوا ہے تو ان کی دیانت شرافت سے آثار خیانت دھوکہ ناپید نظر آرہے تھے اور لوگ امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے کہ اب آئندہ اس قوم کے اجتماعی سیاسی فیصلے دین ودیانت کے تحت ہوں گے۔تاہم مفادات جنونی انداز میں متحرک ہوئے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے بعض نے اظہار رائے کے انداز میں مخالفت کی لیکن چھوٹے قد والوں کی بڑے قد والوں کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے؟ اس لیے اس رائے کو نہیں مانا گیا یہاں کے شیعوں کی ایک مصیبت مراجع علماء ایران عراق سے وابستگی ہے۔مفاد پرست جلدی سے ان سے فتویٰ لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، یہ ذوات نہ درست نہ تو ہمارے کاموں کی نگرانی رہبری کرتے ہیں نہ خود کو ان مسائل سے لاتعلق رکھنا چاہتے ہیں۔

نو جماعتوں کے اتحاد اسلامی کے مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے ضیاء الحق نے نظام اسلام کا اعلان کیا جس کی ضد میں سیکولروں نے شیعوں کا عقیقہ کرتے ہوئے نفاذ فقہ جعفری کا کلمہ پڑھا اور تحریک شروع کی حالانکہ یہ اس وقت مناسب تھا اگر سنی فقہ حنفی کے نفاذ کا اعلان کرتے تو آپ فقہ اسلامی کا نعرہ بلند کرتے۔لیکن یہ اعزاز آپ کو نصیب نہیں ہوا یہ اعزاز آپ کے مخالفین نے لے لیا۔چونکہ آپ نے مخالفت اسلام کے ساتھ کرنا تھی اس لئے خطباء ذاکرین علماء طلاب نے اسلام ناپسندی کا ہر حوالے سے مظاہرہ کیا ہے کہ نظام مصطفیٰ کے لئے انتظام مرتضی کریں بہرحال علماء نے ہر موقع محل پر اپنے بیان وقلم سے اس اسلامی نظام کا مقابلہ کیا تھا۔کبھی مولویوں کبھی داڑھی والوں کی حکومت نہیں چلے گی تصادم وتعارض اپنے اوج پر تھا کہ انقلاب اسلامی آیا اور مفتی جعفر وفات پا گئے۔آغا عارف جانشین منتخب ہوئے ادھر ایران سے ان کی حمایت ہوئی بلکہ عارف حسینی نائب امام خمینی متعارف ہوئے۔امام خمینی کا شعار تھا کہ شیعہ سنی میں افتراق ڈالنا اسلام کے ساتھ خیانت ہے لیکن یہ مخالفت کرتے تھے چنانچہ بعض نے آغا عارف حسینی سے نام تبدیل کرنے کی درخواست کی کہ کوئی اسلام سے جوڑ کر رکھنے والا نام رکھیں جو کہ اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی کی تحریک تصور ہونے لگی۔اعضاء ایوان نے اسلام سے جوڑ کھانے والا نام رکھنے کی منظوری نہیں دی اور کہا کہ تحریک جعفریہ رکھیں۔آغا ساجد اتحاد اسلامی کے سخت خلاف تھے کیونکہ ان کے پہلے استاد جناب آقائے جواد ھادی جو کہ انقلاب اسلامی کے داعی تھے وہ زیادہ تو امام منتظری کے گرویدہ تھے۔آقائے منظوری کہتے ہیں جو کہ منادی ہفتہ وحدت تھے لیکن آقائے جواد ھادی اتحاد اسلامی سے چڑ رکھتے تھے کہ پہلے اتحاد مومنین ہونا چاہیے۔آقائے راجہ ناصر بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے وہ کہتے ہیں کہ یہ مایوس قوموں کی سوچ ہے۔

### قائدانہ فیصلے:

[۱۰ شعبان ۲۰ جون کو نشر ہونے والی ایکسپرس اخبار کا ایک کالم۔فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگائیں۔کالم نگار نصرت جاوید]

چند روز قبل سابق امریکی صدر کلنٹن ایک اہم سیمنار میں موجود تھے وہاں اوباما کے خلاف صدارتی انتخاب لڑنے والے جان مکین نے ان سے کچھ بڑے ہی بنیادی نوعیت کے سوالات کئے۔ان سوالوں میں سب سے اہم میری نظر میں یہ تھا کہ کسی ملک کے صدر یا وزیر اعظم کو فیصلہ سازی کرتے وقت اخباروں میں وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے عوامی رائے کے سروے کو کتنی اہمیت دینی چاہیے۔کلنٹن نے بغیر کسی تمہید کے جواب دیا کہ سیاستدان ایک کامیاب رہبر اس وقت

بنتا ہے جب اسے اپنے فیصلوں کے دوررس اثرات کو جبلّی طور پر سمجھنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔فرض کیا وہ ایک خاص صورت حال میں کوئی ایک مخصوص قدم اٹھانا طویل المدتی تناظر میں اپنے ملک کیلئے ضروری سمجھتا ہے تو اسے وہ قدم اٹھانے میں ہرگز دیر نہیں لگانی چاہئے۔ایسا کرتے ہوئے اسے انتہائی بے دردی کے ساتھ اس خاص صورتحال کے بارے میں جس کا وہ اپنے انداز میں سامنا کرنا چاہتا ہے عوامی رائے عامہ کی بالکل فکر نہیں کرنی چاہیے۔صدر کلنٹن کا یہ جواب اپنے ملک کے دانشوروں سیاستدانوں صحافی کیلئے ایک حجت قاطع ہے۔ممکن ہے آئندہ نیچی سطح کے لوگ اس پر عمل کر کے دکھائیں لیکن اس کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں۔

۱۔جان مکین اپنے اس سوال کے ذریعے کلنٹن سے کچھ اگلوانا چاہتے تھے کلنٹن نے ان کو خاموش کرنے کیلئے کہا ہوگا۔

۲۔اس وقت امریکہ تمام ذرائع ابلاغ پر احاطہ رکھتا ہے انہیں پتہ ہے کہ یہ اخبارات کس کی اڑائی ہوئی خبر کے ذریعے رائے عامہ کی توجہ ہٹانے کیلئے اڑاتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

۳۔امریکی ارباب اقتدار اس وقت مطلق العنان حکمران ہیں۔آمریت استبدادیت ان کا مزاج بنا ہوا ہے یہ خبر اس کی عکاسی کرتی ہے۔

۴۔ارباب اقتدار کو کسی بھی وقت عامۃ الناس کی اتباع نہیں کرنی ہے اگر عوام الناس کی ہی پیروی کرنی ہے تو اس کے لئے کسی قابل و لائق شخص کی تلاش بے جا ہے۔

۵۔اس کو بڑے کام انجام دیتے وقت اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے علاوہ اپنے حکومتی شہریوں سے صلاح و مشورہ ضرور لینا ہے۔

۶۔قائد ممکن ہے خیانت کار ہو خیانت کی ہو وہ اس سے بچنے کے لئے اس کو بطور سپر استعمال نہ کریں۔اس کے لئے نفع اور خسارے کی ذمہ داری قبول کرنی ہو گی۔

**معاشرہ انسانی کے محورات:**

۱۔قیم افکار و نظریات ۲۔حدود جغرافیہ ۳۔تنظیم معاش ۴۔موارد در آمدات

**تنظیم معیشت:**

۱۔قانون کسب و تجارت

۲۔قوۃ عدلیہ

۳۔ترتیب و ترجیہ ضروریات مستحسنات تو یشیات

۴۔حق اصرار زمین

حرکۃ القیادۃ اصول محاضرہ ص ۵۰ ۷ التعلیم والشوعیہ جمعہ ۲ بقرہ ۱۵۱ قیادت الاجتماعیہ قیادت الجہادیہ اعراف ۶۵ قیادت الاقتصادیہ توبہ ۱۰۲

-------

یہاں تک مولوی کو اسلام سے غافل رکھنے کے لیے لفافوں میں کچھ کھانے اور کچھ میں رقم لانے والوں کو بھی ہم پر رحم نہیں آیا۔مجھے ٹھنڈا کرنے کے لئے فروٹ کی تھیلی اور لفافے لانے والے حسنین عابدی اور فدا حسین کا کہنا ہے کہ میرے اوپر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی ہے گویا یہ بھی مشرکین کے حامی ان کے جاسوس بنے ہوئے ہیں۔بعض کے منہ سے یہ سننے میں نہیں آیا کہ آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔غرض جو کچھ بھی ہوا مصائب ڈھائے گئے لیکن مصائب

سے بہت سے حقائق کشف بھی ہوئے جہاں مجھے کوئی تسلی دینے والے کہتے ہیں آئندہ آنے والے زمانے میں لوگ آپ کی کتابیں پڑھیں گے آپ کی قدر کریں گے میں ایسی باتوں پر اعتماد نہیں رکھتا کیونکہ باطنیہ کے نساخ ومساخ بغیر خودکشی کے شخصیت کشی کرتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے علی جیسی ہستی کو بشریت سے نکال کر الوہیت پر پہنچا کر ان کے فرمودات کو نا قابل تاسی بنایا ہے۔ چنانچہ علامہ رضوی سیاست مدار سکردو فرماتے ہیں استاد مرکز علوم اسلامی کہتے ہیں کہ آپ کہیں کہ ہم علی کی تاسی کریں۔ جب علی ومحمد کی تاسی کے بغیر مسلمان شیعہ رہ سکتا ہے تو کوئی امید نہیں میں شخصیات کشی کے قہر سے بھی ڈرتا ہوں۔

## ناموس غیرت بھی جا چکی ہے:

علوم دین یہود ونصاریٰ کو افسانہ کہیں۔ کیونکہ ان کے نام نہاد مزدرہ اسناد کا ابھی تک کوئی رسالت سے تصحیح نہیں کر سکا۔ یہ کتب مکتوب بشر تھیں۔ ہواؤں، آراء اور تحقیقات کی زد میں ہوتی ہیں لہٰذا کہیں افسانہ کہاوت ہے تو کہیں نیات ہیں، لیکن دین اسلام کی سند قرآن ہے جو کسی اور کی انشاء نہیں ہے تا کہ گزشتہ تحقیقات کی زد میں افسانہ ہو جائے۔

## منورین دہشت گردی:

عرصے سے یہاں دہشت گردی کی جنگ میں جان خانہ وآشیانہ عزیز والدین اولاد کے شکار وارثین کے زخموں پر نمک چھڑکنے والے خود کو ان کے اوپر مشفق و مہربان دکھانے والے اس بحث کو ہر آئے دن تر وتازہ پیش کر کے اپنی تحقیقات کا زعم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کالم نگار قلم نگار اس بارے میں لکھتے ہیں ہمارے ملک کی اعلیٰ سیاسی عسکری قیادتوں کا اصرار وتکرار ہے کہ یہ جنگ اپنی جنگ ہے۔ دہشت گردی کی جنگ اپنی جنگ ہے، اس عنوان کے بارے میں ایک ''عنوان آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں'' کے تحت ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ کو ایکسپریس میں مقتدی منصور نے لکھی ہے۔

بقول کالم نگار مذہبی اور دائیں بازو والوں کا اس سے انکار ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم پر یہ جنگ ٹھونسی گئی ہے سابق ذکر رائے کی تائید میں حالیہ دہشت گردوں کی طرف سے بائیں بازو والوں کا نشانہ بننے کی کوشش کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن حق وانصاف یہ ہے کہ جو اپنی جنگ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی باریک دقیق حقائق کی کشفیات کے تحت کرتے ہونگے لیکن ان کو چاہیئے کسی بھی حادثہ میں دو عامل کی تلاش ضرور کریں جو ضروری ہیں۔

۱۔ وہ شخص جس نے اپنے ہاتھ سے جرم کا ارتکاب کیا ہے بقول سرکاری اہل کار رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے۔

۲۔ وہ عامل جس نے اس کو وعدہ وعید دے کر اس جرم کا ارتکاب کروایا ہے چنانچہ تحقیقات کا بیشتر حصہ اس میں صرف ہوتا ہے لیکن حقیقت میں طریقہ تحقیق یہ ہونا چاہیے جو آئندہ ایسے واقعات رونما ہونے سے روک سکتا ہو یہ عقلی اور منطقی ہے۔ چنانچہ اس عامل کی تلاش واعتراف عرب کے بدو اور جاہل مشرک بھی کرتے تھے حادثہ کو اپنی آخر علت کی طرف برگشت کریں۔ اس اصول کی روشنی میں اگر ہمارے ہاں واقع دہشت گردی کے عامل کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے اس کی بنیاد کس نے رکھی ہے یہ اور بات ہے کہ یہ کس کے گلے میں پھنس گئی ہے۔ تاریخ ایک سہ شعبہ موضوع ہے اس کا ایک شعبہ دوسرے شعبہ سے الگ کرنا بے فائدہ ہے۔ نقل تاریخ، علم تاریخ، فلسفہ تاریخ ملک میں موجود مدعیان علم چاہتے ہیں کہ اپنے آپ کو حجت الاسلام کہیں یا منورین کہیں یا مفکرین و منورین تاریخ کہیں یہ اعلیٰ قیادت کے طوطے ہیں۔

وہ بتائیں اس اصول کے بیان کے بعد سیاسی عسکری قیادت اگر کہتی ہے کہ ہماری جنگ ہے تو یہ خلاف واقع نہیں ہوگا بلکہ یہ ان آیات کریمہ کی مصداق ہوگا

جہاں اللہ نے فرمایا (فبما کسبت ایدیکم) یہ عذاب یہ جہنم یہ مصیبت یہ ذلت یہ خواری یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے چنانچہ اس ملک کی اعلیٰ قیادت سے لے کر ادنیٰ فرد تک جانتے ہیں کہ طالبان کس نے بنائے ہیں۔ ہمارے ہی سیاسی عسکری قیادت نے بنائے ہیں یہ اور بات ہے کہ اب انہیں بھگتنا پڑ رہا ہے لیکن آپ نے کیوں بنائے تھے؟ کس کے کہنے پر بنائے تھے جواب ایک ہی ہے کہ وائسرائے کے کہنے پر بنائے تھے۔

## عمل غلط علماء کا مکافات:

علماء اسلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ افضل انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ اگر کوئی اس حدیث کی سند متن کو بنیاد بنا کر حدیث قبول نہ کریں تو دوسری حدیث کے تحت وہ وارث انبیاء ضرور ہیں انبیاء کا کردار و سیرت جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے ایک زاویہ سے قرآن انبیاء کی کتاب ہے جو کہ ہر قسم کے جھوٹ مبالغہ گوئی سے پاک ہے اس میں دو خصوصیات بیان کی ہیں۔

۱۔ ایک وہ اپنے حدود و استطاعت میں تبلیغ وارشاد کریں، قدرت سے باہر ہو کر نہ کریں چنانچہ رسول اللہ کو اللہ نے منع کیا تھا۔

۲۔ اس سلسلہ میں کسی سے رقم وصول نہ کریں چنانچہ ہجرت کی موقعہ پر سفر کیلئے سواری ابوبکر نے تیار کی تھی لیکن نبی کریم نے قیمت ادا کئے بغیر سوار ہونے سے انکار کیا۔

۲۔ مدینہ پہنچنے کے بعد مسجد کی زمین آپ کو مفت دے رہے تھے لیکن آپ نے قبول کرنے سے منع کیا۔

۳۔ جنگ احد میں رسول اللہ نے یہودیوں کے ایک ٹولہ کو جنگ میں شرکت کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن علماء نے اپنی صوابدید کے تحت ہر آئے دن دین میں اضافہ کیا جو امت کے گلے پڑا ہوا ہے نہ اس پر عمل کر سکتے ہیں نہ چھوڑ سکتے ہیں بطور مثال شبیہ سازی و عزاداری وغیرہ۔

## منورین اثاثین:

ملکوں کے اثاثے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اثاثہ جات کے تعارف سے اس ملک کی طاقت و قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کسی کا اثاثہ زرخیز زمین ہوتی ہے جو ہر قسم کی زراعت کے لئے سازگار ہے یہ اُس ملک کی صفت ہوتی ہے۔ کسی ملک کا اثاثہ علم و ہنر ہے جو دوسرے ملکوں میں نایاب ہے کسی ملک کی اثاث دین و دیانت ہوتی ہے مسلمانوں کی دینی اساس کا مرکز مدینہ و مکہ کعبہ فکر و شبہات قرآن ہے۔ ہر ملک کی ایک اثاث لغت ہوتی ہے جو کہ رمز وحدت اور وسیلہ افہام عامۃ الناس ہوتی ہے اس حوالے سے اس ملک کی اثاث اردو زبان ہے جو اس وقت ہمارے دوسرے منورین غارات کا نشان بن کر ناپید ہو رہی ہے۔ جب طلباء یا اعلیٰ سیاستمدار افسر مقتدر حضرات بولتے ہیں تو پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ انگریزی ہے یا اردو، ہماری خاطر دونوں کو ملا کر بولتے ہیں۔ لیکن سنا ہے یہاں ایک حلقہ عرصے سے کام کر رہا ہے جو اردو زبان کو فروغ دے رہا ہے ان میں سے ایک جناب دانشور عارف نظامی صاحب کو کہا جاتا ہے ۸ رجب ۱۴۳۴ اتوار کی شب خبروں میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے ایک گلوکار کی عیادت کی ہے۔

## قدرتمند حکومت:

قوی ترین حکومت وہ حکومت ہوتی ہے کہ جس کی داخلی سیاست کی بنیاد اساس وستون واحد ہو۔ وہ ستون اپنی جگہ غیر متزلزل نا قابل تردید نظریہ پر قائم ہو۔

## ۲۔ سیاست خارجی:

حکومت افہام تفہیم پر قائم ہو۔ ہر قسم کی طاقت و قدرت غیر منطقی غیر عقلی سے گریز کرتی ہو۔ داخلی اور خارجی حوالے سے مضبوط ہو تو ملک کو دوام اور بقاء ملتی

ہے۔ یہاں ہمارے ملک میں کسی حد تک داخلی و خارجی سیاست مستقل ہے۔ دیکھنا چاہتے ہیں تو یہاں سے یہ حقیقت بھی مکشوف انداز میں ملے گی۔ آخر کیوں مغربی ملکوں میں انقلابات نہیں آتے ہمارے ملک میں سال دو سال کے بعد انقلاب آتے رہتے ہیں یہ بھی واضح ہو جائے گا۔

مغربی ملکوں کی داخلی سیاست یہ ہے کہ یہاں مذہب کو ملک کے ترقی تمدن دوام و بقاء میں کردار کے حوالے سے دور رکھیں۔ یہاں مذہب و غیر مذہب دونوں مل کر ایک ملت ہیں اس میں وہاں کے مسیحی یہودی ہندو بوذی مسلمان سب کی خواہش سب کی منزل ایک ہے امریکہ ہے برطانیہ ہے ہم ہیں ہماری سعادت اس ملک کی بقاء سے وابستہ ہے۔ اس عہد نامہ کو قبول کر کے یہاں کے مسلمان وہاں دارا سلام سے دار کفر ہجرت کر کے جاتے ہیں چونکہ وہاں جانے کے بعد یہاں کے علماء کو رقم بھیجتے ہیں وہ انہیں وہاں سیاست کیلئے ان کے بقول دعوت اسلام کیلئے آنے کی دعوت دیتے ہیں اس لئے سند بے حرج ہو جاتا ہے۔

سیاست خارجی یورپ والوں کی سیاست خارجی ہماری بقاء اور رزق و زندگی سے وابستہ ہے۔

## نظام حکومت:

کوئی بھی انسانی معاشرہ ایک نظام کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا وہ نظام قانون اور نفاذ قانون قدرت عدلیہ کا نام ہے۔ یہ دونوں اجتماع کی حرکت کی نظارت و رقابت کرتے ہیں۔ یہ حکومت اور یہ حاکم کیسے وجود میں آتا ہے اس کا مدارک و مآخذ کیا ہے کس قدرت و طاقت کا حامل انسان ہے یہ طبیعت خود فیصلہ کرتی ہے۔ طبیعت کی طرف سے حاکم قدرت غلبہ رکھنے یا نظام معاہدہ کا نام ہے۔ بعض کا نظریہ ہے انسان کا حق نہیں ہے اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے بادشاہان کو عطیہ اور ھبہ ہے جیسا کہ ۱۷۔ ۱۸ ویں صدی میں یورپ کے بادشاہان کا خیال تھا۔ طاقت قدرت والے جن کے پاس قدرت ہو طاقت ور حاکم ہوتے ہیں جو کمزور ناتوان ہے وہ محکوم ہوتا ہے۔

جیسا کہ آج کل کے جمہوریہ امریکہ برطانیہ میں دیکھیں ہمارے اپنے ملک میں صرف دو پارٹیوں میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ آمریت استبدائیت عسکریت کی نئی شکل ہے یا یہ جمہوریت جسے عوامی ملی بھی کہتے ہیں ملت کا ہر فرد چاہے قوی ہو یا کمزور سب حصہ دار ہیں۔

ملوکیت، جمہوریت، امامت، خلافت و دیگر مصطلحات کی مثال ریڈیو، ٹیلی ویژن، موبائل جیسی ہے جو خیر و شر دونوں مصادیق کے حامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ملوکیت و جمہوریت دونوں اس باب میں ایک نظریہ فاسد، شگاف پذیر و انشقاق پسندی، استبداد و آمریت پسندوں کے شعبے میں آتے ہیں۔ قرآن اور سنت نبی کے سایے میں پرورش پانے والے اور ان کے سایے میں زندگی کو سعادت سمجھنے والوں کے لیے یہ قابل قبول نہیں ہیں۔ یہ کلمات اپنی تاریخ میں تلخ برے اور بدترین نتائج کے پروردہ اور ناخلف ہیں۔ نظریہ تنصیص سابق ادوار میں ارباب سلاطین، استحصال و استثمار گر، عقیدہ اشرافیت رکھنے والوں کی وارثت رہا ہے۔ جہاں بدترین سے بدترین دور جیسے امامت نابالغان غائبان کا سامنا ہوا ہے۔ سلاطین کے سایے میں پرورش پانے والے یہود و نصاریٰ، مجوس منافق نے اسے داخل کیا۔ نظریہ منصوصیت کے فلسفہ تراشوں کا فلسفہ اجتناب از اختلاف و افتراق امت کا نسخہ کیمیا ہونا غلط ثابت ہوا ہے یہاں تک کہ اقتدار کی خاطر ارحام کشی، کردار کشی باپ بیٹے کی جدائی کی مثالیں چھوڑی ہیں پھر آخر میں وہ لوگ بھی اسے جھگڑے فساد سے بچ کر سلسلے کو جاری نہیں رکھ سکے۔

جمہوریت یعنی عوامی آراء کے ذریعے اقتدار میں آنے، جمہوریت یعنی اکثریت یہ معنی از لحاظ مآخذ و مصدر ریشہ لغت غلط ہے بلکہ اس کے معنی کثیر کے ہیں۔ کثیر مقابل قلیل کے نہیں بلکہ مقابل اکثریت ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی چیز اپنی جگہ کثیر ہو لیکن اکثریت نہ ہو بس کثیر لوگ پڑھتے ہیں اس میں اکثریت نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ اپنی جگہ قلیل میں ہوتے ہیں چنانچہ اس کی تائید ملک میں حق رائے دھندگان کا اصل ہی ووٹ استعمال کرتے ہیں لہذا کتنا ہی مسجع مقفع ہوا سے کیوں نہ کہیں۔

اس میں کسی قسم کی ملوکیت کے مقابلے میں خوبی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا ہے خاص کر جہاں بادشاہ اپنی حکومت شوریٰ کے ذریعے چلاتا ہو۔ جمہوریت کے اکثریت کے ذریعے برسر اقتدار آنے کا تصور نہ گزشتہ زمانے میں دیکھائی دیتا ہے نہ آئندہ دیں گے۔ وہ اندر سے نفاق منافقت عداوت کینہ و حسد و انتقام جیسی کثیف چیزوں سے پُر ہی رہتے ہیں۔ جمہوریت آزادی آراء سے آئی ہو یہ بھی ڈھونگ ہی ہے کوئی ایسا انتخاب دیکھنے میں نہیں آیا جس کے پس پشت کوئی طاقت و قدرت اثر انداز نہ ہو۔ گرچہ

مجھے جمہوریت کے دور میں قرآن اور سنت سے ہی استناد کرنا چاہیے لیکن میں مجاول احسن کو استعمال کرتے ہوئے جمہوری خواہان کے لئے اپنے اصول وضوابط کے تحت کہتا ہوں کہ جاری جمہوریت باطل ہے۔اس نے کبھی بھی انسانوں کو وحدت الفت محبت کا پیغام نہیں دیا ہے اس نے ہمیشہ سے انسانوں میں نفرت جدائی عداوت کا بیج بویا ہے۔لہٰذا یہ کہنا بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے بے معنی اور دھوکہ زنی ہے۔کیا ہمارے ملک میں جہاں جمہوریت کے نعرے لگائے جاتے ہیں یہاں استقلال آزادی خود مختاری جیسے انشقاق شگاف نعروں کیلئے تمہید ومقدمات نہیں باندھ رہے ہیں جہاں جمہوریت کے نعرے لگانے والی جگہوں میں بدترین سخت ترین استبداد نہیں چل رہا ہے۔

جمہوریت بمعنی جماعتی بنیادوں پر انتخاب آمریت کا طلسمی چہرہ ہے۔جماعتی بنیادوں سے حاصل اکثریت اقلیت ہی ہوتی ہے۔اس کے چند دلائل ہیں۔

۱۔آزادی احزاب بذات خود جمہوریت کے بنائی ہے کہ ان کو حق رائے دے دیں۔یہ ملک اسلام کے نام پر قائم ہے کمیونسٹ احزاب کو یہاں حق رائے دینا اکثر مسلمانوں کے رائے کے خلاف ہے۔مجھے کوئی جمہوری خواہ بتائے۔

۲۔اس نے اقلیت کی حکمرانی کو قائم کیا ہے۔

۳۔دینی جماعتوں کا سیکولر جماعتوں سے اتحاد اپنے منشور کے خلاف ہے۔

۱۔جمہوریت بمعنی جماعتی بنیادوں پر انتخاب آمریت کا طلسمی چہرہ ہے جماعتی بنیادوں پر سے حاصل اکثریت اقلیت ہی ہوتی ہے۔

۲۔اکثریت امت ہی کی صورت میں تحقق پذیر ہے۔

۳۔اکثریت جماعتی بنیادوں کی صورت میں ناممکن ہے حکومت اقلیتوں کی ہی ہوتی ہے اس کے چند دلائل ہیں۔

فی زمانہ جمہوریتوں کی خیانتوں پس پشت استقراطیوں کی حکمرانی دیکھنے کے بعد عوام انتخابات میں شرکت نہیں کرتے۔اقلیت ہی انتخابات میں حصہ لیتی ہے چنانچہ کہتے ہیں ۴۵ فیصد نے شرکت کی یا فرض کریں پچاس فیصد نے شرکت کی ہے تو پچاس اس میں شریک نہیں ہوئے ہیں لہٰذا ان کی اکثریت نہیں ہوگی چاہے مذکورہ پارٹی کتنی ہی خوشیاں کیوں نہ منائے۔

۴۔ایک پارٹی کی حکومت جس نے اکثریت حاصل کی ہے عرصے سے ختم ہے چنانچہ پیپلز پارٹی نے ہمیشہ دوسری پارٹیوں سے متحد ہو کر حکومت بنائی ہے کبھی بھی از خود حکومت نہیں بنا سکے ہمیشہ دیگر احزاب سے اتحاد کیا ہے لہٰذا احزاب کے اتحادیوں کو اکثریت نہیں کہہ سکتے ہیں' بلکہ یہ پارٹیاں شکست خوردہ ہیں۔

۵۔دینی جماعتوں کا الحادی جماعتوں کے ساتھ اتحاد جماعت کے آئین کے خلاف ہے کیونکہ اس جماعت کا منشور احیاء دین کے لئے تھا یہ جماعت الحاد سے سمجھوتہ کرے گی تو الحادیوں کے منشور کے حق میں دینی منشور سے گویا دست بردار ہوگئی جیسا کہ علامہ صاحب ہمیشہ ملحد پی پی کے ساتھ اتحاد کرتے آئے ہیں انہوں نے اپنا منشور حاصل نہیں کیا صرف وزیر حاصل کیا ہے۔

کہا جاتا ہے حکومت خود عوام کی ہے یہ بھی غلط بیانی ہے۔حق حاکمیت اذن اللہ ہے جس کی عقل اور آیات کا قرآن شاہد و گواہ ہے۔حق عوام گردانتے والوں کے پاس کوئی سند ہے تو سامنے لائیں یہاں تصور وہاں ہے جہاں ملحدین کا وطن ہو۔یہاں تو اکثریت کی حکومت ہے یہ بات بھی غلط ہے بے بنیاد اور دھوکہ ہے خلاف منطق اللہ فرماتے ہیں انعام ۱۱۶ اعراف ۱۱۷ یوسف ۲۱ جب سے پارٹیوں کی حکومت بنی ہے اقلیتوں کی حکومت چل رہی ہے بلکہ سیاسی پارٹیوں کی بنیاد پر انتخاب ہی اقلیتوں کی حکمرانی کی تمہید ہے حکومت اتحادیوں کی رہی ہے یہاں پارٹیوں اور سیکولروں کی حکومت ہے لہٰذا یہاں منافقین وملحدین کی حکومت چل رہی ہے یہ اپنی جگہ اقلیتی حکمران ہیں جو کہ اسلامی جمہوریت کے منافی ہے۔

دین اسلام کا سب سے اعلیٰ وارفع اور افضل واشرف امتیاز یہ ہے کہ اس کے مفاہیم اور لغات میں تقیہ، توریہ، علامائی معمہ گوئی، جعل سازی، طلسماتی معاشرے کی طبقات بندی میں تقسیم اور اسماعیلیوں کی طرح دھوکہ نہیں ہے۔اسلام ہر قسم کے امتیاز اور طبقہ بندی کو مسترد کرتا ہے کیونکہ یہ دین عالمی، انسانی اور عالمی ہمہ گیری کا دین ہے لیکن

طبقات عالم گیریت کے منافی ہیں۔ دین اسلام دھوکہ فریب معمہ گوئی نہیں کہ وہ عوام کا نام لے کر اشرافیت کی حکمرانی قائم کریں۔

## علماء بینک:

دانش وران ذی قدر اور اعلیٰ اسناد کے حامل لوگ بھی اپنے مسائل عملی اور اعتقادی علماء کے اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مجھے پتہ نہیں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں، نہ یہ میرا کام ہے، نہ میری ذمہ داری۔ میں کیوں خود کو ان تیرو تار وادیوں میں پھینکوں؟ ان وحشت ناک بیابانوں میں سرگردان ہو جاؤں مجھے پہلے مرحلے میں اپنے لقمہ حیات کا بندوبست کرنا ہے کل مجھے کون لقمہ حیات دے گا زندگی کی ضروریات بڑھ گئی ہیں۔ بچوں کی پڑھائی کرنی ہے ان کے کھانے پینے اور علاج و معالجے کے لئے کچھ کمانا ہے۔ اس شخص نے ہر سائل کے سوال کا ایک جواب تیار کیا ہے میں نہیں جانتا اس کے وجود کا خلاصہ نچوڑ ھم و غم عیش ہے وہ خلق عیش کے لئے ہے بقول مولائے امیر امومنین کا **الھیمة ھما علونھا**. انفال ۲۲۔

دوسرا گروہ ہمیں پڑھائی کے ذریعے انسان بناتا ہے کہتے ہیں پڑھائی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔ جہالت بری چیز ہے پڑھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں، جہالت برائیوں کی ماں ہے۔ پڑھائی سے چیز کی جڑ پکڑی جا سکتی ہے۔ حقیقت کے متلاشی ہوتے ہوئے اس نقطہ تک پہنچتے ہیں، ان کی تحقیق کہتی ہے کہ ہر چیز عقل نہیں مانتی وہ ہم بھی نہیں مانتے ہیں۔ علم نے ہر چیز کا راز کھولا ہے، تالا کھولا ہے۔

دانشوران جس سطح کی اسناد کے حامل ہو دسویں جماعت کے ہوں یا اعلیٰ ارفع پایہ بقول بعض اس کے آگے پڑھائی نہیں ہے خاص کر پاکستان میں ہمارے لئے کوئی درسگاہ نہیں۔ دانشوری و دعوائی فرعونیت رکھنے والے کیوں نہ ہوں جب بھی ان سے اسلام سے متعلق عقائد ہو اقتصادیات' سیاست' اجتماعیات سے سوال کریں گے تو کہیں گے علماء سے پوچھیں، یہ علماء کا کام ہے حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں ان علماء نے بھی دین کو بطور نصاب نہیں پڑھا ہے لیکن ان کا اصرار ہے کہ یہ علماء سب جانتے ہیں۔ علماء بھی وہ جو اپنے سامنے کسی پانچویں درجہ کے مدرسہ کے فارغ تحصیل کو اس ذمہ داری پر لگائیں گے۔

## منورین بتیاں:

قرآن کریم میں جہاں اللہ سبحانہ نے بتوں کی پرستش کو اس دلیل و منطق سے مسترد فرمایا ہے کہ یہ بت نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر نہ تمہاری باتیں سنتے ہیں۔ چنانچہ دلیل و منطق کو قرآن کریم میں تکرار سے بیان فرمایا ہے یہ نور دہندہ نہیں بلکہ وہ مزید تاریکی میں دھکیل دیتے ہیں۔ سابق زمانے میں بتوں کو پتھر، سونے اور چاندی سے بناتے تھے لیکن قرآن کریم میں بت سے مراد وہ جسم مادی تنہا نہیں انسان اور اس کے پتلے بھی شامل ہیں۔ جتنے بت دور جاہلیت میں تھے اس سے کہیں زیادہ بت اس دور علمی میں یہاں موجود ہیں بلکہ دین اسلام کو خرافات دفرسودات کہنے والے ان کی نگہداری چوکیداری کرتے ہیں۔ تعجب یہ ہوا کہ اس سال پیش ہونے والی بجٹ میں بتایا گیا کہ سابقہ حکومت کی ظالمانہ جابرانہ اغنیاء پرور پالیسوں سے غریبوں کا استحصال ہوا ہے۔ اس بجٹ میں اتنا زیادہ خسارہ بتایا ہے لیکن زندوں کیلئے ناکافی بجٹ سے کس کسوٹی کے تحت مردہ قبروں کیلئے کروڑوں روپے مختص کئے گئے تھے تو اس کی ایک مثال روشن بنتی ہے۔ بت کچھ دیتے نہیں وہ متوسلین کی حاجتیں روا نہیں کرتے بلکہ خود اپنی حفاظت و آرائش کرواتے ہیں۔

## رشد سیاسی: اصول محاضرہ ص ۱۷۷

سیاسی ڈھانچہ فرد اور اجتماع کے تعامل سے جنم لیتا ہے۔ یہ دونوں کس حد تک مشکلات و مصائب سے نکلنے کی صلاحیت و اہلیت رکھتے ہیں۔

### ارکان رشد سیاسی:

۱۔متوازن عقل اور قابلیت وصلاحیت کا حامل ہی مشکل حالات سے نمٹ سکتا ہے۔

۲۔جو مشاعیر وعواطف مربوط منضبط رکھتا ہے وہی حالات کے پیش نظر رخ موڑ سکتا ہے۔

۳۔سلوک متوازن رکھتا ہے حالت فرح وخوشی، غم وحزن میں اعتدال میں رہتا ہے۔

## عناصر رشد سیاسی:

۱۔قائد ۲۔جماھیر (عوام) ۳۔فکر ۴۔البات وسائل آلات

## عنصر قیادت:

۱۔علم وآ گاہی قائد ۲۔جماھیر ۳۔مشروع عمل اقتصاد جنگ تعلیم

۴۔وسائل اور استعمال وسائل۔

## قوت جماھیری: (عوامی طاقت)

انبیاء علماء اصحاب آئمہ صلحاء فسداد ظالمین جائدین وجابرین دونوں کے وسائل وذرائع حکومت ایک ہی ہیں جو باری باری استعمال کرتے ہیں:

۱۔فساد پھیلاتے ہیں بقرہ ۲۰۴۔۲۰۶

۲۔انکار الوہیت ربوبیت دین قصص ۳۸

۳۔اباحہ منکرات

۴۔طاقتیں منجمد کرتا ہے ضائع کرتا ہے زخرف ۵۱

۵۔قوم کو بے حیثیت بناتا ہے زخرف ۵۲

۶۔یہ بشریت کو رلاتے ہیں اور تعمیرات کو مستحکم کرتے ہیں۔

## مسلمانوں کی تحدی علم غرب کے جوابات:

۱۔یہ سب علوم ہم سے چرائے ہیں ان علوم کے بانی مبانی ہمارے ہی آباء واجداد تھے مغرب والوں کی ایسی کی تیسی۔

۲۔یہ تمام علوم ہمارے قرآن کریم اور سنت نبی میں موجود ہیں ہمارے قرآن سے چرائے ہیں ہمیں ان کو نکالنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ہم ان علوم کا اعتراف کرتے ہیں اس میں ہمیں کوئی کڑواہٹ یا احساس کمتری نہیں ہے۔مغرب اعلیٰ درجات علم پر فائز ہے تو ہمیں ان سے استفادہ کرنا چاہیے ان کی جو بھی شرائط ہیں چاہے اس کی قیمت زمین، استقلال آزادی، خودمختاری، ناموس سے بے غیرتی نسلوں کی غلامی کی قیمت کیوں نہ ہو ہمیں ادا کرنی چاہیے۔

۴۔ہم علم لے کر کیا کریں گے علم وہ نہیں جسے ہم نوش کریں۔ہمیں ان کے علم کی ضرورت نہیں ہم ان کے پیچھے جانے کو تیار ہیں لیکن علم ان سے نہیں لیں گے۔

۵۔علم کا جو چشمہ مغرب میں پھوٹا ہے وہ علم اپنی جگہ درست ہے لیکن اس علم کے حاصل کرنے والے چاہے خود مغرب والے ہوں یا مشرق کی زمین سے تعلق رکھتے ہوں وہ دجال دیوانے کی طرح نجس ہیں۔

علم جو مغرب میں پھیلا ہے وہ ہمارے ہاں سے لیا گیا ہے۔ آغاز دعوت اسلام میں قبیلہ بنی عبد مناف اور سہم بن عمرو کے درمیان فخر ومبایات کی بحث چلی تو بنی عبد مناف کا کہنا تھا کہ ہم زیادہ بڑی شخصیات کے حامل ہیں اس کے بالمقابل میں بنی سہم نے کہا ہم زیادعدد والے ہیں۔ صرف زندوں کو ہی گنتے گنتے عبد مناف والوں نے مردوں کو بھی گننا شروع کیا تو بنی سہم نے بھی اپنے مردوں کو گنا۔ یہاں سے یہ سورہ نازل ہوئی ہے اس کی مثال اس قصے سے ملتی ہے۔ ثقۃ الاسلام غزالی نیشاپور سے حصول علم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے وطن واپس جارہے تھے کہ راستے میں ان کے قافلے پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا جو کچھ ان کے پاس مال ومتاع تھے سب کچھ لوٹ لیا۔ ڈاکوں کا ہاتھ غزالی کے پاس موجود بوری پر پڑا تو غزالی نے ان کی منت سماجت کی کہ اللہ کے لئے اس کو مت لے جائیں۔ یہ میری پوری عمر کا سرمایہ ہے اگر آپ یہ لے جائیں گے تو میری پوری عمر ضائع ہوجائے گی انہوں نے کہا اس میں کیا ہے جواب دیا کہ میرے اتنے سال کا پڑھا ہوا علم اس میں ہے تو ڈاکوؤں نے کہا وہ شخص ایسی سزا کا سزاوار ہے جس کا علم تھیلے میں ہے۔ آپ نے علوم کو جن تھیلوں کپڑوں میں جمع کیا تھا وہ تمام تھیلے ڈاکو لے گئے۔

۲۔ اس منطق سے استفادہ کرتے ہوئے بہت سے لوگوں نے سائنسی ایجادات ریڈیو ٹی وی جہاز ٹیلی فون طب وغیرہ کو قرآن وسنت سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش کا بھی سہرا انہی کی طرف برگشت کرتا ہے جس طرح جتنا دین میں فرسودات خرافات بیان کرکے تورات سے ماخوذ کعب احبار، وھب بن منہ وغیرہ کے ذریعے اسلام میں داخل کیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعے یہ ثابت کریں کہ دین اساطیر اولین ہے۔

۳۔ فارمولے کے داعی مغرب یا مغرب سے وابستہ درسگاہوں سے فارغ والوں کے اوپر برگشت کرتا ہے۔

۴۔ یہ بات کسی کو بھی پسند نہیں ہوگا خاص کر اس علم پرستی کے دور میں اگر کوئی اللہ کا انکار کرے، محمدؐ کی اہانت وجسارت کرے اتنا شدید ردعمل نہیں ہوگا جتنا ان مادی علوم کے انکار کرنے پر دیا جاتا ہے۔ ان کے بقول ایسا شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں رہے گا اس کو وحشی کہنا زیادہ مناسب رہے گا لیکن ہمیں اس کا بھی تجزیہ کرنا ہے کہ اگر علم سے محروم ہونے کی وجہ سے ہم سہولتوں سے محروم ہوگئے ہیں تو پھر کیا ہم مزید مرجائیں گے، کہاں جائیں گے؟ عالم برزخ میں جائیں گے یا وہاں سے عالم محشر میں جائیں گے۔ وہاں تو عدل الٰہی بھی ہوگا اللہ کی عدالت ملے گی۔ لیکن جس نے دین ودیانت عزت وحیثیت کو مسترد کرکے علم کو لیا ہے وہ کہاں جائے گا؟ وہ بھی مرجائے گا وہ بھی برزخ میں جائے گا وہاں سے عالم محشر وہاں بھی عدل الٰہی میں اور پھر وہاں سے جہنم جائے گا کیونکہ کافر کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

## جمہوری حکومت:

ہمارے ہاں قائم جاری حکومتوں کو جمہوری عوامی حکومت کہنا ظلم ہے کیونکہ اگر وہ عوامی حکومت ہوتی تو عوام کی رضایت وخوشنودی کا خیال رکھتی۔ وہ انتخابات میں جیتنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ عوام نے بنایا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ نواز شریف کی عنایت ہے زرداری کی عنایت ہے شہباز شریف والطاف کا احسان ہے۔ بعض کا کہنا ہے ماں کی دعا ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ بٹ شاہ، قلندر داتا کی عنایت ہے۔ بعض کا کہنا ہے ملک سے باہر والوں کی عنایت ہے، عوام بھول جاتی ہے کہ آئندہ انتخابات تک حقیقت بھی اسی طرح رہے گی، وہ عوامی حمایت سے نہیں جیتتے یہ کیونکہ ذرائع ابلاغ کے سرغنہ بعض طمع بعض خوف کی بنیاد پر ووٹ دیتے ہیں یہ ممکن نہیں بہر حال اس وقت مجھے یہ واضح کرنا ہے کہ یہ عوامی نہیں بلکہ یہ سابقہ زمانہ میں اقتدار پر آنے والوں کے طریقہ واردات سے بھی مشابہت رکھتے ہیں۔

سابقہ زمانے میں چھوٹے ڈاکہ ڈالنے والے بڑے ڈاکہ ڈالنے والے لشکر میں ضم ہوجاتے تھے پھر رفتہ رفتہ یہ ایک بڑا لشکر بن جاتا تھا اور پھر وقت کی حکومتوں

کے کام آتے تھے ان کے ساتھ فوج میں بھی شامل ہوتے تھے پھر وہی ان کی حکومتوں کے تخت الٹ دیتے تھے جیسا کہ آل بویہ، سلجوقیہ، فاطمیان، صفویان، عثمانیان اقتدار پر پہنچے ہیں۔ غرض اس قسم کے اقتدار پر آنے والے دہشت گردی کرکے اقتدار پر آئے ہیں اس لئے ایسی حکومت میں شامل ارباب اقتدار مجرمین پر مشتمل ہوتے ہیں۔

**جمہوری حکومت:**

حالیہ انتخابات میں پیش کی جانے والی مناشیر کی اہمیت:

۱۔ کسی نے امن وامان کے حوالے سے دہشت گردوں سے آئینی ہاتھ سے مزاحمت کرنے پر زور دیا۔

۲۔ کسی نے معاشرے میں مہنگائی پر توجہ دلانے کی بات کی تو کسی نے بیرونی سرمایہ کاری پر زور دیا۔

۳۔ کسی نے لوڈ شیڈنگ کی شکایت کی۔ اس کو کہتے ہیں عوامی بیداری، عوامی شعور واحساسات بہت سے لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ بعض اختلاف کرتے ہیں کوئی شخص کسی چیز کو سالہا سال آزما چکا ہوتا ہے تو دوبارہ اس کو نئے سرے سے تجربہ کرنا یا آزمودہ کرنا حماقت ہے۔ اس لئے عوام کی اس بیداری کو احمقانہ کہہ سکتے ہیں۔ اصل میں تشخیص عقل ومنطق کی بنیاد پر کرنے کی ضرورت ہے یہاں تو ایک عرصے سے خاص توجہ عنایت کے ساتھ مجرمین کو ہی اقتدار پر لانے کو پرویز کا آزمودہ اور کامیاب تجربہ سمجھا جاتا ہے جن میں کرپٹ عناصر کو لایا جاتا ہے چنانچہ پی پی نے اپنے دونوں وزیر اعظم انہی میں سے بنائے ہیں۔

**داخلی مناقشات ومتنازعات:** [ایکسپریس ۵ جون]

کالم نگار آفتاب احمد خانزادہ نے نواب لیاقت علی خان کی اسمبلی سے لے کر اب تک کے پاکستان کے لئے درپیش مسائل کا جزء اس کے آئین میں پاکستان رکھنے کو قرار دیا ہے اس سے تشدد کو جوڑا ہے۔

## منورین بجٹ:

بجٹ انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آمدنیات کے حساب سے اخراجات بنانا ہیں۔

**بجٹ بنانے کا اصولی طریقہ کار:**

۱۔ کل آمدنیات کا ضمنی یا تخمیناتی حساب پیش کریں۔

۲۔ اخراجات کو ضروریات، تحسینیات، تزئینات اور فالتویات میں تقسیم کریں۔

۳۔ ان ضروریات میں درج ذیل شامل ہیں:

۱۔ دفاع

۲۔ تعلیم

۳۔ صحت

۴۔ مواصلات

عربی میں اس کو تخطیط اقتصادی کہتے ہیں۔ اپنی آمدنیات کے حساب سے ضروری اخراجات کا توازن قائم کرنا ہے۔
بجٹ کی گئی اقسام ہوتی ہیں۔ تخطیط کے تین عناصر ہیں۔
۱۔ تخطیط سے حاصل کردہ مطالب کا تعین.
۲۔ حاصل امکانیات جو موجود ہیں انہیں روکیں، محصور کریں۔
۳۔ نئی منصوبہ بندی۔
۱۔ اوپر کا بجٹ یعنی حکومتی بجٹ۔
۲۔ نیچے کا بجٹ
۳۔ عزت بخش بجٹ
۴۔ ذلت آور بجٹ۔

## بجٹ:

جمعرات ۱۰ شعبان بمطابق ۲۰ جون زبیر رحمٰن

ہماری آمدنی وسائل پیداوار کے مطابق سال بھر کی مقدار فی آدمی فی گھرانہ تقسیم کریں۔ رائج نظام سرمایہ داری میں اس کے برعکس ہے کہ آپ کو اس سال کتنا خرچ کرنا ہے اس خرچ کو کہاں کہاں سے پورا کیا جاتا ہے۔ اس میں کمی کو اضافی ٹیکس اور قرض وغیرہ سے پورا کیا جاتا ہے کو خسارہ کہتے ہیں مثلا پاکستان میں ۲۰۱۳ کے لئے ۳۵ کھرب ۱۹۱ ارب کا حجم وفاق نے بنایا گیا ہے۔ مالیاتی خسارے کا تخمینہ ۱۶ کھرب ۱۵۱ ارب قرضوں کے سود کے لئے ۱۱ کھرب ۱۵۳ ارب۔

**ملک کا بجٹ تخریب کاری میں:**

گزشتہ حکومت کے افتخارات تخیرات صالح ہمدرد و مہربان مسلمان اسلام پاکستان حکومت اور عوام کی نظر دین وملت کے ساتھ خیانت اور جنایت پر مبنی تھے۔ شاید حاضر اور آئندہ آنے والی حکومتیں بھی انہی کی تقلید کے تسلسل کو باقی رکھیں۔ ان کے افتخارات شعارات مبخرات یہ تھے:
۱۔ نئے صوبے، نئے ضلعوں کا قیام۔
۲۔ صوبوں کے اختیارات میں اضافہ اور مزید خود مختاری۔
۳۔ دھماکوں اور خودکش حملوں میں قتل ہونے والوں کے لئے معاوضات
۴۔ پولیس تھانوں میں اضافہ اور ان کے لئے جدید وسائل۔
۵۔ دھماکوں سے قتل ہونے والوں کے لئے معاوضہ جات اور ان کی حیات کے تحفظات
۶۔ اداکاروں گلوکاروں کے لئے صدارتی اعزازت وانعامات۔
۷۔ وزراء اراکین اسمبلی کے لئے مادام الحیات سہولتیں اور بے تحاشا مراعات اس حکومت کے لئے استبکاراتی ترقیات میں سے تھیں۔ یہ تمام ان کے سیاہ کارنامے تھے جو سب جلد یا بدیر اس ملک کے زوال ونیستی ونابودی کے لئے تمہیداتی، ہندساتی عمل اور خسارے کا سبب بنیں گے۔ ملک کی ترقی تمدن، اصلاح حیلہ سہولتوں علاج معالجہ مواصلاتی نظام، کارخانوں ملکی پیدوار میں اضافہ بیرونی پیدوار میں کمی سے ہوتا ہے۔

## پاکستانی بجٹ:

پاکستانی بجٹ کے افکار ونظریات اور حقائق کو سمجھنے کے لئے اگر تمہید پیش کی جائے تو اس کو بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوگی۔اس کی مثال کچھ اس طرح کی ہے کہ ایک گھر سے جہاں کھانے والوں کی تعداد کچھ حد تک زیادہ ہے اس جیسے گھر کے مالک کو کثیر العیال کہا جاتا ہے۔اس کا مالک کفیل خانہ صرف باپ یا بڑا بھائی ہو اور باقی سب کھانے والے ہوں کمانے والا کوئی نہیں۔ مالک کفیل بے چارہ اپنی آمدن سے کم لوگوں سے اور دکانداروں سے قرضہ لے کر پورا کرتا ہو لیکن بدقسمتی سے جو خود کھاتا ہے اور قرضہ لیتا ہے اس کھانے میں خرچ کے علاوہ بیوی اور بچے چوری بھی کرتے ہیں۔وہ جتنا زیادہ قرض ہے اس سے زیادہ خرچ اور چوری کرتے ہیں۔اس تناظر میں اس گھر کے ساتھ دو حالتوں کا سامنا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ایک بے رحم سرمایہ داران کو خاموشی سے قرض دیتا رہے گا وہ ایسٹ کمپنی کا کردار ادا کرے گا یہاں تک کہ یہ گھر دیوالیہ ہو جائے گا۔

۲۔آئندہ کوئی بھی ان پر رحم وکرم کرنے والا ہاتھ کھینچے گا،ان کی باتوں پر اعتبار ختم ہو جائے گا۔یہی صورت اس سرزمین میں رہنے والوں کی ہے۔اس ملک انتظامیہ باپ کی طرح ہے،کھانے چوری کرنے والے یہاں کے افسران ہیں اور سرمایہ داران ہیں جن کی وجہ سے سرمایہ ایسٹ کمپنی یعنی آئی ایم ایف ہڑپ کر لیتی ہے،اس کو قرضے میں چلایا جاتا ہے۔ یہاں بجٹ بنانے والے نہ صرف خود ناجائز اور حرام کھاتے ہیں بلکہ چور بھی ہیں۔اس صورت میں ان کے لئے ایک مہربان،ایک عاقل وایمان دار سمجھدار باپ چاہیے کہ وہ قرض لینے کا سلسلہ بند کرے۔قرض کا متبادل تمام فضول خرچیوں پر پابندی لگائے،چوروں کی تنخواہ کو کم سے کم سطح پر لایا جائے۔

ہمارے ملک میں یہ کام کون کرتا ہے اس کو تخطیط و تنظیم کرنے کے کتنے ماہرین موجود ہیں اس کے اعداد وشمار ہمارے پاس نہیں ہیں۔لیکن ہم جیسے بہت سے سادہ لوح انسان یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو وزیر خزانہ بناتے ہیں جو وزیر خزانہ اقتصادیات کا ماہر ہوتا ہے۔کالم نگار اوریا جان مقبول نے روزنامہ دنیا بروز پیر ۱۱ شوال ۱۴۳۴ھ ق کو اپنے کالم میں لکھا ہے کہ اس ملک میں اب تمام کاموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ فائدہ منداور ہاتھوں ہاتھ لینے والا کام ماہرین کا کام ہے۔ ہمارے پاس کتنے ماہرین ہیں مثلاً شوکت عزیز شوکت ترین اسحاق ڈار وغیرہ ہیں ۲۰۱۳ کے ماہر جناب اسحاق ڈار ہیں سننے میں آیا ہے۔

دوسرے ملکوں کے درآمد اور اخراجات میں توازن قائم کرنے،بجٹ زیادہ اخراجات کم کرنے والوں کو وزیر اقتصاد کہتے ہیں لیکن پاکستان میں اس کو وزیر خزانہ کہتے ہیں لہٰذا ان سے درآمد بڑھانے کے بارے میں توقع رکھنا بے جا ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہی نہیں اس کی ذمہ داری خزانے میں جمع شدہ مال کو خود اپنی حکومت کی عیاشی میں خرچ کر کے لوٹ مار کر کے گناہ کو اپنے کاندھے پر اٹھانے،نقصان کو اس ملک کے مالک پر چھوڑنے کو وزیر خزانہ کہتے ہیں۔بعض کی تجویز ہے کہ وزیر خزانہ کی بجائے وزیر خائز رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔وہ بہت ذہین اور سمجھدار ہے۔لیکن اخبار میں آیا ہے کہ اس سال اور گزشتہ سالوں کا بجٹ طالب بلوچ نے بنایا ہے۔ بہر حال جس نے بھی بجٹ بنایا ہے ہمیں ان بجٹوں میں کیا خوبی اچھائی پائی جاتی ہے کہاں خرابی خامیاں پائی جاتی ہیں یہ دیکھنے کیلئے پہلے بجٹ کے بارے میں کچھ وضاحت ہونا ضروری ہے۔

## قبرستانوں کا بجٹ:

انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی متروکہ رقوم زمین اشجار اس کے پہنے ہوئے لباس تک زندوں کی وراثت میں جاتے ہیں۔دنیا میں کہیں بھی مردوں کیلئے کوئی بجٹ نہیں ہوتا حتیٰ کہ ان کیلئے کوئی عطیہ بخشش یا ھبہ بھی نہیں دیا جاتا ہے اگر ایسا عمل مستحسن قرار پائے گا تو اس صورت میں مردوں کے نام سینکڑوں گنا بجٹ

مقرر ہونا چاہیے کیونکہ مردوں کی تعداد زندوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ مردوں کے نام پر بجٹ اس حوالے سے بھی ایک ظلم فاحشہ ہے جس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ حکومت بجائے ان بے اساس بے بنیاد مافیا کارخانوں کیلئے بجٹ بنائیں ان قبور کی آمدنی سے ٹیکس وصول کریں کیونکہ یہ قبور خود اپنی جگہ بہت زیادہ ذرائع آمدنی بنانے والی جگہیں ہیں۔ مجھے دیگر صوبوں کا پتہ نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے مردوں کیلئے بجٹ بناتے ہیں یا نہیں خاص کر پنجاب میں ملتان شہر تو مزارات کا شہر ہے۔ لیکن صوبہ سندھ کے مزارات کیلئے اس سال ۱۹۷۷۶۷ ملین روپے دیئے۔ بمطابق منگل ۸ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۸ ۲۰۱۳ ایکسپریس ص ۸۔ پر۔ اس بجٹ کو جاری رکھنے کیلئے ایک قطرہ بچوں کیلئے پولیو کے ساتھ بزرگوں کو بھی پلانا چاہیے تاکہ انہیں عقل آئے۔ بروز بدھ ۱۲ شوال ۱۴۳۴ھ ق کو روزنامہ دنیا میں ص ۸ پر آیا ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے کہا ہے کہ پی پی حکومت سے پہلے والی حکومت نے ۶۷ کروڑ روپے لعل شہباز کو دیئے تھے لیکن ہماری حکومت نے ۲۵ کروڑ روپے دیئے ہیں جس سے گنبد بنایا گیا ہے۔ اس اعلان سے شاید اور بھی مزارات بنانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے لیکن مزارات میں اضافہ کیلئے مؤثر کردار حکومت ہی کیلئے مناسب ہے۔

## اسمبلی پر اسمبلی:

جب بھی ملک میں کوئی سنگین حادثہ پیش آتا ہے تو قومی پالیسی بنانے کی تحریک شروع ہوتی ہے جو کبھی بنتی ہے اور کبھی سستی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان کانفرنسوں کی افادیت قوم کے لئے نہیں بلکہ اسمبلی میں آنے کی صلاحیت اہلیت کا فقدان یہ پارٹیاں ہیں جن کو اس اسمبلی میں آنے سے اعزاز ملتا ہے ورنہ اس کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے۔ یہ کس آئین وقانون کے تحت بنائی جاتی ہیں۔ ہر چیز کا قانون کے تحت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ خود قانون بنانے کے جواز کا سہارا عقل و منطق سے لیا جاتا ہے۔ بتائیں کہ اس قومی پالیسی کی منطق کیا ہے؟ پھر اس ایوان زیریں وبالا کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا قوم کی منظوری ان سے لینا ضروری ہے؟ اگر خدانخواستہ خسارہ ہوگیا تو اس کا جواب کیسے دیں گے۔

## اعلیٰ واعظم ہاوسین:

اس ملک میں ہر سال بجٹ کے دوران اندرون ایوان بیرون ایوان شور شرابہ اور حکومت پر تنقید کی جاتی ہے کہ یہ بجٹ عوام کش ہے۔ اس بجٹ میں ملکی ترقی اور واجب الاداقرضوں کی مد میں بطور وسائل کے علاوہ اتنی رقم کا خسارہ ہے جسے اضافی بجٹ اور قرضے سے ہی پورا کرنا ہے۔ اگر کسی سے یہ سوال کریں اس ملک پر سب سے بوجھ کس کا ہے تو اس کا جواب ایوان میں پہنچنے والے سہولیات واخراجات لینے والے نیز ان سب کے اوپر اعلیٰ اعظم حضرات ظالمانہ غاصبانہ جائرانہ تصرفات ہیں۔ چنانچہ اتوار ۱۳ شعبان ۲۳ جون کو نشر ہونے والی ایکسپریس ۲۰۱۳ میں آیا ہے کہ اس وقت وزیر اعظم صاحب نے لاہور اور مری کے اپنے گھر کو بھی وزیر اعظم ہاؤس کا درجہ دیا ہے اس سے پہلے سنا تھا کہ گلگت بلتستان کے وزیر اعلیٰ صاحب نے سکر دو والے گھر کو وزیر اعلیٰ ہاوس بنایا ہے۔ دیکھیں یہ حضرات اپنی عوام پر کتنے مہربان ہیں۔ ان کے اوپر کمر شکنی کا بوجھ رکھا ہے لیکن اس کے باوجود مہدی شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ گلگت بلتستان پر بھٹو کا اور اس کی پارٹی کا کتنا احسان ہے۔

اگر مسلمانان پاکستان نے یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے اور پرچم اسلام لہرانے اور فتح کا دن ہی منانا ہے تو اس سرزمین میں محمد بن قاسم کے پہنچنے کے دن یا راجہ داہر کی موت اور اس کی بیوی کی خودکشی کے بعد ہندوؤں کے مسلمان لشکر کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کا دن بھی منائیں۔ اس طرح غزنوی، غورین مغلیہ حکمرانوں اورنگ زیب تک کی حکومت کے قیام کا بھی منائیں جنہوں نے یہاں پرچم اسلام لہرایا ہندوؤں کو مسلمان بنایا، اس سرزمین کو کفر وبت پرستی کی بالادستی سے پاک کیا ان کا بھی دن منائیں۔ ان کا دن تو کیا نام بھی نہیں لیتے جنہوں نے اسلام کا بول بالا کیا لیکن جنہوں نے کفر وشرک نصرانیوں کی

جڑوں کو جوں کا توں باقی رکھا ہے، بعض مغرب کے پڑھے لکھے مغرب نوازوں کو وزارتوں اور اسمبلی کا منبر بنایا ہے جنہوں نے ملک کو دولخت کر دیا یہاں تک کہ کفر و شرک کا بیج بویا ہے، یہاں سے اسلام کے آثار کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں ان کا دن منانے کے کیا منطق ہے؟ کیوں یہاں کے بیچارے مسلمانوں کو وزیروں کے خرد برد عیاشی کے علاوہ ہر دو تین مہینے کے بعد چھٹیوں اور دن منانے کے بجٹ سے کمر خمیدہ کیا ہے؟ انسان میں کسی شخص کسی ہستی کے جس نے کسی خطہ کسی علاقے کی قیادت سنبھالی ہے اس کی پیدائش کا دن یا اس کے مرنے کا دن منانے کی اگر کوئی منطق ہے تو یہ عمل پیغمبرؐ کی حیات وفات کے بعد حتیٰ کہ خلفاء کے دور میں بھی نہیں ہوا ہے بلکہ یہ کسی کی کہنے پر ٹھونسا جا رہا ہے۔

یہ کہنا درست ہے یا غلط اور فاحش بات ہے اگر چہ قرآن میں نہیں ہے نبی کریم نے نہیں کیا آئمہ نے نہیں کیا ہے۔ اگر ہم کریں اس میں کیا حرج ہے اس میں ایک حرج نہیں سو حرج ہیں۔ جس جگہ سے یہ جملہ بولا گیا وہ بذات خود حرج ہے۔ کیا کسی عقل مند انسان کو ہر وہ کام کرنا چاہیئے جس پر عام لوگوں کو جھونکا گیا ہے؟ دولت کو ہوا میں اڑاتے جائیں اور وہ کام کریں جنکا کرنا نہ تو ثواب ہے نہ اجر اور مستحسن ہے نہ اس میں عقل کا عمل دخل ہے۔ دولت خرچ کر کے زنانہ اور بچگانہ کام کریں، بے ہودہ کام کریں۔ مفلوج و معطل کرنے والا اتنے خسارے کا کاروبار کیوں کریں؟ یہ فواحش ہیں، غلط کام ہیں، ان سے منسوب باتیں بھی غلط ہیں کہا جر ملتا ہے اس دن کو کریں تو فائدہ ہوتا ہے، یہ سب خود ساختہ اور گھڑی گئی باتیں ہیں۔ اگر فائدہ ہوتا تو رسول اللہ کرتے اصحاب کرتے یہ درست نہیں ہیں اس میں بے جا خرچ کرنے، اپنا نام بنانے، رقاصاؤں، گلوکاروں عیاشوں اور سیاحوں کو خوش کرنے کے لئے مظفر الدین کا دیوانہ عمل ہے۔

## صوبہ بلوچستان کا بجٹ:

سابق زمانے میں مولوی اگر اپنے گھر میں خود کفیل نہ ہوتے، عام گزر اوقات کی درآمدات اپنی جائیداد سے نہ ہوتی تو وہ کشکول نامہ لے کر دکانداروں کے گھروں کا چکر لگانے پر تلے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس پر بھی مافیا کا قبضہ ہوا جہاں اجازت نامہ خمس پست ترین حیثیت اختیار کیا گیا وہ خود سرمایہ داران کی شکل اختیار کر گیا جہاں مراجع نے اپنی تسلی کی خاطر اس کو آج کے بدنام زمانہ کمیشن میں دیا لیکن نادار مولویوں کو اس منزل نائب امام غائب یا نائب وسلطانہ کے دوست کے پاس ہفتہ میں کم سے کم دو تین دن مثلاً اولاد امام حسن دار الامارہ میں حاضری دینی پڑھتی تھی لیکن اسی صورت ناگفتہ بہ حالت سے دو چار ہونے کے بعد یا ضمیر دین دار عزت نفس کو محفوظ رکھنے والے مولوی کے پاس کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنا بجٹ اپنے ہاتھ کی لکیر سے بنائے۔ بہترین و اعلیٰ ترین، دشمن شکن دندان شکن بجٹ کا نام ہے ''فاقہ شکن بجٹ''۔ جس دن آپ جتنے سنجیدہ ہونگے اتنے ہی جلد خود کفیل ہو جائیں گے۔

## پاکستان کے سیاستدانوں کی سوچ:

پہلے ہمیں عام سیاستدانوں پھر اپنے ملک کے سیاستدانوں کی سوچ و فکر کا اندازہ کرنے اور ایک معیار کا تعین کرنا ہوگا تا کہ ہم دوسرے ملکوں اور ملتوں میں قائم سوچ سے موازنہ کریں۔ دیکھیں کہ ہماری سوچ اور ان کی سوچ میں کیا فرق پایا جاتا ہے۔ اگر ہماری سوچ ان کی سوچ سے بہتر اور برتر ہے تو ہمیں ان کی سوچ کی نمائش کرنا ہوگی۔ موازنہ و مقارنہ کے لئے تمام ذرائع وسائل پیدا کرنا ہوں گے جس طرح دوسرے ہمیں روزمرہ کے استعمال والی چیزیں مہیا کرتے ہیں ہم اپنی سوچ صادر کریں اگر ان کی سوچ بہتر و برتر ہے تو ہمیں ان کی اتباع کرنا ہوگی۔ قرآن ہمیں بہتر کی اتباع کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یورپ اور اس سے وابستہ ملکوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ آزادی رائے صحافت پر یقین رکھتے ہیں تو ہماری غلط رائے دہی سے کیا فرق پڑے گا صرف اتنا ہوگا ہمیں شرمندگی اٹھانا پڑے گی لیکن اتنی شرمندگی نہیں جو ہمیں انتہاء پسند فرسودہ رجعت پسندی سے اٹھانا پڑ رہی ہے غرض اصل مطلب پر آتے ہیں کیا ہمارے سیاستدان وسیع و عریض گہری اور عمق سوچ رکھتے ہیں۔

۲۔ جزء وقتی یا سطحی دکھ درد والم کے علاج ومعالجہ کی حد تک رکھتے ہیں۔
۳۔ وہ فکر وسوچ ہر روز کے نرخ میں خریدتے ہیں۔
۴۔ وہ کیوں ہمیشہ کے لئے اور کیوں سب کے لئے سوچیں؟ وہ کیوں اپنی ذات، پارٹی اور مفادات سے بالاتر ہو کر سوچیں یا بالاتر ہو کر فیصلہ کریں۔
اسی تنگ نظر سوچ پر عمیق گہراء اور وسیع چادر چڑھائیں تو یہ عقدہ حل جائے گا۔ ظاہراً جو صحافتی کالم نگار حضرات تجزیہ وتحلیل گران حضرات فلسفہ تراش حضرات کے توسط سے ہمیں ملتا ہے انہی کے اخبارات سے ہم نے استفادہ کیا ہوتا ہے۔ وہ انہی غلط فیصلوں اور انہی ناکام کوششوں کو کامیابی کا لقب دے کر چلانا ہے کیونکہ ہم حقائق ماوراء مادہ ذخیرہ اور آخرت کی سوچ کرنے کے عالم سے نکل چکے ہیں۔ ہم ذات عالم قدیر مطلق حی قیوم کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون بعض جگہ مجہول بلکہ بعض جگہ معلوم مفقود دنشان سے ہی حاجت مانگنے کی عادت ڈال چکے ہیں ہم بات سنے بغیر کہتے ہیں کہ اسی فکر سوچ پر ہمارا ملک چلتا آیا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ بلوچستان کے مسائل ہیں۔
ان کے مسائل سیاسی میز پر رکھے جانے والے مسائل سے ہیں۔ حقوق بلوچستان آغاز حقوق بلوچستان ہے:
۱۔ سوئی گیس جو پاکستان کے تین صوبوں میں استعمال ہوتی ہے اس سے بلوچستان محروم ہے۔
۲۔ ان کے بچوں کو تعلیم کی سہولت میسر نہیں ہے۔
۳۔ انہیں طبی سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔
۴۔ انہیں موصلاتی نظام کے لئے ایک جگہ سے دوسرے جگہ جانے کی صاف سڑکیں میسر نہیں ہیں۔
۵۔ گیس کی آمدنیات سے ان کا حق نہیں دیا جاتا ہے۔
۶۔ ان کے سیاستدان جیلوں میں ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔
یقیناً یہ استغاثہ کہیں بھی لے جائیں تو انہیں فوراً انصاف ملے گا کہ ان پر ظلم ہوا ہے لیکن یہاں پہلے مرحلے میں ظالم ومظلوم کی تمیز ہونا ضروری ہے۔ ظالم ومظلوم تجزیہ کئے بغیر فیصلہ کرنے والا سچا مرسل ہی کیوں نہ ہو وہ فیصلہ غلط ہوگا۔ اللہ عدل الٰہی میں اپنے پیارے رسول کو عتاب کر کے کہتا ہے آپ نے کیوں ایسا کیا؟ لیکن یہ سیاست دان کہے گا کہ یہ بہترین فیصلہ ہے۔ چنانچہ حالیہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کے انتخاب میں نواز شریف کو مخالف وموافق سب نے داد دی ہے کیونکہ ہمارے سیاست دان اسی سے زندہ ہیں۔ وہ ان باتوں کے عادی ہیں۔ شکست کھا کر آنے والوں کو جو منہ دکھانے کے قابل نہیں ان ہارنے والوں کو ہار پہناتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہاں بلوچستان کے مسائل بیان کرنا ہے یہاں ان مسائل کا حل نکالنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ دین اسلام میں ایسے مسائل کا حل نہیں بلکہ فریق مقابل مسئلہ کے حل چاہنے والے ہی نہیں ہیں۔ یہاں کے لوگ خوارج ہیں وہ کسی قسم کی بات کو سننے والے نہیں ہیں۔ یہاں ابھی تک نام نہاد اکثریتی پارٹی حکومت کر رہی ہے اکثریتی حکومت کرنے میں سب سرداروں کو وزیر اعلیٰ، گورنر وزیر کے عہدے دے سکتے ہیں اگر ایک کو عہدہ ملے گا تو باقی کیا خاموش رہیں گے؟ وہ اخروٹ، چاکلیٹ یا ہاتھ میں گڑیا دینے سے راضی نہیں ہوں گے۔
ایک وہ طبقہ ملے گا جو دوسروں کو وحدت کی طرف دعوت دیتے نظر آئیں گے، اس لئے اس دفعہ یہ فیصلہ کیا کہ نوازوں نے سرداروں کو چھوڑ کر غیر سرداروں سے وزیر اعلیٰ انتخاب کیا ہے اس پر دیگر سیاستدان یا صحافی داد دے رہے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے کہ ان کو گرانا اور ان کے لئے مسائل بنانا کیا ان کے لئے کوئی مشکل ہے؟ صحافیوں کا کہنا ہے کہ نچلے طبقہ والوں کو حکومت دی ہے ان مسائل کا حل نیچے اور اوپر کے طبقات میں متصادم نظر آتا ہے جب ایک سردار

دوسرے سے رقابت کرتا ہے تو نچلے طبقے سے رقابت کرنے میں کیا حرج ہے۔ یہاں مسائل وفاق کے نہیں ہیں نہ یہاں مسائل نیچے طبقہ والوں کے ہیں یہاں سرداروں کا مسئلہ نہیں بلکہ یہاں اصل مسئلہ کفر اور اسلام کا ہے الحادیزم کا ہے۔

## پاکستان میں جماعتوں کا اتحاد:

پاکستان میں دینی جماعتوں کا اتحاد تاریخ ادیان کی اتحادی کوششوں سے مختلف ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے کیونکہ جہاں دینی جماعتوں کا چاہے اہل سنت والجماعت سے ہو یا شیعہ سے، ان کا الحادی مذہبی سیاست کے بنیادگزار کمیونسٹوں قوم پرستوں سیکولروں سے اتحاد معمول کے مطابق رہا ہے۔ جس میں پاکستان جماعت اسلامی مودودی سے لے کر آج وحدت مسلمین تک الحاد سے اتحاد ان کا پسندیدہ اتحاد رہا ہے۔ یہ چیز یہاں کے مسلمانوں میں دیکھی گئی ہے یہ اس لیے ہے کہ یہ قرآن وسنت وسیرت محمدؐ سے اجنبی ہیں۔ اسلام میں کفر سے اتحاد نہیں ہے چنانچہ مشرکین محمدؐ سے اتحاد کی پیشکش کی گئی تھی لیکن اللہ نے اس کو مسترد کیا۔ اسلام میں کافروں اور مشرکین سے اتحاد نہیں ہے چنانچہ مودودی نے فاطمہ جناح اور سیکولرز سے اتحاد کیا۔ مفتی محمود صاحب نے بھی ان سے اتحاد کیا تھا ان کے بعد ان کے فرزند نے بھی اتحاد کیا۔

## دینی جماعتوں کی فسطائیت:

دینی جماعتیں بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑ رہی ہیں ایک محاذ پر وہ جنگ لڑ رہے ہیں جو کہتے ہیں اس ملک کا نظام اسلام یا نظام مصطفیٰ پر ہوگا اس سے کمتر پر راضی نہیں خاص کر عورت کی سربراہی کسی صورت میں جائز نہیں چنانچہ قبلہ فضل الرحمٰن صاحب ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ ہمارے لئے یہ شعار ہے۔ دوسرا محاذ حصول اقتدار کا محاذ ہے اقتدار کی جو بھی صورت بنے حاصل ہی کرنا ہے۔ یہاں سے انہی دونوں کو جمع کرنا پڑتا ہے چنانچہ فضل الرحمٰن ہمیشہ بے نظیر کے ہی اتحادی رہے ہیں لیکن تعجب آور حیرت انگیزی اس وقت اپنی انتہاء کو پہنچی جب میں نے ۱۳ شعبان ۱۴۳۴ھ ۲۳ جون اتوار کے میگزین میں حسین نقی صاحب کا انٹرویو پڑھا جس میں لکھا ہے کہ مودودی نے ایوب خان کے مقابلے میں فاطمہ جناح کو مقدم رکھنے کے فلسفہ میں لکھا ہے ایک طرف سے ایوب ہے جس میں کسی قسم کی خوبی نہیں سوائے اس کے کہ وہ مرد ہے جبکہ دوسری طرف کسی قسم کی برائی نہیں سوائے اس کے کہ وہ عورت ہے اب یہ دیکھنا ہوگا کہ۔

ان کے متعدد اعتقادات نے یہاں امت محمد کو اللہ اور اس کے آخری نبی محمد سے دوبدو مقابلے پر کھڑا کیا ہے یہاں مجھے اس کے کچھ نمونے پیش کرنا ضروری ہیں ورنہ آپ پھر معصومانہ چہرے سے مذاق اڑائیں گے کہ ایسا کیوں کہا ہے:

۱۔ صفات ثبوتیہ میں علم وقدرت حیاء عین ذات اللہ ہے اس میں کوئی اللہ کا شریک نہیں پھر کہتے ہیں کہ آئمہ سب کچھ جانتے ہیں، سب کچھ کر سکتے ہیں۔

۲۔ نبوت نص قرآن کے تحت خاتمہ ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ سلسلہ حجت باقی ہے۔

۳۔ امام ورہبر جامعہ سے غائب ہونے سے شرک وبت پرستی پھیلتی ہے جیسا کہ دس دن موسیٰ کی تاخیر سے سامری نے بت پرستی شروع کی آپ کہتے ہیں ہمارے امام غائب ہیں لیکن ہمارا امام ہماری ہدایت کرتا ہے۔

اتحاد کے داعی قوم پہلے دن سے متوازی گروہوں میں برابری کی بنیاد پر چل رہی ہے۔ نفاذ فقہ جعفریہ کے متوازی تحریک ساجد وحدت مسلمین وناصر تک نے ایک شکل اختیار کرلی ہے۔ پھر بھی کہتے ہیں متحد ہو کر اس بھیڑ کو روکنا ہے' جواد ہادی کی قیادت میں پختون خواہ اعلانیہ گروہ کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

چاروں گروہ کی گرائش پی پی سے ہے۔ یہ کہہ سکتے کہ یہ چار نہریں جو سمندر پی پی میں گرتی ہیں لیکن ناصر کی پی پی سے مخالفت نہیں کہ پی پی نے شیعوں کو کم توجہ دی ہے۔ ایسا نہیں ہے پی پی سے اس کی توجہ تنہا نہیں بلکہ پی پی کی تمام امیدیں شیعوں سے ہی وابستہ رہی ہیں چنانچہ ایک دفعہ امریکہ کو دھمکی دی گئی کہ اگر

میرا مطالبہ نہیں مانیں گے تو ہم ماتم داروں کو روڈ پر لاؤں گے۔ یہ لوگ بذات خود پی پی کے شیداء تھے اور رہیں گے چنانچہ اس بارے شواہد یہ ہیں کہ بلتستان میں وزیر اعلیٰ نے آپ سے اہانت و جسارت کی پھر آپ کے جلوس میں شریک افراد کو نوکریوں سے معطل کیا تو آپ کو اپنے اہانت و جسارت یا اپنے ساتھیوں سے زیادہ پریشانی یہ تھی کہ وزیر اعلیٰ کی بجائے پی پی کے نقصان کی زیادہ فکر تھی چنانچہ آپ نے زرداری سے کہا ان کو پی پی سے ہٹائیں۔
نیز آپ نے عمران خان اور ق لیگ پھر قادر لیگ سے اتحاد کی درخواست کی تھی۔ پتہ نہیں کیوں نہیں ہوا اس بارے میں سنا تھا پریس کانفرنس بھی کی تھی۔ لہٰذا مذہبی طور پر آپ کو ان جماعتوں میں کسی سے بھی اختلاف نہیں۔ جہاں تک آقائے ساجد نے پہلے ہی واضح کیا ہے ہم سیاست میں دین کو شامل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے ہم دین کے نام سے ووٹ دین کے لئے نہیں مانگیں گے بلکہ ووٹ دین کے نام سے دین کے لئے ہی مانگتے آئے ہیں۔ آغا حامدی یا عزاداروں کے اس جلسہ سے یہ نتیجہ اخذ نہ کریں کہ آغا ساجد یا عزاداران آغا ساجد سے یا راجہ صاحبان سے زیادہ دین و مذہب عزاداری کا تقدس کا خیال رکھنے والا ہے بلکہ ان کے اس اعلان سے مراد یہ ہے کہ پی پی مطمئن ہو کہ ہم بھی آپ ہی کے ہیں۔ ہم کسی قسم کی مزاحمت اجرت کے طالب نہیں آپ جو بھی کرنا ہے کریں ہم آپ سے نہیں مانگتے لیکن آقائے ساجد و راجہ کا کہنا ہے کچھ نہ کچھ تو دیں ورنہ یہاں سے بھاگنے والوں کو چھوڑیں ان کی سیاست جدائی قرآن و سنت اہل بیت کی ہدایت و فرمودات پر نہیں وہ اس سلسلہ میں مغرب کی تقلید کرتے ہیں۔ کہتے ہیں دین کو سیاست سے جداء رکھیں لہٰذا جب بھی اسمبلی میں دین کے نفاذ ذکر آتا ہے تو بھرپور طریقے سے مخالفت کرتے ہیں۔
جماعت اسلامی کی قلاء بازیاں یہ کہ الحادی نہیں بچیں گے۔
دینی جماعتوں کی تبلیغ ارشاد دعوت اسلام پر اکتفاء کرنا بہتر ہوگا یا سیاسی سماجی کاموں میں حصہ لینا ہوگا۔ یہ صرف سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر اکتفاء کریں تمام سیکولروں کا یہ مشورہ ہے کہ آپ دینی جماعتیں صرف دعوت ارشاد پر اکتفاء انحصار کریں۔ اسلامی اقتدار اعلیٰ والوں کا کہنا ہے کہ سیاسی میدان میں عمل نہیں چاہیے بلکہ بعض کا خیال ہے کہ ان میں سے بعض کو ترجیح دینا غیر منطقی ہے اپنی وسعت گنجائش کے اندر رہتے ہوئے سب کریں لیکن الحادیوں سے کبھی اتفاق نہ کریں۔

## فتح وفتوح آفتاب حیدر:

قبلہ آغا آفتاب حیدر صاحب دارالثقافہ الاسلامیہ میں دوران عرصہ سعید حیدر صاحب کے ان افراد میں شامل تھے جو باہر رہ کر یہاں تصرفات کرتے تھے۔ اس وقت دارالثقافہ ان کا پارک یا باغ بنے ہوا تھا۔ یفعل مایشاء یتصرف مایشاء کرتے تھے سعید کے یہاں سے بے دخل ہونے کے بعد ایک دن یہاں آ کر جام غضب پھینکا اور اس کے بعد آپ یہاں سے افریقہ تشریف لے گئے پھر ہمیں ان کے عتاب وعقاب سے نجات ملی تھی۔
اگر کسی کا دل حقد و کینہ سے لبریز ہو، وہ اس کو نکالنے کے لیے پریشان ہو، دلیل و منطق کا بحران ہو، تو اس بارے میں حیلہ گران اور چارہ سازوں کا کہنا ہے آپ مخالف کے گھر میں تشریف تو لے جائیں لیکن موقع ملتے ہی زور زور سے چیخ و پکار کریں۔ اگر صاحب خانہ نے مقابلہ بالمثل کیا تو بھی کامیاب رہے گا اس نے اپنے گھر میں مہمان کا خیال نہیں رکھا اگر شرافت دکھائیں گے نرمی کریں گے تو جلدی سے باہر جا کر فتح کا نشان بنائیں۔ آپ نے بھی ہمارے ساتھ یہی کیا۔
پہلے ہمارے کراچی کے ابتدائی دنوں کے ایک ساتھی ڈاکٹر سرور جو کہ ان کے حلقہ میں بھی ہوتے تھے قم تشریف لے گئے۔ چند سال وہاں صرف ونحو میں فضیلت حاصل کرنے کے بعد افریقہ تشریف لے گئے ابھی تقریباً پندرہ سال بیس سال سے وہاں مقیم ہیں جمعہ ۱۸ شعبان ۱۴۳۴ بمطابق ۲۸ جون ۲۰۱۳ زوال

سے جناب آفتاب حیدر صاحب کی تشریف آوری سے پہلے یہاں پر جناب اعجاز بلوچ اوران کے ساتھ محمود ہاشمی تھے۔ ہمارے شکوہ شکایت کا رخ اعجاز بلوچ کی طرف تھا اسی دوران آپ تشریف لائے تو میں نے اعجاز بلوچ سے خطاب کر کے کہا آپ نے بھی ان دس پندرہ سالوں میں میرا حال احوال نہیں پوچھا ہے آپ چونکہ بیرون ملک سے آئے تھے اس لئے آپ کو لینے کے لئے دروازے پر گئے تھے۔

قبلہ صاحب پورے عزم وارادہ کے ساتھ تشریف لائے تھے کہ جونہی ہی موقع ومحل ملے تو حملہ آور ہو جائیں۔ چنانچہ خمس کی غلط مصارف کے بارے میں بات چھیڑی تو ہم نے عرض کیا کہ خمس یہاں غلط مصارف میں خرچ ہو گیا ان میں سے مروجہ درس گاہوں میں خرچ ہوا اب ان درس گاہوں کے طلباء کے لئے ٹائی بھی لازم قرار دی ہے تو فوراً حملہ آور ہوئے کہ آپ کہاں سے کہتے ہیں ٹائی پہنا حرام ہے؟ آپ کہاں سے کہتے ہیں؟ عرض کیا یہ صلیب کی نشانی ہے کہا نہیں کس نے کہا میں نے عرض کیا آپ بتائیں کیا ہے کہا کہ آپ ثابت کریں کہ یہ حرام ہے۔ یہ صلیب کی نشانی نہیں ہے حالانکہ اردو انسائیکلوپیڈیا فیروزسنز ص ۹۴۲ پر مادہ صلیب میں لکھتے ہیں کہ یہ کلیسا کا نشان رہا ہے۔ چھٹی صدی سے وسیع استعمال ہوا ہے دوبارہ پوچھا کہ آپ حج کو جاتے ہیں تو میں نے عرض کیا ہاں جاتا ہوں تو کہنے لگے ہمیں اجازت نہیں ملتی ہے۔ میں نے عرض کیا مولانا میں بطور مستقیم سفارت نہیں جاتا ہوں میں ہمیشہ سے سرکاری سکیم کے تحت جاتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ آپ برس پڑے مولانا نے بعض ظن اثم بار بار زور زور سے پڑھنا شروع کیا بے چارے قرآن سے ناآشنا کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا بعض ظن اثم ہے نہ کہ سب۔

دوران گفتگو ہم سے پوچھا کہ آپ حج کو جاتے ہیں میں نے عرض کیا ہاں جاتا ہوں تو کہا ہمیں اجازت نہیں دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں پاکستان وزارت حج کے توسط سے جاتا ہوں کسی اور ذریعہ سے نہیں جاتا جیسا کہ لوگوں نے میرے خلاف مہم چلائی ہے۔ اتنے میں آپ کے اندر آتش شعلہ دینے لگی ساتھ ہی حجاب اسلامی پر بھی حملہ آور ہو گئے۔ یہ جو صاحب حجاب ہمارے ہاں ہے اسلام میں نہیں ہے نمی دانم کتنے اور محرمات کے جواز کے قائل ہو گئے ہیں۔ قبلہ صاحب بھی دیگر مغرب زدہ گرویدہ علماء کی طرح کہ اصل اسلام امریکہ کینیڈا میں ہے۔ دین یا تو پادریوں چرچ نشینوں کے پاس ہے جو اسلامی مما لک میں حجاب واجب ہے مرد وعورت مخلوط حرام ہے، سود حرام ہے خنزیر کا گرشت حرام ہے، جگہ جگہ حریم ہے یہ آج کے دور میں قابل قبول نہیں ہے۔

## ۱۴۳۴ کے انتخابات ایکسپریس پہلی شعبان بروز منگل رپوٹ:

۱۴۳۴ کے انتخابات میں ۱۱۸۰ امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہوگئیں جو مطلوبہ ووٹ حاصل نہ کرسکے۔ تفصیل کے مطابق قومی اسمبلی کے کل ۱۴۳ امیدواروں کی ایک لاکھ ۲۷ ہزار روپے کی رقم اور صوبائی اسمبلی کے ۱۱ جلسوں میں ۱۱۳۷ امیدواروں دولاکھ روپے زرضمانت کے طور پر رکھی گئی رقم بحق سرکار ضبط کر لی گئی ہے۔ کیونکہ الیکشن میں پہلے نمبر پر آنے والے امیدوار نے ۸/۱ لینا لازمی ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے کم ووٹ لیتا ہے تو اس کی رکھی گئی ضمانت کی رقم ضبط کر لی جاتی ہے حالیہ انتخابات میں سنیکڑوں پارٹیوں سمیت سولہ ہزار سے زائد امیدواروں نے حصہ لیا اور تقریباً ڈیرھ درجن رجسٹرڈ پارٹیوں کے امیدواروں نے ہی کامیابی حاصل کی جن میں ایسی پارٹیاں بھی ہیں جنہیں قومی اسمبلی کی صرف صرف ایک ایک نشست حاصل ہوئی ان کی تعداد صرف ۸ ہے جن میں شیخ رشید بھی شامل ہے اور انہیں عمران خان کی حمایت حاصل ہے۔

---

ایران میں صدارتی ووٹ ایکسپریس اتوار ۱۷ جون ۶ شعبان یہاں ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ ووٹ تھے اس میں سے ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ۱۴ ہزار ۳۰۷ ۸ کاسٹ ہو گئے تھے اس میں سے ایک کروڑ ۱۶ لاکھ ۵۴ ہزار ۱۳۰ ووٹ حسن روحانی کو ملے۔

۷ شعبان ۱۷ جون بروز پیر ص ۱۳ جدید ریاست میں اسلام نظام کی تحریک کے خلاف واویلا ہوا اور اسی اخبار میں شازیہ مری نے اعوذ باللہ کے خلاف تحریک چلائی۔

**امریکہ سے وابستگی:**

امریکہ میں جینے والے اور حکمران دونوں نصرانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ نصرانیت نظام اجتماعی سیاسی ناقد نظام ہے کیونکہ جو انجیل جوان کے پاس موجود ہے وہ دوسو صدی کے بعد کی تیار کردہ انجیل ہے۔ حضرت مسیح کی رفع کے بعد نصرانیت ظلم و بربریت کا شکار ہوئی تو یہاں سے انہوں نے سیاست تو دور کی بات کسی اجتماعیت سے بھی دوری اختیار کر کے غاروں میں پناہ لی۔ پھر روم کے بادشاہ نے اپنے اقتدار کے خاطر مصالحت کی کہ حکومت آپ کریں ہمیں دینی سہولتیں دیں یہاں تک وہ ۱۷۸۹ سے سرمایہ داری کرتے آئے ہیں۔ جدیدیت نے اس نظام کے خلاف بغاوت کی اس کے نتیجہ میں دین نصاریٰ یک طرفہ چند رسومات تک محدود ہونے سے نظام الحاد قائم ہوا۔ بعد میں انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر دین داروں کو استعمال کرنے کیلئے تبشیری گروہ تشکیل دیا تا کہ یہودیوں کے نقش قدم پر چل کر دنیا کو الحاد کی راہ پر گامزن کریں۔

یہاں سے معاشرے کو الحاد پر گامزن کرنے کی مہم عالمی سطح پر چلی تو مسلمان کی صفوں میں نعرے توڑ پھوڑ انتشار وافتراق کا بیج ڈالا گیا۔ ایک گروہ امریکہ نوازی میں دوسرا گروہ امریکہ مخالفت میں چلا۔ امریکہ مخالفت بھی اپنے حساب سے کئی صفوں میں تقسیم کی۔ ایک مخالفت کر کے توڑ پھوڑ کر کے آخر خود امریکہ چلے گئے اپنے وسائل ذرائع لے کر چلے گئے جبکہ دوسرے گروہ نے خود کو مسلمان قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے ہر موڑ پر کفر کی صفوں میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں ہر قابل سمجھدار فریق مخالف موافق دونوں کو یہ واضح کرنا ہوگا کہ ہم امریکہ کی کن چیزوں اور کن لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں:

۱۔ کیا قرآن کریم سے؟ چنانچہ قرآن سے اہانت جسارت پر تلے ہوئے ہے۔

۲۔ کیا محمد سے؟ چنانچہ محمد کی اہانت و جسارت کرتے ہیں۔

۳۔ وحدت امت اسلام سے۔

۴۔ نظام قائم سے۔

لیکن یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ انسان نادانستہ طور پر کسی کی سنت پر عمل پیرا نہیں ہوتا وہ تغیر سوچ کے بھی ہوسکتا ہے۔ اس سے کوئی کوئی نوابغ زمان فلسفی بھی نہیں بچ سکتا ہے۔ فلسفہ کا مطلب ہے حقیقت کی تلاش۔ یونان مھد کودک ومثوای فلاسفہ رہا ہے یہاں کے نوابغ فلسفہ کے مشرک تھے کہ انہوں نے اس بات کی تحقیق کی کہ انسان تنہا جسم نہیں روح بھی ہے۔ ماوراء مادہ کوئی ہستی انسان پر حکمرانی کرسکتی ہے اس کو مرنا بھی ہے لیکن وہ ہستی کونسی صفات کی حامل ہوگی اس کے بارے میں غور نہیں کرتے۔ اسی طرح ان کے مذاہب کے تابع فلسفیانہ تحقیق نے اپنے مذہب کے اندر رہتے ہوئے تحقیق کی ہے یہاں تک کہ ہر الٹے سیدھے خرافات بے بنیاد عقائد کو فلسفہ سے چپکایا ہے، خود اپنے مذہب کے دلائل پر غور نہیں کیا ہے۔ ہم بھی اسی طرح کے انسان تھے لیکن غیر شعوری طور اتحاد کی بات کی ہے۔

**امریکہ قرآن مخالف:**

یہ کہنا درست نہیں کہ امریکہ قرآن کے نام یا قرأت بے معنی قرآن سے اختلاف رکھتا ہے۔ یہ تو تقریباً ناممکن بات ہے کہ قرآن یکسرہ طور پر معاشرے سے

ناپید ہو جائے گرچہ عام جوان اس کی تلاوت نہ کریں۔ وہ احترام ضرور کریں گے اور کرنا پڑے گا چنانچہ پرویز ملحد انسان کی بھی قوم سے خطاب کے موقع پر قرآن سے افتتاح اس کی مجبوری تھی۔ لہٰذا یہ تو صانع خرافات میانوالی کی بات نہیں ہوگی کہ استعمار ہماری تقلید سے پریشان ہے گویا امریکہ ہمارے ترقی کے طریقہ سے محروم ہے، بلکہ معنی و ترجمہ سے شدت سے اختلاف ہے۔ اس کے بہت سے مصادیق ہیں۔

۱۔ درسگاہوں میں اس کو ادنیٰ سے اعلیٰ سطح پر نصاب میں رکھنے سے چڑ ہے چنانچہ وہ کسی صورت میں اسے رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۲۔ علماء کو لوگوں کو قرآن کے سمجھنے کی دعوت دینے سے چڑ ہے۔ چنانچہ کتاب قرآن سے پوچھو کے بارے میں ابوالحسن اور مقدسی نے کہا تھا ہم نہیں پوچھیں گے۔ اٹھو قرآن سے دفاع کرو کے بارے میں کسی نے کہا شرف الدین کون ہے کہ وہ یہ حکم دیں اٹھو قرآن سے دفاع کرو۔

۳۔ قرآن کی معنی خود قرآن سے لینے کے لئے ہیں چنانچہ انہوں نے اسمبلی میں اس شق کی مخالفت کرتے ہوئے کہا فرقے اپنی تفسیر خود کریں گے۔

شکر اس ذات کا کہ امریکہ نوازوں کے لئے جس طرح اپنا نام منظر عام پر آنے سے انہیں شرمندگی کا سامنا ہے ان کے مقتدین کو بھی ان کا نام لینے سے شرمندگی لاحق ہے۔ ان کی مثال شیطان پرستوں کی ہے ابلیس کی پرستش کرتے ہیں اور اظہار نفرین میں کرنا پڑتا ہے۔

بدھ ۱۲ جون ۲۰۱۳ کو نشر ہونے والی اخبار ایکسپریس ص ۱۱ پر آیا ہے صدر زرداری کی اسمبلی میں تقریر میں توہین رسالت کے قانون پر تشویش کا اظہار کیا گیا تھا کہ توہین رسالت غلط معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ ختم نبوت والوں کی طرف سے اس کی مذمت کے ساتھ اس کی وضاحت طلب کی گئی ہے کہ وہ کہاں غلط استعمال ہوا ہے۔

## شبیر کوثری:

شبیر کوثری کی میرے خلاف کاروائی ایک عنادی غصہ سے بھرے انتقامی جزبے کی نوعیت تھی۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے کہ:

۱۔ انہوں نے پہلے مرحلے میں میرے بیٹے باقر اور داماد کو خوب کھلایا۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں ان کو ہماری فکر دار الثقافہ سے نفرت کروائی۔

۳۔ ہم سے اعلان لاتعلقی کروایا۔

۴۔ ان کو جھوٹ سے بھرمار کی تلقین کروائی جو اس مذہب میں تقیہ کے عنوان سے سچ سے زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔

۵۔ پھر ان کو ہمارے ساتھ ہر قسم کی افہام و تفہیم کے راستے بند رکھنے کا بتایا۔

چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ صلح و صفائی اور کوتاہیوں کی نشاندہی کر کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کرنے والوں کو دوبارہ رابطہ کرنے سے روکا چنانچہ ایک دفعہ ان کے دوست عمار نے سعید سے کہا کہ ہم آپ اور آغا کے درمیان صلح صفائی کرتے ہیں تو سعید نے فوراً مسترد کرتے ہوئے کہا ہمارے کچھ اپنے مسائل ہوتے ہیں پھر شبیر نے صلح کے لئے کوشش کرنے پر عمار کو اتنا ڈانٹا گویا ان کی دکان سے کوئی خیانت کاری کی ہے جو نا قابل تلافی ہے۔ یہیں سے بیس سال کی رفاقت صداقت اس غصہ کے شعلوں کی نذر ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس بیچارے نے اپنے روزگار سے محروم ہونے کی فضاء کو سازگار کیا ہے، یہ ہے سرمایہ داروں کی واردات۔

## منورین مالی:

جتنی بھی اقسام منورین ہیں وہ سب اس نور سے کسب نورانیت طلسماتی کرتے ہیں۔ اصل میں جدید علمی بغاوت والوں کو نورانی کہنے کی ابتداء انہی سرمایہ

داروں سے شروع ہوئی۔ ملک فتنہ وفساد سے ویرانی و بربادی، دین عزیز معطل و معلق، ملک کو کافروں کے لئے لنگر انداز کیا ہے وہ انہی کا کردار ہے۔ ان کے فساد ارضی کے بہت سے مظاہر ہیں جن کا آغاز شاید قارون سے شروع ہوتا ہے۔

علماء سمجھتے ہیں اگر ملک میں جہاں کہیں دین کا نام ہے وہ ان منورین کی وجہ سے ہے۔ پچھلے سال جولائی میں روضہ رسول کے متوالی کو ایک لاکھ ڈالر دیا گیا ہے یہ ان کا مرھون منت ہے۔ لیکن یہی خود ان کے انحراف کی راستے پر گامزن ہونے کی واضح نشانی کے ساتھ ان کی اسلام کے ساتھ لاتعلقی بھی ہے۔ وہ سب سمجھتے ہیں جہاں جس قبر کی وہ چوکیداری کر رہے ہیں اس سے اسلام زندہ ہے۔ ایسا نہیں ہے سالہا سال سے یہاں کے رہنے والوں کے دلوں میں درس و مباحث حدر فاقیت صراقت کی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

**لافوازتیہ:** انطوان لافورایہ کھائی فرانسیسی ۱۳۔۱۷۹۴

## دلیل وما الدلیل:

دنیا میں پیدا ہونے والے مادی افکار ونظریات اختراعات اکتشافات خوف اور خوفناک مواد اور جان سے مارنے والے اسلحے کو ہر کوئی اپنا جانشین چھوڑ کر خود دیار عدم ہو گیا اب تو ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ اہل جبروت وتشدد طاغوت فراعین ونمرود ظالم ومظلوم میں چلے گئے۔ لیکن جو چیز دنیا میں زندہ اور تروتازہ ہے جس کا بدل کوئی نہیں نکلا اس سے سب واقف ہیں اس سے سب ڈرتے ہیں، اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں لیکن پیش کرنے والے کو جان سے مار دیتے ہیں۔ اس کی شکل وصورت انداز قد وقامت میں کوئی تغیر وتبدیل نہیں آئی اس کا نام دلیل ہے اگر آپ نہیں جانتے ہیں تو ہم آپ کو اس کا تعارف کراتے ہیں۔

دلیل دلالہ لغت میں مرشد ورہنما کو کہتے ہیں۔ اصطلاح علماء میں کسی چیز کے بارے میں علم وآگاہی کسی دوسری چیز کے بارے میں علم وآگاہی کا سبب بنتا ہے۔ پہلی کو دلیل دوسری کو مولول کہتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ گھر میں کوئی پتھر گرنا دلیل ہے کہ کسی شخص نے پھینکا ہے کسی جگہ سے دھواں نظر آنا اس بات کی دلیل ہے وہاں آگ لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ عرب بدو نے کہا البعر ہ تدل علی البصیرہ والائر تدل علیٰ المسیر بول علی المسیر دلیل کی مثال سورہ یوسف آیت ۱۸ ابر دران یوسف نے خون آلودہ قمیض کو یوسف کو بطور دلیل پیش کیا کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا۔ یہاں سے علماء نے دلیل کے کئی ایک مراتب بتائے ہیں۔

۱۔ دلائل لفظی

۲۔ دلائل غیر لفظی، غیر لفظی وصفی، عقلی طبیعی یعنی وہ تمام اموات جو ایک مریض سے صادر ہوتی ہیں۔ ہر ایک صفیرہ دلیل بر خوف حمرہ دلیل بر خجل افسردگی پر حزن پر ملال حزن قمیص یوسف از مقدم وموخر ہیں۔ دلیل کے لئے چند کلمات استعمال ہوئے ہیں برہان۔ حجت۔ بینہ۔

۱۔ برہان: سب سے واضح ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ موکد دائم الصدق ہے قرآن کریم میں چند بار آیا ہے بقرہ ۱۱۱ انبیاء ۲۴ نساء ۱

۲۔ الحجہ الدلہ المبینہ المقعد المستقیم الذی مقتض حجۃ احد نقیضی انعام ۱۴۹ بقرہ ۱۵۰ شوریٰ ۱۶

۳۔ بینہ الدلہ الواضحہ عقلیہ کا منحوسہ علی المدعی ارینہ یعنی اثبات ہود ۱۱۷ انفعال ۴۲ روم ۹

لیکن پہلے اس کی اقسام پیش کرتے ہیں:

دلیل کی اقسام ہے:

۱۔ دلیل باقی ۲۔ دلیل حالی ۳۔ دلیل لفظی

۴۔ دلیل معنوی ۵۔ دلیل مقالی ۶۔ دلیل جدلی

۱۔ دلالہ تقتضی الصدق ابدا۔

۲۔ ولایہ تقضی الکذب ابدا

۳۔ دلالہ الی الصدق اقرب

۴۔ دلالہ الی کذب اقرب

۵۔ دلالہ اسمھا سواء۔

**دلائل لفظی کی تین قسمیں ہیں:**

مطابقہ۔ تضمنی۔ التزامی

دلائل نقلی تمام کے تمام لفظی ہیں لیکن یاد رکھیں کہ دلائل نقلی کا اپنے مدعا دلالت کرنے کے لئے خود سے یا ہر دو چیزوں کا ثابت ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔

۱۔ دلیل نقلی کی استناد کسی ایسی ہستی کی طرف برگشت کرتی ہے جس کا قول سب کے لئے حجت ہوتا ہے۔ یہ لازم قبول اگر صادق ثابت ہو جائے تو اس کے بارے میں تین مثالیں دی جاتی ہیں۔

۲۔ لفظ کے معنی لغوی معتبر مستند کتب لغات سے ماخوذ ہو امثال ابن منظور فیروز آباد تاج العروس۔

۳۔ احادیث میں صرف سنت قول فعل وتقریر رسول اللہؐ قرآن کریم کی آیات۔

دوسرا متن دلالت جس مدعی کیلئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہیں لفظ میں یہ گنجائش ہو، لفظ کے اندر سے نکلتا ہو یہاں عام طور پر یہ مثال دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی سند اپنی جگہ درست ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں لیکن جو معنی یا مطلب اخذ کیا جاتا ہے اس آیت سے نکلتا ہے یا نہیں اس بارے میں اگر کوئی واضح مثال پیش کرنی چاہیے۔ غالیوں کی حضرت علی کے بارے میں امامت وخلافت بلافصل کے بارے میں پیش کی جانے والی آیات ہیں جہاں علامہ حلی نے ۳۵ آیات پیش کی ہیں بطور مثال آیہ بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اس آیت کو محکم ترین مستند ترین آیت گردانتے ہیں لیکن آیت میں کسی بھی جگہ ذکر امامت نہیں ملتا ہے۔

## دین میں دلائل کی نوعیت؛

۱۔ عقل خالص اثبات وجود باری متعال تنہا عقل سے ہی ممکن ہے۔ نقل کی کوئی مقام اور حیثیت نہیں۔

۲۔ نقل خالص جتنے بھی احکام فرائض واجبات ہیں صرف نقل سے ممکن ہیں عقل کا کوئی مقام وحیثیت نہیں۔

۳۔ نقل کی حجت کو جانچنے کیلئے عقل کی مدد معاونت کی ضرورت ہے۔

۴۔ نقل کی حجت قرآن اور سنت محمد پر ختم ہے ان کے بعد خلیفہ حاکم امام فقیہ مجتہد سب راوی ہیں ان کے ساتھ راوی کا سلوک ہوگا۔

۵۔ جو افراد سلف صالح یا مجتہدین سے اوپر جانے کیلئے تیار نہیں۔ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر حجت کو پیغمبر کے بعد کھینچنے والے قادیانیوں کے بھائی ان ہی کی شاخ ہیں۔

## تحفہ منورین:

منورین جن کا وجود روش وعیاں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔سب جانتے ہیں اس کے بہت سے مصادیق ہیں۔ان کی اولاد منور ہے لہٰذا کہتے ہیں نور دیدہ میری آنکھ کا نور ہے،نور دھندہ یعنی ترقی وتمدن کے راستے دکھانے والے۔

منورین شریعت: یعنی راہ انبیاء پر قائم کاربند انبیاء کی پیروی کرنے والے۔

## ۱۴۳۴ھ قائم صوبہ سرحد ہفتہ ۲۱ رجب المرجب:

میں تحریک انصاف نے حکومت سنبھالی تحریک انصاف میں شامل جماعتیں یہ ہیں:

۱۔قومی وطن پارٹی۔ ۲۔جماعت اسلامی ۳۔جمہوری اتحاد۔ ۴۔آزاد امیدوار

عنوان مذاکرہ عوام باشعور ہو چکی ہے۔ میزبان بصار عالم اتوار ۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ تمام سیاسی جماعتوں کو اقتدار دیا گیا ہے،خدمت کا موقعہ دیا گیا ہے۔عوام بیدار ہو چکی ہے اتوار ایکسپریس ۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ گجرات میں وقوع حادثہ جس میں بچوں کو لقمہ اجل بنایا گیا۔جب ان کے لواحقین سے اس کے ذمہ دار افراد کی تشخیص کے لئے کہا گیا تو جواب دیا کہ ہم سب ذمہ دار ہیں۔بلوچستان اسمبلی میں سب پارٹیوں نے اپنی زبان میں صاف کہا ہے کہ حکمران عوامی مفادات کے ذمہ دار ہیں۔

## منوّرین قومی:

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ بلوچستان اسمبلی میں پانچ زبانوں میں حلف اٹھایا گیا ہے۔یہ حلف اردو انگریزی بلوچی پشتو براہوی میں حلف اٹھایا گیا جب کہ سندھ اسمبلی میں سندھی اور اردو میں حلف اٹھایا گیا۔

## منورین نسوانی:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین وتقدیر ساز اسمبلی میں اب پی پی اور نون کا مقابلہ ہے۔یہ ثابت کرنے کے لئے کوئی خواتین عاریات مکشفات سے اس اسمبلی میں وہ بیٹھیں گی اور جلوہ نمائی کریں گی،مسلمانوں کے چہرے کو سیاہ اور داغدار بنائیں گی۔کائرہ کا یہ کہنا ہے کہ دنیا میں اس وقت ہم پہلے نمبر پر ہیں جبکہ اس سال شہباز کہیں گے کہ پہلے میں جنہوں نے اداکاروں کو چور دروازے سے لایا ہے جیسا کہ اتوار ایکسپریس ۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ میں آیا تھا۔

منوّرین نسوانی پاکستان کے جمہوریت پسندوں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین وتقدیر ساز اسمبلی کے چور دروازے سے مکشفات،ملونات رقاصاؤں اور گلوکاروں کو لانے کے لئے پہلے اسمبلی میں ایک چور دروازہ کھولنے کا بل منظور کیا جس کے بعد پی پی جن کی قائدین کا عبادت سیاست کو جشن خوری پر ناز ہے۔وہ کہتے ہیں کہ سیاست ہم سے سیکھیں باقی میادین سیاست کو اپنے مفاد اور موقع کے لئے چھوڑتے ہوئے ذرہ برابر اظہار کرتے ہیں۔وہ یہ کہتے ہیں کہ کتنی عاریات مستہزات مقدرات اسواء کو لا سکتے ہیں۔

چنانچہ تھوڑے عرصہ میں قومی صوبائی اور دیگر اداروں کو پر کیا ہے یہاں تک کہ کائرہ نے اس کو اپنی پارٹی کا افتخار قرار دیتے ہوئے کہا ہے اس باب میں چوری میں افتخار اور اعزاز ہمیں حاصل ہے کہ ہم نے کتنی خواتین کو اسمبلی میں لایا ہے۔تاہم نواز شریف کا بھی یہ کہنا ہے کہ آپ ہمیں موقع دیں تو ہم بھی لا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس سال اپنے امیدواروں میں وہ اسی مد میں کئی امیدوار قومی اور صوبائی امیدوار لایا جن میں ایک اداکارہ بھی شامل ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر اسمبلی

کے اندر اور باہر اداکاری کر سکے۔ ہمارے قائدین علامہ ساجد نقوی، جعفری اور بلتستان کے تمام سیاست دانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تیر پر ہی مہر لگائیں تا کہ سینہ اسلام کو مجروح کر سکیں۔

۲۰۱۲ کو بین الاقوامی این جی اوز نے علاقہ سوات میں اسلام کے خلاف ایک ڈرامہ کیا تھا جس کی اداکاری ملالہ یوسف زئی نے کی تھی۔ مصدقہ اخبارات کے مطابق ملالہ یوسف زئی تعلیم کے نام سے اسلام کے خلاف ایک فلم کی تیاری کر رہی تھی جس کو انعام یا نوبل دینے کیلئے انہیں ایک ڈرامہ کرنے کی ضرورت تھی تا کہ وہ اپنا انعام مغرب میں جا کر حاصل کر سکے اور اسلام کے خلاف مزید کام کر سکے۔ ۱۱۹ کتوبر ۲۰۱۲ کو ملالہ کے قتل کا ڈرامہ رچایا تا کہ یورپ جائے اور اداکاری کرنے کا جواز ملے۔ چنانچہ ۱۲ جولائی ۲۰۱۳ کو اقوام متحدہ میں منعقدہ بچوں کی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قلم اور کتاب سب سے بڑی طاقت ہے۔ یہ اس تقریر کا متن ہے جو روز نامہ دنیا ۳ رمضان المبارک بروز ہفتہ ۱۳ ۲۰۱۳ جولائی کو نشر ہوئی۔

نیویارک (مانیٹرنگ ڈیسک، دنیا نیوز) دنیا بھر کے بچوں کیلئے تعلیم کے حق کے حوالے سے مہم چلانے والی پاکستانی طالبہ ملالہ یوسفزئی نے اقوام متحدہ کی یوتھ اسمبلی سے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ قلم اور کتاب دنیا کے سب سے طاقتور ہتھیار ہیں، شدت پسند تعلیم کی طاقت سے خوفزدہ ہیں، طالبان کے بچوں کیلئے بھی تعلیم چاہتی ہوں۔ مجھے گولی مارنے والا سامنے بھی آیا تو اسے نہیں ماروں گی، ایک طالبعلم، ایک استاد ایک قلم اور ایک کتاب دنیا تبدیل کر سکتے ہیں، ہمارے الفاظ کی طاقت دنیا کی تقدیر بدل کر رکھ دے گی۔

خطاب ملالہ کو کوئی یہ نہ کہے کہ ایک بچی کے خطاب پر تنقید کرنا درست نہیں مستحسن عمل نہیں بچی تو بچی ہے لیکن اس طرح کی ہمارے لیے بہت سی مثالیں تاریخ میں ہیں۔ بچوں اور عورتوں سے بڑے بڑے جرائم کرواتے ہیں اور جب پکڑا جاتا ہے تو کہتے ہیں عورت تھی ناقص العقل بچی تھی نہیں جانتی تھی۔ ہم ان کے خطاب کو ملالہ یوسف زئی کا خطاب نہیں سمجھتے ہیں ہم اس کو بین الاقوامی سطح پر اسلام کے خلاف امت مسلمہ کے خلاف سازش سمجھتے ہیں۔ یہ باتیں ملالہ کی نہیں بلکہ بان کی مون ٹونی بلیر اور اوباما کی باتیں ہیں جو اس کی زبان سے کروا رہے ہیں۔ فرض کریں یہ بات ملالہ کی نہیں یہ بات بے نظیر کی بات ہے یہ بات زرداری کی گیلانی اور پرویز کی بات ہے وہ بھی یہی کہتے آئے ہیں کہ علم اور کتاب بڑی طاقت ہیں تو کیوں افغانستان، عراق اور جنوبی وزیرستان میں علم و کتاب کو نہیں برسایا؟ کیوں ڈرون برسائے؟ یہ باتیں یہاں کے مصیبت زدہ عوام کی دولت کو لوٹنے والے حکمرانوں کی طرف سے عوام کو غفلت میں رکھنے کے ہتھکنڈے ہیں۔ جس علم کی بات ملالہ کے مائک سے سنی ہے اس نے دنیا کو ویران و برباد کیا ہے، اس نے قوموں کے حقوق کا استحصال کیا ہے۔ اس علم نے ملک کو کرتبوں کا گڑھ بنایا ہے۔ اس علم نے ملک میں الحاد پھیلایا ہے۔ جس علم میں ایمان بہ اللہ ایمان بیوم الاخرۃ، بیوم حساب الکتاب، و جزاء نہ ہو وہ علم سم قاتل اقوام و ملل ہے۔ بان کی مون اور بچی کو ورغلانے والے جان لیں کہ امت مسلمہ اب تو ان کے خلاف بولنے والی زبان کو سمجھنے لگی ہے۔ وہ ان کو غدار اور خائن کے طور پر پہچانیں گے۔ آپ علم پڑھیں۔ پاکستان اسمبلی میں چور دروازوں سے داخل شدہ قلم کتاب والے آپ کے تختہ مشق بے نظیر یا کوئی بھی مسلمانوں کے دل فتح نہیں کر سکے نہ کر سکیں گے۔ عوام دشمن کو اپنے پیچھے رکھ کر بولنے والوں کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ یہ جو بھی کریں ہمیشہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے جن خرافات کو پھیلاتے ہیں، ہر آئے دن ذلیل ہوتے ہیں اور آج تک اس ملک میں اپنی حکومت قائم نہیں کر سکے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو ملا کر حکومت قائم کرتے ہیں۔ آپ کے اس وقت کے بطور وزیر اعظم کے خطاب کو عوام مستحسن نظروں سے نہیں دیکھتے، امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی کوئی پذیرائی نہیں دیں گے۔ آپ نے طالبان کا نعم البدل بن کر غریب مسلمانوں کو خودکش حملوں کا نشانہ بنوایا ہے۔ طالبان نے تو فحاشی کے اڈوں کو نشانہ بنایا تھا لیکن آپ نے تو غیرت مشرقی اور غیرت اسلام کو نشانہ بنایا ہے۔ عوام اس کا آپ سے بے اعتنائی، نظارت اور حقارت کی صورت میں انتقام لیں

گے۔

مغرب والوں نے عرصہ دراز سے اسلام پر کاری ضربت لگانے کیلئے جس موثر اور مہلک ہتھیار انتخاب کیا ہے وہ صنف نازک ہیں جنہیں این جی اوز کے کارکنان رضا کاروں کے طور پر انتخاب کرتے گئے اور پھر الحادی سیکولر پارٹیوں کے ذریعے اسمبلی اور وزارتوں تک پہنچایا ہے۔ بے نظیر کو پوری امت کی خاتون کی طور پر منوانے کی کوشش کی لیکن ملک میں سوائے پی پی کے کوئی اوران کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوا۔ بیگم عنایت اللہ، عاصمہ جہانگیر، شیرین رحمٰن، فوزیہ وہاب اور کتنی شریں دیگر الحادیوں کی پیداور ہیں۔ اب باری ملالہ کی آئی ہے، ترانے بنائے گئے ملکی ذرائع ابلاغ اور اقوام متحدہ نے مل کر اس کو اٹھایا ہے تاکہ مسلمان اس کو باغیہ اسلام تصور نہ کریں۔

[۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق بروز جمعہ بمطابق ۱۹ جولائی ۲۰۱۳ ص ۳۔ کالم نگار نذیر ناجی]

عدنان رشید کی جانب سے ملالہ یوسف زئی کے نام خط۔

ان کیلئے امن اور سلامتی کا پیغام جنہوں نے راہ ہدایت اختیار کی۔ مس ملالہ یوسف زئی! میں یہ خط آپ کو بالکل ذاتی حیثیت میں لکھ رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ یہ تحریک طالبان پاکستان یا کسی دوسرے جہادی گروہ کا بھی موقف ہو۔ میں نے آپ کے بارے میں سب سے پہلے بی بی سی اردو سروس کے ذریعے اس وقت سنا جب میں بنوں جیل میں تھا۔ اس وقت بھی میں آپ کو خط لکھنا چاہتا تھا۔ یہ نصیحت کرنا چاہتا تھا کہ طالبان مخالف سرگرمیوں سے باز رہیں لیکن مجھے آپ کا پتہ معلوم نہ ہوسکا۔ میں سوچتا رہا کہ آپ کے ساتھ کیسے رابطہ قائم کروں جبکہ آپ اپنی تحریروں میں اپنا فرضی نام استعمال کرتی تھیں۔ آپ کیلئے میرے تمام تر جذبات برادرانہ ہیں کیونکہ ہم دونوں ایک ہی قبیلے یوسف زئی سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی دوران جیل توڑے جانے کا واقعہ پیش آیا اور مجھے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ جب آپ پر حملہ کیا گیا تو یہ میرے لیے بھی صدمے سے کم نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور میں نے بروقت آپ سے رابطہ کر کے آپ کو سمجھا دیا ہوتا۔ طالبان نے آپ پر حملہ کیا، اسلام کے لحاظ سے یہ ٹھیک نہ تھا یا غلط یا آپ قتل کر دیے جانے کے قابل تھیں یا نہیں، میں اس بحث میں نہیں الجھوں گا، اس معاملے کو پروردگار عالم پر چھوڑ دیتے ہیں، وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ سب سے پہلے آپ اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ طالبان نے آپ پر حملہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ آپ سکول جاتی تھیں۔ یہ حقیقت بھی جان لیں کہ طالبان یا مجاہدین کسی مرد یا عورت یا لڑکی کے تعلیم حاصل کرنے کے خلاف نہیں ہیں۔ طالبان سمجھتے ہیں کہ <u>آپ ایک مقصد کے تحت ان</u> کے خلاف لکھ رہی تھیں اور سوات میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی ان کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی مہم چلا رہی تھیں۔ آپ کی تحریریں اشتعال انگیز تھیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا قلم تلوار سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے اور یہ کہ طالبان نے آپ پر آپ کی اس تلوار کی وجہ سے حملہ کیا، آپ کی کتابوں اور سکول کی وجہ سے نہیں۔ طالبان کی بغاوت سے پہلے سوات میں ہزاروں لڑکیاں سکول جاتی تھیں۔ طالبان کے زور پکڑنے کے بعد بھی وہ اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ وضاحت کرنا پسند فرمائیں گی کہ صرف آپ ہی طالبان کی ہٹ لسٹ پر کیوں تھیں؟

یہاں میں ایک اور نکتہ کی بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ طالبان سکولوں کو کیوں بموں سے اڑا دیتے ہیں؟ خیبر پختونخوا اور فاٹا میں صرف طالبان ہی نہیں جو سکول کو بارود سے اڑا رہے ہیں بلکہ پاکستانی فوج اور فرنٹیئر کانسٹیبلری بھی اس معاملے میں برابر کی شریک ہے۔ دونوں کی جانب سے اس اقدام کی مشترکہ وجہ یہ ہے کہ یہ سکول طالبان یا پاک فوج میں سے کسی بھی پارٹی کے کنٹرول میں آجائیں تو ان کو پناہ گاہوں اور عبوری کیمپوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں میں سوات میں تھا اور صوفی محمد کی جانب سے انقلاب لانے کی پہلی کوشش اور ناکامی کی وجوہ تلاش کر رہا تھا۔ میں نے جانا کہ سوات کی

تحصیل مٹہ کے کچھ سکولوں میں ایف سی موجود ہے اوران کو پناہ گاہوں اور عبوری کیمپوں کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کس کو الزام دیا جائے؟۔ فاٹا میں درجنوں سکول پاک فوج اور ایف سی بیرکوں کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ آپ چاہیں تو اس کی تحقیق کر سکتی ہیں۔ جب کوئی مقدس چیز مہلک بن جائے تو اس کا خاتمہ ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی طالبان کی پالیسی ہے۔ تزویراتی مقاصد کیلئے استعمال ہونے والے سکولوں کو بارود سے اڑانا طالبان کا کام نہیں۔

اب میں سب سے اہم معاملے یعنی تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ یہ بات حیرت کا باعث ہے کہ آپ تعلیم کیلئے آواز بلند کر رہی ہیں۔ آپ اور یو این او دونوں یہ دکھاوا کر رہے ہیں کہ آپ پر حملہ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے کیا گیا۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔ ایمانداری کا مظاہرہ کریں۔ تعلیم نہیں بلکہ آپ کی زبان سے کیا گیا پروپیگنڈا اصل مسئلہ تھا، اور ایک سوال یہ ہے آپ اب کیا کر رہی ہیں؟ آپ اپنی زبان سے دوسروں کا موقف بیان کر رہی ہیں۔ اگر آپ اس حقیقت سے آگاہ رہیں کہ قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے تو یہ بھی جانتی ہوں گی کہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ تلوار کا زخم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن زبان سے لگنے والا زخم سدا رہتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ یہ معلومات شیئر کرنا چاہتا ہوں کہ برصغیر پر برطانیہ کے قبضے سے پہلے یہاں کا ہر باشندہ پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ مقامی افراد نے برطانوی افسروں کو عربی، ہندی، اردو اور فارسی سکھائی۔ اس وقت ہر مسجد میں ایک مدرسہ بھی قائم تھا اور مسلمان حکمران ان مدارس پر بھاری رقوم خرچ کیا کرتے تھے۔ جس زمانے میں ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی یہ علاقہ کاشت کاری، ریشم اور پٹ سن کی پیداوار کیلئے مشہور تھا، یہاں پر ٹیکسٹائل انڈسٹری تھی اور جہاز سازی کی صنعت پنپ رہی تھی۔ غربت نہ ہونے کے برابر تھی۔ کسی قسم کا کوئی بحران نہ تھا۔ تہذیبوں اور مذاہب کے درمیان کسی قسم کے اختلافات نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں یہاں کا نظام تعلیم اعلیٰ نظریات پر قائم تھا۔ آپ کی توجہ ایک تحریر کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو سرٹی بی مکالے نے برطانوی پارلیمنٹ کو برصغیر میں تعلیمی اصلاحات کے حوالے سے ارسال کی۔ ۲ فروری ۱۸۳۵ء کو لکھے گئے اس مراسلے میں میکالے نے واضح کیا کہ برصغیر میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کی جگہ وہ کس طرح کا تعلیمی نظام چاہتا ہے۔ اس نے لکھا ''ہمیں فوری طور پر ایک ایسا طبقہ تشکیل دینے کی کوشش کرنی چاہیے جو ہمارے ان لاکھوں افراد کے درمیان ترجمان کا کردار ادا کر سکے، جن پر ہم حکومت کرتے ہیں۔ ایک ایسی کلاس جو اپنے خون اور رنگ کے لحاظ سے ہندوستانی ہو لیکن نقطہ نظر، مورال اور علم اور حکمت کے لحاظ سے انگریز ہو'' یہ تھا اس نام نہاد تعلیمی نظام کا منصوبہ اور مشن جس کیلئے آپ مرنے کیلئے تیار ہیں اور جس کیلئے اقوام متحدہ کے کرتا دھرتا آپ کو اپنے دفاتر میں لے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایشائی افراد تیار کئے جا سکیں جو خون کے لحاظ سے تو ایشائی ہوں لیکن ذوق کے لحاظ سے انگریز نظر آئیں۔ ایسے افراد کو تیار کیا جا سکے جو رنگ کے لحاظ سے تو افریقی ہوں لیکن نقطہ نظر کے حوالے سے انگریز محسوس ہوں۔ یہ ہے وہ نظام جو آپ کا آئیڈیل ہے۔ وہ سارے انسانوں کو انگریز کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ اس لیے کہ انگریز یہودیوں کے حمایتی اور غلام ہیں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ ہندوستان میں انگریزی نظام تعلیم کے بانی اور علامت سمجھے جانے والے سرسید احمد خان ایک فری میسن تھے۔ آپ نے کہا کہ ایک استاد، ایک قلم اور ایک کتاب دنیا تبدیل کر سکتے ہیں۔ میں آپ کی اس بات سے پوری طرح متفق ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ کون سا استاد اور کون سی کتاب؟ اس کی تخصیص ہونی چاہیے۔ پاک پیغمبر نے کہا تھا: ''میں آپ کے درمیان ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور اپنے ساتھ کتاب لایا ہوں'' انہیں قرآن کی تعلیم دینے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ ایسا پاکیزہ اور معزز معلم ہی دنیا تبدیل کر سکتا ہے۔

آپ نے مثال دی کہ ایک بار ایک صحافی نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ ایک طالب علم تعلیم سے اتنا خوف زدہ کیوں رہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ طالب علم یہ نہیں جانتا کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ یہی سوال میں آپ سے اور آپ کی وساطت سے پوری دنیا سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اللہ کی اس کتاب

سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں، اس لیے کہ وہ نہیں جانتے اس میں کیا ہے۔ طالبان چاہتے ہیں کہ ان باتوں کا نفاذ ہو جو انسان کی تصنیف کردہ کتابوں میں لکھی ہیں۔ آپ نے بے انصافی کے مرتکب ادارے کے سٹیج پر کھڑے ہو کر انصاف اور برابری کی بات کی ہے۔ حالانکہ وہاں سب قومیں برابر نہیں ہیں۔ چند ریاستوں کو ویٹو کا حق حاصل ہے جبکہ باقی ممالک بے بس ہیں۔ درجنوں بار ایسا ہو چکا ہے کہ پوری دنیا نے اسرائیل کے خلاف مشترکہ آواز بلند کی لیکن صرف ایک ویٹو انصاف کا گلا گھونٹنے کیلئے کافی ٹھہرا۔ وہ پلیٹ فارم جس پر کھڑے ہو کر آپ پوری دنیا سے مخاطب ہو رہی ہیں، نیو ورلڈ آڈر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ پرانے ورلڈ آڈر کی طرف کیا خرابی ہے؟ نیو ورلڈ آڈر کا پرچار کرنے والے گلوبل ایجوکیشن، گلوبل معیشت آرمی، گلوبل تجارت، گلوبل حکومت اور آخر میں گلوبل مذہب چاہتے ہیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان سارے عالمی منصوبوں میں کہیں پیغمبرانہ راہنمائی کیلئے بھی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟''

[روزنامہ دنیا ہفتہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق بمطابق ۲۰ جولائی ۲۰۱۳ء ص ۳ پر کالم نذیر ناجی]

عدنان رشید نے ملالہ یوسف زئی کے نام خط میں مزید لکھا ہے کہ

''کیا ان (عالمی منصوبوں) میں اسلامی شریعت یا اسلامی قانون کیلئے کوئی جگہ ہے جنہیں اقوام متحدہ بے رحمانہ اور نامہربان قرار دیتی ہے؟ آپ نے پولیو ٹیموں پر حملہ کے بارے میں بات کی ہے۔ کیا آپ اس سوال کا جواب دیں گی کہ ۱۹۷۳ء میں اس وقت کے امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ ہنری کسنجر' جو کہ ایک یہودی ہیں' نے یہ کیوں کہا تھا کہ تیسری دنیا کی آبادی ۸۰ فیصد کم کر دی جانی چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی چھتری تلے مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے اصلاح نسل کے اور نسل کشی کے قابل نہ رہنے دینے کے پروگرام کیوں چلائے جا رہے ہیں۔ صرف ازبکستان میں دس لاکھ سے زیادہ مسلم خواتین کو ان کی مرضی کے خلاف بالجبر بانجھ کر دیا گیا۔ برٹرینڈ رسل نے اپنی کتاب ''دی اسپیک آف سائنس آن سوسائٹی'' میں لکھا تھا:

خوراک' ٹیکہ جات اور حکومتی احکامات سے ہر فرد کو اپنی زندگی کی ابتدا ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ سارے عوامل مل کر افراد کے ایسے کردار اور ان میں ایسے اعتقادات پیدا کرنے کا باعث بنیں گے جو حکمران اپنے لئے موافق خیال کریں گے۔ اس طرح برسر اقتدار آنے والی طاقت پر سنجیدہ نوعیت کی تنقید نفسیاتی لحاظ سے ناممکن ہو کر رہ جائے گی''۔ یہی وجہ ہے کہ پولیو ویکسی نیشن کے پروگرام کے بارے میں ہمیں اتنے زیادہ تحفظات ہیں۔ آپ نے کہا کہ ملالہ ڈے آپ کا دن نہیں ہے بلکہ ہر اس فرد کا دن ہے جس نے اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کی۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح کا دن آپ کے نام پر منایا گیا ویسا راکیل کوری کے نام پر کیوں نہیں منایا جاتا۔ صرف اس لیے کہ اس کو ہلاک کرنے کیلئے استعمال ہونے والا بلڈوزر اسرائیلی تھا؟ (یاد رہے کہ راکیل کوری بین الاقوامی یک جہتی تحریک کی رکن اور امن کی علمبردار خاتون تھیں' جسے ۲۰۰۳ء میں اسرائیلی بلڈوزروں نے کچل کر ہلاک کر دیا تھا) ایسا دن عافیہ صدیقی کے نام پر کیوں نہیں منایا جاتا' کیا اس لیے کہ اس ساری خرابی کے ذمہ دار امریکی ہیں؟ ایسے دن فیضان اور فہیم کے نام پر کیوں نہیں منائے جاتے' اس لیے کہ ان کا قاتل ریمنڈ ڈیوس تھا؟ میں آپ سے ایک اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور برائے مہربانی اس کا جواب پوری ایمانداری سے دیجئے گا۔ اگر آپ کسی امریکی ڈرون حملے میں زخمی ہو جاتیں تو کیا اس صورت میں بھی دنیا کو آپ کی طبی صورتحال کے بارے میں اتنی تشویش لاحق ہوتی اور کیا تب بھی آپ کو ''دختر ملت'' کا نام ملنا تھا؟ کیا تب بھی میڈیا آپ کو اتنی کوریج دیتا؟ کیا عالمی میڈیا آپ کی طرف اسی گرامی سے متوجہ ہوتا؟ کیا اس صورت میں بھی جنرل کیانی آپ کی عیادت کیلئے تشریف لاتے؟ کیا تب بھی آپ کو اقوام متحدہ بلا کر اتنی پذیرائی دی جاتی؟ کیا تب بھی ملالہ ڈے منایا جاتا؟ اب تک تین سو سے زائد معصوم' بے گناہ خواتین اور بچے ڈرون حملوں میں ہلاک ہو چکے ہیں لیکن ان ہلاکتوں پر کس نے توجہ دی؟ اس لیے کہ حملہ کرنے والے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ''پُرامن'' امریکی

ہیں؟ ایسا کوئی دن ان سولہ معصوم افغان خواتین اور بچوں کے نام سے کیوں نہیں منایا جاتا جن کو ایک امریکی رابرٹ بیلاس نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس لیے کہ بیلاس ایک طالب علم نہ تھا۔

جو دردمندی آپ نے پاک پیغمبرؐ سے سیکھی کاش پاک فوج بھی اس سے آگاہ ہوتی تاکہ وہ فاٹا اور بلوچستان میں لوگوں کا خون بہانا بند کر دیتی۔ میری خواہش ہے کہ جو ترحم آپ نے حضرت عیسیٰؑ سے سیکھا امریکہ اور نیٹو بھی اس کا علم رکھتے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کا خون بہانے سے باز آجاتے۔ میں بھی یہی خواہش برما اور سری لنکا میں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے والے بدھ کے پیروکاروں سے بھی رکھتا ہوں اور بھارتی فوج سے بھی امید کرتا ہوں کہ وہ گاندھی جی کی سوچ اپنائے اور کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی ترک کر دیے اور پھر باچا خان کے پیروکار اے این پی، جس نے خیبر پختونخوا میں اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں عدم تشدد کی مثال قائم کی۔ اس سلسلے میں سوال کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جہاں باچا خان کے پیروکاروں نے ایک گولی بھی نہ چلنے دی اور جیٹ طیاروں، ٹینکوں اور گن شپ ہیلی کاپڑوں کے ذریعے عدم تشدد کے فلسفے پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا۔

آخر میں، میں آپ سے کہوں گا کہ گھر واپس آجائیں، اسلامی اور پشتون ثقافت اپنائیں، اپنے گھر کے نزدیک خواتین کیلئے بنے کسی بھی اسلامی مدرسے میں داخل ہو جائیں، قرآن پاک کا مطالعہ کریں اور اس سے سیکھیں، اپنا قلم اسلام اور مسلم اُمہ کی ترقی اور فروغ کیلئے استعمال کریں اور اس محدود ایلیٹ کی سازش کو بے نقاب کر دیں جو پوری نسل انسانی کو اپنے مذموم ایجنڈے کی خاطر غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہے اور اس سارے عمل کو نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیتی ہے۔ ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔''

## عدنان رشید کا ملالہ کے نام خط:

ڈاکٹر عبدالباقی عتیقی از لاہور کی طرف سے اس خط پر تعلیق و تبصرہ روزنامہ دنیا بروز جمعرات ۲۵ جولائی ۲۰۱۳ عتیقی صاحب نے کہا ملالہ یوسف زئی نے اقوام متحدہ میں اپنی تقریر میں اعلیٰ ترین اخلاقی روایت کا مظاہرہ کیا ہے میں اس کے خلاف نہیں ہوں۔ میں یہاں طالبان یا دہشت گرد سب سے ذاتی انتقام کیلئے نہیں آیا ہوں غرض آپ اور دیگر دانشوران صحافت گراں سیکولر ترقی پسنداں کو اسلام میں علم کی فضیلت اور عفو اخلاق کی فضیلت کے علاوہ اسلام کے بنیادی اساس قوانین سے کسی قسم کی دلچسپی ہمدردی غیرت ناموس نام کی کوئی چیز کا احساس نہیں۔ روشن خیالان اب اسلام سے اجنبت کے بعد مشرق زمین کی اقدار اور عزت ناموس سے بھی اجنبی ہو گئے ہیں۔ ان کی ناموس جوان لڑکیاں کفر و شرک الحاد مسیحی اور یہود کے ہاتھوں میں جتنا کھلیں ان کو فخر محسوس ہوتا ہے جتنی بھی خواتین این جی اوز کے ہاتھوں یرغمال ہونے کے بعد اس ملک سے اس کے نبی سے خیانت کریں ان کو فخر ہوتا ہے۔ اب یہ لوگ اتنے ذلیل و خوار ہو چکے ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ان کیلئے کیا چیز باعث فخر ہے اور کیا چیز باعث عار و ننگ ہے۔ اب یہ لڑکی مسلمان بھی نہیں رہی۔ جہاں انہوں نے حضرت محمد وعیسیٰ کے بعد گوتم بدھ کو اپنا مشعل راہ قرار دیا اگر آپ کو قرآن نہیں آتا ہے سیرت و سنت محمد نہیں آتی ہے آپ نے پڑھا نہیں ہے آپ نے کالم نویسوں کے کالم سے اسلام کو پڑھا ہے تو کیوں کہتے ہیں کہ کہاں کا انصاف ہے کیا اس ملک میں باہر کیلئے جاسوسی کرنے والوں کو قتل یا حبس سلاسل کی اذیت و آزار نہیں پہنچایا جاتا ہے؟ اللہ کیلئے اپنے ملکی مشرقی اقدار عالیہ کیلئے اپنے قیامت تک کے دن کے حساب و جزاء و سزاء کیلئے دین کی قضاوت نہ کریں۔ آپ نے دین کو پڑھا تھا یہ دنیا جانتی ہے۔ اپنے ملک و قوم و مملکت کے خلاف جاسوسی کرنے والوں کو سخت سزا دی جاتی ہے اگر کوئی ملک و ملت کے خلاف جاسوسی کرتا ہے تو کیا مستحق تنبید و تعزیر نہیں ہے۔

## ملالہ سواتی:

ملالہ جب سوات میں تھی تو علم این جی اوز سے حاصل کرتی تھی۔ ملالہ نے ابھی یہاں سے فارغ ہو کر یا خارج ہو کر اصلی و غیر سلطنیت کی اعلیٰ درسگاہوں سے بھی اقوام متحدہ میں علم پھیلانے کے عزم کا ارادہ کیا تو بھی این جی اوز کی طرف سے جتنے سکولوں کیلئے جو چندہ جنہوں نے دیا ہے وہ بھی دشمنان اسلام نے دیا ہے۔ ترقی پسند مارکیزم کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ احادیث اسلام سے استناد کریں۔ علم کی اتنی بافضیلت ہر قسم کی حدود و قیود حرمات سے تجاوز کرنے کی بات کہاں سے لائے؟ اگر مغرب علم کو فروغ دینا چاہتا ہے تو کیوں عام نہیں کرتا کیوں لوگوں کا خون چوستے ہیں۔

## منورین قومیات:

پاکستان کی اعلیٰ قیادت جو تھوڑا ضمیر وجدان اسلام کا مظاہرہ کرتی ہے ان کا اسلام کے بارے میں عقیدہ ہے کہ اسلام کو پاکستان سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے بعض فرقوں کا اظہار ناراضگی تھا کہ آخر اسلام کے نام سے ووٹ کو کیوں روکا جاتا ہے دوسروں کا مجھے پتہ نہیں ہے ہمارا خیال یہ ہے کہ جو وردی والی جماعت ہے خاص کر ستارے والے تھوڑی سی غیرت پاکستان رکھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہاں پاکستان کی سالمیت کو داغ لگ رہا ہے۔ اس لئے انہیں ضرورت محسوس ہوئی بعد میں انہوں نے اس کی وضاحت بھی کی کہ اسلام سے ہماری مراد اسلام محمد علی جناح علامہ اقبال ہے۔ لیکن محمد علی جناح کا یہ مقولہ ان کے پاس خط درشت میں لکھا ہوا ہے کہ پاکستان کی تنظیم میں اس اتحاد میں فقط اتحاد زمین آتا ہے جو جمع کرتا ہے ۱۲ اسلام آتا ہے ۳ ثقافت زبان آتی ہے۔ ۲ سیاست آتی ہے۔ جب یہاں ایک اسمبلی اور دو تین چار زبان چلیں گی تو اتحاد کا ایک ستون گر گیا۔

## قوم پرستی اور غیر پرستی ذلت پرستی:

پرستش جھکاؤ اجتماعی میں تین مفروضات پائے جاتے ہیں:

۱۔ قوم پرستی جس کی پیشرفت شکل نئی نئی بنانا ہیں جیسے سرائیکی صوبہ گلگت بنانا بلتستان صوبے چلو سکردو بنانے پھر کھر منگ روندو شگر بنانا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ایک قوم کو جتنا ممکن ہو سکے محدود بنانے کی مہم ہے۔ یہ قوم پرستی ذیل خوار ترین، آخرین وحشی ترین اور وحشت پرستی کا نمونہ ہے۔

۲۔ اغیار پرستی یعنی اپنی قوم سے نکل کر غیر قوم سے وابستگی کرنا۔ جیسے اپنے ملک حامی کے مھر ان ہے اپنے گھر کا بندوبست کرنا ہے لیکن پاکستانیت سے بھی نکل کر انگریز پسند ہو جانا چنانچہ بلوچستان اسمبلی میں پانچ زبان میں حلف اٹھایا گیا ۱۸ جون بروز منگل کو نشر ہونے والی ایکسپریس میں سندھ اسمبلی کی بجٹ تقاریر انگریزی میں کیں جہاں سال میں ایک اجرک اور ٹوپی پہننے کے لئے ایک خاص دن منایا جاتا ہے۔

## طوائف الملوک یا صوبائی خود مختاری:

اس وقت ملک میں پسندیدہ اور ماندار روشن خیال سیاست دان ہونے کے ثبوت میں سننے والا اشعار صوبائی خود مختاری ہے۔ چنانچہ گذشتہ مطلقہ بانی حکومت کا افتخار صوبائی خود مختاری تھا جس کے بعض ارمان پورے ہو گئے ہیں اور بعض بطور حسرت باقی رہ گئے ہیں جن میں ایک سرائیکی صوبہ ہے نمی دانم ان مضمراتی بعیدہ میں اور کتنے صوبے اور کتنے ضلع تھے وہ وقت اور حالات گزرنے کے بعد معلوم ہوں گے۔ بہر حال پی پی کو اس پر بہت فخر و ناز رہا ہے انہیں اس پر بھی فخر و ناز حاصل ہے۔ اس کا خالق سینٹر رضا ربانی ہے روزنامہ دنیا بروز بدھ ۷ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق ۱۷ جولائی ۲۰۱۳ کو صادر ہونے والی اخبار دنیا ہے اس اخبار میں ایک عنوان قومی سیاست اور صوبائی خود مختاری ہے کالم نگار ڈاکٹر رشید احمد خان اساس افق۔

گذشتہ دنوں میں انہوں نے ایک پریس کانفرس کی کہ موجودہ حکومت نے آئین مدت میں مشترکہ مفادات کونسل تشکیل نہ کر کے آئین کے خلاف ورزی کی ہے آپ کی پریس کانفرنس کے بعد حکومت نے اس کونسل کی تشکیل کا اعلان کر دیا ہے۔ رضا ربانی نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے ذریعے صوبوں کو جو وسیع اختیارات دیئے گئے تھے انہیں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کم کیا جارہا ہے بلکہ عملی طور پر ون یونٹ بحال کیا جارہا ہے یاد رہے ۱۹۰۰ میں مغربی پاکستان میں تمام صوبوں اور تمام ریاستوں کو ختم کر کے ایک انتظامی یونٹ قائم کیا گیا تھا جسے ون یونٹ کا نام دیا گیا ہے۔ چھوٹے صوبوں میں ون یونٹ کو کبھی بھی پذیرائی حاصل نہیں رہی ہے چنانچہ یکم جولائی ۱۹۷۰ کو ون یونٹ ختم کر کے پرانے صوبے بحال کر دیئے گئے۔ رضا ربانی نے مزید کہا برصغیر میں کانگریس اور مسلم لیگ کا فرق ۔۔۔ بنا کر صوبوں کو خودمختاری دی جائے جبکہ حالیہ مسلم لیگ اس کے خلاف تھی لہٰذا نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یہ اعزاز پی پی کو حاصل ہوا ہم یہاں اس مسئلہ کے بارے میں انتہائی جرأت سے کہتے ہیں کہ یہاں سیاست دان، اعلیٰ سند دانشوران قانون میں تخصص کا دعویٰ کرنے والے اور ہر آئے دن تبدیلی کے دعویدار روشن خیال بعض مسائل سیاسی میں انتہائی فرسودگی اور رجعت پسندی کا شکار ہیں۔ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ فکر یہ سوچ عمداً از روی خیانت کسی کے کہنے پر کی ہے یا کسی سازش کا معمہ بنا کر کہہ رہے ہیں۔ اپنے لیے ووٹ لینے کیلئے اور نام بنانے کیلئے کر رہے ہیں یہ نادانستہ غیر شعوری طور پر ملک چل رہا ہے۔ کہتے ہیں ورنہ اس کو ۶۰ سال پہلے کانگریس اور مسلم لیگ سے موازنہ مقابلہ سے استناد کرنے کی کوئی منطق نظر نہیں آتی ہے۔ ہندوستان جہاں ہندو اکثریت میں تھے وہ صوبوں میں فرق کے خلاف اختیارات رکھتے تھے لیکن مسلمانوں کیلئے ممکن نہیں تھا جبکہ صوبائی خودمختاری مسلمانوں کو ایک معاشرہ کفری وشرکی سے علیحدہ علاقے کا مطالبہ کرنا خود خالص مسلمان معاشرہ سے مقائسہ کرنا انتہائی ناآگاہی ناسمجھی یا سوء نیت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ صوبوں کی خودمختاری سے مرکز کو قوت ملتی ہے یا کمزور بناتی ہے۔ صوبوں کو قدرتمند صوبے کے بارے میں ہمدردی رکھنے کا کوئی منطق نہیں بنتا ہے۔

**انتساب:**

نظام صالح کے قیام میں عوام الناس کے کاندھوں کے بجائے دلائل وعقلی ونقلی اسلامی پر استوار کرنے کا قصد قربت الی اللہ محرم ہونے والوں کے نام۔

۲۔ استبدادی عسکریت کے علاوہ استبدادی جمہوریت سے برات چاہنے والوں کے نام۔

۳۔ جمہوریت کی کروٹیں بدلنے بے سروپا اصطلاحات گھڑنے والوں سے رہائی چاہنے والوں کے نام۔

۴۔ دانشوریت کی رٹ لگا کر اسلام کو اقبال وجناح سے اوپر نہ لے جانے پر مصر انسانوں سے نجات کے خواہان کے نام۔

خلفاء راشدین اقتدار کو وراثت میں رکھنے سے گریز کرنا ان بیت مسلمین سے مخاطب ہو کر غری غیری کہنے والوں کیلئے ایک ناقص ایک کاوش تقدیم ہے۔

**تاریخ قمری لیلی اسلامی:**

قرآن کریم سنت محمدؐ سے جو تاریخ ثابت ہے وہ قمری اور لیلی ہے لیکن بدقسمتی سے یہ تاریخ کلی طور پر متروک ہے حتیٰ کہ علماء اعلام بھی انہی کی تاریخ میلادی استعمال کرتے ہیں گویا وہ نمائندہ دین مسیح ہیں پہلے جو تاریخ اسلامی ہمارے ملک میں چلتی ہے وہ صرف یکم شوال کی تاریخ ہے اس میں ایک عرصے سے قیل و قال اختلاف شدید کے ساتھ کھیل رہے ہیں اس سے علماء اپنا مقام یا لوہا منوا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں روزنامہ دنیا صادر از کراچی مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۴۳۴ بمطابق ۱۵ جولائی ۲۰۱۳ میں ایک عنوان چاند کا نکلنا سنتے تھے لیکن اس عنوان پر محمد عبدالحمید لکھتے ہیں پاکستان میں یکم رمضان اور یکم شوال کے تاریخ کا

تعین رویئت ہلال کمیٹی کے ذریعے کرتے ہیں اور اس کمیٹی میں بھی احمدیوں کا دخل ہے ان کے افراد شامل ہیں۔ پھر کالم نگار اس میں موجود پیچیدگیاں خامیاں بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں علما پچھلے ۱۹ دن کے حساب بہت سے سالوں کا ابھی سے طے کریں نئے علم فلکیات کے تحت سینکڑوں سال یقین سے کر سکتے ہیں جو اس علم کو استعمال کرنا نہیں چاہتے ہیں وہ بجلی کی جگہ موم بتی اور گاڑی کی جگہ گدھے پر سوار ہو جائیں دیکھو اسلام کہتا ہے۔ انہوں نے روشن خیال ترقی پسندوں کی بات کو ٹھونسا ہے، کسی نہ کسی طرح سے امریکہ مردہ باد کہہ کر اسلام سے وفاداری نہیں الحاد سے وفاداری کی یقین دھانی ہوتی ہے۔

**بزدلی اور شجاعت:**

عوام الناس میں بزدلی مذموم اور شجاعت ممدوح صفت ہیں یہ کوئی بری بات نہیں۔ عوامی مسائل کی باریکیوں میں نہیں جاتی ہے لیکن بدقسمتی سے یہی بات علماء اور دانشوران بھی کہتے ہیں کہ یہ ان کی عالم و دانشمندی کے لئے فاتحہ خوانی ہے کیونکہ نہ تو کلی طور پر بزدلی مذموم ہے اور نہ کلی طور پر شجاعت ایک ممدوح عمل ہے۔ ہر ایک کی وقت عمل اور شرائط حالات ہیں عقل انسان کہتی ہے کہ جان ضائع کرنا بغیر دین الٰہی کے فائدے اور اجتماعی خطرے میں پڑ کر اگر تاب و توان مقابلہ نہ ہو تو بزدلی ہی اچھی بات ہے۔ جہاں شجاعت دیوانگی اور غیر عقلی قرار پائے تو وہ مذموم ہے۔ طبیعت و فطرت انسان یہ ہے کہ اپنے سے مافوق طاقت سے ڈرے جیسا کہ موسیٰ فرعون سے حضرت محمد مشرکین کے قتل سے ڈر کر رات کے اندھیرے میں ہجرت کر گئے۔ جہاں انسان ضعیف ناتوان جب خود سے مافوق کسی طاقت وقدرت سے تحفظ لیتا ہے تو مرد شجاع ہوتا ہے لہٰذا آپ نے دیکھا کہ ہمارے ملک کی عسکری قیادت ایک ہی ٹیلی فون پر ملک وملت دونوں کے خیر باد کہتے ہیں۔

اس کے صلے میں امریکہ نے کہا یہ بولو میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ زرداری جیل سے چھٹنے کے بعد جب دبئ میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو بے نظیر کو بھیجا لیکن خود وہیں رہ گیا بے نظیر نے کہا زرداری یہاں سے بدظن ہو گئے وہ نہیں آئیں گے لیکن جب اس کو تحفظ ملا یہاں آئے اور کہنے لگے کہ ہم تختہ دار کو چومنے والے ہیں۔ اس طرح صوبہ سرحد ضلع سوات میں امریکہ کے شیطانی محاذ پر پہلے ایک لڑکی مرتے دیکھی پھر ملالہ جو کہ ایک عرصے سے ان کے لئے کام کر رہی تھی اس نے ایک نقشہ بنایا۔

مشاکل ومفاسد جو قدیم دور سے انسانیت کو درپیش ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ مشاکل اعتقادی۔

۲۔ مشاکل اقتصادی

چونکہ انسان روح وجسم سے مرکب ہے لہٰذا اس کی مشاکل بھی تقسیم ہیں۔ مشاکل اعتقادی روح کو عارض ہے جبکہ مشاکل اقتصادی جسم کو عارض ہے۔ انہی دو مشاکلوں نے قدیم زمانے سے باپ بیٹے، بھائی بھائی اور قوم سے قوم کو دست وگریبان کر رکھا ہے ایک دوسرے کا جینا حرام کر رکھا ہے۔

**میدان علم وسیع ہے:**

۱۔ علم مادہ اور اس کی عناصر ترکیبات

۲۔ علم انسانیت، علم تاریخ، علم اجتماع، علم نفس

۳۔ علوم عقلی ریاضیات فلسفہ

۴۔ علم شرعیات تفسیر عقائد حفظ

## پاکستان پس منظر و حاضر میں:

پاکستان میں آمریت واستحصال اور جمہور خواہوں کے درمیان یا نوراکشی کا رشتہ ہمیں یہاں کے نوآبادی نظام کے تناظر میں دیکھنا ہے۔ دور حاضر کو یہاں کی اکثریت والوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ پاکستان میں انگریزوں کے یہاں کے خطے کو چھوڑتے وقت اپنے مفادات اور تحفظات تھے۔

**سزائے موت:** ایکسپریس جمعرات ۴ جولائی ۲۰۱۳ ص ۱۳۔

دنیا میں سزائے موت ختم کرانے اور پاکستان سے اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کرنے والے ممالک اپنے مقاصد کی خاطر یوں تو دنیا بھر میں قتل عام کرتے ہیں پاکستان میں بھی ڈرون حملوں میں بے گناہوں کی جانیں لیتے ہیں مگر عدالتوں سے سزائے موت پانے والے مجرموں کے لئے انسانی وقار کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ ملک میں تشدد و دہشت گردی کو ختم کرنے کے دعوے دار حکمران سزائے موت کے خاتمہ کی صورت میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت' اغواء برائے تاوان قتل اور دھماکوں کے مرتکب افراد کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کونسا قانونی طریقہ استعمال کریں گے؟ لہٰذا حکومت کو کوئی ایسی ترمیم لانے سے قبل اپنے زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے مضمرات کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔

---

مسودہ مکمل تصور کر کے برادران کو بھیجا تھا تاکہ آخری تصحیح کر کے اسے کتاب کی شکل دے دیں، چند برادران جو مورد اعتماد تھے ان کو بھی قیمت ارسال کی تھی۔ برادران کی طرف سے دوبارہ ارسال کرنے کے بعد دیکھا کہ مسودہ کی ترتیب میں بہت غلط ملط ہے۔ ہم نے جناب ارشد شیرازی کو بتایا تھا آپ اور جن برادران کو آپ کے کہنے پر ارسال کیا تھا عباس' علی اور جناب قبلہ محمد شریف صاحب تھے۔ عرض ہے کہ مسودہ کسی کو نہیں دکھانا ہے نہ دینا ہے اپنے آپ تک محدود رکھیں گے قیمت ہم وصول نہیں کریں گے جب تک مسودہ بطور مکمل تصیح نہ ہو جائے لیکن برادر مولانا شریف صاحب کی سہل انگاری یا حسن ظنی کہیں انہوں نے جناب غلام شبیر میانوالی کو دیا جو پاکستان میں علماء اور علماء سے رابطہ رکھنے والوں سے رابطہ میں رہتے ہیں۔ ان کی تمام تر دانشوری علماء پر تنقید کرنے میں ہے لیکن مجھے اس پر اعتراض نہیں لیکن ان کے اس عمل میں سوء نیت ہوتا ہے لہٰذا وہ زیادہ جھوٹ سے بھی استفادہ کرتے ہیں نمی دانم کہاں سے استفادہ کرتے ہیں نمی دانم کہاں کہاں کس کس سے رابطہ میں ہیں۔ لیکن غالی مافیہ سے رابطہ ہونے کا خدشہ رہتا ہے چنانچہ وہ اس مسودہ کے حصول کے بعد کراچی بغیر اطلاع کے آئے اور دروازے پر آ کر ٹیلی فون کیا نیز جھوٹ بولا کہ ہم نے خط بھیجا تھا وہ خط ابھی تک نہیں ملا ہے۔ ان کا طریقہ ہے کہ معمولی سے مسائل فقہی کو معاشرتی مسائل سے ٹکرانا ہوتا ہے چنانچہ اس دفعہ انہوں نے ہم سے سوال کیا۔

پاکستان میں سیاسی جماعتیں انٹرنیٹ سے حاصل معلومات کے تحت ۱۸۰ سیاسی جماعتیں اس ملک میں سرگرم ہیں ان کو چند گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ سیکولر جماعتیں اکثریت میں بلکہ حاوی یہی لوگ ہیں۔

۲۔ دینی جماعتیں یہ وہ جماعتیں تھی جو اس ملک میں اسلامی نظام کے داعی یا منشور رکھتے ہیں ان میں سرفہرست جماعت اسلامی' جمیعت علماء پاکستان تھے لیکن فی زمانہ وہ واضح و واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے وہ اس مطالبہ سے دست بردار ہو گئے ہیں وہ اب قرآن وسنت پر قائم حکومت کی بجائے محمد علی جناح اور علامہ اقبال کی اسلامی ریاست سے فلاحی پاکستان کے داعی ہیں۔

۱۔ مقتدر سیاسی جماعت اس کو بھی تین جماعتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۲۔پی پی پی اور مسلم لیگ نواز ہے۔
۳۔ان کی کاسہ لیسی کرنے والی جماعتیں۔
۴۔محروم سیاسی جماعتیں جو اپنی سیٹ اپنے ووٹ ان میں سے ایک کو بلا شرائط فروخت کرتے ہیں۔

مسلم لیگ کی تاریخ کتاب پاکستان تاریخ وسیاست تالیف ڈاکٹر صفدر محمود ص ۱۷ پر آیا ہے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ جو ۳۵ رکنی وفد مسلمانوں آغا خان کی قیادت میں شملہ میں وائسرائے سے لاوڈ ماوٹ بیٹن سے ملاقات کی۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو ڈھاکہ میں ایک اجلاس ہوا جس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی اس اجلاس میں تین نکات بطور قرارداد پاس ہوئے:

۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں حکومت برطانیہ کے وفادار رہنے کے جذبہ کو فروغ دیں۔
۲۔مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ کریں۔
۳۔دیگر مذہبی فرقوں سے معاندانہ رویہ ترک کریں۔

۱۸ اپریل ۱۹۰۸ علی گڑھ میں اجلاس ہوا اور ۱۹۳۴ کو محمد علی جناح مسلم لیگ صدر منتخب ہوئے۔

----------

پاکستان نوآبادانگلستان کے متروکہ ہونے کے ناطے سے انگلستان کے دیگر متروک نوآبادی علاقوں سے مختلف منفرد نہیں ہوسکتا ہے۔انگریز اس علاقے کو چھوڑنے سے پہلے اپنے کسی جانشین یا من پسند افراد کے سپرد کئے بغیر یا کوئی شرائط طے کئے بغیر ایک شکست خوردہ لشکر کی مانند بستر گول کر کے گیا ہو یہ کہیں بھی نہیں ہوا ہے اور آئندہ بھی نہیں ہوگا۔مگر جس دن اپنے اقتدار کو خطرے میں دیکھتے ہیں اپنے حاشیہ بردار لوگوں سے خفیہ معاہدہ کرتے ہیں۔کوئی معمولی سی چیز مثلاً چونٹی بھی ان کی کرسی اقتدار کے لئے خطرے کا باعث نہ ہو۔ یہاں کے لوگ غم وغصے سے انہیں ظالم وغاشم کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔یہ اپنے کارندوں سے بغیر اعلانیہ معاہدے کر کے یہاں سے جاتے ہیں اور ان کے جانشین اپنی عوام کو خوش کرنے کیلئے ان کو ان کے استقلال آزادی کا دن منانے کے لئے چراغان کرتے ہیں، جھنڈے لہراتے ہیں جس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم واقعی آزاد ہو گئے ہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف چہرے بدلنے والا نظام قائم ہے۔عراق، اردن، امارت، خلیج، بحرین جاپان، جرمنی حتیٰ کہ برصغیر تک ایسا ہی ہے۔

چنانچہ گزشتہ سالوں کی اخباروں میں آیا ہے کہ جب ملکہ الزبتھ یہاں آئی تو ہمارے حکمرانوں نے کہا تھا کہ ہم اب بھی آپ کے خدمت گزار ہیں۔ پرویز مشرف نے بھی یہی کہا تھا وہ لوگ ہمارے آقا ہیں ہم ان کے غلام ہیں۔اس کی دو دلیلیں ہیں۔مسلم لیگ کے اجلاس کی قرارداد میں آیا کہ ہم نے مملکت برطانیہ سے وفادار رہنے کے وعدے کو عوام الناس کے دلوں میں راسخ کرنا ہے۔

۳۔اس کی دلیل یہ ہے کہ محمد علی جناح صاحب کو استقلال ملنے کے بعد ان کو سربراہ نہیں کہا گیا بلکہ گورنر جنرل کہا جاتا ہے۔
۴۔ پاکستان مسلم لیگ وہ واحد جماعت نہیں تھی کہ جس نے استقلال پاکستان کا جھنڈا لہرایا ہے۔

ہندوستان کے عام عوام نے انگریز کو ناپسند کرنا شروع کیا برطانیہ نے یہاں سے جانے کا ارادہ کیا اور جاتے وقت اپنا جانشین کسی کو کیسے اور کن شرائط پر چھوڑیں گے، کے بارے میں خود برطانیہ میں طویل مذاکرات کرنے کے بعد طے ہوا ہے اور یہ مذاکرات یہاں کے عوام سے نہیں بلکہ وہاں ان کے زیر تربیت رہنے والے طلبہ سے کیے گئے تھے۔

## یورپیوں کی ترقی یا تنزل:

یورپ کب اور کیسے ترقی کی راہ پر گامزن ہوا ہم مسلمان کب اور کیسے تنزل تباہی کی طرف گامزن ہوئے کس نے یورپیوں کو ترقی کے راستے پر گامزن کیا اور کس نے مسلمانوں کو تنزل کی طرف گامزن کیا اس سب کو جاننے کو فلسفہ تاریخ کہتے ہیں۔ یعنی تغیر تبدل کے اسباب وعلل تلاش کر کے اپنے راستے معین کرنے سے انسان ترقی کرتے ہیں اور راستے چھوڑنے سے تنزل کرتے ہیں ہر شکست فتح کی طرف رہنمائی کرتی ہے ہر فتح مند انسان کے اندر غرور پیدا کرتا ہے۔ معیار تقدم سبب جو بھی اخذ کریں وہ کامیاب ہیں چاہے کافر کرے یا مومن کرے اگر کوئی منافق لشکر اسلام کے معیت میں جنگ لڑے تو غنیمت میں اسے برابر کا حصہ ملے گا۔

---

۱۱۹ کتوبر ۲۰۱۲ میں بین الاقوامی ابلیسی پالیسی ساز اسمبلی نے ایک اور ڈرامہ صوفی محمد اور فضل اللہ کے بعد ایک چھوٹی بچی ۱۰ یا گیارہ سالہ لڑکی کے ذریعے کیا پہلے اس سے اسلام کی مقررہ کردہ حدود وقیود سے بغاوت کرنے اور اسلام کے خلاف ہزیان گوئی کرنے کیلئے مقبول القول بنانے کیلئے انہیں اقوام متحدہ کی بچوں کی اسمبلی کے مہمان خصوصی کا درجہ دیا گیا ہے۔

## موازانہ مسلمین و مسلمین یورپ

یورپ میں ترقی وتمدن آئی کیونکہ وہاں ترقی وتمدن کے راستے میں پاپ اور کلیسا حائل تھے۔ پاپ کلیساء نے دین نصاریٰ کو مسخ کر کے اور تحریف کر کے پیش کیا تھا ایسے عقائد پیش کیے تھے جو کسی کیلئے قابل فہم وہضم نہیں تھے نہ عوام الناس کیلئے نہ پڑھے لکھے علماء عقلاء نہ خود علماء اس کی تفسیر توضیح کر سکتے تھے۔ وہ لوگوں کے سوالات کو عصائے ارتداد اور سزائے حبس واعدام کے ذریعے ساکت وخاموش کرتے تھے۔ پڑھے لکھے لوگوں نے کلیسا پاپ کے خلاف بغاوت کی۔ پاپ اور کلیسا کو کلیسا کے اندر محدود کیا ہر قسم کے تصرفات ودخل اندازی سے منع کیا وہ آزاد ہو کر میدان میں اترے اور سرگرم عمل ہوئے یہاں تک کہ ان کے اینتاجات اختراعات پیداوار کیلئے یورپ چھوٹا پڑا تو انہوں نے اپنی پیداوار کیلئے بیرون یورپ بازار تلاش کرنے کیلئے سوچا ساتھ ہی انہوں نے باہر والوں کو یہ سمجھانا شروع کیا یہ جو ترقی وتمدن یورپ میں آئی ہے جس کیلئے ہم نے سعی وکشش کی ہے اگر آپ بھی ایسا کریں گے تو ہماری طرح ترقی کر سکتے ہیں اس کیلئے سب سے پہلے آپ کو دین ودیانت سے بیزاری کرنا ہوگی پھر ترقی وتمدن خود بخود آجائے گی۔ یورپ والوں کی یہ بات علماء مسلمین کو قبول نہیں کیونکہ ان کے دین اور مسلمانوں کے دین میں بہت فرق ہے ان کے علماء پاپ اور کلیسا اور ہمارے علماء میں واضح فرق ہے ہم یہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس لیے یہاں ترقی نہ آتی ہے اور نہ آئے گی۔

## علم اور دین میں تضاد وتناقص:

[مذاہب فکریہ ج ۲ ص ۱۱۲۶] دین وعلم میں تضاد وتناقض پایا جاتا ہے اس سوال کے جواب میں لوگ گروہوں میں بٹ گئے ہیں:

۱۔ ملحدین غرب وشرق کا اصرار وتکرار ہے علم اور دین میں تناقص ہے قابل جمع نہیں ہیں لہذا ترقی حاصل کرنے کے لئے علم خواہاں ہونا ضروری اور ناگزیر ہے اس لیے دین کو معاشرے سے رخصت کریں بستہ بند کریں یا کسی زاویہ میں حبس کریں تاکہ علم آزادی سے فروغ پانے میں کردار اداء کر سکے۔

۲۔ دین کو رہنے دیں لیکن ایک مجبور وممنوع تصرف حالت میں رکھیں اس کو ہلنے جلنے مت دیں۔

۳۔ حیران وسرگردان ہیں کچھ کہہ نہیں سکتے جس کی حمایت میں منہ کھولیں دوسری طرف سے کوئی اور باز رکھتے ہیں۔

۴۔ چوتھا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے علم دین کی ضد نہیں بلکہ علم دین کی طرف دعوت دیتا ہے چنانچہ یہ کلمہ بذات خود ایک کتاب کا عنوان ہے العلم یدعو للایمان اس کے مولف کا نام کریسی موریسیوں ہے جسے محمود صالح ملکی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے لیکن حق وانصاف یہ ہے کہ اس کا تجزیہ وتحلیل کرنا چاہیے کوئی جذباتی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ بعض فکری مسائل عام طور پر، ذہنی طور آپس میں اختلاف نہ رکھتے ہوں لیکن عالم تحقیق اور وجود میں اختلاف تضاد تنافر رکھتے ہوں یا بعض جگہ بعض مواقع ایک دوسرے کی جگہ سے مختلف ہوں۔ ہمیں دونوں زاویوں سے دیکھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے مثلاً علم کے معنی حقیقت اور واقعیت سے مطابقت کا نام ہے۔ دین انسان کی سرشت فطرت ہے ممکن ہے کسی جگہ علم کہہ کر وہم وگمان خراب وجادوسحر ہو علم میں نہ ہو۔ ممکن ہے دین کے نام سے گھڑی گئی رسومات کے لئے بعض دیوانے ہوتے ہیں جیسے پتنگ بازی کیلئے لاہور کے بعض افسران دیوانے ہیں۔

## اسلام علم سے پھیلا ہے نہ شیطنت سے:

دین اسلام کیسے پھیلا ہے؟ علم عقل اقناع تفاھم وتواضع وانکساری شفقت محبت سے پھیلا ہے۔ اس مدعیٰ کو سمجھنے کے لئے حیاۃ وسیرت داعی اسلام محمد کو پیدائش سے لے کر آغاز دعوت آغاز ہجرت قیام سلطنت اور ہنگام وفات کے تاریخی صفحات کو دیکھنا ہوگا۔ اس کے علاوہ از دستور ورہنمائی محمدؐ اور قرآن کے آیات طریقہ دعوت کو پڑھنا ہوگا نہ کہ وسائس مبتر ین سے اور ان کے نمائندے غلات قادیانیت واسماعیلین کے سیاہ صفحات سے۔ آج اگر آغاز دعوت محمد سے ہجرت از مکہ تیرہ سالہ مدت کو دیکھیں، اس عرصہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے دوبدو مقابل میں اغفال دھوکہ راہزنی میں کتنے مشرکین مرے ہیں یا اصحاب محمد کو دیکھیں تو ان کی تعداد صفر دکھے گی۔ مگر مشرکین کی طرف سے اسلام پر چلائی جانے والی تعذیب کی نشانیاں ملیں گے۔ قیام سلطنت کے بعد وقوع ہونے والی جنگوں میں بدر سے لے کر تبوک تک اسلام نے کتنی جانیں دی ہیں اور دشمنان اسلام کی کتنی جانیں طاقت وقدرت تلوار مسلمان کا نشانہ بنی ہیں۔

خلیفہ اول سے لے کر چوتھے خلیفہ کے اختتام تک کے دور میں میدان جنگ میں عورتوں بچوں فراریوں کے ساتھ اسلامی سربراہوں نے کیا سلوک روا رکھا ہے جس وقت مسلمانوں نے مسیحی نشین خطوں پر حملہ کیا تھا کتنے قتل کیئے؟ جن مسیحیوں نے صلیبی جنگوں کو شروع کیا تھا ان میں کتنے مسلمان قتل ہوئے۔

## دین اور علم میں نزاع بعض جگہ ممکن ہے:

ا۔ دین بعض انسانوں کے اختراع پر مبنی ہوتا ہے جیسے دین نصاریٰ فرق ومذاہب جن کے مبتکر قدیم ایام اول روز سے اختلاف نزاع دین دین معتدل، دین اشعری، دین شیعی، دین صوفی، دین بریلوی، دیوبندی دین حدیثی، دین اسماعیلی ان سب کے دین ان کی اپنی اختراع ہیں لہٰذا وہ آپس میں جھگڑوں میں رہتے ہیں کیونکہ ہر کسی کے دین کے مصادر مختلف ہیں۔ علم دین بھی علم کے خلاف ہے جن کے علم قرآن اور سنت محمد سے استناد نہیں جن کے علم مسلمہ تاریخ سے استناد نہیں جن کا علم تجزیہ وحی سے استناد نہیں، جن کا علم عقل وعقلاء سے استناد نہیں۔ جن کا علم خواب میں دیدار ہے جن کا علم سنی سنائی کہانیاں ہے جن کا علم یہ کہہ کر کہ آباء واجداد کرتے آئے دیکھا ہے دین اس علم کے شدید خلاف ہے۔

## دین کو اجتماع سے خارج کرنے کی مہم:

منورین نے دین کو معاشرے سے خارج کرنے کی مہم پر ہر طرف سے اپنے بہتر شعبوں سے نشانہ بنایا ہے۔ ایک طرف سے نشر فسق وفجور ناموس کی ہتک حرمت شہویات ننگی تصاویر سیاسیات میں خواتین کی بھرپور شرکت کی مہم عقائد کا مذاق واستہزاء اور سود مند علوم سے بندوبست کیا ہے۔ میں نے یہ سطور اس لئے

لکھی ہیں تا کہ یہ سند رہے کہ علماء کی اولاد انحرافات کے راستے کو اپناتی ہے تو اس کو چھپا کر رکھتے ہیں ان کی ہر قسم کی بغاوت کو نادیدہ یا معاف کرتے ہیں یہ اس دین سے انحراف ہے میں گر چہ اپنے آپ کو علماء میں شمار نہیں کرتا ہوں کیونکہ نام نہاد علما ہم سے بیزار ہیں حقیقی علماء جو اسلام کے خدمتگزار ہیں وہ ان کی طرف سے فشار و حصار اور عائد پابندیوں کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکے لیکن عوام الناس جو ایک دفعہ کوئی نام سنتے ہیں تو اس کو یاد رکھتے ہیں ان کے حافظے سے نہیں نکلتا ہے کیا کریں۔

## اسلام و مسلم:

اسلام دیگر ادیان سے مقائسہ و مشابہت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اسلام دین و شریعت سلوک و اخلاق سب کا حامل ہے۔ اسلام عبادت و بندگی کے ساتھ اجتماعی روابط عمومی کی دساتیر بھی رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اسلام کی دیگر مشخصات میں سے شخص مسلم، مشخص مسلم سے جداء ناپذیر ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس میں اسلام مداخلت نہ رکھتا ہو جس میں اللہ کا حکم نہ رکھتا ہو۔ جتنے بھی اعمال ارتکاب کیلئے متصور ہوتے ہیں وہ ان چند حالات سے خالی نہیں ہیں:

۱۔ اس فعل کا انجام دینا مباح ہے۔ اس فعل کے انجام دینے والے کے لئے نہ کوئی اجر و ثواب ہے نہ عقاب ہے۔

۲۔ فعل اپنی جگہ مندوب مستحسن ہے، کرنے والے کے لئے اجر و ثواب ہے ترک کرنے والے کے لئے کوئی سزا و عقاب نہیں ہے۔

۳۔ فعل کا انجام واجب ہے ضروری ہے، کرنے والے کے لئے ثواب ہے چھوڑنے والے کیلئے عقاب ہے۔

۴۔ مکروہ ہے، چھوڑنے والے کے لئے ثواب ہے کرنے والے کے لئے عقاب نہیں ہے۔

۵۔ حرام ہے چھوڑنے والے کے لئے ثواب ہے انجام دینے والے کے لئے عقاب ہے۔

مسلم وہ ہے جو جانتا ہے اللہ سبحانہ نے محمد کو ایک عرصہ خلاء رسالت گزرنے کے بعد ایک دائمی ابدی شریعت کے ساتھ بھیجا ہے جو کہ ہر دور ہر زمانہ ہر علاقہ کے لئے سازگار ہے یہ شخص مسلم کے لئے دین سعادت دنیا و آخرت کے ضامن ہیں۔ مسلمان وہ ہے جو جانتا ہے اساس و بنیاد دین چراغ دین اللہ کی کتاب قرآن اور سنت محمد ہے جو کچھ قرآن میں آیا ہے اور وہ چیز جو محمدؐ سے ثابت ہے وہ دین ہے اس کے علاوہ باقی بدعات ہیں ان سے گریز و پرہیز کریں۔ مسلم وہ ہے جو جانتا ہے شریعت سب صانع و کامل محکم و سند و بیان کے لحاظ سے بین الاقوامی قوانین سے غنی و بے نیاز شریعت ہے مسلم وہ ہے اس کا اعتقاد ہے تمام خلائق کو اللہ قیامت کے دن جمع کرے گا اور ان سے حساب لے گا۔

---

لیکن اہل فکر و دانش جو حس تجسس رکھتے ہیں اس جواب سے قانع مطمئن نہیں ہیں کیونکہ اگر فرق ہوتا تو ہمارے ہاں بھی ترقی آتی لیکن نہیں آئی ہے کیوں نہیں آتی ہے ہمیں اپنے پسماندہ رہنے کی وجوہات تلاش کرنی ہونگی ممکن ہے یورپ اور ہمارے درمیان فرق نہ پایا جاتا ہو۔

۱۔ یورپ میں پاپ اور کلیسا مہمل اور مبہم عقائد بیان کرتے تھے وہ یہاں ہمارے ہاں بھی ہیں۔

۲۔ وہاں دانشوران نے واضح انداز میں پاپ اور کلیساء کے خلاف اعلان بغاوت کیا تھا لیکن ہمارے ہاں دانشوران و دانشمندان منافقت پرست ہیں وہ اس جمود کے حامی ہیں گویا وہ یہاں ترقی آنے کے حق میں نہیں ہیں۔

۳۔ دین نصاریٰ کے جو مصدر ہیں وہ ان کے پاس موجود اناجیل ہیں وہ خود گونگی اور پیچیدہ ہے اس میں صلاحیت نہیں ہے جب کہ مسلمانوں کے پاس جو دین کتاب اللہ کی صورت میں موجود ہے وہ آج بھی تحدی کرتا ہے۔

## یا علی مدد کا ہمارے ہاں مقام:

یا علی مدد کے بارے میں ہمارے ہاں مشہور تھا کہ یہ سندھ کے موالی سلام کی جگہ کہتے ہیں لیکن بعد میں سننے میں آیا کہ یہاں علی سے مراد آغا خان ہے۔لیکن دیندار حلقوں میں اپنے آپ کو بارہ اماموں کے معتقد کے دعویداروں میں کتنا مقام رکھتے ہیں پتہ نہیں تھا مثلاً ہمارے بلتستان میں پاکستان کی دیگر جگہوں کی بنسبت سلام علیکم کا زیادہ رواج ہے۔وہاں ملنے کے وقت اور رخصت ہوتے ہوئے بھی سلام علیکم کہہ کر رخصت ہوتے ہیں لیکن جب سے شیخ غلام اور ان کے خلف آقای جعفری نے بلتستان کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے طور پر آغا خانیوں کو دیا۔ان کی ترجمات،ان کے مداح ان کی سیادت اور ان کے مجہول النسب کی تصحیح کی مہم شروع ہوئی۔ان کے المصطفیٰ نام کے اسکولوں میں یا علی مدد کی تربیت بطور نصاب شامل کی گئی۔اس سال ہمارے پرانے دوست جناب فدا علی خلتی صاحب نے یہاں آکر بتایا کہ وہاں سکول کے کسی استاد نے کہا یا علی مدد چھوڑنے کے بعد دین میں کیا رہ جاتا ہے؟ یہ سن کر تعجب ہوا اس کی کیا مقام و منزلت تھی؟ اس کے بعد توحید نبوت رسالت نماز روزہ حج کا کوئی مقام نہیں رہتا ہے۔کبھی کند ذہن ہونا مسائل کو گہرائی میں سوچنے کا عاری نہ ہونا بھی نعمت ہوتی ہے لیکن اللہ کے نزدیک کتنا نعمت بنتی ہے۔وہ اللہ گواہ ہے میں ایک عرصہ طویل یا علی مدد والوں کے ہاں اغواء تھا چونکہ وہ لوگ یا علی مدد اعلانیہ کہتے تھے لیکن وہ ان کی اشاعت کیلئے کام کرتے تھے مجھے اس کا علم نہیں تھا باقی سب علماء جانتے تھے بلکہ وہ لوگ اس میں فقیہ و مجتہد تھے ہم تنہا ناسمجھ انسان تھے ابھی بعض علماء فرماتے ہیں یہ ناکارہ اور نادان چھوٹے قد کا انسان تھا،وہ سچ بولتے ہیں وہ جانتے تھے جس کو اپنے مذہب کی بنیادی اساس کا پتہ نہ ہو وہ کیا جانتے ہیں اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب ہم نے دیکھا اور محسوس کیا کہ امام حسین کے نام گرامی سے اسلام عزیز کو مار رہے ہیں محمدؐ کی اہانت و جسارت کرنا آئمہ کے نام سے مشہور آل بویہ کی تعلیمات کو فروغ دے رہے ہیں گرچہ مجھے اتنا بھی علم نہیں تھا کہ یہ آل بویہ کی سنت ہے۔

میں نے اللہ کیلئے دین عزیز اسلام کے خاطر ایک کتاب اصول عزاداری کے نام سے تنظیم دی کہ عزاداری امام حسین ان اصولوں کے اندر ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ غلط حرکتیں بند ہو جائیں مخالفین بھی ختم ہو جائیں۔لکھتے لکھتے بحث یہاں تک پہنچی کہ سلام علیکم کی جگہ یا علی مدد نہیں ہونی چاہیے اندر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں چنانچہ راولپنڈی میں برادران امامیہ کو ایک کارٹن یہ کتب فروخت کی تھیں وہ تین سال کے بعد واپس کر دیں تو ان کو جناب ناصر نقوی کے ہاں رکھا تھا چند مہینے کے بعد وہاں سے اٹھایا تو ناصر نقوی نے فرمایا ہم نے تقسیم کر دیں معلوم نہیں کہیں دریا میں پھینک دی ہوں گی۔

اسی طرح اصغریہ کے اجلاس میں برادران حسین شاہ،فرمان شاہ،ساجد شاہ آپس میں سندھی بول رہے تھے کسی نے ان سے کہا کیا آپ کا مذہب بھی شرف الدین کا مذہب ہے تو انہوں نے کہا نہیں ہم یا علی مدد کے خلاف نہیں ہیں۔آئی ایس او کے اجلاس میں ایک دفعہ ہم نہیں گئے تھے تو اس اجلاس میں اس کتاب پر گفتگو کی گئی تھی۔

۳۔آغا ساجد نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں کہا ہماری ساری کوششیں یا علی مدد کیلئے وقف ہیں۔تو آپ نے دیکھا کہ یا علی مدد کا دین میں کیا مقام ہے لیکن مجھے کسی نے نہ نجف، قم کے کسی استاد نے اور نہ میرے ہم کلاس احباب آقای جعفری،شیخ محسن نجفی، صلاح الدین کسی نے نہیں بتایا کہ ہم حقیقت میں اسماعیلی ہیں۔یا علی مدد ہماری اساس ہے کسی نے نہیں بتایا ہے۔میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قبلہ سلمان نقوی،شجاع ریحان شیخ علی

علم اور دین﴿۲۶۶﴾(۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

جوھری جعفری صاحب رئیسی آقا ثار صاحبان جناب برادران امامیہ جب یہ کہتے تھے کہ یہ قومی راز فاش کرر ہا ہے تو مجھے کسی نے کوئی راز نہیں بتائے ابھی معلوم ہوا کہ یہ غالیوں کو چھپا کر اثناعشری کو فاش کرر ہا ہے۔

--------------

منورین ومتجددین عصرانیین روشن خیالین ایسے القابات ہیں، جسے انقلاب فرانس کے ہراول دستے کیلئے استعمال کرتے تھے جنہوں نے بانگ دہل دین کلیسا و مایقال و مایفعل سب کو مسترد کردیا اور انہیں کلیسا میں محصور کیا تھا۔

اس کے بعد انہوں نے یورپ سے باہر جتنے ادیان ہیں چاہے زمینی ہوں جیسے بوزی یا آسمانی جیسے یہودیت نصرانیت مجوسیت اسلام سب کو مسترد کیا اور ضد علم گردانا۔ یہاں سے تمام مروجہ درسگاہوں کے فارغ تحصیل اور دینی درسگاہوں سے فارغ تحصیل کرنے والے یا ان کے منطق بولنے والوں کو بھی محدود کرنے کی مہم چلائی اور اپنے آپ مختلف القابات کے مترادف کرنے لگے لیکن ہر ایک اپنے اپنے علاقہ کے حوالے سے انتخاب کرتے ہیں۔عرب ملکوں میں منورین عصرین ہمارے ملک میں روشن خیال کے نام سے جو علماء پکارے جاتے ہیں اگر روشن خیالوں سے اتفاق کریں تو وہ روشن خیال ترقی پسند ہیں جو ان سے اتفاق نہ کریں وہ قرون وسطیٰ کے انسان ہیں۔

ایک عرصے سے علوم جدید حاصل کر کے اسلام عزیز کی جگہ مغربی نظام کو جاگزین کرنے والوں نے نام نہاد علماء دین کے درمیان واضح امتیاز قائم کرنے کیلئے اپنے آپ کو روشن خیال ان علماء کو تاریک خیال پتھر کے دور کے انسان رجعت پسند یا کہنہ پرست اپنے کو جدت پسند عصری انسان کبھی روشن خیال کبھی منورین سے تعارف کرواتے ہیں۔ یہاں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آخر خود نور کس مقولہ کا ہے؟ نور اپنی جگہ مقولہ جوھر ہے۔ چنانچہ قرآن اور سنت کے علاوہ علم اللغت عرب سے نابلد علماء کہتے ہیں نور محمد وآلہ محمد خلقت عالم سے پہلے تھے یا نور مقولہ عرض ہے جو اجسام میں پایا جاتا ہے۔نور مادی اجسام کے ٹکراؤ سے پیدا ہوتا ہے نور معنوی علم سے ہوتا ہے وہ بھی اپنی جگہ مقولہ عرض ہے جوھر نہیں۔ نور کی کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں عام طور پر علم کو نور کہا جاتا ہے۔کیا ہر علم نور ہے یا بعض علم نور بعض تاریک اور بعض علم سماعت بصارت کو ناکارہ بنانے والے ہوتے ہیں وہ بھی نور ہیں یا نور مغرب سے وابستہ یا مغرب گرائی رکھنے سے آتا ہے یا اسلام سے خیانت اسلام کو نادیدہ کرنے والوں میں آتا ہے؟ جو بھی ہو راج انہی کا ہے وہ اپنے آپ کو منورین کہتے ہیں جہاں جس کیلئے بھی کہیں یہ لوگ روشن خیال منورین ہیں۔

معاشرے میں دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک گروہ جدت پسند ہے جسے ترقی پسند متجددوں عصرانیوں علمانیوں متقدموں نورانیوں کہا جاتا ہے۔

جبکہ دوسرے گروہ کو ان کلمات سے یاد کرتے ہیں متخلفون متزمتون متقہرون متقصرون متقلدون محروموں یا رجعیون۔ دوسرا گروہ قدامت پسند تقلید گراں ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی اصول بنیادی نہیں ہے جسکی بنیاد پر ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز قرار دیا جائے۔

کتاب تکامل فی الاسلام ج ۴ ص ۳۰ پر آیا ہے **الرجیعه هی رجوع الی الوراء فی الوسائل المادیه الحضاریه و البقاء علی النمط القدیم فی الزرعه وفی الصناعه وسائل نقل والتنوایر** اگر کوئی اس زمانے میں جدید وسائل ہونے کہ باوجود گدھے یا گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کریں یا کوئی پرانے زمانے کی گاڑی استعمال کریں موصولات میں ڈاک کو استعمال کریں وسائل تنویر میں موم بتی کو استعمال کریں۔بجلی گیس کی جگہ لکڑی استعمال کریں لکڑی جلائیں غرض نئے وسائل کو چھوڑ کر قدیم وسائل کو استعمال کریں اور ان کی گنجائش ہو تو یہ رجعت مادیات میں آتا ہے لیکن رجعیت مادی کے ساتھ رجعیت روحانیات معنویات آتا ہے ہر وہ چیز جو سابق معاشرے کی جگہ علاقے میں محرمات عقلی وشرعی کا رواج دیکر فساد پھیلائیں فضائل کی جگہ رذائل کو

پھیلائیں، منطق صداقت حقیقت صراحت واقعیت منطق دلائل و برہان کی جگہ جنگل کا قانون چلائیں اور عقلانیت مفقود ہو۔آج بھی تنگ نظر علاقوں میں بدھ مت کی روایات کو زندہ رکھنے پر مصر ہیں۔

نجم سیٹھی عبوری وزیراعلیٰ اس سال خطرات کی وجہ سے بدھ مت کی روایت پتنگ بازی کے منسوخ ومعطل ہونے کا افسوس کر رہے تھے، یہ ہے روشن خیالی۔ گھوڑا دوڑانے کو آباءواجداد کی روایات کہہ کر روتے ہیں۔کوئی انسانی زندگی ضروریات مسائل ازدواج کو قومی خاندانی علاقائی فرسودگی پر چلانے پر مصر ہیں کچھ قدامت پرستی کرتے ہیں۔اس ملک کو زوال ونیستی بدبختی کے دھانے پر کون لے کر جا رہا ہے کون وسائل وذرائع کو ابلیس کے نقش قدم پر چلا رہا ہے؟

## جانے والوں نے اکھاڑا:

اس ملک میں دین ودیانت کا دور دورہ ختم کر کے قرآن وسنت محمدؐ کی جگہ محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے اسلامی نظام کو اسلامی فلاحی روشن پاکستان نیا پاکستان کے نعرے بلند کرنے والے منورین تھے جو علم کے نور سے یہاں روشنی اور اجالا کرنے کے نعرے لگا رہے تھے قرآن وسنت کی جگہ مدارس میں صرف ونحو کا رٹہ لگا کر حجۃ الاسلام بننے والے اسکالرشپ کے مقابلے میں عزت استقلال کا سودا کرنے والے یہی روشن خیال تھے جنہوں نے آزادی کے نام سے عریانی، اسلام کی جگہ، علمانی نورانی کی جگہ ظلماتی کو جاگزین کیا ہے۔آئیں ان میں سے بعض کی شرح سوانح حیات دیکھتے ہیں:

## کون سا کھیل ہے:

۱۸رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۷ جولائی ۲۰۱۳ کو نشر ہونے والے روزنامے دنیا کے پہلے صفحہ پر لکھا تھا کہ پی پی کے اراکین اسمبلی مخدوم امین فہیم اور رضا ربانی نے یہ کہہ کر صدارتی انتخابات سے بائیکاٹ کا اعلان کیا کہ صدارتی انتخابات کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ کسی حکومتی سینیٹر کی درخواست پر تبدیل کر دیں۔میں چونکہ سیاسی نہیں ہوں نہ سیاسی زبان سے واقف ہوں لیکن یہ جملہ اہل ایمان کہہ سکتے ہیں جن کے ہاں کھیل حرام ہے آپ کے نزدیک کھیل حکومتی سطح کے اعلیٰ پیمانے کے منصبوں میں سے ہو جہاں سیاست دین کے ساتھ کھیلنا ہو تو از روی فرض واجب دینی میں اداءفرض کرتا ہوں۔تاریخ تبدیل کرنے کیلئے جس شخص نے بھی درخواست دی ہو وہ حکومت میں یا پارٹی کے کسی عہدہ کا ہونا چاہیے دوسرا از یا پارٹی کی نمائندگی میں کیا تھا یہ دیکھنا ہوگا۔میں اس طرف نہیں جاؤں گا میں اس طرف جاتا ہوں کہ درخواست گزار نے اپنی درخواست میں جواز بنایا تھا کہ انتخابات کے ایام میں اراکین عمرہ یا اعتکاف میں ہوتا ہے لہٰذا بہتر یہ ہوگا اس کو آخری عشرہ سے پہلے انجام دیں آپ کے نزدیک عمرہ اعتکاف کھیل ہیں اور آپ کے دین میں سیاست ہی آپ کی عبادت ہے۔اس سیاست کے بعد عمرہ اعتکاف کی نوبت ہی نہیں رہتی ہے۔یہ پارٹی دین سے اہانت جسارت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی ہے کیونکہ اگر اب ان پر سرکاری خرچ پر بھی کیا جائے تو وہ احرام لینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

## قرآنیون:

اس وقت عالم اسلامی میں رونما ہونے والے فرقوں میں سے ایک فرقہ کو قرآنیون کہتے ہیں۔اس کے مبدع برصغیر ہند میں نکلتے ہیں وہ سنت کے بڑھتے ہوئے جعلیات ساختیات کو کنٹرول کرنے کیلئے نہیں ہیں بلکہ یہ فرقہ دین میں محمدؐ کے کردار کو گرانے کیلئے پیدا ہوا ہے اسلام کو لنگڑا دکھانے کیلئے اختراع ہوا ہے لیکن اس کو فروغ دینے والوں کو یہ بھی احساس ہوا ہے کہ کہیں قرآن کی اہمیت کو اٹھانے کی وجہ سے لوگ مزید قرآن کی طرف متوجہ ہو جانے کا سبب نہ بنیں اس

لئے اس کو روکنے کیلئے مختلف اقدامات کئے ہیں۔

۱۔حفظ قرآن کا کاروبار جو پورے قرآن کو حفظ کرنے کے بعد سال میں چند دن تراویح پڑھانے کے کام آئے گا

۲۔پرانے نسخوں کی نمائش۔قرآن کے نام بعض جھوٹے نسخے امیر المومنین امام رضا سے منسوب ہیں۔

۳۔قرآن کے ترجمے اور حاشیے۔جن کو دیکھنے کے بعد اسلام سے دل برداشتہ فرقوں کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔نیز قرآن کی مسترد کردہ یا حرام کردہ چیزوں کو ثابت کیا گیا ہے تاکہ قرآن سے اعتماد اٹھ جائے۔

۴۔قرآن کے باہر سے قرآن کے نام سے موضوعات کتنی جگہ جمع قرآن، قرآن ناسخ ومنسوخ سے گھڑے گئے، ایسی آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۵۔جامد سوالات کے جوابات انعامات جائزے۔

۶۔ازخود قرآن کا ترجمہ پڑھنے کی حلقہ بندیاں بھی مجلس قرآنیون کا پروگرام ہے تاکہ عمر بھر قرآن سمجھ میں نہ آئے۔

## جو خانہ کی ابتری اور بدتری سے چشم چراتے ہیں:

ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی سماجی اجتماعی سیاسی شخصیات ہوتی ہیں جن کو معاشرے میں رائج برائیاں نظر آتی ہیں لیکن اپنے گھر کی برائیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ممکن ہے معاشرے کی برائیوں کو گنتے وقت اپنے گھر والوں کو بھی بتایا ہو لیکن بعض ایسے افراد ہوتے ہیں وہ اپنے گھر کے معائب کو چھپاتے ہیں اس کو صاف ستھراء دکھاتے ہیں۔کہتے ہیں ہمارے گھر میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ہمارے بہت سے علمائے اعلام دوسری قسم کی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں انہیں ہمیشہ دوسرے ادیان ومذاہب کی برائیاں نظر آتیں ہیں۔ہمارے پرانے دوست جناب مولانا شجاعی صاحب کو رونے چیخنے میں مزہ آتا ہے ۲۰۰۱ میں واہ کینٹ میں روز عاشورا کے جلوس سے خطاب کر کے فرمایا اے سنیوں اپنے علماء سے پوچھو تراویح قرآن میں کہاں ہے؟ الصلوۃ خیر من النوم کہاں ہے؟ سنی یہاں ارد گرد جمع رہے لیکن عاشورا کے دن بیچارے سنی ڈرے ہوتے ہیں ورنہ مولانا سے کہہ سکتے ہیں قبلہ ذرا شہادت ثالثہ کی آیت بتادیں۔

اپنے مکتب مذہب کی برائیوں کو چھپا کے رکھتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے جہاں دوسرے کے نقائص ومعائب کا ذکر کرتے ہیں اس وقت وہ اپنے اندر کی صورت حال بھی بیان کرتے ہیں۔اس گروہ کی ابھی تک جس شخصیت کو میں نے دیکھا ہے وہ مرحوم شیخ محمد حسین کاشف الغطاء علیہ الرحمہ کی ذات ہے آپ اپنی کتاب دعوت دین اسلام کے فلاں صفحہ پر لکھتے ہیں۔

## منورین حرام خور:

دین، اللہ کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت ورسالت اور آخرت میں جزاء وسزاء پر ایمان رکھنے کو کہتے ہیں جبکہ ''شریعت'' اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کو کہتے ہیں۔شریعت کا خلاصہ افعل لاتفعل یاھذا حلال وھذا حرام کو کہتے ہیں ہر وہ چیز جس سے اللہ نے منع کیا ہو، اس کو تناول کرنا حرام ہے چاہے بذات حرام ہو جیسے کتا و خنزیر وغیرہ یا وہ تھی تو حلال لیکن اللہ نے اس کو مخصوص حالات میں حرام قرار دیا ہو جیسا کہ بتوں کیلئے مختص کئے گئے حیوانات، انہیں میں سے ہمارے ملک میں مزاروں پر ذبح ہونے والے حیوانات بھی ہیں۔آخر میں جو مصداق سب سے اہم ہے اور جس پر نظام اجتماعی واقتصادی اور نظام سیاسی واخلاقی قائم ہے، وہ دوسروں کا مال کھانا ہے دوسروں کے مال کے دو مصداق ہیں ایک وہ اموال ہیں جو کسی فرد کے ذاتی ہیں اور دوسرے اجتماعی اموال ہیں جن میں سرکاری خزانے کے اموال آتے ہیں ان اموال کو کھانے کی نوعیت میں جبر وتشدد، داکراہ سرقت، دھوکہ، بھتہ خوری اور رشوت ستانی کے علاوہ مازاد استحصاق

اختیارات کے نام سے ناجائز استعمال ہے۔ یہاں عموماً کوئی دیکھنے اور روکنے والا نہیں ہوتا ہے یہاں اللہ ہے اور بندہ ہے۔ اس ملک کی بربادی اور ویرانی کی جو پہلی اینٹ رکھی گئی وہ عوام الناس کو حرام خوری کی لالچ و رغبت دلانا ہے۔ خواص کی دیکھا دیکھی حرام خوری کے طور طریقے اتنے زیادہ عام افراد میں اب تک سرایت کر چکے ہیں جن سے کسی کے بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی ہے اس کے بغیر کوئی کاروبار نہیں چلتا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔

۱۔ ناپ اور تول کر لینے دینے والی چیزوں کے جدید ذرائع میں پیشرفت ہو چکی ہے لیکن پھر بھی کسی کو دیتے وقت کم دیتے ہیں اور لیتے وقت زیادہ لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۲۔ سرکاری اداروں میں لین دین میں خرد برد انتہائی سطح پر پہنچ چکی ہے۔

۳۔ سرکاری ملازمین میں کسی ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ عہدے تک رشوت لینا عام سی بات ہے۔

۴۔ وزراتوں اور دیگر اداروں کے اعلیٰ عہدیداروں کے صوابدیدی فنڈ کا ناجائز استعمال معمول کا حق سمجھا جاتا ہے۔

۵۔ زکوٰۃ وخمس کے نام سے جمع شدہ اموال میں ظالمانہ تصرفات۔

۶۔ علماء کو حکومت کی ناجائز حمایت کے عوض دی جانے والی سہولیات۔

اب جن کا تن من ظاہر و باطن سرتا پیر حرام خوری سے لذت اندوز ہوتا ہو وہ اپنی جگہ، اپنے ضمیر کے سامنے مجرم وخیانت کار نہ ہو، ایسا ممکن نہیں ہے یہ احساس ہر شخص کو ہوتا ہے چاہے وہ الحادی ملکوں میں ہو۔ مجرموں کو یہ احساس رہتا ہے کہ انہوں نے اپنے ادارے سے، اپنے محسن سے، اپنے مہربان سے، اپنے باپ سے اپنے بھائی سے یا اپنے دوست سے خیانت کی ہے اس احساس کے بعد جب وہ خیانت چھوڑ نہیں سکتے یا چھوڑنا نہیں چاہتے تو وہ اپنے جرم کا کوئی نہ کوئی جواز بناتے ہیں۔

## ایمان وعمل صالح:

قارئین کرام! ہمارا بڑوں کیلئے مشورہ اور چھوٹوں کیلئے نصیحت یہ ہے کہ دین سمجھنے کیلئے قرآن وسنت نبی کریمؐ میں آئے کلمات سے تجاوز کر کے علماء کی اصطلاحات استعمال کرنے سے گریز کریں ورنہ آپ یہیں سے راہ گمراہی وضلالت پر گامزن ہو جائیں گے اور پھر گرتے گرتے اسفل سافلین تک پہنچ سکتے ہیں قرآن وسنت پیغمبر اکرمؐ کے مقابل اصطلاح جعل کرنے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ کو گمراہی اور بے دینی کے راستے پر گامزن کیا جائے۔ ہمارے خیال میں ابتداء میں اس قسم کی اصطلاحات جعل کرنے والوں نے بدنیتی کی نیت سے یہ اصطلاحات جعل کی ہیں تا کہ بعد میں آنے والے یہ بات درک نہ کرنے کی وجہ سے ان کی پیروی میں خوشی سے ان کو جاری رکھیں لیکن درک نہ کرنے والوں میں بھی ان لوگوں کی سوچ بدنیتی پر مشتمل ہے جو کہتے ہیں کہ چلو اس میں کیا حرج ہے، گذشتہ علماء نے کہا ہے، وہ بزرگ تھے، صحیح جعل کیا ہوگا لیکن یہ جو درک کر رہا ہے کہ یہ اصطلاح بدنیتی پر جاری کی ہے ہمیں اسی پر چلنا چاہیے وہ بھی بدنیت ہیں کیونکہ یہی لوگ آگے چل کر کہیں گے کہیں لا مشاحۃ فی للفظ یہ جملہ بھی خیانت پر مشتمل ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں یہ اصطلاح جعل کرنے والے بدنیت تھے یا نہیں۔

قرآن کریم میں دماغ ودل کے وظیفے کیلئے کلمہ ایمان استعمال ہوا ہے وہ کیا کیا ہے بیان کر دیا گیا ہے اور جو اعضاء وجوارح کا کام ہے اس کیلئے کلمہ عمل استعمال ہوا ہے۔ ایمان کس کس چیز پر لانا ہے اور کون کون سے اعمال انجام دینے ہیں، یہ سب بیان کر دیا گیا ہے لیکن بدنیتی گروہ باطنیہ نے ایمان کی جگہ اعتقاد استعمال کر کے اس کے مصادیق میں ہیر پھیر کیا ہے کہا ہے اصول دین اصول اعتقاد ہیں اس کے بعد انہوں نے اس میں اپنے من مانے عقائد کو شامل

کیا ہے اور جسے چاہا ہے اسے نکالا ہے مثلاً بعض نے اصول دین کو تین اور بعض نے پانچ بتایا ہے اور بعض نے ان میں اور بھی اضافہ کیا ہے لیکن قرآن کے بتائے ہوئے ایمان کے مصادیق کو حذف کیا ہے، اس کی لمبی فہرست ہے مثلاً شیعوں نے عدل کو اصول دین میں شمار کیا ہے حالانکہ قرآن میں عدل کو ان چیزوں میں شمار کیا گیا ہے کہ جن پر انسانوں نے عمل کرنا ہے اسی طرح شیعوں نے امامت کو بھی اصول دین میں گنا ہے جس کے بارے میں ان کے پاس تنکے برابر بھی دلیل نہیں ہے اور انہوں نے اسے ڈنڈے، جلوس، جلسہ، گالی وگولی اور لاٹھی سے جاری رکھا ہوا ہے۔

قرآن میں ہمارے نبی کریمؐ اور دیگر انبیاء پر ایمان لانے کیلئے کہا گیا ہے اور اس بارے میں قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی جبکہ ان لوگوں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بتائے ہیں جن میں سے بعض افسانہ ہیں جیسے خضر۔

عجل ہے قرآن میں علم اعملوا الصحیلون کا لفظ استعمال ہوا جس کے بہت سے مصادیق بیان ہوئے ہیں لیکن انہوں نے اس کیلئے کلمہ فروع دین استعمال کیا اور پھر اس کو آٹھ یا دس اعمال میں محصور کیا ہے حالانکہ صالح اعمال کے مصادیق بہت زیادہ ہیں یہاں بھی انہوں نے خیانت کرتے ہوئے بدنیتی پر یہ لفظ اختراع کیا ہے تاکہ آل بویہ، صفویہ اور فاطمیہ کے اختراع کردہ اعمال سبّ وشتم خلفاء کو جاری رکھیں۔

## تسقیف ایمان:

کثیر آیات میں آیا ہے فانظر ماذا تری فی السموات ومافی الارض یعنی آسمان وزمین میں دیکھو، اس کی کیا کیا نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک آسمان کا اہل زمین کیلئے بطور چھت متعارف کرانا ہے۔ چھت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی ستون پر قائم ہوتا ہے لیکن یہ چھت بغیر ستون کے ہے یہ کسی نظر آنے والی چھت پر قائم نہیں ہے۔ چھت کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ وہ سردی گرمی کی لہر کو روکتا ہے لیکن یہاں یہ چھت ہمیں نہ سردی سے بچاتا ہے نہ گرمی سے پھر اس کی اس صفت سے کیا مراد ہے ہمیں تحفظ دیتا ہے کسی چیز سے تحفظ دیتا ہے سورہ مبارکہ انبیاء آیت ۳۲ کی تفسیر میں من ھدی القرآن تالیف علامہ مدرسی نے جلد ۷ ص ۳۰۵ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے اس آسمان میں قدیم زمانے سے عصر حاضر تک سب نے لکھا ہے کہ بہت سے ستارے انجم، کہکشاں اس وسیع وعریض فضاء میں تیر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ان سے آگ کے شعلے بھی دیکھنے میں آتے ہیں جس کو آج کل کے علماء فلک نیاز غبار بھی کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں یہ انتہائی خطرناک ہوتے ہیں ہر دن کئی ملین اجزام فلکی ۵۰ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی طرف گرتے دیکھے جاتے ہیں۔ علامہ مدرسی لکھتے ہیں اگر یہ توقف نہ ہوتا تو ایک گرام کے ہزاروں اجزاء بھی یہاں گریں تو یہ ہماری نابودی کیلئے کافی ہیں۔ چہ جائیکہ اتنے بڑے بڑے گریں زمین پر بسنے والوں کو کس نے بچایا ہے، اس سقف وآسمان نے بچایا ہے نیز یہ آسمان چاند سورج اور دیگر اجرام سے پھینکی جانے والی ضرر رساں چیزوں سے بھی ہمیں بچاتا ہے یہ سقف ان کو صاف کر کے بھیجتا ہے نیز یہ سورج کی مہلک حرارت کو بھی کنٹرول کرتا ہے ورنہ انسان وحیوان، نباتات سب جل جاتے۔

## مسلمان کس سے پستے ہیں:

ہر خاص وعام، ان پڑھ ودانشور۔ افسران بالا اور فقہوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس وقت مسلمان ثالوث نامقدس امریکہ واسرائیل وبھارت اور کمیونزم سے پس رہے ہیں۔ ان کو روکنے اور ان سے نجات کیلئے اقدامات کریں، کوئی مؤثر منصوبہ بندی کریں اب تو یہ نئے حقائق بھی سامنے آئے ہیں کہ مسلمان خود مسلمانوں کے ذریعے پس رہے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کسی بڑی طاقت سے جان بچا کر کسی چھوٹی طاقت کے ہاتھ میں پھنس گئے شکر ہے کہ امریکہ سے جان چھوٹ گئی ہے یا ہم بارش سے بچنے کی دوڑ میں تالاب میں گر گئے ہیں۔ صاحبانِ عقل وشعور بخوبی اور احسن طریقے سے یہ درک کر سکتے ہیں کہ ہم پہلے دشمن

کے خلاف مردہ باد کا نعرہ بلند کر سکتے تھے، ان کے سربراہ کا پتہ چلا سکتے ہیں تھے، یہاں ان کی املاک کو نشانہ بنا سکتے تھے، ان کے سفارت خانوں کا گھیراؤ کر سکتے تھے لیکن اس نئے دشمن کو ہم مردہ باد نہیں کہہ سکتے ہیں اور ان کی املاک کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں ورنہ ہم دہشت گرد مسلمانوں میں شمار ہوں گے۔ اب ہم اس دشمن کے ساتھ کیسے مقابلہ کریں، ان کو کیسے روکیں، اس سلسلے میں علماء و دانشوران اور اخبارات کے کالم نگار بہت لکھتے ہیں اس سلسلے میں روزنامہ دنیا صادر از کراچی بروز بدھ مورخہ ۲۱ رمضان ۱۴۳۴ھ ق بمطابق ۳۱ جولائی ۲۰۱۳ء کو صفحہ ۱۳ پر کراچی سے نصیر رضا لکھتے ہیں مذہبی رواداری کو فروغ دیں، اس رواداری کو فروغ دینے کیلئے خود اپنا نظریہ یا فتویٰ صادر کرنے کے بعد مسلمان مسلمانوں کے مزارات، مساجد اور امام بارگاہوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام کو سمجھائیں کہ ہر مسلک کے لوگ دوسرے مسلک کے لوگوں کا احترام کریں، ان سے دوستی کریں، یہ تشخیص اپنی جگہ درست ہے، اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں اصل مرض کی تشخیص عنایت کریں، اللہ ہمیں دوا کا ایسا نسخہ عنایت فرمائے جو اپنی جگہ سم قاتل ہو، اس وقت مسلمانوں کا گلہ گھونٹنے والا، مسلمانوں کو قتل کرنے والا ان کی دل آزاری کرنے والے مسلمان نہیں یہ جرم کرنے والے خود فرقے ہی ہیں اور فرقہ کی تعلیم و تربیت دینے والے انہی فرقوں کے علماء ہیں اور ان کی ضروریات پورا کرنے والے یہی امریکہ، اسرائیل، برطانیہ، بھارت اور یہاں روپوش ان کے نمائندے ہیں۔ جناب نصیر رضا صاحب کی ہدایت و تجویز اپنی جگہ انجان حسن نیت رکھتی ہو تو کوئی بات نہیں، اللہ انہیں بصیرت عنایت فرمائے۔ اگر وہ بھی اکثر کالم نگاروں کی طرح مسلمانوں کو ان کے اصلی مسائل اور ان کے حل اور ان کو لاحق مرض کی تشخیص اور اس کے علاج معالجہ سے غافل رکھنے کیلئے کالم نگاری کرتے ہیں تو دعا ہے کہ اللہ ان کو ہدایت فرمائے۔ مسلمانوں کی نجات اور مسلمانوں کے مسائل کا حل ہر ایک اپنی جگہ فرقوں سے نجات ہی میں پوشیدہ ہے۔ مسلمانوں کو ان مسائل و حالات کا سامنا انہی فرقوں ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ حسن نیت رکھتے ہیں اور دانشور حقیقی و دانش طلب ہیں تو تاریخ فرق پر لکھی گئی کتابوں کو پڑھیں، آنکھیں کھلیں گی آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی فرقہ گیارہویں صدی میں اور کوئی بارہویں صدی میں ہندوستان میں بنا ہے اور کوئی ایران میں، کوئی سعودی عرب میں اور کوئی برطانیہ میں اور کوئی ترکیہ میں بنا ہے لیکن اسلام حضرت محمدؐ کی بعثت سے مکہ میں وجود میں آیا اگر آپ مسلمان ہیں اور قرآن کو ماننے والے ہیں تو قرآن فرماتا ہے کہ مسلمان کو رد نہیں کیا لیکن فرقے مردود ہیں۔

## نفاذ اردو:

ہمارے محترم دردمندانِ اسلام پاکستان کی پریشانی۔

جناب اوریا مقبول جان صاحب اس لیے پریشان ہیں کہ مختلف اداروں کے افسران اور وزراء اپنے درمیان اپنی علاقائی زبان بولتے ہیں لیکن دفتری کام اور خطوط و مراسلات سب انگریزی میں لکھتے ہیں، اس پر آپ کو تعجب ہے۔ آج سے بیس سال پہلے یہاں سے ایم بی بی ایس کر کے حوزہ علمیہ میں بنام علم دین پڑھنے گئے عقیل موسیٰ صاحب نے دعوت ولیمہ کی رات دیگر احباب کی طرح ہمیں بھی شرکت کی دعوت دی اور ہمیں تقریر کرنے کیلئے کہا تو میں نے ان کے چھپے ہوئے کارڈ جو انگریزی زبان میں لکھے ہوئے تھے اس پر گفتگو کی آج جناب عقیل موسیٰ صاحب اور ان کے عزیز و اقارب سے سوال ہے کہ اُس وقت اُس اجتماع میں انگریزی زبان جاننے والے اور اردو نہ جانے والے کتنے فیصد ہونگے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سوال کا یہی جواب دیں گے کہ انگریزی جاننے والے زیادہ سے زیادہ دس فیصد اور اردو زبان جاننے والے نوے فیصد سے بھی زیادہ ہوں گے لہذا انہیں اکثریت کا احترام کرتے ہوئے کارڈ اردو میں چھپوانے چاہیے تھے۔ میری اس بات کا مقصد یہ نہیں کہ انگریزی زبان ایک بری زبان ہے بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس کارڈ کو انگریزی میں پیش کر کے دراصل یہ پیغام دیا ہے کہ بعض دانشوران کی یہ بات صحیح ہے کہ اگر کوئی قوم اشرف و مہذب اور لائق احترام ہے تو وہ انگریز ہے چنانچہ ہمیں خود کو ان سے وابستہ

کرنا چاہیے۔ یہ ان حوزہ والوں کے عالم دین کا تصور ہے ایک اور تصور دیکھ کر آپ کو تعجب ہوگا کہ چیچہ وطنی میں پنجاب کے ایک بڑے عالم دین ہیں جو دینی مدرسہ بھی چلاتے ہیں انہوں نے اپنے بچوں کی ازدواج کے تقریب میں دعوت کیلئے بہت قیمتی کارڈ چھپوائے وہ انگریزی میں لکھے ہوئے تھے اگر عالم دین کی یہ سوچ ہوگی تو ہم کیوں ذلیل وخوار نہ ہوں گے۔

کیا ہمیں اس خوش فہمی میں رہنا چاہیے کہ نئی حکومت جس کو دائیں بازو کی حکومت کہتے ہیں یہ بائیں بازو سے چڑتی ہے، یہ ان کا دین کی طرف رجحان ہونے کا ثبوت ہے ایسا نہیں بلکہ انہوں نے دینداروں کو دھوکہ دینے کیلئے خود کو دیندار کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ اب آپ کتنے ناممکن کام ان سے کروائیں گے، اوریا مقبول صاحب لکھتے ہیں ہمیں سوچنا چاہیے کہ انگریزی زبان ترقی آور زبان نہیں بلکہ تنزل آور زبان ہے جس کی واضح مثال ۲۹ جولائی کو نشر ہونے والے کالم میں ڈاکٹر وبدیتاب دبدگ کی وہ بات ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ۱۲۵ کروڑ کی آبادی میں سے تقریباً ۲۲ کروڑ بچے ہر سال سکول میں داخلہ لیتے ہیں جبکہ ان میں سے صرف ۴۰ لاکھ گریجویشن کی ڈگری لیتے ہیں۔ اگر انگریزی زبان ترقی آور ہوتی تو کیوں ہندوستان پسماندہ ملک ہوتا اور کیوں لوگ جھونپڑیوں میں رہنے پر مجبور ہوتے؟ وبدیتاب وبدگ نے اپنے مضمون میں لکھا ہے ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہے ایک انڈیا جو ترقی یافتہ ہے دوسرا بھارت ہے جو پسماندہ ہے۔ ہماری حکومت نے گزشتہ انتخابات میں عوام کو درخشاں وروشن پاکستان کے جو خواب دکھائے تھے کہ یہاں سے وحشت وناامنی وبے سکونی اور دہشت گردی اور لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ کریں گے ڈرون حملہ بند کروائیں گے، ان میں سے کوئی بھی وعدہ وفا نہیں ہوا تو کم از کم قومی زبان اردو کو جو کہ پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس کی ترویج کے لیے ملکی قانون میں جو وعدہ کیا گیا ہے اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ سرکاری سکول تو انتہائی کم ہیں اور اکثر بچے پہلے ہی پرائیویٹ سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں عمومی سطح پر ہر پاکستانی کو چاہیے کہ اپنی علاقائی زبان یا دنیا کی جو بھی زبان بولتا ہے اسے چھوڑ کر اردو میں بات کرے چاہے اس کی اردو ہماری طرح ہی کیوں نہ ہو۔ پاکستان میں قومی وحدت کے لیے اور اسلام کیلئے یہ زبان ناگزیر ہے لہٰذا یہاں ریفرنڈم کروائیں کہ کیا آپ پاکستانیوں میں وحدت اور اتحاد ومحبت چاہتے ہیں اور کیا آپ اسلام چاہتے ہیں یا نہیں، اکثریت ہاں میں جواب دے تو پھر انگریزی چھوڑیں اور تمام سکولوں میں انگلش میڈیم کی بجائے اردو میڈیم کو رواج دیں اور دفاتر میں بھی قومی زبان کو اپنی شناخت بنائیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں روزنامہ دنیا صادر از کراچی بروز بدھ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ ھ ق بمطابق ۳۱ جولائی لکھتے ہیں اس وقت پاکستان متحد ہے ایٹمی طاقت ہے اٹھارہ کروڑ کی آبادی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر پاکستان کی عوام متحد ہوتی تو یہ ڈرون حملے کیسے ہوسکتے تھے اس وقت ہم پاکستانی ایک انتہائی انتشار و اختراق کے ہجوم کے دہانے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ شاید یہ ڈرون حملے اور مسلمانوں کی نسل کشی دراصل اسلام دشمن قوتیں ہم سے ہمارے مسلمان ہونے کا انتقام لے رہی ہیں ہم متحد کہاں ہیں، ہمارے دانشوران ہمیں ردی کے دام میں انگریز استعمار کو بیچنے کیلئے تلے ہوئے ہیں۔ ہم بقاء سے زیادہ فناء کے وسائل پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ ہم بھلا ایران یا سعودیہ کی حمایت میں ہوں ان کی صفات کی بات کررہے ہوں لیکن پاکستان کے بقاء کی کوشش صرف بیچارے محروم و بے وسائل عوام ہی کررہے ہیں۔

اردو زبان سے نفرت کے حوالے سے روزنامہ دنیا صادر از کراچی نے بروز بدھ ۲۱ رمضان ۱۴۳۴ ھ ق بمطابق ۳۱ جولائی ۲۰۱۳ء کو لکھا ہے کہ یہاں انگریزی زبان کے حامیان اور داعیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم بچپن سے ماں کی گود سے اپنی علاقائی زبان پنجابی، بلوچی، سندھی، پشتو اور بلتی بول رہے ہیں بعد میں جب حصول تعلیم کا آغاز ہوا تو انگریزی زبان تعلیم کے حوالے سے ہماری مجبوری تھی لیکن یہ اردو بیچ میں ہم پر ٹھونسی گئی زبان ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ انگریزی زبان

کو فروغ دینے والے پرائیویٹ سکول تھے۔اب تو حکومت نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ انگریزی زبان کو پہلی کلاس سے ہی شروع کریں چنانچہ اب سرکاری سکولوں میں بھی پہلی کلاس سے ہی تمام نصابی کتب انگریزی زبان میں ہیں حالانکہ اردو قومی وحدت کیلئے ،قومی وحدت بقائے پاکستان کیلئے اور بقائے پاکستان یہاں فروغ اسلام کیلئے ضروری اور ناگزیر ہے لہٰذا ہمیں یہاں ریفرنڈم کرانا ہوگا کہ آپ کو یہاں اسلام پسند ہے یا نہیں لیکن یہ ریفرنڈم خدا سے بالاتر ہوگا۔

آپ پاکستانی یہ جان لیں کہ پاکستان کی بقاء اور سالمیت کا ستون حکمران نہیں، وہ تو ستون پنجم ہیں۔پاکستان کو اوپر کی حکومتی سطح پر یا حکومت لے کر بچانے کی قدرت ہماری استطاعت سے باہر ہے۔ہم نے نچلی سطح سے اس ملک میں انگریز پرستی اور انگریزی پرستی کی مذمت کرنی ہے۔اردو نظام تعلیم لانے کی سعی کرنی ہے کیونکہ اردو ہی وہ زبان ہے جو احیائے قرآن وسنت اور اسلام شناسی میں بے حد معاون و مددگار رہے۔

## ۲۶۳ سے یہاں لائیں

## روشن خیال دانشوروں کا تقلید و جمود پر اصرار:

بعض سادہ لوح علماء بعض دانشوروں کی طرف سے تقلید پر اصرار کو ان کی دیانتداری کا نشان گردانتے ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی دھوکہ دہی ہی ہے کیونکہ وہ مغرب کی کفریات والحادیات کی تقلید کرتے ہیں اور ان کو چھپانے یا ان کی سند کیلئے تقلید کو دیانتداری کی علامت گردانتے ہیں اگر وہ حق وحقیقت کے داعی و حامی ہیں تو کیوں مغرب کے ان علماء محققین کی تقلید نہیں کرتے جو دین و دیانت اور وجود انسانی سے انفقاک ناپذیر ہے۔اگر وہ تقلید ہی کو دیانتداری کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی بات کو بھی تسلیم کریں جو کہتے ہیں علم و تحقیق کو جامد نہ کرو، تحقیق کو جاری رکھو، اس میں کون سی قباحت ہے۔

## ایمان بہ وحدانیت اللہ:

کتاب ھدی اللمتقین کے مؤلف کی کتاب کے آخر میں توحید اسلامی اور قرآنی کی وضاحت لائق تحسین ہے۔کتاب کے سرورق پر تلوار امیر المومنین کو بطور شعار پیش کرنا اور آخر میں مشرکین کے پناہ دہندہ علماء کے امضاء اشعار جنہیں قرآن نے مذموم کہا ہے پیش نہ کرتے مذموم قرآن نہ ہوتے نیز گردیزی صاحب یہاں کے پیشہ ور وکلاء کے نقش قدم پر چل کے غیر قرآنی وغیر شرعی افکار و اعمال کا عامیانہ دفاع نہ کرتے تو ان کی بات میں کچھ وزن ہوتا لیکن ان کے مذکورہ طرز عمل سے ایسی خبریں مشکوک ہو جاتی ہیں۔ایسی خبروں کے لئے یہ مثال دیتے ہیں کہ ایک لومڑی نے اونٹ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو تو اونٹ نے جواب دیا، میں حمام سے آرہا ہوں۔گردیزی سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ جن علماء اعلام کے امضاء آپ نے لگائے ہیں ان کے نام کوئی پڑھی لکھی چیز تو نہیں جاتی ہے۔آپ خود بتائیں ان میں محترم محمد حسین ڈھکو صاحب محترم تقی شاہ، حافظ ریاض صاحب شامل ہیں یا نہیں؟ کیا ہمیں ایام محرم میں ملتان کے اعزاخانوں کا دورہ کرائیں گے یا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

حکومت کو چلانے کے ڈرامے:

ا۔ایک ملک کو چلانے کیلئے ایک قانون دان نمائندہ ادارہ چاہتے ہیں جو قانون کی صحت وسقم کا تشخص کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔قانون کی باریکیوں اور دقائق کو درک کرسکتا ہو، وہی اس ملک کا آئین بنانے اور اپنے علاقے کی نمائندگی کا حق بھی رکھتا ہے۔

۲۔لیکن پھر ٹیکنو کریٹ کے نام سے اور خواتین کے نام سے مزید نمائندوں کا انتخاب ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے پہلے کبھی منتخب ہونے والے افراد کو ووٹ نہیں دیا ہے اگر کسی علاقے سے ۵۰ نمائندے مقرر ہوئے ہوں تو پھر مزید ناموں کی کیا دلیل و منطق بنتی ہے؟ یہ ایک طرح کا ظلم، دھوکہ وفریب اور ملکی خزانے پر بوجھ ہے۔ یہ لوٹ مار کا ایک طریقہ ہے نہ تو اس کا کوئی تقدس ہے اور نہ ہی ایسے نمائندے لائق احترام ہیں۔

۳۔انہی منتخب افراد کے ووٹوں سے ایک سینٹ اور ایک ایوان بالا کے نام سے ادارہ بنایا گیا ہے۔اس ایوان بالا کا کوئی قابل ذکر فائدہ ملک کو ہوا ہو تو بتائیں۔اس سے ناقابل تلافی نقصان ہی ہوا ہے۔اگر ایوان بالا قومی و دیگر اسمبلیوں کے قوانین اور ان کے ممبران پر نظر رکھنے کیلئے ضروری ہے تو بتائیں۔

۴۔پھر قومی کانفرنس بنانے کی کیا منطق ہے؟

۵۔سیکورٹی کونسل بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

آیا حکومت نے صدر کے انتخاب کیلئے جو قانون قاعدہ بنایا ہے وہ کس منطق کے تحت بنایا گیا ہے؟ کیوں انسانوں کے لئے مادام العمر غلامی کی قیمت پر علم کی بات کرتے ہیں۔

## مسلمانوں میں غیر اللہ کی پرستش:

مسلمانوں نے اللہ کی بجائے اللہ کی طرف دعوت دینے والوں اور ان کے ساتھ ان سے وابستہ اشیاء کی عبادت و پرستش مسیحیوں سے لی ہے جہاں انہوں نے اللہ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ مریم بتول کے علاوہ صلیب کی پرستش شروع کی ہوئی ہے۔پھر انہوں نے ان کے یوم ولادت اور دیگر بہت سی چیزوں کی بھی عبادت شروع کی اور یہ سلسلہ آئے دن پھیلتا ہی گیا چنانچہ مسلمانوں نے بھی ہو بہو ان کی تقلید میں احکام و تعلیمات قرآن کریم اور سنت عملی حضرت محمدؐ پر چلنے کی بجائے آپ کے بال شریف، جوتا اور قدم کے نشان اور جہاں آپ نے قیام کیا اور جہاں آپ سوئے تھے اور جہاں آپ نے وضو کیا تھا ان مقامات کی بھی عبادت شروع کی ہوئی ہے۔چنانچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی سادات کا احترام ہے جن کے لئے انہوں نے احادیث جعل کی ہیں۔یقین کریں اگر ابواب حدیث میں دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ چور اور جھوٹا انسان ڈرپوک ہوتا ہے یہ ڈرتے ہیں چونکہ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ نبی کریم کی نسل سے فاسق و فاجر بے دین اور اسلام کا استہزا کرنے والے بھی نکلے ہیں تو انہوں نے حدیث جعل کی کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اگر میری اولاد نیک نکلے تو اللہ کیلئے اور اگر بری ہو تو میرے لئے ان کا احترام کریں۔گویا ان کے پاس جو دین ہے اس میں اللہ اور رسولؐ کے فرامین میں اختلاف پایا جاتا ہے، عام آدمی بھی مشاہدہ کرتا ہے کہ نام نہاد سادات چوری، ڈاکے، کرپشن اور سودخوری و رشوت خوری، اقرباء پروری اور دیگر ذرائع آمدن جس میں فلموں اور گانوں کی حرام کمائی کے حصول میں دیگر لوگوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں چنانچہ انہوں نے احترام سادات کی حدیث جعل کی تا کہ دوسروں کے رشتہ دار یا غیر سید لوگ فاسد و فاجر ہوں تو انہیں تختہ دار پر لٹکایا جائے اور اسی طرح کے جرم کرنے والے نبی کریم کے رشتہ دار ہوں تو ان کو معاف کر دیا جائے حالانکہ یہ قرآن کریم کی آیات کے خلاف ہے جن کے مطابق جب قیامت ہوگی تو سب انساب ختم ہو جائیں گے۔

## عید اور ماتم کی سونامی بھی مسلمانوں کو بہانے کا سیلاب ہے:

ان وسوسوں کو چھوڑنے، مسلمانوں کو کھیل کود میں مستغرق رکھنے غرض خلقت آرائش و زیبائش کو سمجھنے، بچوں اور خود کو عورتوں جیسا سجانے اور سنوارنے قرآن اور سنت محمدؐ کو طاق نسیاں پر رکھنے کا یہ فارمولہ ادنیٰ یا درمیانے درجے کے پڑھے لکھے شیاطین سے ممکن نہیں، ان دونوں کا معمار خود حضرت اعلیٰ ابلیس ہے یا اس کے جانشین خاص کے کارنامے ہیں۔شیاطین نے اپنی مردودی کی سزا کے بعد دھمکی دی تھی جس کا ذکر سورہ ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

# علم اور دین ﴿۲۷۵﴾ (۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ ق)

وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ (حجر ۳۹) ﴿ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۶) ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴾ (اعراف ۱۶۔۱۷) میں آیا ہے جہاں اس نے اللہ سے کہا تھا میں چار اطراف سے تیرے بندوں کو گھیروں گا، آگے سے حیات مابعد الموت کو پہلے مرحلے میں مشکوک بناؤں گا، پھر اس کو ہلکا بناؤں گا، بائیں طرف سے حملہ کروں گا۔ اشاعہ فحشاء محرمات کے ارتکاب کی دعوت دوں گا چنانچہ لوگ تنسیخ شریعت اباحتہ محرمات کا ارتکاب کریں گے۔ پیچھے سے یعنی اولاد کی طرف زیادہ توجہ دلائیں گے، وارثین کی طرف سے آئیں گے خود دین کے ذریعے سے گمراہ کریں گے۔ صافات ۲۸ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یمین سے مراد یہ ہے کہ خیر کے نام سے آتے ہیں، خدمت خلق، دینی تعلیم، تعمیر مسجد اور محترم عمارتوں وغیرہ کے ذریعے سے گمراہ کرتے ہیں۔ یعنی دین اور حق کے نام سے بے دینی اور باطل راستوں پر چلنے کی ترغیب جیسے آج کل این جی اوز کرتی ہیں۔ یمین سے یہ مراد بھی ہے کہ طاقت وقدرت کے راستے سے آتے ہیں۔ جیسے سیکولر نظام لانے کیلئے جنگ مسلط کرتے ہیں الحادی تعلیم، کفر و زندیق محرمات کو شامل کرتے ہیں چنانچہ آج کل مسلمانوں کو دیوار سے لگانے اور قرآن اور سنت کو طاق نسیاں پر رکھنے کے جو نسخے انہوں نے بتائے ہیں، ان میں اشاعت فحشاء و منکرات، حرام خوری اور شراب نوشی وغیرہ ہیں جنہیں مغربی سفارت کار، تبشیری گروہ، تحقیقی گروہ اور مستشرقین سیاسی عسکری عام کرتے ہیں جیسے آج کل این جی اوز کے نمائندے جیش ابرھہ کی طرح ملک کی تقدیر ساز اسمبلیوں میں آکر کرتے ہیں۔ جنہیں ہر مسلمان نفرت وکراہت کی نظر سے دیکھتا ہے ابھی بھی الحمدللہ ان کو نفرت وکراہت سے دیکھنے والے اور ان کے خلاف آواز اٹھانے والے مسلمان موجود ہیں۔ لیکن ابلیس نے دوسرا نسخہ کسی مغربی کارندے، بھارتی کمیونسٹ، ہندو بدھ مت یا یہودی ومسیحی کے ذریعے متعارف نہیں کروایا ہے بلکہ اس کے لئے خود ابلیس نے کہا ہے کہ یہ میرا خصوصی نمائندہ ہی کر سکتا ہے، یہ کسی اور کیلئے ممکن نہیں ہے اس کے نفاذ کے لئے وہ خود میدان میں اترا ہے۔ یہ عرائض ایسا نہ سمجھیں کہ کہیں کالم نگاروں یا ادیبوں سجع سازوں قافیہ بردازوں کی عبارت سے سرقت کر کے پیش کی ہوں یا ہوالفاظی کا ہنر دیکھا ہو یا ضد میں ہاتھ پیر مارے ہوں ایسا نہیں ہے یہ دونوں اپنی حیات کے آخری لمحات گزارے ہیں یہ دوسونامی ایسے زندہ ہیں کہ جیسے کسی گلوکار کو انجیکشن یا آکسیجن ٹیوب کے ذریعے زندہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ ان دو موضوعات پر عربی وفارسی سے تو بہت مواد جمع کر کے لکھا تھا لیکن کئی سالوں سے گھر میں محصور ہونے، عمر رسیدہ ہونے اور دیگر پریشانیوں سے جان بچانے کے لئے اخبار وجرائد پڑھنے شروع کیے چنانچہ اخبار روزنامہ دنیا وایکسپریس پڑھنا شروع کیا تو بیس رمضان المبارک کے بعد کی اخبارات میں عید کی تیاریوں کے حوالے سے اسلام کا درد رکھنے والوں، معاشرے کے دوست افراد اور معاشرے کی عزت وآبرو کے خواہش مند افراد کے ذریعے سے اپنے ملک کی خیر خواہی کیلئے خطوط اور مضامین کے ذریعے اظہار خیال والی خبریں دیکھنے میں آئی ہیں۔

ان اخباروں میں عید کے بارے میں مضامین جن عنوانات کے تحت آئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ چند خواتین نے عید کے نئے لباس نہ ملنے پر خودکشی کر لی۔

۲۔ مال ودولت کے حامل وصاحبان حیثیت عید کے موقعہ پر غریبوں اور ناداروں کو بھی اپنی خوشی میں شریک کریں۔

۳۔ عید کی شاپنگ میں بہت سی خواتین کی بیہودگی باعث تعجب تھی۔

۴۔ عید کے موقعہ پر اکثر خواتین اپنے ہاتھ نامحرم مردوں کے ہاتھ میں دے کر چوڑیاں پہن رہی تھیں۔

۵۔ کھیلوں کے پروگرام کا اعلان ہو رہا تھا۔

۶۔ مغربی دنیا سے یہاں کفر والحاد پھیلانے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آنے والی این جی اوز اور اپنی ہمدردی دکھانے والے ویلفیئر ٹرسٹ سیکولر نادار

مسلمانوں میں عید کے جوڑے تقسیم کرنے پر مامور کیئے گئے اور عام سادہ مسلمان ان کے اس عمل کا استقبال کر رہے ہیں اور یوں دنیائے کفر سے دوستی قائم کر رہے ہیں اور ایک جوڑے کے عوض اپنی ہمدردیاں ان کو دے رہے ہیں اور ان کی سلامتی و آبادی اور ان کی عزت کیلئے دعا کر رہے ہیں۔ یہ ہے مسلمانوں کی عید جس کے لیے وہ عزتِ نفس غیرت وحمیت ملک وملت اور دین کی حرمت کو فروخت کر کے جوڑے حاصل کر رہے ہیں۔

۵۔عید کو اس انداز میں منانے والوں میں اداکار وموسیقار گانے گانے والے، نیلام گھروں فلموں اور ڈراموں کے ذریعے فحاشی پھیلانے والے تارک صوم و صلاۃ اسلام کا مذاق اڑانے والے ہی پیش پیش ہیں۔

۶۔اس طرح کی عید اور اس کی تمہید میں افطار پارٹیاں سیکولر اور دین و دیانت سے عاری افراد کی ساختہ ہیں۔

۷۔رمضان المبارک میں دی جانے والی افطار کے نام سے آٹے چینی کی بوریاں کون لا رہا ہے، کس مقصد کیلئے لا رہا ہے یہ بوریاں کس کس کو دیتے ہیں، یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان اس بات میں کیا آزاد ہے کہ اسے کھانے کی کوئی چیز جس سے بھی ملے وہ لے اور اسے کھالے؟ اس سلسلہ میں بعض لوگ رمضان میں افطار کے لیے رقم دیتے وقت اس شرط کے ساتھ دیتے ہیں کہ اس رقم سے فلاں جگہ سے آغاخانیوں یا قادیانیوں کی دکانوں سے سامان لینا ہے۔جیسا کہ کوثر میڈیکوز کراچی کی افطاری میں بھی یہی شرط ہے۔

۸۔آیا مسلمانوں کی عید کا دن اللہ کے حرام کردہ پروگرام کرنے کا دن ہے؟ کیا یہ اللہ والوں کیلئے ذلت و عار و ننگ برسانے کا دن ہے یا کیا یہ شیاطین اور ابلیسیوں کی مرضی کے مطابق حرام وحلال کی تمیز کھو دینے کا دن ہے۔

۹۔مصیبت زدہ گھر اور مصیبت و آفت زدہ خاندان پریشانیوں کی وجہ سے سال بھر کسی قسم کی خوشی نہیں مناتے ہیں یہ مسلمان قوم کونسی قوم ہے جو ہر آئے دن مصیبتوں کی بارش میں خوشیاں مناتی ہے۔انسان کو اچانک معمولی ساماں ملنے یا کوئی کھوئی چیز ملنے، گھر کی چابی ملنے، عزیز دوست کو دیکھنے کسی عزیز کا خط آنے یا مسلمانوں کی فتح وغلبہ سے خوشی ہوتی ہے یہ خوشی طبیعی وفطری ہے۔اسی طرح ادنیٰ سے ناگوار حالات سے عارض ہونے یا کسی عزیز کے ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر سن کر دکھ ہوتا ہے حتیٰ کہ شکم میں موجود جنین کے سقط ہونے سے دکھ ہوتا ہے اور اس کیلئے کسی کے کہنے اور تصنع کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ہم کسی شخص یا گروہ کے کہنے پر خوش ہو جائیں یا دکھی وغم زدہ ہو جائیں یہ خوشی یا غم کہاں سے آیا ہے یہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ شیاطین کی طرف سے ہیں، دیکھتے ہیں کہ یہ تحفہ ہمیں کس نے دیا ہے۔

عرض کیا کہ مسلمانوں کو دیوار سے لگانے اور اسلام کو طاق نسیان پر رکھنے کے دو منصوبے ہیں:

۱۔ضدِ اسلام منصوبے ہیں۔

۲۔دوسرا اسلام کے نام سے منصوبے ہیں دونوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے سورہ اعراف کی آیت؟؟؟؟؟

پہلے منصوبے کی ذمہ داری مغربی درسگاہوں سے فارغ ہونے والے بعض دانشوروں نے لی ہے وہ جہاں جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے اسلام وقرآن کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں بجلی، جہاز، ٹیلیفون، موبائل، فریج اور جنیریٹر کا ذکر کہاں ہے۔ یہاں میں مغربی دانشوروں اور مسلمان دانشوروں کے لیے ایک مقالہ پیش کرنا چاہتا ہوں مغرب جس وقت ظلمت وتاریکی کے دور سے گزر رہا تھا، اس وقت انہوں نے اسلامی ممالک کی طرف رُخ کیا یہاں آکر وہ علماء اور دانشمندوں کے پاس جانے سے پہلے کتب خانوں میں گئے یہاں سے واپسی پر وہ کتابوں کی صورت میں علمی ذخائر اپنے ہمراہ اپنے ملک میں لے گئے ان کتابوں سے وہاں انہوں نے علم کو فروغ دیا اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچایا اور بقول بعض مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا اس علم کو اپنے اجتماعات اور ایوانوں میں

بیان کیا یہاں سے وہ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے میں موجود غیر عقلی دین جس نے عقل کو منجمد کر دیا تھا اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو گئے یہاں سے کتابوں کی صورت میں جو تحفہ ساتھ لے گئے تھے اس سے انہوں نے یورپ والوں کو فائدہ پہنچایا ہمیں بھی کچھ نہ کچھ اس کا فائدہ ہوا لیکن یہاں سے حصول علم کیلئے وہاں جانے والوں نے مسلمانوں کیلئے علم کا تحفہ نہیں لیا بلکہ اسلام و مسلمین سے مسخرہ و استہزاء کرنے کا طریقہ ملک میں سستے دام میں فروخت کرنے کا تحفہ لیا۔ دوسرے منصوبے کی ذمہ داری ابلیس نے علماء اور ریش داروں پر لگائی کہ یہ کام ہم نے آپ سے لینا ہے یہ کام آپ چندے سے رضا کارانہ طور پر کریں، ہم آپ کو کچھ نہیں دیں گے، آپ عوام سے وصول کریں وہ کام یہی ہے کہ ان دوعیدوں پر قرآن اور سنت محمدؐ کے خلاف عورتوں اور بچوں کے کھیل کود اور سیر سپاٹے کو اسلام کا نام دیا گیا ہے، انہوں نے اس کے لیے ضعیف الاسناد احادیث کو بنیاد بنایا ہے، بکرے اور گوسفند کی فضیلت بیان کی ہے۔ ان کو مسلمانوں کی خوشی کی چنداں فکر نہیں ان کو فطرانہ اور کھالیں اپنے قبضے میں لینے کی خوشی ہے۔ ان کی نیت سوء کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں ان سے ان کے دوست این جی اوز اور الحادی و سیکولر تنظیموں نے چھین لی ہیں اس طرح سے وہ دنیاوی فائدے سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ اسلام و مسلمین کی سربلندی کیلئے وضع کردہ زکوۃ اور کھالیں اس وقت سیکولرازم اور الحاد پھیلانے میں خرچ ہو رہی ہیں۔

۹۔ بہت سی خواتین اپنی پسند کے جوڑے نہ ملنے کی وجہ سے شوہر سے جدائی اختیار کرتی ہیں اور طلاق لیتی یا خودکشی کر لیتی ہیں۔

۱۰۔ آج اسلام کے نام سے مسلمان جس قسم کی خوشیاں مناتے ہیں، وہ پاگلوں اور احمقوں کی خوشیاں ہیں، یہ دشمنوں پر سیاسی واقتصادی اور جغرافیائی فتح کی خوشیاں نہیں نہ ان کی عقل اور وجدان وسوچ پر فتح کی خوشیاں ہیں۔ یہ عاقلوں کی خوشی نہیں، یہ مسلمانوں اور مسلمان دوست انسانوں کی خوشی نہیں کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان مشرق یا مغرب میں کسی مصیبت زدہ مسلمان کے دکھ سکھ میں شریک نہیں ہوتا تو وہ مسلمان نہیں، آج سرزمین مصر میں اس دو مہینے میں کتنے مسلمان قتل ہوئے ہیں، عراق میں ہر روز کتنے مرتے ہیں، افغانستان میں کتنے مرتے ہیں شام و کشمیر میں کتنے مرتے ہیں اور جس ملک میں ہم رہتے ہیں اور ہمارا جینا مرنا اسی ملک میں ہے اللہ نے چاہا تو دفن بھی اسی ملک میں ہوں گے یہاں گذشتہ سالوں میں مرنے والوں کی تعداد کے اعداد و شمار پوچھیں تو کہتے ہیں کہ ان آٹھ دس سالوں میں کم وبیش پینتالیس ہزار پاکستانی قتل ہوئے ہیں۔ اس ماہ رمضان المبارک میں کتنے مرے ہیں، کل چاند رات میں کتنے مرے ہیں، اس کے باوجود ارباب اقتدار اپنے آپ کو سجا کر تخت اقتدار پر براجمان ہوئے ہوں گے، غیر ملکی سفارت کاران کو تہنیت اور مبارکباد دینے کیلئے آئے ہوں گے، ان کا دن مسکراہٹوں میں گزرا ہوگا، انہوں نے مسلمانوں پر گزرنے والے مسائل پر بات کرنے سے احتیاط برتی ہوگی، چھوڑیں یہ لوگ تو سیاست دان ہیں۔ خود ان کے بقول ان کا کوئی دین و مذہب نہیں ہوتا بقول زرداری سیاست ہی ان کا دین و مذہب ہے اس دین کے محافظ و شارح اور اس کو اوڑھنے بچھانے کھانے پینے تشویق کیلئے استعمال کرنے والے ہیں۔ سرزمین عراق میں کتنی قتل و غارگری ہو رہی ہے خون بہہ رہا ہے لیکن وہاں کے مسند مرجعیت پر رونق افروز براحمان فقہاعظام نے کشادہ چہرے مسکراتے ہوئے اور تبسم نمائی سے آنے والوں کا استقبال کیا ہوگا یہاں مجھے دو جملے اس موقع پر یاد آتے ہیں۔ ایران میں انقلاب اسلامی آنے کے بعد مظاہرین نے یہ شعار بلند کیا تھا۔ "توپ "توفنگ دیگر اثر ندارد فرداد داننی قتل و کشتار" مسلمانوں کا خون ہماری خوشی اور عید پر اثر ندارد کا مظاہرہ کرتا ہے۔ سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان اسلم رئیسانی کے بقول عید عید ہوتی ہے چاہے خوشیوں میں منائیں یا مصیبت کے دور میں۔

۱۱۔ ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس عید سے کسی کو خوشی ہوئی ہے تو وہ ابلیس اور اس کے کارندے ہیں کوئی مسلمان اس حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس طرح سے عید منانے کا مسلمانوں کو کسی بھی دور میں کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے لیکن عید کے دن دشمنان اسلام کو پہنچنے والے اس فائدے سے کون انکار کر سکتا

ہے کہ احمق و پاگل، بے حس و دیوانہ اور بے درد و بے رحم انسانوں جیسے ہیں۔ گویا اب مسلمان اس طرح کے انسان ہیں کہ جیسے کسی کے جسم پر اُگنے والا وہ عضورزائد ہو کہ جس پر کوئی سوئی یا زخم اثر نہیں کرتا۔ جوان بیٹے کی لاش پر بوڑھے ماں باپ یا جوان بھائی کی لاش پر اس کے بھائی بہنوں کے موسلا دھار بارش کی مانند آنسو بھی عید کی خوشیاں منانے والے مسلمانوں کے شقی اور قسی القلب پتھر جیسے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق کے امت اخبار میں اس ملک کے گذشتہ زمانے کے سپہ سالار جناب اسلم بیگ کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے درمند ہیں، خود دانشور ہیں اور انہیں عالم اسلام پر گزرنے والے مصائب ومشکلات کا احساس ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلا ہے کہ وہ اسلام کے اصول ومبانی سے کتنے آشنا ہیں؟ جناب اسلم بیگ نے لکھا ہے کہ مصر میں مسلمان حکومت کو برطرف کر کے ان کے سربراہ اور معاونین کو جیلوں اور عقوبت خانون میں ڈالا گیا اور تقریبا ایک لاکھ مسلمانوں کے قتل اور اتنی ہی تعداد میں زخمی ہونے کے باوجود مصر اور ہمارے ملک میں عید کی تیاریاں دھوم دھام سے جاری ہیں یہاں تک کہ ان کے قائد مرسی کے نام سے مٹھائیاں اور ٹافیاں بانٹی گئیں اور کیک بھی کاٹے گئے۔

عید کے نام سے مسلمانوں کے دینی واجتماعی واقتصادی اور ثقافتی میدان میں ایک عرصے سے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ عید کی خوشی کے نام سے ہم تیزی سے غیر مسلموں کی ثقافت اپنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے یکم شوال کو خوب اٹھایا جا رہا ہے گرچہ اس کے ہراول ورضا کار دستے میں علماء ہی نظر آتے ہیں لیکن اس کے پس پشت دیرینہ دشمنان اسلام کا ہاتھ ہے یہ دشمن اپنے مذموم مقاصد کے لیے پہلے مسلمانوں کو اسلام کے جادۂ مستقیم سے باہر لے جاتے ہیں جس طرح آج کل شیاطین کے لشکر گھروں سے بچوں کو ان کے والدین کے دامن نظارت سے باہر لے جاتے ہیں پھر ان کو ورغلاتے ہیں اور پھر انہی بچوں کے ذریعے ان کے گھروں میں فساد پھیلاتے ہیں جس طرح اسماعیلی کارندے نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔

عید کی موجودہ شکل وصورت کی الف سے ی تک دینِ اسلام سے فارغ ہے یہ شکل بالکل من گھڑت ہے اس کی ابتدائی شکل تاریخ خلافت بنی عباس سے ملتی ہے جیسا کہ تاریخ اسلام تالیف حسن ابراہیم میں آیا ہے کہ بنی عباس نے فارس کے سیبون صرار پر انہیں نوروز مہرصان بنانے کی اجازت دی جو کہ مجوسیوں اور بادشاہ فارس کے استبداد واستعماری رسم ورواج تھے نبی عباس نے انہیں ان تمام کاروائیوں کی اجازت دی جو اسلام کے خلاف تھیں مسلمان ملک میں ایسی بیہودیوں کے ارتکاب کی اجازت کے بعد مسلمانوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں نے فطر اور اضحیٰ کے دن بھی اسی طرح سے منانے کی بدعت کو رائج کیا مسلمان نبی کریمؐ اور خلفاء راشدین کے دور میں یکم شوال کو روزے کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد نماز پڑھتے تھے، اس نماز کے بارے میں تردد ہے کہ یہ تھی یا نہیں، البتہ یہ اپنی جگہ تحقیق طلب ہے۔

اس کے علاوہ عید کے نام سے کوئی اور چیز ہو ایک دوسرے کو مبارک بادی دی جاتی ہو، نبی کریمؐ اور خلفاء وقت کے ہاں کوئی اجتماع یا ہجوم ہو یا رشتے دارا کھٹے ہوتے ہوں ایسے کوئی آثار یا نشان نہیں ملتے ہیں حتیٰ دور بنی امیہ جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ وہ خط راشدین سے منحرف دور حکومت تھا لیکن ان کے دور میں بھی کوئی ایسا شور شرابہ اور تحفہ وتحائف کا سلسلہ ہو، نہیں ملتا ہے، یہ بنی عباس کے دربار پر قابض اہل فارس کا کھیل تھا۔ عید کے نام سے اسلام سے کتنا کھیلا گیا ہے اور مسلمانوں پر اس طرح کتنے مظالم ڈھائے گئے ہیں اور علماء ودانشوران اس مصیبت سے نکلنے کا کوئی راستہ بتاتے ہیں یا نہیں، اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے کے لئے پہلے ہم ایک مثال گلگت بلتستان سے لیتے ہیں ۔

گلگت بلتستان کے شیعہ روز ولادت امیر المومنین کی رات اپنی امام بارگاہوں میں چراغاں کرنے کے علاوہ پہاڑوں پر بھی چراغاں کرتے ہیں۔

پہاڑوں پر چراغاں کرنے کے لئے انہیں غیر شیعی علاقے سے گزرنا پڑتا ہے چونکہ جب سے اہل سنت میں سے سعودی عرب سے وابستہ گروہ جسے وہابی کہا جاتا ہے، وہ اس کو بدعت سمجھتے ہیں، وہ ان کو یہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ اس سلسلے میں کچھ لوگ قتل بھی ہو گئے تھے جو ایک فساد کی بنیاد بنا۔ اس طرح جوانان شیعہ چلو والوں نے بھی ایسی سنت قائم کی ہے وہاں بھی دوسرے محلّہ والوں کے اعتراض کرنے پر فساد ہوتے رہے ہیں جس میں مرے ہیں یا نہیں درست معلوم نہیں ہوسکا اسی طرح اسی سال ۱۴۳۴ھ میں علاقہ شگر گلاپور میں بھی حضرت علی کی ولادت کی مناسبت سے پہاڑوں پر حضرت کا نام لکھا گیا تھا، اس کو وہاں کے لوگوں نے مٹایا جس پر سکردو کے وحدت المسلمین کے صدر مولانا حسینی اور علاقہ چھورکاہ میں ان کے نمائندہ ضامن علی کی قیادت میں ایک لشکر گوریلہ وہاں پر خوف و ہراس پھیلانے گیا۔ یہاں یہ دیکھنا ہے کہ آیا کسی کی ولادت پر چراغاں ہونا چاہیے یا نہیں وہاں ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ میلاد نبی یا ولادت علی یا کسی دیگر شخصیات کی ولادت کی مناسبت سے یہ جو میلاد مناتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ثابت ہے؟ آیا اصل میلاد اپنی جگہ اسلام وقرآن وسنت سے ثابت شدہ چیز ہے یا یہ بھی ایک اختراعی چیز ہے۔ فرض کریں بعض کے بقول یہ بدعت حسنہ ہے تو کیا اس بدعت حسنہ یعنی کسی مستحب کی خاطر اس کے مخالف کو مار سکتے ہیں اور قتل نفس بغیر استحقاق شرعی جو کہ سب سے بڑا جرم ہے کر سکتے ہیں؟ کیا ایک مستحب عمل کے لئے انسان مسلمان کی جان و مال و ناموس سے کھیل سکتے ہیں جبکہ یہ میلاد خود اپنی جگہ ایک مشکوک عمل ہے جس کا آغاز مظفر الدین حاکم اردبیل فارس نے چھٹی صدی میں کیا۔ یہ اس کی اختراع اور کھیل و مذاق ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ کتنے دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اتنے بے بنیاد مسائل کہ جن کا دین وشریعت میں کوئی ذکر نہیں ہے جو عام انسانوں کے گھڑے ہوئے اعمال ہیں ان کی وجہ سے اپنے دین وملت کو جانی مالی نقصان پہنچائیں جو عملی زندگی میں اسلام ومسلمین کے لیے بدنامی کا باعث ہیں۔

جس طرح میلاد کے سلسلے میں منائی جانے والی اعیاد اپنی اصل بدعت کے ساتھ اور اس کے تمام حاشیے امت کے لئے باعث عذاب ہیں اسی طرح عید فطر بھی تجربہ شدہ مذموم عزائم کی ایک شکل ہے۔

## تحفہ عید:

عید مادہ عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جائے خیر ہو یا شر لیکن جو عید اس وقت ہمارے ہاں رائج ہے وہ گناہوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ اسے کسی انداز سے منانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا بلکہ یہ منع ہے۔ عید پر چیزوں کی دوگنا تین گنا قیمت پر خریداری کے ساتھ ساتھ غیر ضروری چیزوں کو بھی ضروری بنایا جاتا ہے۔ اگر عید پر خلاف شریعت بیہودگیاں ہی کرنی ہیں تو کیوں اس کو عید اسلامی کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریمؐ کی دس سالہ حکومت اور روز افزوں فتوحات میں عید کا کوئی اہتمام ہوا تھا آپ کے خانہ نبوت میں رہنے والی امہات المومنین و مومنات نے عید کے کون سے جوڑے بنائے تھے؟ دور خلافت راشدہ گرچہ سند وحجت نہیں ہے مگر یہ دور اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے شریعت آئینہ شریعت ضرور تھا اس کا کہیں سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان کے دور میں لوگوں نے اتنی شان وشوکت سے عیدین منائی ہوں۔ حضرت علی کے دور میں حتیٰ کہ بنی امیہ کے دور میں لوگوں نے اس طرح سے عیدیں منائی ہوں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا یہ عید کے نام سے دھوم دھام کہاں سے آئی ہے کس کے دور سے شروع ہوئی ہے؟ یہ انحراف از اسلام کہاں سے ہوا ہے۔ فرض کریں بفرض محال اگر کوئی نام ونشان یا ہلکا سا اشارہ ملتا ہے تو عید کے فطرہ کا ملتا ہے یہ بھی اپنی جگہ مشکوک العمل ہے کیونکہ دین اسلام آج کل کے عادی حکمرانوں جیسا نہیں جو ہر روز کسی نہ کسی نام سے ٹیکس لگائیں، اسلام بزور قہر ناداروں

پر مالیت نہیں لگاتا ہے جس طرح حکومت کے خلاف سرگرم تنظیموں نے لگایا ہوا ہے، اور یہ جو عید آپ منا رہے ہیں کیا وہ دین وشریعت سے موافقت رکھتی ہے اور کیا یہ دین میں ایک اضافہ نہیں ہے۔ اگر اضافہ تو چھوڑیں یہ مراسم ضدِ اسلام اور ضد شریعت ہیں اگر یہ مراسم قرآن وسنت کے سراسر خلاف ہیں تو علماء کرام کیوں نہی از منکر نہیں کرتے، کیا خود ساختہ مراسم عید کے ساتھ نہی از منکر بھی ساقط ہو گیا ہے۔

یہاں پر اپنی حیرت وسرگردانی، ناسمجھی ونادانی اور کم فہمی کی وجہ سے دوسروں کی طرح ہمیں بھی احمقوں، پاگلوں اور دیوانوں کے ساتھ ہونا پڑے گا کیونکہ ایسے حالات میں دوسروں کی طرح پاگل ہی ہونا پڑتا ہے۔ خاص کر اگر دوسرے اکثریت پر مشتمل ہوں، دانشوروں ودانشمندوں اور فقہاء ومجتہدین پر مشتمل ہوں۔ اگر اس پوری امت اسلامیہ کے اپنی پسند ومرضی سے منائے جانے والے متفقہ تہوار کو شعار اسلامی کہنے والے کو پاگل نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے، عرض کرتا ہوں اگر دنیا میں کوئی ادارہ پاگل پن میں زیادہ نمبر پانے والے کو انعام دینے کا فیصلہ کرے تو کم سے کم یہ انعام مجھے خود نصیب ہونے کی امید ہے یہ خواہش اپنی وجاہت اجتماعی، علمی پذیرائی کے اعلیٰ مرتبہ میں احساس حقارت پانے کے باوجود میں اس دیوار کو توڑ کر یہ سوال دانشوران ملت، علماء اعلام اور فقہاء ومجتہدین سے کر کے ہی مروں گا چاہے مجھے جواب ملے یا نہ ملے۔ حضرات فقہاء ومجتہدین، علماء ودانشمندان، ارباب اقتدار، مسلمان دوست اعلاء کلمہ اسلام کے داعی اور مسلمانان عالم کے دردمند یہ فرمائیں کہ اس عید کی اساس وبنیاد کو قرآن کریم کی کس آیت سے اور نبی کریمؐ کی کس سیرت وسنت مؤکدہ سے استناد کیا ہے؟ نماز کی طرح غیر متبادل، تغیر ناپذیر جس کو قیام وقعود اور کروٹوں، اشاروں میں پڑھنے کا حکم ہے لیکن اس عید کا استناد کہاں سے ہے؟۔

یقین کریں اور جان لیں کہ مسلمانوں کو اصل سے کبھی کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی نقصان ہوا یا مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ان کے علماء کی ایجاد کردہ سنت ورسومات سے ہوا ہے دشمنان اسلام کبھی بھی مسلمانوں کے اصل دین میں مداخلت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ وہاں انہیں ناکامی کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ نماز جس شکل وصورت میں ہو اس کے بارے میں مسلمانوں میں جھگڑا نہیں ہوتا ہے، ماہ مبارک رمضان میں افطار کے بارے میں جھگڑا نہیں ہوتا ہے اور حج میں عرفات میں جھگڑا نہیں ہوتا ہے عید کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں ایک ہی علاقے میں دو اور بعض اوقات تین مختلف دنوں میں عید الفطر منائی جاتی ہے۔ اس کے بعد آئمہ کی ذوات کے بارے میں جھگڑا نہیں ہوا ہے ان کو خدا کو خدا کہے ان کے نام خود غلط ہے کیسا خود دنیا میں لباس پہنے تاج گل کیلئے اختلاف۔ منافقین اور دشمنانِ اسلام ہمیشہ علماء کی ایجاد کردہ بدعات میں ذوق وشوق سے شرکت کرتے ہیں پھر اس کو اغواء کر کے مزید اپنے حق میں اور فائدے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہودیوں نے نصاریٰ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا آج تک جو اختلافات امت میں پیدا ہوئے ہیں اور امت کے جان ومال میں ہیں قہر وعذاب الٰہی کی شکل اختیار کی ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ علماء نے کیا کیا اختراعات کیں اور ان سے کیا کیا نقصانات برآمد ہوئے ہیں۔

۱۔ عید میلاد النبی کا مظفر بن شاہ نے آغاز کیا، پھر اس عید نے کتنی اور عیدیں پیدا کی ہیں اب تو فاسق وفاجر اور ملحدوں کو مسلمان مبارک بادی دیتے ہیں۔ اب تو تمام آئمہ، امام زادوں اور دیگر قائدین کی میلاد اور عرس منائے جاتے ہیں۔

۲۔ امت کئی گروہوں میں بٹ گئی ہے۔

۳۔ عیدیں بچوں کا کھیل اور مذاق بن گئی ہیں۔

۵۔ روزہ کھولنے کے علاوہ خوشیاں منانا۔

۶۔ایک دن کے نام کی بجائے قوم کے نام سے تہوار بن گئے ہیں جہاں فاسق وفاجر دین کا مذاق اڑاتے ہیں جس طرح ایران میں نوروز مناتے ہیں جسے مسلمانوں میں اقتدار پرست حکمرانوں کے ذریعے رواج دیا گیا ہے اور محدث قمی نے اس کیلئے اعمال وضع کیئے ہیں۔عالم فقیہ،نائب امام کے مدعی اس دن فاسقوں کی طرح لوگوں سے تہنیت وصول کرتے ہیں۔پاکستان کے شیعہ اس مجوسی دن پر صرف خوشیاں ہی نہیں مناتے،وہ اس کیلئے جان بھی دیتے رہے ہیں۔

۷۔امت افتراق وانتشار کا شکار ہو کر تتر بتر ہوگئی ہے۔

۸۔نئے اقتصادی مسائل ومشکلات پیدا ہوئیں جنکی وجہ سے گھروں میں میاں بیوی اور بچوں میں کشیدگی پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں میاں بیوی میں جدائی وطلاق تک ہوگئیں۔عید کے جوڑے نہ ملنے کی وجہ خودکشیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔

۹۔عید کے حوالے سے ایک ہی علاقے کے مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔

۱۰۔سیاست بازوں کا بہانہ ذرائع ابلاغ

۱۱۔این جی اوز کو نفوذ کرنے کا موقع ہے۔

۱۲۔عید کی چھٹیوں سے مملکت کو نقصان پہنچا۔

۱۳۔عید کے دن نقدی کی شکل میں پیسے نہ ملنے یا کم ملنے پر باہمی کشیدگی نمودار ہوئی۔

سال میں ایک دن تو خوشی ہوتی ہے انسان اس کو تف کرے جس نے اتنا فرسودہ وبیہودہ جملہ کہا ہے اسے کسی بھی کسوٹی سے تولا نہیں جاسکتا ہے اگر کوئی انسان یہ کہے کہ سال میں ایک دن پاگل بننے میں کیا حرج ہے سال بھر عقل وشعور کے دائرے میں بیٹھ بیٹھ کر انسان تنگ آجاتا ہے،عقل و وجدان سے چھٹی منانے کا ایک دن تو دیں۔یہ جملہ اپنی جگہ وزن رکھتا ہے لہذا جو اپنی عقل سے تنگ ہے اور پاگل بن چکا ہے،آپ اس کو پاگل پن کا مظاہرہ کرنے دیں،اس میں کیا حرج ہے لیکن اس کو گھر میں نہیں،گلی محلے میں نہیں بلکہ پاگل خانے میں پہنچا دیں۔ورنہ انسان ایک لمحہ بغیر خوشی کے نہیں رہ سکتا ہے اور جونہی اس پر غم طاری ہوتا ہے لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا،کوئی چیز کھوئی ہے یا کسی نے کوئی دھمکی دی ہے اگر وجہ نہیں بتا سکتے تو کہتے ہیں کہ گھبراہٹ ہوتی ہے اس کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شاید مرنے کی گھنٹی سنی ہے۔

## ماتم:

کلمہ ماتم ان اصطلاحات خائنہ میں سے ہے جنہیں دشمن خبیث نے اس دین میں چھوڑا ہے،آپ عمر بھر ان کلمات کے معنی واضح کرنے کی کوشش کریں گے تب بھی نہیں ہونگے۔الماتم جیسا کہ صاحب ادب کاتب ابن قتیبہ نے اپنے کتاب ص ۲۹ پر علماء عرب کی عربی کلمات کی غلط استعمال کے موارد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں **بذهب الناس يقول كنا فى مصيبه وليس كذبت انما الماتم النساء يجمعن فى الخير والشر والجمع مآتم والسواب ان يقول كنا فى مناحته شاحه من ليس.** عورتوں کے اجتماع کو کہتے ہیں،جائے خیر ہو یا شر مصیبت میں بیٹھنے کو مناحۃ کہتے ہیں مناحہ نوح کو کہتے ہیں جہاں رونے کے طور پر بولا جاتا ہے۔

اسی طرح عزاداری کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینے کو کہتے ہیں یہاں جس کیلئے تعزیت کر رہے ہیں دونوں اس عالم میں نہیں ہیں۔ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی و علی مرتضٰی سب کے لئے عزیز تھے حضرات حسنین بھی خلفاء سے دوستی رکھتے تھے چونکہ یہ دونوں نواسہ رسول تھے اس لیے یہ ان خلفاء کے نزدیک بھی حضرت علی سے بھی زیادہ محترم تھے اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔دنیا بھر میں کہیں بھی کوئی ایسا مسلمان نہیں ہوگا جو لشکر یزید کے ہاتھوں قتل حسین پر قاتلین حسین کی مذمت نہ کرتا ہو حتیٰ خاندان بنی امیہ میں بھی ایسے مسلمان نہیں تھے اگرچہ مسلمانوں میں بھی بعض متعصب ہوتے ہیں لیکن وہ بھی قتل حسین کی مذمت کرتے ہیں لہذا قتل امام حسین کے نام سے دن منانے پر دنیا کو کوئی اعتراض نہیں۔امام حسین کا دن مناتے وقت اصول تاریخ کی روشنی میں صحیح تاریخ بیان کریں اور لوگوں کو قرآن وسنت نبی کریمؐ کی روشنی میں امام حسین کے اہداف بتائیں۔اس پر کوئی مسلمان معترض نہیں ہوتا لیکن ذکر قیام نہضت حسین کو عزاداری کا نام دینا، ماتم کہہ کر اس میں اکاذیب کو شامل کرنا، پھر اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو لہولہان کرنا، دوسرے مسلمانوں کو برا بھلا کہنا، منابر سے خلفاء مسلمین پر سب وشتم کی غلاظت پھینکنا، اپنے تحفظ کیلئے یزیدان وقت سے حفاظتی دستے لینا پھر یزید پر لعنت کو جزء دین قرار دینا اور یزیدان وقت کے خلاف بولنے کو سیاست وحکمت گردان کر روکنا کون سا یوم حسین ہے؟ امام حسین کے قتل کی یاد میں ہر روز یاد منانے کو ماتم کیوں کہا گیا ہے اس کا کیا مقصد ہے یہ بات غور طلب ہے۔آج یہ ماتم کس کے قبضے میں ہے ان کے نام منائے گئے قصہ وقصور اس ماتمی جلوس میں عورتوں کی نذر و نیاز اور جوڑوں سے کس کے بازار میں رونق پڑی ہے قرآن اور سنت۔

حوزات علمی میں مباحثہ علمی میں یہ نکتہ ایک مسلمات مفروغ عنہ تسالم کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔لامناقشہ فی الالفاظ ہمیں معانی میں بحث کرنی چاہیے۔ اس جملے سے غلط فاحش اور خیانت کاری کی بو آتی ہے۔غلط کلمات تو چھوڑیں ایک حرف کی غلطی سے معانی میں آسمان وزمین کا فرق آجاتا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ معمار کا کشوت ادل گنج رکھنے کی ہراول جو نہد معمار گنج تا ثریا میر ددیوار کج دین اسلام میں جتنے خرافات واباطیل داخل ہوئے ہیں، وہ سب غلط اصطلاحات کے استعمال سے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آج دین متزلزل ہے۔انہی میں کلمہ عید و ماتم بھی ہیں یاد واہدافِ قیام امام حسین کی جگہ ماتم کی اصطلاح لائی گئی ہے یہ کلمہ عورتوں کے مواقع خیر وشر میں اجتماع کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔اس کلمہ میں دکھ ومصیبت بھی نہیں جبکہ اب لوگ اس کو مصیبت کیلئے اور وہ بھی مرد عورت دونوں کیلئے استعمال کرتے ہیں پھر اس کو رونے رُلانے کیلئے پھر اس کیلئے بطور وسیلہ نئے نئے ذرائع وسائل استعمال کرتے ہیں پھر جھوٹے رقاص اور ناچنے والے انسانوں کو لاتے ہیں۔یہاں سے محبان امام حسین درک کریں اگر وہ مخلصین امام حسین ہیں کہ قیام امام حسین نے کیا ہے لیکن نام حضرت زینب، ام کلثوم، سکینہ، رقیہ، فاطمہ صغراء، شیریں پھر حضرت زہرا پھر دیگر خواتین کا لیتے ہیں۔عزاداری کے نام سے یہاں نیلام گھروں کی طرح اہتمام کیا جاتا ہے۔

ہم یاد حیات معطرہ وقیام مردانہ کے خلاف نہیں ہیں، اس پر تصنیف وتالیف کرسکتا ہوں لیکن یہ جو ماتم اور عزاداری کے نام سے جو جنجال اور فتنہ وفساد کے طور وطریقے جعل کئے گئے ہیں وہ ظالمانہ وجابرانہ والحادانہ سازشوں اور خیانت پر مبنی حرکات ہیں جو دشمنان اسلام کی پیدا کردہ ہیں۔کوئی سنی مسلمان یہ نہ کہے کہ یہ باتیں تمہارے شیعہ نے کی ہیں اور کوئی شیعہ یہ نہ کہے کہ وہ ہماری نمائندگی نہیں کرتے ہیں۔ہم خود کہتے ہیں ہم شیعہ یا کسی بھی فرقے کی نمائندگی نہیں کرتے ہیں، ہم حق کی نمائندگی کرتے ہیں، حق سے دفاع کرتے ہیں دلیل کی نمائندگی کرتے ہیں جس کے پاس دلیل ہو پیش کریں۔

---------

روزنامہ دنیا اتوار میگزین ۱۰ شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ ق ص ۳۰ پر آیا ہے:

۱۔عید کے تین دن ۱۲۳ افراد کو نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔

۲۔عید مناتے ۱۳۲ افراد سمندر میں ڈوب کر مر گئے۔

۳۔۱۱۶ افراد حادثات میں مر گئے۔

۴۔شراب پی کر ۲۰ آدمی مرے۔

۵۔عید کے تین دنوں میں چار ہزار وارداتیں ہوئی ہیں۔

۶۔ایک ہزار موٹر سائیکل اور چار سو گاڑیاں چھین لی گئیں۔

۷۔دو ہزار پانچ سو موبائل چھینے گئے۔

۸۔۸۹ ہزار دہشت گرد اور چور پولیس کو مطلوب ہیں۔

۹۔یہ صرف رمضان کے پہلے دن سے عید تک کی روداد ہے۔

۱۔عراق جو مسلمانوں کا ملک اور شیعوں کا مرکز ہے، وہاں کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں۔

۲۔شام میں کتنے لوگ مرے ہیں۔

۳۔مصر میں کتنے مرے ہیں۔

۴۔عید کے ابتدائی دنوں سے آخری دن تک پاکستان کے دار الخلافہ سے لے کر صوبائی دار الخلافہ تک یہ دن کس خوف و ہراس میں گزرے ہیں، انہیں سامنے رکھیں۔

چاند دیکھنے سے روزہ رکھتے اور کھولتے ہیں لیکن سعودی حکومت پر یہ الزام تراشی ہوتی رہی ہے کہ وہاں چاند نہیں دیکھا جاتا ہے لیکن یہ تہمت اسی سال ۱۴۳۴ھ شعبان اور رمضان کے رویت ہلال کے فیصلے سے غلط ثابت ہوگئی۔اس سال شعبان کے ۲۹ ویں دن مطلع ابر آلود تھا لہذا انہوں نے ۳۰ دن روزے پورے کئے جب رمضان المبارک کے ۲۸ ویں دن اچانک جید و ممتاز علماء رویت ہلال کو بیٹھنے کا حکم دیا گیا تو دنیا متعجب ہوگئی کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔۲۸ کو چاند نظر نہیں آیا پھر بدھ کو دوبارہ رویت ہلال کمیٹی بیٹھ گئی، پھر انہوں نے وضاحت کی کہ جب ہم نے ستائیس رمضان کو چاند دیکھا تو محسوس ہوا کوئی گڑ بڑ ہے اگر اٹھائیس کو چاند نظر آجاتا تو ایک روزہ قضاء کرنے کا حکم دیتے لیکن چاند نظر نہیں آیا، اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ چاند کے پابند ہیں۔روزنامہ امت نے لکھا کہ سعودی عرب، اردن اور فلسطین میں بدھ کو چاند نظر آ گیا ہے اس لیے جمعرات کو وہاں عید ہوگی اس طرح اس بار وہاں ۲۹ روزے ہوں گے برطانیہ میں بعض جمعرات کو اور بعض جمعہ کو عید منائیں گے۔

## عید کے کپڑے نہ ملنے پر خودکشی کی:

روزنامہ دنیا بروز جمعرات ۲۹ رمضان ۱۴۳۴ھ ص ۱۳ پر آیا ہے کہ میاں چنوں کے نواحی گاؤں میں ایک عاشق نامی شخص نے بچوں کے عید کے کپڑے نہ ملنے پر خودکشی کر لی ہے۔بروز بدھ روزنامہ دنیا ۲۸ رمضان ۱۴۳۴ھ ص ۱۳ پر شاہد عباس نے لاہور سے لکھا ہے کہ عید کا ایک جوڑا کپڑے

کیا چیز ہیں کہ ہم غریب و نادار بچے کو ایک جوڑا تک نہیں دے سکتے ہیں۔ ہر سال عید الفطر کے موقعہ پر معلوم نہیں کتنی این جی اوز اور اسی طرح کے دیگر ادارے اربوں روپے کے کپڑوں کے جوڑے تقسیم کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ سب تک نہیں پہنچتے اس لیے جن تک نہیں پہنچتے ہیں ان میں بعض خود کشی کر لیتے ہیں۔

----

اگر علماء کرام اور دانشوران امت مسلمہ امر بالمعروف و نہی از منکر کرتے تو یقیناً اس کا اثر بھی ہوتا اس کا کیا ثبوت ہے کہ آپ نے امر بالمعروف و نہی از منکر کیا ہو اور عوام نے نہیں سنا ہو، یہ ممکن نہیں ہے، کیا آپ کی اس بات کو اس کثیر تعداد نے بھی سنا جو صاحبان اقتدار اور رہبران دین و ملت کیلئے کہتے ہیں کہ ان کے فرمان پر جان بھی قربان ہے، کیا آپ کے گھر والوں نے بھی نہیں سنا۔ کیا آپ نے امر بالمعروف کیا ہے یا نہی از منکر کیا ہے بلکہ آپ نے تو اپنے عمل و فعل و شرکت سے اس کی تصدیق کی ہے بلکہ اپنے قول سے تصدیق کی اور کہا ہے کہ اس میں کیا حرج ہے، اسلام صفائی پسند کرتا ہے اسلام میل ملاپ پسند کرتا ہے، اسلام صلہ رحمی پسند کرتا ہے۔ بتادیں کہ کیا اسلام عیاشی، مے نوشی، اسراف و تبذیر کو بھی پسند کرتا ہے آپ حضرات کی طرف فرائض و واجبات کی ادائیگی میں یہ غفلت اور کوتاہیاں چشم چرانے، آنکھ بند کرنے اور نظر انداز کرنے کے فلسفے عند اللہ روز قیامت اللہ کو پسند نہیں آئیں گے۔

## قرآنیون:

اس وقت عالم اسلامی میں رونما ہونے والے فرقوں میں سے ایک فرقہ قرآنیون ہے کہتے ہیں اس کے مبدع برصغیر ہند میں نکلے ہیں یہ فرقہ سنت پیغمبرؐ کے نام سے آئے دن بڑھتی ہوئی جعلیات وخرافات کو کنٹرول کرنے کے لئے نہیں بنا ہے بلکہ یہ دین میں حضرت محمدؐ کے کردار کو گرانے کے لئے پیدا ہوا ہے، یہ اسلام کو لنگڑا کرنے کے لئے اختراع کیا گیا ہے لیکن اس کو فروغ دینے والوں کو یہ بھی احساس ہوا ہے کہ کہیں قرآن کی اہمیت کو اٹھانے کی وجہ سے لوگ مزید قرآن کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے اس کو روکنے کیلئے مختلف اقدامات کئے ہیں:

۱۔ حفظ قرآن کا کاروبار۔

۲۔ پرانے نسخوں کی نمائش

۳۔ قرآن کے ایسے ترجمے اور حاشیے کہ جن کو دیکھنے کے بعد قرآن پر اعتماد اٹھ جائے۔

۴۔ قرآن سے باہر قرآن کے نام سے موضوعات مثلاً بحث جمع قرآن، بحث قراء ناسخ و منسوخ کے نظریات کے تحت قرآن سے گرنے والی آیات کی نشاندہی وغیرہ۔

۶۔ جامد و غیر نفع بخش سوالات کے جوابات پر انعامات کا سلسلہ۔

۷۔ از خود قرآن کے ترجمے پڑھنے کی حلقہ بندیاں بھی قرآنیون کا پروگرام ہے۔

سرمایہ داری ایک نظام بشر ہے جو اٹھارویں صدی عیسوی کے دوران وجود میں آیا ہے سرمایہ داری کی برائیاں اور خرابیاں حد سے زیادہ ہیں منجملہ:

۱۔ یہ نظام حد سے زیادہ حصول آزادی پر زور دیتا ہے جس کی بنیاد پر تمام ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی وفریب کاری کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔

۲۔ سرمایہ داری نظام مزاحمت و منافقت و تجاوز کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۳۔ سرمایہ داری نظام نادار لوگوں کی گزر اوقات کا کوئی بندوبست نہیں کرتا۔

۴۔سرمایہ دار ہمیشہ قیق وخناق اور غصے میں زندگی گزارتے ہیں۔

۵۔سرمایہ داری میں عطف ومحبت اور شفقت نامی جذابت چیز ناپید ہوتے ہیں۔

۶۔نظام سرمایہ داری کی وجہ سے پوری دنیا میں انسان کشی ہورہی ہے،اس انسان کشی کوفروغ دینے کیلئے خاندانی منصوبہ بندی کی تمام انواع اقسام تاخیر زواج اورشرائط ازدواج وغیرہ اس سرمایہ داری کے عزائم سوء ہیں جیسا کہ مالتمسی اقتصادانہوں نے ہی اختراع کیا ہے۔

۷۔سودی نظام سرمایہ داری سے نکلا ہے۔

۸۔ملکی نظام میں عدم استقرار واضطراب سرمایہ داری نظام کا پھل ہے۔

## عصرومقام عدالت عالیہ پاکستان اسلام آباد:

جس دن سے اس عدالت نے معذور ومظلوم اور بے سہاروں کوانصاف دینے کیلئے ازخودنوٹس لینا شروع کیا،اس دن سے بیچاری قوم کی امیدیں صرف اس عدالت کی طرف متوجہ ہیں یہاں تک کہ ملک کے مقدرات کوادھر اُدھر کرنے والے اور مہنگی فیس والے وکلاء کووکیل بنانے کی قدرت رکھنے والوں نے بھی عدالت سے استدعاء کی ہے کہ ازخودنوٹس لیں۔یہاں تک کہ بعض اپنے مطالبے پرمثبت جواب نہ ملنے پرعدالت کی توہین پراتر آتے ہیں۔میں بھی اس عدالت عالیہ سے خودنوٹس لینے کی ایک درخواست کروں گا وہ درخواست یہ ہے کہ عید کے نام سے بعض ایسے مظاہر ہیں کہ جن کے ذریعے اسلام سے کھیلا جارہا ہے اس کواہل طاقت زورآوروں اور سیاست مدار اور علماء اپنے مفاد کے لئے استعمال کررہے ہیں،اس کوروزہ رکھنے اور کھولنے تک محدود کریں یا علماء کہیں کہ ان مظاہر کی اسناد پیش کریں۔

----

یہ کون سا انسان ہوگا یہ کیسے نوابغ بشر سقراط افلاطون ارسطو میں سب انشائی کوسرینکس اور حشرات جونیٹی مکھی میں کوئی فرق نہیں سب ایک چیز ہے جس بیٹی کو نصاریٰ کہتے ہیں کہ جس ہستی کومسلمان رحمت اللعالمین اور افضل مخلوقات کہتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان میں اور عام بشر میں کوئی فرق نہیں۔

۴۔جس انسان کیلئے علماء کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اتنا نمک اتنی چینی اتنا سونا اور اتنا لوہا اتنی مقدار میں پایا جاتا ہے۔

۵۔کہتے ہیں کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ایک نہ ایک دن مرجاتا ہے لیکن اس کی کیا دلیل ہے کہ مرجاتا ہے تو ختم ہوجاتا ہے؟

ہر وہ شخص جوکسی مخفی یا ملبوس غیر ملوس غیر محسوس چیز میں گرتا ہے یہ شخص چاہے کتنا ہی صاحب مقامات عالیہ برگزیدہ شناخت شدہ ہی کیوں نہ ہو یہ مدعی کچھ حقوق ہوں یا مسائل علمی فنی تاریخی فقہی ساخی ہوں شخص مدعی کتنا جلیل القدر معروف نزدعوام الناس،زاھد وپارسا عادل وفاردق ہی کیوں نہ ہو،اس پرواجب ولازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کودلائل براہین سے اثبات کوپہنچائے کیونکہ حقائق کی باریکی میں اختلاف اور تنوعات کی کسی حد تک یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں ادنیٰ درجے پرفائز ہوا ہے کیونکہ اس کے بعد جائے تحقیق باقی نہیں رہتی ہے۔اس طرح شخص مدعی دائم بغیر تلون ہوتا ہے اور اپنی جگہ احتمال کذب وجہل باقی رہتا ہے مطالبہ دلیل سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ رہ سکتا ہے۔یہاں سے بعض فرقوں کے عمائدین کا دعویٰ پشت از بام ہوکررہ جاتا ہے جہاں وہ کہتے ہیں ہم نے خواب میں رسول اللہ کو یا امام کودیکھا تھا یا ہمیں کشف ہوا ہے۔یا بعض افراد غصہ کرکے جان چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہم سے دلیل پوچھتے ہو،تمہاری کیا حیثیت ہے،یہ سب دلیل سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش ہے۔سب مانتے ہیں کہ اللہ سے کوئی بڑی ہستی نہیں اور چونکہ جاہل انسان کی کوئی حد نہیں چنانچہ اللہ نے الوہیت ووحدانیت کودلائل سے پیش کیا ہے۔انبیاء عظام مطالبہ دلیل سے نہیں چڑتے تھے۔قرآن ہر حوالے سے دلائل کے انبار لگاتا

ہے لہٰذا بعض افراد اپنے مقام ومنصب سے قدرے اتر کر مدعی پر پیوند لگتے ہیں تا کہ وہ دلیل کی جگہ لے لیں، یہ درست نہیں۔ بعض افراد دلائل کی جگہ توہمات، مشکوکات، مرفوعات، سمعیات، عادات تقالید آباؤ واجداد تکہنات کا استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات دلائل سے جان چھڑانے کیلئے جدال سے تمسک کرتے ہیں جس کی قرآن میں مذمت آئی ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ سورج سے جدال کرتے ہیں۔

## استعمار گری:

استعمار گری جس شکل وصورت میں بھی ہو، ثقافتی، سیاسی، اقتصادی غرض ہر طرح کی جنگ لڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان ملکوں سے جنگ لڑو، ہماری زندگی اسی میں ہے لہٰذا ہم سے جنگ بلا وقفہ جاری ہے۔ ہمیں معلوم نہیں یہاں سے وہاں جا کر شہریت لینے والے کتنے افراد ان کے فوجیوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ جنہیں وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑاتے ہونگے، اس میں کسی قسم کے ناممکن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ جب تک کہ ہمارے ہاں اگر دیکھا جائے تو یہ صورت بالکل مختلف ہے۔

## سیاست داخلی:

یہاں سیاست داخلی دوملتوں کے تصور پر قائم ہے شیعہ وسنی چونکہ یہاں یہ دو باقدرت ملتیں ہیں لہٰذا حکومتیں یہاں کی سیاست کو دونوں کی بقاء میں دیکھتی ہیں۔ چنانچہ کبھی وہ اپنی بقاء کو ان دونوں کے اتحاد میں دیکھتی ہیں اور کبھی ان دونوں میں اختلاف پھیلانے میں اپنی بقاء کو دیکھتی ہیں لہٰذا یہاں کی سیاست داخلی کو ثبات واستقامت نہیں ملی ہے اور نہ ملے گی یہاں کی داخلی سیاست کبھی تندوتیز اور کبھی آہستہ ہواؤں کی زد میں رہتی ہے لہٰذا یہاں سیاست ہمیشہ تضاد وتناقص پر قائم ہے۔

---------

پاکستان کی سالمیت کا دوسرا ستون منہدم ہے گرچہ دنیا بھر میں ملکوں کا مرکز اتحاد وسالمیت اس کی وحدت زبانی میں مرموز ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت کم ایسے ملک ہوں گے جنہوں نے اس ستون کو منہدم کیا ہو، تعدد زبان ملک کو طوائف الملو کی طرف لے جاتا ہے دنیا میں بعض ایسے ممالک بھی ہیں جنہوں نے قومی غیرت کو خیر آباد کہہ کر غیروں کی اقدار وزبان کا گرویدہ ہو کر ان کی غلاضتوں کو بھی اپنے لیے باعث افتخار گردانا ہے ان میں ہمارا ملک پاکستان بھی ہے۔ اس ملک کی وحدت واتحاد کے چند ستون ہیں جن میں سے دین اسلام کے بعد ایک ستون زبان اردو ہے جس کو ہم قومی زبان کہتے ہیں لیکن سیکولروں نے ہر آئے دن اس ستون کو گرانے پر اپنی توجہ مرکوز کی ہوئی ہے۔ یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تعدد زبان طوائف الملو کی کی طرف لے جاتا ہے ہمارے سیکولر بھی اپنی نوکری کی خاطر اتحاد ووحدت کے ستونوں پر قومیت کو فروغ دینے پر تلے ہوئے ہیں لہٰذا وہ اپنی منطق وعمل میں تضاد تناقض میں ہوتے ہیں وہ ایک طرف سے انگریزی زبان کو قومی زبان بنانے پر تلے ہوئے ہیں تا کہ یہاں کے مسلمان انگریز بن جائیں۔ ان کے زعم میں انگریزی بولنے کے بعد ترقی خود بخود آتی ہے دوسری طرف اپنی لیڈری چمکانے کیلئے وہ مقامی زبان کو نصاب میں شامل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ اس حد تک اس ملک سے خیانت کرتے ہوئے دودھاری تلوار استعمال کر رہے ہیں ان کی کوشش یہ ہے کہ شہروں میں مقیم افراد انگریزی زبان کو قومی زبان بنائیں اور گاؤں میں مقیم اپنی علاقائی زبان بولیں۔ وہ اردو زبان کا خاتمہ کرنے میں ناکامی کی وجہ سے اسے ایرانی، سریانی اور سنسکرت جیسا بنانا چاہتے ہیں وہ اپنے اس مدعی کیلئے کوئی عقلی منطق پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ وہ وہی بات کرتے ہیں جو انہیں سکھائی گئی کہ انگریزی بولیں، ترقی کریں، اس لیے وہ اپنے آپ کو ترقی پسند کہتے ہیں اردو کے حامیوں اور

انگریزی کے مخالفین کو رجعت پسند کہہ کر وہ انہیں اپنے خیال میں انہیں گالی دیتے ہیں۔

جہاں تک یہ بات کہ انگریزی زبان سے ملک ترقی کرتا ہے، یہ دھوکہ وفریب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ اسلام و مسلمین اور پاکستان سے غداری اور خیانت ہے یہ اسی وفاداری کا حصہ ہے جو پاکستان کے بانیان نے شملہ میں انگریزی سرکار سے وفاداری کیلئے عہد کیا تھا اس سلسلے میں ایک مضمون روزنامہ دنیا بروز سوموار ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ ق بمطابق ۲۹ جولائی ۲۰۱۳ کو صفحہ ۱۲ پر شائع ہوا تھا اس کا کالم نگار ہندوستان کے ایک ڈاکٹر وید پرتاب وید ک ہے اس کالم کا عنوان ہے کہ انگریزی زبان سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا ہے۔ وہ اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی کل آبادی ۱۲۵ کروڑ ہے جس میں سے صرف ۴ یا ۵ کروڑ وہ لوگ ہیں جن کے پاس تمام سہولتیں ہیں وہ مثال دیتے ہیں کہ اگر ایک گلاس میں صرف پانچ گرام پانی ڈالیں تو کیا کہیں گے کہ گلاس بھرا ہوا ہے یا گلاس خالی ہے؟ ۱۲۵ کروڑ میں سے پانچ کروڑ ترقی کریں تو یہ ملک کیلئے فائدہ ہوا یا نقصان، یہ نقصان کیوں ہوا، یہ نقصان انگریزی زبان کو قومی زبان بنا کر پیش کرنے سے ہوا ہے، اگر انگریزی زبان سے اس ملک میں ترقی ہوئی تو کیوں اس کو پرائیویٹ کاروبار پر چلا رہے ہیں، ایک طرف سے انگریزی کو قومی زبان بنا رہے ہیں دوسری طرف سے اس کو پڑھنے کیلئے بھاری بھر کم رقم دینا پڑھتی ہے۔ تیسرے درجے پر سرکاری اسکولوں کو کلی طور پر ویران یا نیم ویران بنایا جا رہا ہے تو کیا یہ لوگ فاسق نہیں ہیں مجھے تعجب تنہا اردو مخالف لوگوں سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اردو کے حامی دانشوروں سے بھی ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے پاکستان میں اردو زبان کو قومی زبان بنانے کی ضرورت اور اہمیت کی سند میں محض قائداعظم کے قول کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے گویا کہ یہاں کے مسلمان نسل بہ نسل قائداعظم کی ہی تقلید میں رہتے ہیں۔

----

امام مہدی:۔ دو تہائی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ آخری زمانے یں امام مہدی کے نام سے ایک ہستی دنیا کے سامنے آئے گی۔ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے علماء فرماتے ہیں کہ وہ نسل فاطمہ زہراء سے ہوں گے لیکن وہ کس ملک سے ہوں گے اور کس علاقہ میں ظہور فرمائیں گے، معلوم نہیں جبکہ شیعوں کے ایک فرقہ اثناعشری کا کہنا ہے کہ آپ امام حسن عسکری کے فرزند ہیں آپ کے نام سے شیعہ فقہا و علماء کی گذر اوقات قائم ہے۔ لیکن ساتھ ہی گذشتہ صدی سے آپ کے نام سے بہت سی دھاندلیاں سامنے آئی ہیں ایران میں مسجد جمکران بنائی گئی اور کہا گیا کہ یہ امام زمان کے کہنے پر بنائی ہے پھر اس کیلئے اعمال اور نمازیں گھڑی گئیں اللہ جانتا ہے کہ وہاں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں پاکستان میں لیہ کے علاقے میں کیا کچھ نہیں ہوتا، امام زمان کے نام سے لڑکے لڑکیوں کے مخلوط اجتماع میں لڑکیوں سے حجاب ہٹا لیا جاتا ہے۔

امام زمانہ کے نام سے جو کثیر مال ودولت بنائی گئی وہ حساب سے باہر ہے وہ دولت صرف اسلام کے نام پر نہیں باقی ہر چیز میں خرچ ہوتی ہے اگر امام زمانہ معاشرے پر نظر رکھنے والی ہستی ہیں تو ان کی اب تک تو ان خرافات اور لوٹ مار پر نظر پڑنی چاہیے تھی حتیٰ کہ ایران میں بہت مدعیان امام مہدی کو سزائے موت سنائی گئی ہے بعض کے بارے میں سنا ہے کہ ابھی بھی قید و بند میں ہیں۔ کہتے ہیں یہ امام جب تشریف لائیں گے تو دنیا میں ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا، عدالت برپا ہوگی اور امن قائم ہوگا اکثر شیعوں کا کہنا ہے کہ وہ غیبت میں رہ کر ہماری رہنمائی کرتے ہیں لیکن اس کی قرآن اور سنت محمدؐ میں کیا دلیل ہے تو بعض کہتے ہیں ہاں یہ قرآن میں نہیں ہے۔ جبکہ بہت ہی محدود آبادی پر مبعوث ہونے والے انبیاء کا بھی قرآن میں نام ہے جیسا کہ یونس کا نام ہے۔ انبیاء کی فضیلتیں قرآن میں مذکور ہیں، عورت کی ماہواری اور طلاق کے دورانیہ اور نفقہ کا ذکر بھی آیا ہے تو کیوں دنیا کو الٹ پلٹ اور درھم برھم کرنے والے مہدی کا ذکر نہیں آیا۔

کہتے ہیں سنی شیعہ میں امام مہدی کے بارے میں اتفاق ہے تو کیوں سنی ہر جگہ شیعوں پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں امام مہدی ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ امام

مہدی کے آنے کی یہ دلیل نہیں بنتی کہ ان کے آنے کو اقوام و ملل مانتے ہیں کیا یہ دین اسلام اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے یا یہ اقوام و ملل کا دین ہے جبکہ تاریخ شاھد و گواہ ہے کہ دعویٰ امام مہدی کرنے والے اقوام ملل کے صالح لوگوں کی طرف سے نہیں نکلے بلکہ مفاد پرست دغا بازوں کی طرف سے آئے ہیں۔ کیا امام مہدی کی غیبت سے تشریف لانے پر عقیدہ و ایمان رکھنا اتنا ضروری ہے کہ اس کے منکر کو فاتر العقل اور دیوانہ قرار دے دیا جائے؟ بقول محترم سید جواد نقوی صاحب (عروۃ الوثقیٰ) جو لوگوں کو سچ پر مبنی محکم رائے سے اور عقل و منطق و دلیل و برھان سے تمسک کرنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں امام کے وجود کا انکار کرنے والے سے بات نہیں ہوسکتی ہے اس علمی بات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مانا کہ ہم آپ جیسا علم نہیں رکھتے ہیں لیکن جس وقت ہم امام مہدی کو مانتے تھے، اس وقت ہم امام مہدی کے بارے میں شکوک و شبہات رکھنے والوں سے گفتگو کرتے تھے امام مہدی تو بہت نیچے کی شخصیت ہیں اگر کوئی منکر محمدؐ بھی ہے تو ہم اس سے بھی دلیل و منطق نبوت حضرت محمدؐ کو ثابت کرنے کے لیے گفتگو کریں۔ محمدؐ سے اوپر اللہ ہے اور اگر کوئی اللہ کا انکار کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ بھی توحید پر عقل و منطق سے گفتگو کریں گے اور جہاں ہم ہار جائیں گے تسلیم کریں گے <u>لیکن یہ منطق عروۃ الوثقیٰ میں رائج نہیں ہے۔</u> کیا آپ لوگوں کے نزدیک امام مہدی اللہ سے بھی زیادہ اہم ہے کہ اللہ تو اپنے وجود کیلئے ان گنت دلائل دے اور آپ نہ صرف امام مہدی کے وجود پر ٹھوس دلائل دینے سے قاصر ہیں بلکہ دلائل مانگنے والوں کو پاگل بھی کہتے ہیں بتائیں کہ یہاں حقیقت میں پاگل کون ہے۔

-----------

کائنات کے بارے میں چار مفروضات ریاضی ہیں:

۱۔ کائنات موجود ازلی قدیم لابدایۃ ہے یہ کسی خالق و مدبر سے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ یہ پہلے سے از خود وجود رکھتی تھی۔

<u>۲۔ کائنات کے تمام عناصر بعد میں پیدا ہونے والے قانون اسباب و سیاسیات علل و معلولات سب تصادفی اتفاقی ہیں۔</u>

<u>۳۔ کائنات صرف مادی موجود ہے۔</u>

<u>۴۔ موجودہ کائنات کا وجود اور اثر ازل کے حکم سے ہے۔</u>

**تحدیث:**

مصدر حدث باب تفصیل سے ہے، یہاں حدیث سے مراد حدیث ملائکہ ہے یعنی ملائکہ آئمہ طاہرین سے بات کرتے ہیں لیکن آئمہ ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ حضرات نبی کریمؐ اور آئمہ میں صرف یہ فرق بتاتے ہیں کہ نبی ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں جبکہ آئمہ انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اگر آئمہ ملائکہ سے کوئی سوال کریں تو وہ ان سے بات کرتے ہیں لیکن وہ ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتے آئمہ کی ملائکہ سے بات کرنے کی صلاحیت انہیں کہاں سے معلوم ہوئی۔ پھر ان کی بات کو حدیث کہنا کہاں سے ثابت کیا ہے تو اس کا جواب اصول کافی کے باب فرق میں نبی و رسل میں وارد حدیث سے لیتے ہیں جب کہ علامہ مجلسی نے بھی اس روایت کو ضعیف گردانا ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہے <u>جہاں انہوں نے کلمہ محدث کو امام صادق سے منسوب کر کے آیت میں داخل کیا ہے اور پھر اس سے مراد امام نے خود کو گردانا ہے۔</u>

جمعرات ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ کو ایکسپریس اخبار کے ص ۸ پر ڈیرہ غازی خان میں ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کو اس وقت کے نگران وزیر اعلیٰ پنجاب نجم سیٹھی نے ایک افسوسناک واقعہ قرار دینے کے بعد اس سزا کو ایک گھناونا ترین فعل قرار دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا اس سزا کے بارے میں ایسا اظہار رائے یہ بتاتا ہے کہ موصوف کے دل میں اسلام کیلئے بہت حقد و کینہ ہے انہوں نے تنہا توہین رسالت ہی نہیں کی بلکہ اہانت اللہ بھی کی ہے کیونکہ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم رسول

اللہ کا نہیں تھا بلکہ یہ آیت قرآن کے تحت تھا۔ کیونکہ جہاں انہوں نے کہا ہے کہ کوئی مہذب معاشرہ ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتا ہے تو گویا وزیر موصوف کے اس بیان کے تحت دور رسالت محمدؐ اور دورِ خلفاء راشدین غیر مہذب تھے۔ کیا اس ملت کی دولت میں خیانت کرتے ہوئے شراب سے بیرونی مہمانوں کی تواضع مہذب معاشرے کی نشانی ہے اور اسلامی ملک ہونے کا دعویٰ رکھنے والے ملک کے وزراء کے ہاتھوں اداکاروں کو جو معاشرے میں فحاشی پھیلاتے ہیں انہیں انعامات اور ایوارڈز سے نوازنا مہذب معاشرے کی نشانی ہے؟

---------

ہم نے سنا ہے کہ فتویٰ دینا آسان نہیں مشکل ہوتا ہے۔ مرحوم ذیشان حیدر جوادی نے مجتہد کے نمی دانم فتویٰ دینے کے لئے کوئی بیس تیس شرائط بتائی تھیں لیکن یہ حضرات فتویٰ دیتے وقت نہ قرآن وسنت کا خیال رکھتے ہیں اور نہ علاقے کی اجتماعی و سیاسی اور جغرافیائی صورت حال کا۔ وہ سائل کو ناراض نہیں بلکہ خوش کر کے واپس کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک نقل ناقل جناب محترم منظور حسین صاحب ہے جو اس وقت لندن میں مقیم ہیں اور بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔

۵ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز جمعرات، انتخاباتی رپورٹ کے مطابق ۴۷۔۵۳ فیصد ووٹ ڈالے گئے ہیں۔ ان انتخابات میں جوش و خروش قابل قدر ہے اس پر زیادہ فخر و ناز مغرب والوں کی رپورٹ پر ہے جسے اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ ہمارے ہاں دلائل و براہین کے جھنجھٹ سے چھٹکارا حاصل کرنے یا بحران سے نکلنے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا اس کو گواہ ذوالشہادتین ابن خزیمہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال یہ بھی موضوع نگارش ہے، اس میں کوئی جائے شک و تردید نہیں کہ ہنگامی حالات میں بھی قوم نے جمہوریت کو بچایا، ہمیں اس کی بھی تحلیل کرنے کی ضرورت ہے قوم نے اس حد تک جان ہتھیلی میں لے کر جمہوریت کو بچایا، قوم نے جانیں نچھاور کر کے جمہوریت سے دفاع کیا کوئی یہ بتائے گا کہ اس میں قوم کو یا ملا ہے کوئی بھی پوچھ سکتا ہے کہ وہ کونسی جمہوریت تھی جس کے لئے قوم نے سینہ سپر ہو کر اس جمہوریت کو بچایا ہمارے پاس کئی اقسام کی جمہوریت ہے:

۱۔ ایک ضیاء الحق کی جمہوریت تھی لیکن ضیاء الحق یکتا فیصلہ کرتا تھا اور نو جماعتی اتحاد اس کا حامی تھا۔

۲۔ جمہوریت کی خوشبو بیگم عنایت اللہ ان کی مشیر تھیں۔

۳۔ بہت سے علماء و دانشوران ان کے شیداء تھے۔

۴۔ ملک میں لوگ اسلامی نظام کے حامی تھے اگر ان کو ہوا میں نہیں اڑاتے تو وہ مظاہروں سے جانے والے نہیں تھے۔

۵۔ بے نظیر کی سابقہ جمہوریت تھی جو اسلام کے خلاف ہرزہ گوئی کرتی تھی ان کے جانے پر اگر افسوس ہوا تو صرف ان کی پارٹی کو ہوا ہے۔

۶۔ نواز شریف کی جمہوریت تھی، وہ بھی طالبان کی حمایت کی وجہ سے گر گئی۔ لوگ ان کی حکومت کے جانے سے بھی خوش تھے۔ جس طرح ان کے ملک سے جانے اور پھر زندان میں جانے پر خوش تھے۔

۷۔ پرویز کی پدر و مادر آزاد اور اتاترک جیسی جمہوریت تھی، اس وقت لوگ پرویز کی آمد سے بھی خوش تھے۔

۸۔ زرداری کی جمہوریت جو تمام مجرمین اور سزا یافتہ پارٹیوں کو ملا کر آمریت کی بدترین شکل تھی اس میں لوگوں نے سوائے اسلام دشمنی کے کچھ نہیں دیکھا۔ اب تو یہ حکومت خود ان کی پارٹی والوں کے لیے بھی ناقابل برداشت تھی۔ جس جمہوریت کی پاسداری و حفاظت کر کے مغرب نے ان

تک پہنچائی ہے اس کے لئے سینہ تان کر دفاع کے لیے اور اس حکومت کے جانے کے لئے لوگ بے قرار تھے۔
۹۔ پرویز کی آمد اور نگرانوں کے انتخاب میں شکوک وشبہات جیسے تاثرات نے لوگوں کو پریشان کیا ہوا تھا۔
۱۰۔ کونسے لوگ دہشت گردوں کے سامنے سینہ تان کے کھڑے ہو گئے تھے جبکہ بنانے والے تنظیم کے جرم میں قیادت چھوڑ کر باہر نکلے جن کیلئے ملکی ملے تھے وہ جلسے نہیں نکال سکتے۔
۱۱۔ جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ تحفظ دیں گے تو لوگ جلسوں میں شمولیت کے لیے نکل کر آئے۔

**کل فکر کل عمل یحمل فی طبانہ الضد من یوم ولادتہ** ہر فکر اور ہر عمل اپنے روز ولادت کے دن ہی سے اپنے اندر نطفہ ضد سے حاملہ ہوتا ہے۔ انسان ہوشمند و بیدار کوشش کرتا ہے کہ یہ نطفہ اندر ہی سقط ہو جائے یا باہر کی آنے کی جرات ہی نہ کرے۔ عمران خان کا نئے پاکستان کا اہم ایجنڈا محکمہ پولیس کی اصلاح اور نظام تعلیم وصحت کو بھی آسان اور سستا بنائے گا اور عدل وانصاف کو قائم کرے گا۔

--------

یہ جو کتاب باطنیہ کے نام سے مسطور کی ہے اس میں کہیں بھی میں نے امام مہدی کے وجود سے انکار نہیں کیا تھا کیونکہ انکار کیلئے بھی دلیل چاہئے تھی۔ میرے پاس آپ کے نہ ہونے کے بارے میں کوئی محکم ومستند دلیل نہیں تھی، میں نے صرف امام کے ہونے کے بارے میں قائم دلائل کو مخدوش کہا تھا لیکن آج میں اس بارے میں کتاب لکھوں یا کسی کو امام مہدی کے نہ ہونے کے بارے میں کوئی محکم ومستند دلیل چاہیے تو ہم اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مشرب ناب پڑھیں، یہ مجلّہ آپ کے وجود کو خیالی وتصوراتی ثابت کرنے یا حقیقت کے بارے میں تضاد بیانی پر کافی کتاب ہے۔

## کراچی یونیورسٹی کی طرف سے عائد پابندی:

کراچی یونیورسٹی اس ملک کے بڑی درسگاہ ہے ان درسگاہوں میں انتظامیہ کے اجلاس ہوتے ہیں لہٰذا حکومتوں میں جاری برائیوں اور خرابیوں میں سے ان کو بھی حصہ ملتا ہے۔ یہ بھی بعض غلط کام کرتے ہیں ان کے غلط کاموں میں جعلی ڈگریوں کا اجراء بھی ہے جس کی وجہ سے ایک عرصے سے معیارات گر گئے ہیں اور ان یونیورسٹیوں پر اعتماد کھو گیا ہے تاہم ہماری طرف سے اس درسگاہ کو کچھ کہنا چونٹی کا حضرت سلیمان کے خلاف بولنے کے برابر ہوگا لیکن ہر مکشوف پر مکھی کی اترنا بھی حتمی ہے۔ اس حوالے سے یہاں علم کے فروغ کے لیے نام نہاد کردار بھی سامنے آئے ہیں۔ ان کی ہر چیز پر تحقیق کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آیا، ہم نہیں مانتے کہنے والوں میں ضدِ علم، ضدِ تحقیق اور ضد دین لوگ بھی بہت پائے جاتے ہیں۔ ان میں اساتید و طلاب دونوں شامل ہیں اس کا اندازہ ان دوست احباب کی روش سے کیا جا سکتا ہے معاف کیجئے اندازہ سے یہ مراد نہ لیں کہ یہ وہم وگمان کی بات ہے، میں اس بارے میں بھی بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اسلامی نظامِ حکومت میں سربراہ کا عالم وفقیہ ہونا ضروری گردانا جاتا ہے جبکہ یہ خود سیکولر ہیں۔ ایک دوست بنام جناب محمد تقی ہمارے چھوٹے بچوں کے دوست ہیں یہ بہت دانشوری کی بات کرتے ہیں اور دین شناسی میں ہماری تعریف بھی کرتے ہیں لیکن سیکولروں بلکہ منحرفین سے دفاع بھی کرتے ہیں مثلاً اکبر بادشاہ اور قادری کی حمایت بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسا انسان مشکوک نہیں ہو جاتا ہے وہ کیوں ان سے دفاع کرتے ہیں وہ یہاں آکر ہمارے بچوں سے نشست بھی رکھتے تھے۔ لیکن ہماری کتابوں کی مخالفت شروع ہونے

کی وجہ سے وہ اب حال احوال تک پوچھنے کی حد تک بھی بات نہیں کرتے ہیں۔ایک پرانے دوست علی محمد کے نام سے ہیں، وہ گزشتہ سال ۱۴۳۳ھ میں گلگت سے دوبارہ ڈاکٹری کرنے کے لئے کراچی آئے اور ہماری متنازع اور مہنگی کتاب خرید کر لے گئے تھے، ابتدائی مہینوں میں محترم پروفیسر صاحب نے ہمارے مخالفین کی بات کو غیر منطقی قرار دیا اور کہا کہ انسان کو دلیل کے پیچھے جانا چاہیے لیکن تین چار مہینے گزرنے کے بعد وہ بھی گم ہو گئے معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے ہیں شاید علم کے نام سے دین سے روکنے کیلئے اسکالرشپ دینے والوں نے حکم صادر کیا ہو کہ وہاں مت جاؤ ورنہ اسکالر شپ ختم ہو جائے گی بے چارے کیا کرتے جہاں تک استقامت دکھا سکتے تھے، دکھائی۔

جناب ثقلین صاحب اور مظفر صاحب چار سال گزرنے کے بعد شوال کے پہلے ہفتہ میں آئے، پہلے کہا آپ کی بات سمجھ میں آئی کہ دین سمجھنا آسان ہے، پھر سورہ نباء سے آیت قصر بتائی تو معلوم ہوا کہ پھر وہی منطق اور وہی رویہ استعمال کرنے کی نیت سے آئے تھے۔محسوس ہوا ابھی ہدایت لینے کیلئے آمادہ ہوتے نظر نہیں آتے، دراصل یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں اگر ان کو ہدایت دکھائیں تو قبول نہیں کریں گے۔

<u>دہشت گردی کے بارے میں مجلّہ فکر اسلامی صادر از ایران عدد خامس ص ۵۷ باقر حکیم ،معیارات سے کھیل اور دلائل و براہین سے چشم پوشی :</u>

۱۔امام حسین کی عزاداری کے نام سے جھوٹی کہانیاں، افسانے اور گانے سنا کر رقاص اور گلوکاری کے مخلوط اجتماعات کے ذریعے سے دوسروں کی نیند حرام نہ کریں۔اگر ایسا کہیں تو جواب دیں گے یہ وہابیوں کی بات کرتے ہیں۔

۲۔اگر کوئی یہ کہے کہ آئمہ طاہرین علم غیب نہیں رکھتے اور نہ ہی تصرف در کائنات نہیں رکھتے، تو کہیں گے کہ یہ وہابی ہو گئے ہیں۔

۳۔اگر کہیں کہ فلسفہ عرفان کے نام سے قرآن و سنت کا غلط حوالہ دے کر لوگوں سے مال و دولت نہ ہتھیائیں تو جواب دیں گے یہ وہابیوں کی بات کرتے ہیں۔

۴۔ان سے جب بھی یہ کہا جائے خلفاء کو سبّ و شتم نہ کریں تو یہی جواب ملے گا یہ وہابی ہو گئے ہیں۔

۵۔علم، جھولا اور تابوت وغیرہ سے حاجتیں مانگنا مشرکین کی سنت ہے تو جواب میں یہی کہا جائے گا یہ وہابی ہو گئے ہیں۔

۶۔جب ان سے کہا کہ مجتہدین سے ان کے فتووں کے بارے میں پوچھیں کہ قرآن و سنت سے ان کی اسناد کیا ہیں تو اس پر بھی یہی جواب سننے میں آتا ہے کہ آپ وہابی ہیں۔

۷۔حاجیوں کو لوٹے بغیر حج پر جائیں اور کعبہ کا مسخرہ نہ کریں تو جواب یہی ملتا ہے یہ وہابیوں کی بات کرتے ہیں۔

## ۱۔الحادی جماعتوں کی طرف اشارہ:

تجزیہ نگار اپنی جگہ شاکی ہیں کہ ہماری عوام جاہل و ناداں ہے وہ اپنے ملک کے مفاد کو نہیں جانتی کہ ووٹ کی پرچی پر صحیح جگہ مہر لگانے سے ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا یہ عندیہ تشخیص کرنا ہے، آپ بتائیں کہ آپ کے شہر میں جہاں تعلیم یافتہ افراد کی کمی نہیں، کیا وہ جانتے ہیں کہ کس کو ووٹ دینا ہے۔

<u>جمہوریت کی عمارت عوام کی اینٹ سے بنتی ہے۔جو دعوام اس عمارت کی تعمیر میں کام آتی ہے، اس کی شناخت یہ ہے کہ عوام جتنی زیادہ جاہل ہو گی یہ عمارت اتنی اچھی سے اچھی بنے گی ان کی دو شناخت ہیں:</u>

۱۔عوام جاہل ہوتی ہے نہیں جانتی کہ اس کے ووٹ کے لئے لائق و سزاوار کون ہے چنانچہ دنیا میں ترقی یافتہ مما لک سے لے کر ترقی پذیر و پس ماندہ علاقوں میں

عمارتوں کی تعمیرات ومنصوبہ بندی کے لئے صلاح ومشورہ کی غرض سے ڈاکٹروں، قانون دانوں مدارس وجامعات کے اساتذہ کو نہیں بلاتے ہیں بلکہ ملک یا بیرون ملک کے نامور مہندسین کو بلاتے ہیں کیونکہ اس مقصد کے لیے عوامی سطح پر ہر فرد کو بلانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس عمارت کو بنانے والوں میں ۸۰ فیصد جاہل ونادان ہیں کیونکہ وہ عمارتوں کی تعلیم کا کوئی علم وتجربہ نہیں رکھتے۔ لہذا ملک کی تعمیر وترقی کے لیے اس ملک کا نظم ونسق کس کے حوالے کرنا ہے یہ فیصلہ عوام سے کروانے کی کوئی عقلی وشرعی دلیل نظر نہیں آتی۔

۲۔ جو لوگ جاہلیت سے آراستہ ہیں یا مفاد پرست ہیں وہ اس بنیاد پر ووٹ ڈالتے ہیں کہ ان کو فی زمانہ کچھ رقم ملے گی یا آئندہ میں کوئی نوکری یا ملازمت ملے گی۔

جمہوریت یعنی اکثریت کی حکومت، یہاں یہ بات یہ بھی ایک قسم کی غفلت اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنے کی ابلیسانہ چال وکردار ہے کیونکہ جمہوریت سے کثیر مراد ہے نہ کہ اکثریت۔ لہٰذا جمہوریت کا اکثریت کا معنی لینا غلط ہے۔ حقیقت اور واقعیت خارجی کی طرف آئیں تو بھی جسے حکومت ملتی ہے ان کے پاس جمہوریت میں اکثریت نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ عموماً ۴۵ سے ۵۶ تک فیصد ووٹ ڈالے جاتے ہیں اگر ساٹھ فیصد ووٹ بھی پول ہوں تو بھی جو پارٹی جیتی ہے وہ ملک کی کل آبادی کا زیادہ سے زیادہ ۲۵ فیصد ووٹ لیتی ہے لہذا جمہوریت میں اکثریت کی حکومت نہیں ہوتی۔

پارٹیاں پہلے تضاد میں تھیں۔ احزاب دینی کا احزاب الحادی سے اختلاف غلط ہے۔

**انتخابات ۱۴۳۴ کے تاثرات:**

(یہاں تک خادم بھائی کی تصحیح آج مکمل ہوگئی ۱۴ صفر ۱۴۴۱ھ)

۱۔ قوم نے دہشت گردوں کے خلاف جمہوریت کو فتح دی۔

۲۔ پہلی بار ۵۵ فیصد ۶۰ فیصد عوام نے ووٹ ڈالی

۳۔ قوم نے کسی پارٹی کو نہیں پاکستان کو ووٹ دیا ہے۔

۴۔ انتخابات بہت کچھ حد تک شفاف تھے۔

۵۔ انتخابات میں بہت دھاندلی ہوئی ہے۔

۶۔ انتخابات کی انتظامیہ جانب دار تھی۔

۷۔ جوانوں نے ثابت کردیا کہ ہم جمہوریت کے حامی ہیں۔

یہ وہ تاثرات ہیں جو اخبارات مجلّات برقیاتی مواصلات میں پڑھایا گیا ہے۔ عربی میں ایک مثال ہے اذا ازدحم الجواب خفی صواب۔ جب احتمالات بڑھ جاتے ہیں تو حقائق چھپ جاتے ہیں۔ جس ماحول میں حقائق کو چھپانے پردہ ڈالنے کا رواج ہو اس کی تاریخ مسخ ہو جاتی ہے وہ آئندہ آنے والوں کے لئے قابل استفادہ نہیں رہتی۔ جب اعلیٰ سطح کے تجزیہ نگاروں کے مکروفریب کی تحلیل کریں کہ کیسے یہ حقائق پر پردہ ڈالتے ہیں تو یہ کس طرح مستقبل کے لوگوں کے لئے رہنما اصول بنیں گے یا بن سکتے ہیں؟ جتنے بھی تجزیے پیش کیئے گئے ہیں وہ سب اپنی جگہ مخدوش ہیں۔

۱۔ یہ جو کہتے ہیں قوم نے دہشت گردی کے خلاف جمہوریت کو ووٹ دیا ہے یہ بات متضاد ومتناقص ہے اصل بات یہ ہے کہ جمہوریت بذات خود دہشت گردی ہے جہاں سوچنے سمجھنے کی قوت چھین لی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ریل جارہی ہے اٹھو ورنہ چھوٹ جائے گی خاص کر اس سال مدت کم رکھ کر یہ کام کیا گیا

تھا۔

۲۔پہلی بار۵۵۔۶۰ فیصد نے ووٹ ڈالا تھا جب دھاندلی ثابت ہوگی ابھی تک تو دھونا تنہا شکست کھانے ہارنے والوں کی طرف سے نہیں بلکہ جیتنے والے بھی دھرنے دے رہے ہیں۔جب دھاندلی ہوگی تو اندھادھند ووٹ ڈالیں گے تو یقیناً زیادہ تعداد ہوگی۔

۳۔قوم نے کسی پارٹی کو ووٹ نہیں دیا تو ووٹ کس کو دیا اور کہاں گیا؟ نواز اور عمران ہی توثیق شدہ اور تجربہ شدہ قیادت تھی۔

## انتخابات میں دھاندلی:

ایکسپریس منگل ۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۴ کو نشر ہونے والے اخبار کے کالم نگار ظہیر اختر بیدری نے لکھا ہے کہ انتخابات میں دھاندلی کبھی کبھی یا بے جا تہام نہیں بلکہ یہ عام جمہوری رائے دینے کا واویلا ہے لیکن پاکستان میں اس واویلے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں ہارنے والوں کے علاوہ جیتنے والے بھی چیخ وپکار کررہے ہیں کہ دھاندلی ہوئی ہے۔اس میں عمران خان کا خیال تھا کہ انتخابات ختم ہوتے ہی وہ نئے پاکستان کا جھنڈا لہرائیں گے۔مزید لکھتے ہیں کہ عمران کے نئے پاکستان کے منشور مین ہے کہ تیس دن تک کرپشن کا خاتمہ کریں گے،بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ سے نجات دلائیں گے۔عمران ابھرنے کی تجزیہ جو ہمارے ہاں حکومت چلانے میں ان کی خواہش۔

۲۔زرداری سے تنگ والے کو نجات کے لئے۔

-----------

علماء کے مستدل ومستند جوابات کے عاطشی

علی شرف الدین

## پیداوار ایجاد واستہلاک مال:

مال پیدا کرنا و مال خرچ کرنا آیا دونوں شخص آزادی میں آتے ہیں انسان آزاد خود مختار ہے کہ وہ مال جس طرح یہاں سے پہلے پیدا کرسکتا ہے وہ اس میں کسی قانون یا کسی شخص وگروہ کا پابند نہیں ہے۔اسی طرح اس میں بھی آزاد ہے جہاں چاہے جتنا چاہے خرچ کرے اس پر کوئی بندش نہیں ہے۔ اس سوال میں مثبت تام وکامل جواب دینے والے گروہ کا نام نظام سرمایہ داری کہتا ہے کہ انسان اس بارے میں آزاد وخود مختار نہیں ہے۔وہ ظاہری صوری طور پر فرد ہے حقیقت میں کام کرنا یا خرچ کرنا دونوں اس کے اختیار میں نہیں ہیں۔اشتراکی مارکینزم والوں کا نظریہ ہے کہ ان دونوں نظریات کے حاملین اپنے نظریہ کے بارے میں محکم ومتقن فکرونظر کی پشت پناہی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں پلٹنا پڑا۔تاہم ان دونظریات کے نتائج نے انسانیت کو بدترین حالات سے دوچار کیا ہے۔نظام سرمایہ داری میں فقط فرد نہیں بلکہ حکومتیں بھی عامل اور مزدور بنی ہوئی ہیں۔اب وہ کسی قسم کی مال پیدا کرنے یا خرچ کرنے میں آزاد نہیں ہیں دوسری طرف کمیونیزم بھی شکست سے دوچار ہے جبکہ ان دونوں زاویوں میں اسلام نے عادلانہ نظام قائم کیا ہوا ہے۔

## قصر محصون ودیباج:

ہمارے آسمانی منظومہ شمسی میں واقع زمین سب سے زیادہ آرائش وزیبائش کی حامل ہے۔اس میں انواع اقسام کی حیاتیات موجود ہیں۔اس میں

ہر ذی حیات اور زندہ موجود کے لئے طرح طرح کی غذا، پانی اور طرح طرح کی نعمات ہیں۔اس کے علاوہ ہر قسم کے بیرونی خطروں سے بچنے کے لئے حفاظتی قصر موجود ہیں۔اس قصر کے مہندس اور معمار نے انتہائی باریک اور دقیق طریقے سے اس کی بنیاد رکھی ہے جو ملحدین کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

۱۔اس قصر کو دیگر کرات سے گرنے والے شہابیوں اور ہزاروں لوگوں کو بچانے کے لئے ایک سقف بنایا ہے جونہی کوئی اسکے قریب پہنچتا ہے پاش پاش ہو جاتا ہے اس کے مضر اثرات سے اس زمین کو بچاتے ہیں۔

۲۔یہ دائم الحرکۃ ہے کہ ہمیشہ ایک طرف سے سورج نکلتا ہے۔

## ضرورت امام برا قامہ دلیل:

اس عقیدے کے حامل انسان سے سوال ہوگا امام من عنداللہ ہے یا نہیں اگر من عنداللہ ہے تو اس کا ذکر قرآن میں ہونا چاہیے،ضروری ہے وہ بھی نص حکم میں کیونکہ اتباع متشابھات منافقین کی نشانی ہے۔اگر قرآن میں نہیں ملتا ہے تو سمجھ لیں گڑ بڑ ہے۔جعلی شیاطین امامت کے بارے میں آیات دو طرع کی ہو سکتی ہیں۔

۱۔امامت عام ہے،صفات شرائط بیان ہے۔یہاں انتخاب امام جمہوری عوام ہوگا۔امام خاص آیت اور کسی فرد خاص کا ذکر ہے جیسا کہ ابراہیم۔ یہاں کسی کو اعتراض کرنے بیان کرنے یا اختلاف کرنے کا حق بھی نہیں پہنچتا ہے۔

۲۔امام از رسول اللہ تو خود فرمان رسول ہونا چاہیے اور وہ اپنی جگہ تو اتر لفظی ہونا چاہیے۔

۳۔امام از روئے عقل ثابت ہے۔امام جزء دین اسلام اسلام کے عقائد فروعات میں بنیاد نقل ہے عقل نہیں۔

## احزاب مخالف الوہیت:

## ادلہ الوہیت مختلف ہے با اختلاف احزاب مخالف:

الوہیت اللہ کے حامین اور مخالفین کے درمیان مناظرہ ومجادلہ کرنے سے پہلے ان دونوں کے دلائل اور براہین جمع کرنے ضروری ہیں۔الوہیت اللہ کے مخالفین کی تعداد،مراتب اور درجات کو احاطہ قلم میں لانا ضروری ہے تاکہ ان کے نقطہ اختلاف کو سامنے رکھ کر مناظر و مجادلہ کر سکیں۔تاکہ قانع و مؤثر گفتگو سے وقت کے ضیاع سے بچ سکیں۔اس لئے ضروری ہے کہ پہلے حزب مخالف کی شناخت کریں،ان سے سوال و استفسار کریں کہ آپ کو آخر اللہ کی الوہیت میں کہاں اشکال اور اعتراض ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ الوہیت اللہ کے کتنے احزاب مخالف ہیں۔

۱۔مشرکین وہ ہیں جو اللہ کے نظام الوہیت میں اس کے سواء اوروں کو بھی شامل کرتے ہیں لہٰذا ان سے اصل وجود مانع میں بحث وگفتگو ایک فروغ عنہ ہے طے شدہ ہے چنانچہ چندین امات ہیں اس بارے میں آیا ہے اگر آپ ان سے پوچھیں کون ہے جس نے اس کائنات کو خلق کیا ہے تو وہ فوراً بتاتے ہیں کہ اللہ نے ہی خلق کیا ہے لہٰذا مشرکین اس حوالے سے اللہ کی وحدانیت اور خالق کے معترف ہیں۔ان سے وحدت ربوبیت کا بھی اقرار و واعتراف کرانا ہے ربوبیت ہمیشہ لائق وحق خالق ہوتی ہے جو خلق کا مالک نہیں وہ ربوبیت کا بھی مالک نہیں۔جو دوسرے سے لے کر ربوبیت کرتا

ہے وہ مستحق پرستش نہیں ہے۔ جو مستحق صرف وہی خالق ہے وہ رب ہے دو نہیں ہو سکتے ہیں۔ قرآن نے متعدد بار ایک رب العالمین کا کہا ہے لہذا ہر شخص کی پرستش نہیں ہو سکتی ہے۔ یہاں شریک میں تین احتمال ہیں:

۱۔ خالق اور رب دونوں الگ الگ ہیں۔ ایک دوسرے سے ربط نہیں ہے۔

۲۔ خالق نے اپنے مخلوق سے کہا ہے کہ میری عبادت میں ان کو بھی شریک کریں۔

۳۔ اللہ نے حکم نہیں دیا ہے اس نے اجازت دی ہے ان کو بھی شریک کر سکتا ہے۔

یہاں پہلی صورت تعداد الوہیت میں جائے گی پوچھا جائے گا جو تمہارا رب ہے اس کا وجود اللہ نے خلق کیا ہے یا از خود ہے۔ دوسری اور تیسری صورت میں ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کے پاس کوئی دلیل ثبوت سند ہے کہ اللہ نے ان کو شریک کرنے کا حکم دیا ہے یا اجازت دی ہے قرآن کریم سے یا محمد سے مطالبہ کریں۔

ملحدین کے تین گروہ ہیں دہرین۔ منحرفین اور مخرعین۔ ان کو آیات قرآن سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

**لغز الحیاۃ:**

علماء طبیعت متحیر و سرگرداں ہیں کہ اس کائنات میں آغاز حیات کب اور کیسے ہوئی؟ اللہ پرستوں کے نزدیک حیات دلیل بر خالقیت اللہ ہے کہ اس نے اس مادہ مردہ میں نفخ حیات کی ہے۔ مادئیین کا کہنا ہے کہ عناصر منتشرہ و پراگندہ ایک دوسرے سے متاثر و متفاعل ہوتے ہوئے ملائیں سالہال گزرنے کے بعد تغیرات و تبدلات بطور صدفہ حیات آئی ہے۔ پھر یہی حیات ترقی و تطور و ارتقاء کی منازل طے کرتے کرتے مختبر میں سالہا سال آزمائش کرتی رہی یہاں تک کہ کمیونزم آیا تو انہوں نے ساٹھ سال مزید اس بات میں عرق ریزی کی کہ اس راز کو کشف کریں یہ کیسے پیدا ہوتی ہے۔ اس پر حکومت روسیہ نے کثیر سرمایہ خرچ کیا تا کہ فکر الحاد کے لئے سند بنے لیکن آخر میں مایوس ہوئے۔ ثابت ہوا کہ حیات کسی سابقہ ذیحات سے لئے بغیر ناممکن ہے۔ حیات مادۂ غیر حیاتی سے نہیں نکلتی ہے۔ یہاں عالم مغرب نے کشف کیا ہے کہ حیات تطور کرتے کرتے بالآخر انسان کی شکل اختیار کر گئی۔

حالانکہ اس نے حیات بغیر سبب پیدا ہونے کی بات نہیں کی تھی بلکہ اس نے ارتقاء حیات سے ایمان بخالق لایا تھا اس نے مصادفہ اچانک کو رد کا تھا لیکن بعد میں شاید ان کی ہرزہ گوئی سے بچنے کیلئے اعراض کرتے ہوئے شک و تردید کا مظاہرہ کیا ہے۔

ملحدین کے تین ادوار ہیں:

۱۔ دھرین جو کہ قبل از بعثت سے تھے۔

۲۔ منحرفین وہ مشرکین ہے۔

۳۔ مخترعین خود الحاد و اختراع کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

ا۔تحقیقات و اکتشافات نے ہمیں اسباب وعلل مہیا کیئے ہیں لہذا ایک اللہ کے افتراض کی ضرورت ختم ہوگئی ہے۔
۲۔ایمان باللہ غیر شعوری طور پر انسان میں آیا ہے۔
۳۔اسباب حیات تک پہنچ گیا ہے۔

**مادیین اور ظلمت طبیعت:**

مادئین نے ابھی تک کوئی ایک دلیل بھی اللہ کے عدم وجود پر قائم نہیں کی ہے بلکہ نہیں کرسکیں گے پھر بھی ان کا تمام تر اصرار اس پر ہے کہ انہوں نے اللہ کو نہیں پایا ہے۔ان کی یہ بات اس جیسی ہے کہ کہیں کوئی اندھا انسان باغ میں جہاں رنگا رنگ پھول تھے ان کے بارے میں کہتا ہے کہ ہم نے تو نہیں دیکھے تھے اگر چہ وہاں رہ کے آیا ہوں۔
۲۔یا وہ انسان جو قوت سماعت سے محروم تھا، وہاں رنگ برنگے خوش نما آوازوں والے پرندوں نے اپنی آوازوں میں گانے گائے،اور یہ بہرا کہے کہ ہم نے تو کہیں سنا ہی نہیں تھا۔

## قتال نفوس کون ہے:

روزنامہ دنیا صادراز کراچی ۲۸ رمضان مبارک ۱۴۳۴ بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۳ ص ۲ پر جناب کالم نگاروں اوریا مقبول صاحب اکیسویں صدی کے ہتھیار کے عنوان سے لکھا ہے کہ اس وقت مغربی ذرائع ابلاغ نے مہم شروع کی ہے کہ مسلمان جہاد کے نام سے خون ریزی کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ کون خون ریزی کرتا ہے۔لکھتے ہیں کہ جنگ عالمی اول ودوم میں قتل ہونے والوں کی تعداد آٹھ کروڑ تھی۔روس میں ۱۹۱۶۔۱۹۳۰ تک کے دورانیہ میں پندرہ لاکھ افراد قتل ہوئے جبکہ اس وقت ان کی کل آبادی ایک کروڑ دس لاکھ تھی جب روس کی ۱۹۵۴۔۱۹۶۲ تک جنگ میں پانچ لاکھ انسان مرے یہاں دانشوران بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں اور دین کو امور دنیوی میں داخل نہ کریں یہ دونوں الگ رکھو جبکہ یورپ کے شہروں میں وہاں کا بادشاہ چرچ کا سربراہ ہوتا ہے۔

---

یہ لوگ اثنا عشری کے نام سے اسماعیلیت اور آغا خانی چلا رہے ہیں جبکہ اثنا عشری کا اپنا تصور سند مخدوش ہونے کے علاوہ متن بھی مخدوش ہے کیونکہ دو امام امام جواد اور امام علی الھادی نابالغ تھے جن کی قیادت ورہبری مذہب کے علاوہ ملحدین بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔تیسرا امام پہلے دن سے ہی غائب ہے وہ بھی امام نہیں ہے۔

---

لیکن میرا یہ تحفہ ان روشن خیالوں کے نام ہے جو یہاں بیٹھ کر مغربی دنیا کی خوبیاں اور ہماری خرابیاں بیان کرتے ہیں۔یہاں بیٹھ کر ان کو آباد اور ہمیں ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔وہ ہر قدم ہر کروٹ پر ہمیں فرسودہ بوسیدہ غیر مہذب قوم کہتے ہیں اور ان کو اشرف افضل مہذب کہنے پر تلے ہوئے ہیں یہ انہیں متوجہ کرنے کیلئے پیش کیا ہے اسکا صلہ اللہ سے مانگ رہا ہوں مجھے یقین ہے جس کی درگاہ میں پیش کیا گیا ہے اس کو پسند آئے گا کیونکہ یہ میری جان کی قیمت میں پیش کیا گیا ہے اللہ فرماتا ہے ﴿﴾ (آل عمران ۹۲) یہ کلمہ کلمہ حق عند سلاطین جائر ہے۔

بھٹو کی تحریک سوشلزم کی موقع پر ان کے خلاف علماء کو ناشاد صاحب کہتے تھے کہ ان کی نسل میں خلل ہے۔ آج سے ۵۰ سال پہلے فلسطین میں امت اسلامی کا نفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں آغانیوں کو بھی شامل کرنے کی تحریک چلائی گئی تھی تو شرکاء نے انہیں غیر مسلمین قرار دیا تھا۔ ابھی تک اسلامی کانفرنسوں میں حتیٰ کہ ایران میں بھی ان کو دعوت نہیں دی جاتی ہے لیکن ناشاد جعفری ثاقب کو ان کو اتحاد اسلامی میں شامل کرنے پر تلے رہے۔ تحریک اخراج اسماء خلفاء، امہات المومنین از نصاب مدارس میں آغا ضیاء صاحب کے حق میں پرویز مشرف کی تجویز کے حامی تھے۔ امہات المومنین کی جگہ اداکاروں گانا گانے والی گلوکاراؤں کا نام رکھیں۔ اتنے باریک مسائل کی طرف ہر خاص وعام کی نظریں کہاں پڑتی ہیں لیکن منورین کی نظریں نہیں پڑتی ہیں۔

ہم ان منورین سے پوچھتے ہیں یہ دین جو علم سے متعارض ہے وہ کونسا دین ہے؟ دین مجوس یہود و نصاریٰ ہے تو اس کی وضاحت ہونی چاہیے اگر اسلام ہے تو اس کی بھی وضاحت کریں دین اسلام علم سے کہاں متصادم و متعارض ہے؟ دین اسلام کے دو اہم ستون اصول دین فروع دین دونوں کی بنیاد علم و معرفت پر قائم ہے۔

---

## قائد و قیادت انبیاء والٰہی:

اللہ نے انسان کی ہدایت کیلئے، خلق کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے جنہیں رہبر یا اعالی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مخلوق زمینی ہوتی ہے۔ لیکن ان زمینی قائدین سے کچھ خود نکال کر آسمانی سانچوں میں رکھتے ہیں۔ بعض آیات کے مطابق خود کو مزید زمینی کسوٹیوں میں ڈالتے ہیں۔ زمینی قائدین ہر جگہ، ہر زمانے میں نہیں بنتے۔ دو حالتوں میں بنتے ہیں، ابھرتے ہیں۔ ایک مقبول ترین شعار کی چھاؤں میں ابھرتے ہیں۔ یہ شعار طویل تبلیغات گفت وشنید اور نقل خاص وعام کے بعد بنتا ہے۔ مثلاً جب سے روس نے حکومت مزدور کے قیام کا نعرہ بلند کیا ملک کے روشن خیالوں نے نئی اصطلاحات ایجاد کیں۔ ترقی پسند، روشن خیال، ضد سرمایہ، نقائص مصائب مظالم، نظام سرمایہ داری کی فضاء میں اگر کوئی اس فکر کے مطابق کوئی شعار بلند کرے گا یقیناً یہاں اس کا خریدار بنے گا چنانچہ بھٹو نے روٹی کپڑا مکان کا نعرہ لگایا جسے بہت پذیرائی ملی قبولیت ملی۔ چونکہ یہاں مزدو پس رہے تھے ان کے مفاد ان کے مسائل کیلئے کوئی آواز اٹھانے والا نہیں تھا۔ لوگ ان کے گرد جمع ہوئے وہ اس ملک کے آرمی چیف کی بواسطت صدر بنے، وزیر اعظم بنے لیکن بے نظیر جب واپس آئی تو انہیں کوئی مناسب نعرہ نہیں ملا تو اس جھوٹے اور فرسودہ نعرے کو اٹھایا جب روس رو بزوال تھا۔

دوسرا شعار خود کسی شخص کی محبوبیت ہے یہ جذبیت کشمکش ہے اس کیلئے مثال دی جاتی ہے۔ امام خمینی بھی نبوغت اجتہادی کے حوالے سے معروف نہیں تھے چنانچہ ان کے مجتہد ہونے کے بارے میں مراجع سے استفادہ کر کے ثابت کیا گیا تھا تا کہ وہ سزائے موت سے بچ سکیں خاص کر مجتہد ہونے کے بعد انہیں کسی عوامی اجتماع میں خطاب کرنے کا بھی موقع نہیں ملا ہے۔ اس وقت ہمیں اس بار کے اضراب کی بھر مار تھی لیکن ان میں سے کسی پاس کوئی قابل شخصیت جسے عوامی پذیرائی ملے نہیں تھی امام خمینی کی قیادت کیلئے اخلد الی الارض نہیں تھا قیادت کیلئے استعمال ہونے والے وسائل امتیازات سے مترفع تھے۔ جو عیاشیاں اس دور کے مراجع وانباء مراجع واسہیار مراجع کرتے تھے ان سے خود کو دور اور بہت اونچا بلند رکھا ہوا تھا۔ اس قسم کی ہستی ابھی تک ایران عراق افغانستان پاکستان والوں کو نہیں ملی ہے۔ جو بھی سامنے آتا ہے وہ غلط بے بنیاد اور بے معنی شعار اٹھائے ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے پاکستان میں سید جواد نقوی صاحب جنہوں نے اپنی علمی جسامت، قد وقامت وخطابت کتابت میں اچھا خاصا مقام بنایا ہے لیکن ان کا کوئی واضح ہدف طے نہیں ہے۔ مجھے ان علوم کو ان کی لیاقت صلاحیت واہلیت کو کسی مقصد اور ہدف کی راہ میں بذل کرنا ہے۔ انہیں کوئی نعرہ بھی نہیں ملا۔ کبھی لبیک یا رسول اللہ تو کبھی لبیک یا حسین بلند کرتے ہیں،

جس کا کوئی مفہوم نہیں بنتا ہے۔

امام خمینی نے جو شعار اٹھایا تھا وہ مکان و زمان اور معاشرہ تینوں حوالے سے انتہائی مناسب شعار تھا۔ ایران شیعوں کا مرکز ہے یہاں اکثریت شیعوں کی ہے شیعوں کے نظریات قدیم زمانے سے شیعہ حکومت کے داعی رہے ہیں۔ خاص کر تابعین مجتہدین لہٰذا امام خمینی نے ایک نیا نعرہ ایجاد کیا جس کا نام رکھا، نظام ولایت فقیہ یہ نعرہ حوزات کے علمی حلقوں کے لئے اور مجتہدین کے لئے ناموس تھا۔ امام خمینی نے اسے از خود شعار کے لئے جعل کیا جس کی از خود تفسیر اور تشریح بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ حکومت صرف از ان مجتہدین ہے۔ امام نے صرف انھی کو حکومت کرنے کا حق دیا ہے، یہ انھی کے سپرد ہے۔ کبھی فرماتے تھے ولی فقیہ یا اسلام شناسی ہو ہم اسلام شناسوں کے ہی داعی ہیں۔ اس حوالے سے روشن خیال بھی سمجھتے تھے کہ ہم بھی اسلام شناس ہیں مجتہدین بھی خوش تھے کہ ہماری حکومت بن گئی دیگر علماء و طلبہ بھی خوش تھے کہ ہماری حکومت ہوگی لیکن جب یہ نعرہ بے وجہ ہمارے آئی ایس او کے لوگوں نے اٹھایا تو لوگ حیران تھے کہ کس کے سر پر رکھیں؟ جب آقائی ساجد کے طفیل کے بعد امام جواد تشریف لائے تو یہی نعرہ اٹھایا نظام ولایت فقیہ جس کے یہاں خریدار نہیں تھے مثلاً ۸۰ فیصد سے زائد آبادی اس کو نہیں مانتی تھی۔ بیس فیصد آبادی، باصدا والے ذاکرین شریعت حسین والے، عزاداری والے اس کو نہیں مانتے تھے۔ لے دے کر ایک تنظیم تھی جو اپنی جگہ خود تقسیم تھی۔ اصغریہ نے آقائی عارف کے دور میں نعرہ بلند کیا تھا کہ قائد صرف سید جواد رہ گیا۔ علماء تنظیم اور وفاق والے نہیں مانتے تھے۔ بہت محدود پیمانہ رہ گیا ویسے بھی آقا صاحب یہاں کے علماء کی حکومت کے قائل نہیں تھے چنانچہ عروۃ الوثقیٰ کے افتتاح میں کسی کو تقریر کرنے نہیں دی تا کہ کہیں کسی عالم کو کوئی مقام نہ ملے پھر ولایت کے متنازعین میں ناؤ نہیں چلی لہٰذا آپ نے رہبر کی جگہ سیکرٹری نظام کو اپنا کر نعرہ لبیک یا حسین اٹھایا۔

آقای راجہ ناصر عباس صاحب جن کے بقول شاگرد ممتاز، برجستہ استاذ معصوم آقائی وحید خراسانی ضد انقلاب یا حسین ذاکر توانا، خطیب مبرقع بھی یہاں خدمت خلق اور قوم کو متحد کرنے کیلئے اٹھے۔ آپ قیادت و رہبری اور دروآشیانہ مظاہرہ کرنے کے خلاف تھے۔ جب آپ نے اپنے کسی عزیز کی ازدواجی تقریب میں منابر نقل مرحوم عباس بخاری کے ایک فارم میں کہا تھا جہاں ۱۲۴ اقسام کا کھانا بنایا گیا تھا لہٰذا آپ قطعاً امام خمینی کی روش میں نہیں بلکہ میرے خیال میں شاید صرف رہبر معظم کی قیادت سے متاثر تھے۔ آپ کی جائے حضایت کی حالت سے متاثر تھے۔ قناعت، کفایت شعاری، غریب نوازی والی خودنمائی سے گریز کرتے تھے۔ جہاں تک جو شعار آپ نے اٹھایا ہے وہ حیرت انگیز ہے پتہ نہیں کہ یہ آپ نے خود اختراع کیا یا قبلہ مظہر کاظمی نے کہا یا کسی املاء لکھنے والے نے غلط لکھا ہے یا کمپیوٹر نے غلط لکھا ہے۔ وحدت ملحدین کی جگہ وحدت مسلمین لکھا ہے چونکہ سنا تھا کہ آپ وحدت مسلمین کے خلاف ہیں اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ آقای وحید کے شاگرد برجستہ تھے اور دوسری بات کہ دوستوں بابر اور عرفان حبیب نے ان کی بات کو بطور نقل فرمایا کہ اتحاد۔۔ اتحاد اسلام مایوس قوم کا شعار ہے۔

## انتخابات بمقابلہ تکفیری گروہ:

اس انتخاب میں بھی تحریک کا مقابلہ تکفیری گروہ ہی تھا اور آئندہ بھی یہی رہے گا چاہے آئندہ انتخابات میں تکفیری گروہ کا یہاں کوئی وجود ہو یا نہ ہو کیونکہ ان کے مقابل میں آپ کو ہمیشہ فتح ہی رہی ہے۔ دوسری بات آپ کی تربیت اور تجربہ بھی اس میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ہوائی یا بحری فوج میدان جنگ میں نہیں لڑسکتی ہے لہٰذا وہ حوزہ میں لڑتے رہے چاہے وہاں دشمن کا کوئی جہاز نہ ہو۔ جہاں تک آپ کو اس میدان میں ہمیشہ فتح رہی ہے اس کی وضاحت ہونی چاہیے کہ کہاں کہاں آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے اس کی بھی وضاحت ضروری ہے کیونکہ بہت سے لوگوں کو پتہ بھی نہیں ہے کہ آپ کو فتح ہوئی ہے یا آپ کی ضد میں وہ بضد

ہیں کہ فتح نہیں ہوئی ہے ہم تو کہیں گے کہ آپ کو فتح ہی ہوئی ہے۔آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی فتح درحقیقت پوری قوم کی فتح ہے کیونکہ فرماتے ہیں اس ملک کی تقدیر آپ کے ہاتھ میں ہی ہے۔آپ فرماتے ہیں ہمیں ہمارے بغیر نہ حکومت بن سکتی ہے نہ کوئی اہم فیصلہ کرسکتی ہے لہذا آپ کی فتح پوری قوم کی فتح ہے لیکن فتح کہاں ہوئی اس کی نشاندہی کرنا ضروری ہے۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں اس کی نشاندہی کرنے والے کو انعام بھی دیا جائے۔ بتایئے تحریک کی فتح ہونے کے مقامات بتائیں؟ کیا کوئی بتا سکے گا کیونکہ یہ فتح اپنی جگہ انوکھی ہے ایسی فتح اس ملک میں بہت کم انتہائی محدود گروہوں کو ہی نصیب ہے۔ایک پاکستان کرکٹ ٹیم کو نصیب ہے دوسری تحریک جعفریہ کو ہے اور بہت سے لوگوں کو یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ یہ تکفیری گروہ کون ہے وہ کہاں ہے جسے تحریک ہر جگہ پسپا کرتی آئی ہے وہ کون ہے؟ اگر تکفیری گروپ سے مراد دیوبند ہیں تو وہ آج بھی سینہ تان کے آپ کے مقابل میں کھڑے ہیں۔

## بریلوی:

بریلوی تکفیری گروپ ہے یا نہیں اس کا فتویٰ افتخار یا دیگر سیکولر تو نہیں دے سکتے ہیں اس کیلئے صحیح ماخذ مصدر احمد رضا خان کے مجموعہ فتاویٰ دیکھیں۔ان کی تکفیریت سے کوئی مسلمان بچا ہے یا نہیں۔ بریلویوں کے اجتماعی یا سیاسی میدانوں میں جانا ہوا۔عالم دین بارہ سال عراق جاتے رہے صدام سے ملتے رہے ایرانی سفارت خانے کی تمام کوششوں کے باوجود وہ ایران نہیں گئے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو مکفرین سے باہر نہیں سمجھتے نیز سیاہ پگڑی والوں کو دیکھیں آپ سے ملتے ہیں یا نہیں؟ آپ کے نزدیک اس ملک میں سیکولر نظام قائم کرنے کے داعی مولویوں کے علاوہ آپ کو متکفرین میں گردانتے ہیں۔
شیعہ کہاں تکفیری گروہ میں نہیں آتے آپ جب خلفاء ثلاثہ اور ان کے ماننے والوں پر لعنت کرتے ہیں تو آپ کے نزدیک یہ جو آپ کو کافر کہتے ہیں آپ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں؟ اگر آپ کے نزدیک اس ملک میں کافرین سے اگر کوئی خارج ہے تو وہ پی پی ہے۔ پی پی تنہا کافر نہیں بلکہ آپ اور آپ کی کابینہ اور صوبائی وزراء کے نزدیک معتقد پیشواء کل غیر مشروط ہیں۔آپ کے نزدیک اور احمد رضا خان کے نزدیک ان کو کافر کہنے والے کافر ہیں اور تکفیری گروپ ہیں۔ جہاں تک انتخابات میں آپ ان کو ہرا کر خود کامیاب ہوگئے ہیں وہ بھی انوکھا ہے۔ ہر شخص جو عالم واقعیت کو طبعی آنکھ سے دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے ان کے ادراک سے یہ ناممکن ہے یہاں خاص عینک لگا کر دیکھنا پڑتا ہے۔
کسی بھی وقت آپ ایک فرد کامل کو قومی میں تو چھوڑیں صوبائی میں بھی نہیں بھیج سکتے ہیں بلکہ کسی شیعہ کو بھی نہیں بھیج سکتے ہیں۔ سپاہ میں سے کسی قبلہ آقائی شیخ محسن نجفی نے فرمایا کہ ہاشمی رفسنجانی کی یہاں آمد کے موقع پر میں ان کے تقریر سننے گیا تھا اور اوپر سے دیکھ رہا تھا کہ جب ہاشمی کی تقریر پر لوگ تالیاں بجاتے تھے تو آپ کا یہ نمائندہ تالی نہیں بجاتا تھا۔اس دفعہ بھی آپ اپنا کوئی آدمی بھیجنا تو دور کی بات ہے آپ کے ستر سے زیادہ امیدواروں میں سے کوئی کامیاب نہیں ہوسکا لیکن آپ کے خیال میں آپ کے نزدیک تکفیر کی سرپرستی کرنے والے مسلمانوں کے نمائندہ کے کچھ ووٹ پورے کر کے آپ نے بھیجے تھے یہ آپ کی کامیابی ہے۔اتنی دقیق کامیابی کا ادراک ہر شخص ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔آپ کی کامیابی اسماعیلت میں ہے۔
آپ نے اس بارے میں حق گوئی سے کام لیا ہے کہ اگر ہم خود اسماعیلت میں نہیں پہنچ سکتے تو ہم نے آئینی حقوق کے لئے خفیہ نمائندے بھیجے ہیں جو وہاں ہمارے خلاف پیش ہونے والے ہر بل کو پاس ہونے سے روک دیں گے یعنی شریعت اسلام کے نفاذ والے بلوں کو روک دیں گے۔آپ کے وہاں شریعت اسلام روکنے والوں کو سب جانتے ہیں وہ جہاں اسلام کے حق میں بل کو روکتے ہیں اسلام کے خلاف بل کی حمایت کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے شریعت بل کو روکا جبکہ حقوق نسواں بل کو پاس کیا تھا۔

بہر حال آپ کی کامیابیوں کو ہر شخص درک کرسکتا ہے نہ اس کی قدر کیونکہ اپنی جگہ انوکھے ایمان آپ کے ہزاروں ووٹوں کو بمعہ اخلاصی قصد تقرب برای

خوشنودی روح بی بی غیر مشروط حصہ ڈالا تھا ان کو تو شکست فاش ہوگی تھی بڑے بڑے عہدہ دار مثلاً گیلانی، اعتزاز حسن، جہانگیر بدر وغیرہ اس شکست کی شرمندگی میں مستعفی ہو گئے تھے لیکن آپ کو کامیابی ملی ہے یہ اس لیے کہ آپ کو دعائیں دینے والے آپ کی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے ہیرو، مہارت رکھنے والے وزراء مثلاً شیخ محسن علی نجفی، جعفری، علامہ حافظ ریاض وغیرہ ملے لیکن یہ توفیق راجہ صاحب کو نصیب نہیں ہوئی میرے خیال میں اگر وہ کہیں کامیاب ہو بھی جائیں تو آپ کے مبارک باد و توانا وزراء اعلیٰ کے ہاتھوں شکست کھا جائیں گے۔ آپ کو اُس دن کے لئے گلگت بلتستان میں چراغاں کی ابھی سے تیاریاں مکمل کر کے بھیجا گیا تھا۔ جس طرح پاکستان کرکٹ والوں کو حکومت ملی ہے واپڈا، ریلوے والوں کو وزارت ملی ہے تو ان کو مستعفی ہونے کی نوبت کبھی بھی نہیں آتی۔

------

پاکستان میں تشریف لانے کے بعد پاکستان میں قائم قرآن نبی کریم اور آئمہ سے نالاں ہستی نے جو درسگاہ عظیم المنزلت اصلھا فی الارفین وفرعہا فی السماء کے عام کو اسلامی دینی شائبات سے عاری بنام بعثت وعروۃ الوثقیٰ حیرت زدہ کہا۔ تاہم اعلان ہونے والے نصاب درسی سے اہل فکر و دانش نے اندازہ لگایا کہ یہ درسگاہ نشاۃ ثانیہ سرسیدیزم پاکستان ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ کا اپنی فکر اور منشور انقلاب کا محور علامہ اقبال قرار دینے سے بھی ہوتا ہے جو یہاں کے سیکولر رہبران کا شعار ہے۔ یہاں اسلام محمد علی جناح وعلامہ اقبال لانا ہے۔ پاکستان میں پیغام ولایت خمینی ورھبر معظم کے داعی سے اسلام کے نام سے گریز نظام معمہ مبہم و مجمل غیر واضح امامت ومہدویت سے درست نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ یہاں اصول ومبانی اسلام کو الٹا پیش کرنے کی تربیت دی جائیگی کیونکہ اللہ کو قرآن اور محمد کے بعد کسی اور کی طرف بھی نسبت دینے سے سیکولرزم کی بو آتی ہے۔

## جمہوریت میں دھاندلیاں:

۱۔ ٹیکنو کریٹ کی سیٹیں

۲۔ خواتین کی سیٹیں

۳۔ یورپ میں مقیم پاکستانیوں کے ووٹ جہاں دھاندلی آسانی سے کر سکتے ہیں وہاں کے رہنے والے اکثر وبیشتر وہاں کی شہریت اختیار کر چکے ہیں جب ایک شخص یہاں کی شہریت چھوڑ چکا ہے، جب وہ اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکتا ہے تو وہ ووٹ کیسے دے سکتا ہے؟

## پاکستان کے سیاسی قائدین:

پاکستان کے سیاسی قائدین بادی نظر میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں:

۱۔ برسر اقتدار سیاہ وسفید کے مالک جسے حکمران طبقہ کہتے ہیں۔

۲۔ سیاسی عمائدین جو ان حکمرانوں کو برسر اقتدار لانے ہٹانے پر تلے رہتے ہیں یہ گروہ اپنی جگہ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ اکثریتی گروہ وہ یہاں پاکستان کے عام شہری کی حیثیت سے انتخاب لڑتے ہیں ان میں تمام دینی پارٹی الحادی کمیونسٹ قوم پرست پارٹیاں آتی ہیں وہ جہاں کہیں ہوں وہ پاکستان کی شہری کی حیثیت سے انتخاب لڑتے ہیں۔

۲۔ اقلیت والے آتے ہیں جن میں مسیحی ہندو سکھ شامل ہیں لیکن ان کا اصرار ہے کہ ہمیں اقلیت میں شمار نہ کریں ہمیں اس ملک کے عام شہری کی حیثیت دیں

جس کیلئے ن کی پشت پر مغربی مما لک اور ان کے یہاں پر خاص کا رندے خاص کر ان جی اوز سے وابستہ سیاسی ادا کاروں کا اصرار ہے۔

۳۔شیعہ ہیں جب ضیاء الحق نے اسلامی نظام کا اعلان کیا تو ایران میں بھی اسلامی نظام کا اعلان ہوا۔آقای عارف حسین یہاں کے رہبر بنے۔آئی ایس او میدان سیاست میں اتری، بعد میں حوزہ علمیہ نجف وقم کو دینی قرار دینے کا شعار اٹھایا گیا تو انہوں نے کہا ہم یہاں اقلیت کے حساب سے انتخاب میں شرکت کریں گے گرچہ ہمارے ووٹ سے جتنے والی پارٹی جو بھی ہو ہم اقلیت میں ہی رہیں گے۔نئے دور کے قائدین کی سیاسی مذہبی تدبر وفراست کے اعلیٰ نمونے ہیں جو دیگر مذاہب والوں کو نصیب نہیں ہیں کہ اکثریت سے نکل کر اقلیت میں شامل ہو جائیں۔

## منورین نسوانی:

جب سے پاکستان کی سیاست کے آسمان پر نصرت بھٹو، بے نظیر بھٹو، شرین رحمٰن، حنا ربانی، شازیہ مری، شہلا رضا، ملالہ اپنے لادینی غیر اسلامی غیر مشرقی غیر اسلامی شعار کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن وسنت محمد عزت وغیر ناموس اسلامی کی رٹ لگانا شروع کی ہے۔بقول کائرہ گیلانی زرداری اور دیگر صحابیوں کے بین الاقوامی افق پر پاکستان کا وقار بلند کیا ہے، اہل پاکستان نے افتخار بخشا ہے۔انہوں نے ذرائع ابلاغ سے بین الاقوامی اداروں پر واضح کیا ہے کہ ہم پہلا قافلہ ہیں ہمارے پیچھے بھی ہم نے بہت سی دیگر خواتین کو بابصیرت بنایا ہے۔

## عہد کی شرعی حیثیت:

جہاں تک کتب فقہا میں جو آیا ہے کتاب عروۃ الوثقیٰ تالیف آیت اللہ سید کاظم الیزدی کے رسالہ عملیہ پر آیت اللہ الخوئی نے درس خارج دیا تھا۔جسے شیخ مرتضیٰ بروجردی نے لکھ کر کتاب کی شکل میں پیش کیا تھا جس کی ج ۱۹ ص ۳۰۸ پر لکھا ہے حلا والعبدین الفطر الاضحیٰ سید کاظم یزیدی نے لکھا ہی کانت واجبۃ فی زمان حضور الامام مع اجتماع شرائط وجوبیہ الجمعہ اس مسئلہ پر آیت اللہ نے اس کی بحث کو یکسر نظر انداز کرنے پر شیخ مرتضیٰ نے لکھا ہے کہ استاذ بزرگوار اس مسئلہ کا تذکرہ کیے بغیر گذرے لیکن از خود سورہ سبح اسم ربک کے آیت ۱۴۔۱۵۔اور تفسیر قمی سے استدلال کر کے واجب کہتے ہوئے گزرے۔تفسیر قمی میں تزکی سے فطرہ فعلی سے صلاۃ پر استدلال کیا ہے جس طرح صلاۃ اضحیٰ کیلئے فعل لربک وانحر سے استدلال کیا۔

جبکہ کتاب موسوعہ فقیہ کویتۂ میں ج ۲۷ ص ۲۴۰ پر اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مالکی اور شافعی اس کو مستحب موکدہ حنبلیوں نے آیت فعلی لربک وانحر سے واجب کو استدلال کیا لیکن حنفیہ نے اس کو واجب گردانا ہے جو دھوم دھام سے ان دو عیدوں کیلئے پاکستان میں ہو رہا ہے، وہ صرف حنفیوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔

معتقدمین علماء جہاں مسئلہ کی روایت ضعیف ہوتی وہاں انہوں نے اسناد کو حذف کر کے روایت کو مرسلہ کہا پھر اس کو کسی عالم سے نسبت دی اور کہا کہ ان کی مرسلات حجت ہیں۔جہاں فتاویٰ کسی قابل یا معروف ہستی کا نظر نہیں آیا وہاں مسئلے کو ٹھونسنے کیلئے مخفی نام سے گریز کر کے اجتماعی نام کا اختراع کیا تا کہ تحقیق کا دروازہ بند کریں۔

# فہرست مضامین علم اور دین


۱۔عرض ناشر

۲۔تمہید

۳۔علم اور دین میں تضاد

۴۔علم کی تعریف اور اس کی اقسام

۵۔مصادر علم و معرفت

۶۔منشاء تضاد علم دین اور اس کی تاریخی پس منظر

۷۔دین نصاریٰ کے مصادر

۸۔دین نصاریٰ کے عقائد

۹۔فرق و مذاہب نصاریٰ

۱۰۔دین اسلام اور اس کے مصادر

۱۱۔عقائد اسلام کے ستون

۱۲۔کیا فرق و مذاہب اسلامی سے عقائد نصاریٰ مختلف ہے

۱۳۔علوم ابتکاری وابداعی مغرب

۱۴۔نظام اجتماعی نظام الحادی غربی

۱۵۔نظام اجتماعی اسلام

۱۶۔منورین دینی

۱۷۔منورین وطنی

پاکستان میں موجود سیاسی جماعتوں کی فہرست:

۱۔عوامی نیشنل پارٹی

۲۔عامی قیادت پارٹی

۳۔عظمت اسلام موومنٹ

۴۔بلوچستان نیشنل کانگریس

۵۔ بلوچستان نیشنل ڈیموکریٹیک پارٹی

۶۔ بلوچستان نیشنل پارٹی

۷۔ ہزارہ قومی محاذ

۸۔ اسلامی سیاسی تحریک

۹۔ پاکستان عوامی تحریکِ انقلاب

۱۰۔ پاکستان بروحی پارٹی

۱۱۔ پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی

۱۲۔ پاکستان فریڈم پارٹی

۱۳۔ پاکستان غریب پارٹی

۱۴۔ پاکستان ہم وطن پارٹی

۱۵۔ پاکستان اتحاد تحریک

۱۶۔ پاکستان جمہوری امن پارٹی

۱۷۔ پاکستان مقصد حمایت تحریک

۱۸۔ پاکستان مزدور کسان پارٹی

۱۹۔ پاکستان مسلم لیگ (این)

۲۰۔ پاکستان مسلم لیگ (قاسم)

۲۱۔ پاکستان مسلم لیگ (قیم گروپ)

۲۲۔ پختونخواہ ملی عوامی پارٹی

۲۳۔ پاکستان پیپلز پارٹی (شہید بھٹو)

۲۴۔ پاکستان پیپلز پارٹی (شیر پاؤ)

۲۵۔ پاکستان پیپلز پارٹی پالیمنڑ ینز

۲۶۔ پاکستان پروگریسف پارٹی

۲۷۔ پاکستان پروگریسف پارٹی (ثریا فرمان گروپ)

۲۸۔متحدہ مجلس عمل پاکستان

۲۹۔اسلامی تحریک پاکستان

۳۰۔جمعیت علمائے اسلام (ایس)

۳۱۔جمعیت علمائے اسلام (ف)

۳۲۔جمعیت علماء پاکستان (این)

۳۳۔جماعت اسلامی پاکستان

۳۴۔مرکزِ جمیعت الحدیث (ساجد میر)

۳۵۔نیشنل الائنس

۳۶۔سندھ نیشنل فرنٹ

۳۷۔نیشنل عوامی پارٹی

۳۸۔بلوچستان نیشنل پارٹی

۳۹۔ملت پارٹی

۴۰۔نیشنل پیپلز پارٹی

۴۱۔عوامی حمایت تحریک پاکستان

۴۲۔صوابی قومی محاذ

۴۳۔پروگریسف ڈیموکریٹک پارٹی

۴۴۔پاکستان پیپلز پارٹی پالیمنڑ ینز (پیٹریوٹس)

۴۵۔پاکستان مسلم لیگ

۴۶۔پاکستان مسلم لیگ (کیو)

۴۷۔پاکستان مسلم لیگ (ج)

۴۸۔پاکستان مسلم لیگ (جناح)

۴۹۔پاکستان مسلم لیگ (ایف)

۵۰۔ پاکستان مسلم لیگ (زیڈ)

۵۱۔ سندھ ڈیموکریٹک الائنس

۵۲۔ بیدار پاکستان

۵۳۔ پاکستان تحریک پیغام

۵۴۔ پاکستان سوشل جسٹیس پارٹی

۵۵۔ پاکستان قومی پارٹی

۵۶۔ آزاد پاکستان پارٹی

۵۷۔ سندھ یونائیٹ پارٹی

۵۸۔ پاکستان بچاؤ پارٹی

۵۹۔ پاسبان

۶۰۔ ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی

۶۱۔ کرسچن پروگریسف موؤمنٹ

۶۲۔ پاکستان محافظ پارٹی

۶۳۔ مسیح عوامی پارٹی

۶۴۔ پاکستان مسلم لیگ (شیر بنگال)

۶۵۔ سلام پاکستان پارٹی

۶۶۔ تحریک تبدیلی نظام پاکستان

۶۷۔ پاکستان گرین پارٹی

۶۸۔ عوامی مسلم لیگ پاکستان

۶۹۔ عوامی پارٹی (پاکستان)

۷۰۔ انسانیت پارٹی (پاکستان)

۷۱۔ پاکستان پیٹرواٹیک موومنٹ

۷۲۔ سندھ تاریخی پسند پارٹی (ایس ٹی پی)

۷۳۔ اللہ اکبر تحریک

۷۴۔ پیپلز ڈیموکریٹ لیگ

۷۵۔ عوامی جمہوری اتحاد پاکستان

۷۶۔ پاکستان بیسک رائیٹس موومنٹ